أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي ۔ الحديث

ختم نبوت پر علمائے اسلام کی تحقیقی شہ پاروں کا حسین گلدستہ

عقیدۃ ختم النبوۃ

جلد اول

الناشر

الادارة لتحفظ العقائد الاسلامية

کراچی پاکستان


الله
رسول
محمد

أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي .... الحديث

عقیدہ ختم نبوت پر علمائے اسلام کی تحقیقی کتب و رسائل کا انسائیکلوپیڈیا

عقیدۃ ختم النبوۃ

جلد اوّل

الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ

بسم الله الرحمن الرحيم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ

الآية ٤٠ سورة الاحزاب



اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ

اِنتساب

اِدارہ ....

اپنی اس کاوش کو ....

خلیفۃُ الرسول یارِ غار ....

حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور آج تک ....

عقیدۂ ختمِ نبوت کے لئے ....

جان ومال اور وقت ....

کا نذرانہ پیش کرنے والے ....

ہر دور کے فدائیانِ ختمِ نبوت ....

کی بارگاہ سے منسوب کرنے کی ....

سعادت حاصل کرتا ہے۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

حضرت علامہ مفتی محمد امین قادری عطاری علیہ الرحمۃ

باہمت اور باکردار نوجوان عالم دین مفتی محمد امین قادری عطاری بن محمد حسین بن محمد ابراہیم واڈی والا ۲۲ رجب المرجب بمطابق ۷ نومبر ۱۹۷۱ء کو کراچی کے مشہور علاقے کھارادر میں پیدا ہوئے۔ گھر کا ماحول مذہبی ہونے کی وجہ سے بچپن ہی سے مذہبی رجحان رہا۔ جس نے جلد ہی اہل علم کی مجالس ومحافل کی طرف مائل کردیا۔ صحبت صالح کے فیوض وبرکات نے ہر ہر سوچ میں دین اسلام کی ترویج واشاعت کے جذبے کو اس قدر بڑھایا کہ نوجوانی کی تمام تر توانائیاں اسی مقصد کے حصول میں صرف ہونے لگیں۔ کئی دھائیوں میں سر کئے جانے والے معرکے اس مجاہد برق بار نے چند سالوں میں نہایت سرعت اور سچائی سے طے کئے۔

کمسنی ہی میں پہلے انجمن اشاعت اسلام اور بعد میں اشاعت دین کی عالمگیر تحریک دعوت اسلامی کے سرگرم کارکن بن گئے۔ ۱۹۸۵ء میں جامع مسجد گلزار حبیب میں اعتکاف کے دوران شیخ طریقت ولی کامل حضرت علامہ الیاس قادری رضوی دام ظلہ العالی کے دست باکرامت پر شرف بیعت حاصل کی۔

مفتی محمد امین قادری عطاری علیہ الرحمہ کیلئے ترویج دین وملت کی تینوں جہتیں توجہ کا مرکز رہیں یعنی درس وتدریس، وعظ وافتاء اور نشر واشاعت۔ اور ان تینوں شعبوں میں موصوف نے قابل رشک کارنامے انجام دیئے۔

(تفصیل کیلئے آپ کے حالات زندگی پر مشتمل کتاب "شاہینِ ختمِ نبوّت" ملاحظہ فرمائیں)

درس وتدریس:

۱۹۹۲ء میں گریجویشن کے بعد دن میں مصروفیت معاش اور عشاء کے بعد باقاعدہ درس نظامی کی کتب کیلئے نور مسجد کھارادر میں قائم مدرسے سے منسلک ہوئے جہاں خامسہ تک کی کتب رات کے اوقات میں پڑھیں اور درجہ سادسہ سے دورہ حدیث تک کی تعلیم صبح کے اوقات میں اہلسنت کی مرکزی دینی درس گاہ دارالعلوم امجدیہ سے مکمل کی۔ ۱۹۹۸ء میں حضرت شیخ الحدیث علامہ افتخار قادری علیہ الرحمۃ سے دورہ حدیث مکمل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم امجدیہ کے دارالافتاء میں بیٹھنا شروع کیا۔ اور ۱۹۹۹ء میں دارالعلوم غوثیہ میں باقاعدہ مسند افتاء پر فائز ہوئے اور کئی اہم فتاوے تحریر فرمائے۔

دوران تعلیم ہی سے رات کے اوقات میں تدریس کا سلسلہ بھی شروع فرمایا۔ آپ کے کئی تلامذہ کراچی کی مختلف جامعات میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور ان میں سے بعض اہم دینی امور کی نگرانی میں مصروف ہیں۔ اسکے علاوہ آپ مدرسین اور ذہین طلباء کے نجی اور معاشی مسائل حل کرنے میں نہایت مستعد رہتے۔

وعظ افتاء:

خوش مزاجی، باوقار اور ملنسار طبیعت، ناصحانہ انداز گفتگو، تلقین آمیز تقاریر، جمعہ کے خطبات مسائل پر گہری نظر، درس وتدریس، افتاء کا منصب، احیاء سنت کی عالمگیر تحریک دعوت اسلامی سے وابستگی، دین متین کے لئے جذبہ قربانی سے سرشاری، کتب بینی کا جنونی شوق، فرائض وسنن پر مداومت، یہ وہ صفات اور حالات تھے جنہوں نے مرحوم کو مقبول ومحبوب عام وخاص کردیا تھا۔ اکابرین بزرگان دین سے کئی وظائف کی اجازت بھی حاصل تھے جن میں سے اکثر آپ کے معمولات میں رہے۔ آپ پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کا بھی بہت آسان انداز میں جواب دیتے مسائل کا حل چاہنے والوں کا اکثر اوقات تانتا بندھا رہتا تھا۔ علمی مذاکرات، حج اور عمرہ تربیتی پروگرامز اور دیگر اہم دینی موضوعات پر تقاریر کیلئے مدعو کئے جاتے۔ آپ کی تقاریر تحقیقی اور پرمغز ہوتیں۔ بیک وقت تشنگان علم کو سیراب اور متلاشیان علم کو مالا مال کرتیں۔

نشر واشاعت:

- اردو زبان میں بیس حصوں پر مشتمل فقہ حنفی کا مشہور انسائیکلوپیڈیا یعنی بہارِ شریعت کے مکمل بیس حصے کمپوز کروا کر ایک کمپیوٹر سوفٹ ویئر سی ڈی تیار کروائی جو ایک ادارے کی زیر نگرانی خوبصورت کتابی شکل میں پرنٹ ہو کر مارکیٹ میں دستیاب ہے۔
- سیدی سندی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزۃ کے فتاویٰ رضویہ کی سوفٹ ویئر سی ڈی بنانے کیلئے اکثر جلدوں کی کمپوزنگ مکمل کروائی جو مصنف جامع الاحادیث حضرت علامہ حنیف صاحب دام ظلہ العالی کے زیر نگرانی تخریج اور تسہیل کے مراحل میں ہے۔
- عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر دار العلوم امجدیہ سے علماء اور موجودہ مدرسین اور طلباء کی خوبصورت اور مدلل تحریروں سے آراستہ مجلّہ "رفیقِ علم" کا از سر نو اجراء کروایا۔
- عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی خاطر علماء اہلسنت کی تحقیقی تحریروں کو جمع کرنا اور انہیں جدید کمپوزنگ اور نئے انداز سے طباعت کا کام مفتی مرحوم کا وہ عظیم کارنامہ ہے جو آپ کی پہچان بن گیا ہے۔ خصوصاً اس مشن کی وجہ سے بزم علم ودانش میں آپ کو تادیر یاد رکھا جائے گا۔ اس عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا کی اب تک چھ جلدیں چھپ چکی ہیں۔

مفتی صاحب بروز ہفتہ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۵ء کو معمولی بخار میں مبتلاء ہوئے جو بروز اتوار ۱۸ دسمبر کو شدت اختیار کر گیا۔ ۲۰ دسمبر ۲۰۰۵ء بروز منگل ۱۸ ذیقعدہ بمطابق ۱۴۲۶ھ کو نماز مغرب کے وقت اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مفتی مرحوم کی نماز جنازہ دار العلوم امجدیہ کے قریب مین روڈ پر محدث کبیر شہزادہ صدر الشریعہ حضرت علامہ مولانا ضیاء المصطفیٰ اعظمی دام ظلہ العالی کی اقتداء میں ادا کی گئی جس میں معتقدین اور محبین کے جم غفیر کے علاوہ علماء اہلسنت کی کثیر تعداد نے بھی شرکت فرمائی۔

قَصِیدَہ بُردَہ شریف

از: شیخ العرب والعجم امام محمد شرف الدین بوصیری مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اے میرے مالک ومولیٰ درود وسلامتی نازل فرما ہمیشہ ہمیشہ تیرے پیارے حبیب پر جو تمام مخلوق میں افضل ترین ہیں۔

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْكَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سردار اور ملجاء ہیں دنیا وآخرت کے اور جن وانس کے اور عرب وعجم دونوں جماعتوں کے۔

فَاقَ النَّبِیّٖنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمِ

آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام پر حسن واخلاق میں فوقیت پائی اور وہ سب آپ کے مراتب علم وکرم کے قریب بھی نہ پہنچ پائے۔

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں ملتمس ہیں آپ کے دریائے کرم سے ایک چلو یا باران رحمت سے ایک قطرے کے۔

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمِ

تمام معجزات جو انبیاء علیہم السلام لائے وہ دراصل حضور ﷺ کے نور ہی سے انہیں حاصل ہوئے۔

وَقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَآءِ بِهَا
وَالرُّسْلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو (مسجد اقصیٰ میں) مقدم فرمایا مخدوم کو خادموں پر مقدم کرنے کی مثل۔

بُشْرٰى لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ

اے مسلمانو! بڑی خوشخبری ہے کہ اللہ ﷻ کی مہربانی سے ہمارے لئے ایسا ستون عظیم ہے جو کبھی گرنے والا نہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یارسول اللہ ﷺ آپ کی بخششوں میں سے ایک بخشش دنیا و آخرت ہیں اور علم لوح و قلم آپ ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ
اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِيْ اٰجَامِهَا تَجِمِ

اور جسے آقائے دو جہاں ﷺ کی مدد حاصل ہو اسے اگر جنگل میں شیر بھی ملیں تو خاموشی سے سر جھکالیں۔

لَمَّا دَعَا اللّٰهُ دَاعِيْنَا لِطَاعَتِهٖ
بِاَكْرَمِ الرُّسْلِ كُنَّا اَكْرَمَ الْاُمَمِ

جب اللہ ﷻ نے اپنی طاعت کی طرف بلانے والے محبوب کو اکرم الرسل فرمایا تو ہم بھی سب امتوں سے اشرف قرار پائے۔

سلامِ رضا

از: امام اہلسنت مجدد دین وملت حضرت علامہ مولانا مفتی قاری حافظ

امام احمد رضا محقق، محدث، قادری، برکاتی، حنفی، بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس وشق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسود و کعبۂ جان ودل
یعنی مُہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

جمیع الحقوق محفوظۃ

نام کتاب	عقیدۃ ختم النبوۃ
ترتیب و تحقیق	حضرت علامہ مفتی محمد امین قادری حنفی
جلد	اول
سن اشاعت	2005ء / ۱۴۲۶ھ
قیمت	-/250

ناشر

الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.khatmenabuwat.com
www.khatmenabuwat.net

فہرست

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یاخاتم النبیین

آج سے تقریباً تین سال قبل عزیزی محمد توفیق قادری ضیائی حنفی نے ایک ملاقات میں فقیر سے کہا کہ ''ختم نبوت'' کے موضوع پر علمائے اہلسنت کی کتب کوشائع کیا جائے۔ یہ تقریباً سو اصدی پر محیط علماء ومشائخ اہلسنت کی علمی وعملی جدوجہد پر مشتمل، منتشر کام کو یکجا کرنا تھا بزرگوں کی دعاؤں اور سرکار دو عالم ﷺ کے وصفِ خاص ختم نبوت کے ادنیٰ فدائیوں میں اپنا نام لکھوانے کی غرض سے کمرِ ہمت باندھی۔ ابتداءً امام اہلسنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان قادری حنفی بریلوی اور فاتح قادیانیت حضرت پیر مہر علی شاہ چشتی حنفی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل وکتب دستیاب ہوئیں مزید مواد کی جستجو کے لئے استاذی مولانا محمد جاوید مینگرانی قادری ضیائی حنفی سے اس موضوع پر تبادلۂ خیال ہوا تو انہوں نے علامہ حافظ عبدالستار چشتی سعیدی حنفی مُدَرِّس جامعہ نظامیہ رضویہ (لاہور) کی تصنیف ''مرأۃ التصانیف'' عنایت فرمائی جس میں علمائے اہلسنت کی تحفظِ عقیدۂ ختم نبوت کے موضوع پر کتابوں کی طویل فہرست دستیاب ہوئی۔ فقیر کیلئے یہ کتاب اس کام کیلئے ''مینارۂ نور'' ثابت ہوئی۔ ان اکابر علماء میں علامہ غلام رسول نقشبندی حنفی امرتسری، علامہ قاضی فضل احمد نقشبندی حنفی لدھیانوی، علامہ محمد عالم آسی نقشبندی حنفی امرتسری، علامہ مولانا انوار اللہ فاروقی چشتی حنفی حیدر آباد دکن وغیرہم ایسے بزرگ تھے جن کے نام سے بھی فقیر ناواقف تھا اور پھر ان بزرگوں کی کتب کا حصول ایک نہایت مشکل کام تھا۔ اس سلسلے میں علماء سے روابط شروع کئے ان روابط کے

نتیجے میں جن علماء نے خصوصی تعاون فرمایا، کتب فراہم کیں، دعاؤں سے نوازا اور انتہائی ہمت افزائی فرمائی، ان میں شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی حنفی (لاہور)، علامہ صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی حنفی (لاہور) حضرت مولانا اللہ بخش انور چشتی سعیدی حنفی (علی پور) اور ابوالبیان مولانا محمد جمیل الرحمن چشتی سعیدی حنفی (کراچی) کا فقیر بے حد مشکور ہے۔ مزید کتب کے حصول کیلئے جن لائبریریوں سے مدد حاصل کی گئی ان میں انجمن نعمانیہ (لاہور)، جامعہ نظامیہ رضویہ (لاہور)، بیدل لائبریری (کراچی)، بہادر یار جنگ اکیڈمی (کراچی)، المرکز الاسلامی (کراچی)، کراچی میوزیم لائبریری، جامعہ غوثیہ محمدیہ (بھیرہ)، دارالعلوم امجدیہ (کراچی)، دارالعلوم نعیمیہ (کراچی) وغیرہم شامل ہیں۔ فقیر ان تمام اداروں کے منتظمین اور لائبریرین کا بھی بے حد مشکور ہے۔

ان قدیم کتب کی کمپوزنگ اور اس مواد کو کتاب کی صورت میں آپ کے سامنے پیش کرنا بھی ایک تیکنیکی اور مشکل مرحلہ تھا جس کو استاذ محترم حضرت علامہ محمد عثمان قادری برکاتی حنفی اور ان کے ساتھی مشتاق حسین قادری حنفی کی شاق صلاحیتوں نے آسان کیا۔

کتاب خوبصورت ہو، کمپوزنگ دیدہ زیب ہو مگر پروفنگ کی اغلاط رہ جائیں تو قارئین کے ذوقِ مطالعہ پر بیحد گراں گزرتی ہیں۔ اس جامع اور علمی مواد کی پروف ریڈنگ میں تعاون کرنے پر مولینا حافظ محمد حنیف عطاری امجدی حنفی اور مولانا سید عقیل انجم قادری نورانی حنفی کا بیحد مشکور ہوں جنہوں نے پروف ریڈنگ کیلئے اپنا قیمتی وقت دیا اور انتہائی عرق ریزی سے اس توجہ طلب کام کو سرانجام دیا، پھر بھی غلطی کا امکان موجود ہے۔

واضح رہے کہ ابتدائی جلدوں میں جو مواد پیش کیا جارہا ہے اس کی زبان قدیم اور مشکل ہے اور مباحث بہت ادق اور علمی ہیں جن کو سمجھنا عام قاری کیلئے مشکل کام ہے لیکن ان کتب کی اشاعت اول تو اس لئے ضروری تھی کہ یہ کتابیں ''عقیدۂ ختم نبوت'' کے تحفظ کی

جدوجہد میں ہمارے تاریخی تسلسل کی بنیاد ہیں اور دوم یہ کتب پورے ملک میں صرف چند لائبریریوں میں ہی موجود ہیں اور اس میں بھی بعض مقامات پر موسمی تغیرات کا شکار ہورہی ہیں۔ اس اشاعت سے یہ علمی مواد محفوظ ہوجائے گا اور آئندہ آنے والی نسلیں اس سرمایہ پر فخر کریں گی کہ ان کے اکابر کسی بھی میدان میں پیچھے نہیں بلکہ انہیں دجال مرزا غلام احمد قادیانی کے تعاقب میں ہراول دستے کی قیادت کا شرف حاصل ہے۔

چونکہ مرزا قادیانی بتدریج دعوے کرتا رہا لہٰذا اکابر علمائے اہلسنت اس کا علمی تعاقب کرتے رہے اور اسی مناسبت سے اپنی کتابوں کے نام بھی رکھتے رہے ان اکابرین کا مرکزی نکتہ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ ہی تھا۔ لہٰذا علماء اور دانشوروں سے مشورے کے بعد اس مجموعے کا نام '' عقیدۃ ختم النبوۃ '' رکھا گیا۔ مگر ان اکابرین کی کتب کے اسماء اور مواد جوں کے توں باقی رکھے گئے ہیں امید ہے کہ رد قادیانیت سے متعلق کئی جلدوں پر مشتمل یہ مجموعہ ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا ثابت ہو۔ ان شآء اللہ

حتی المقدور سنین کے اعتبار سے مصنفین کی کتب کو جمع کیا گیا ہے جس مصنف کی سن کے اعتبار سے پہلی تصنیف ہوگی ان کی اس موضوع پر دیگر کتابوں کو بھی اس کے ساتھ شامل کردیا گیا ہے۔ مزید کتب کی جستجو اب بھی جاری ہے اگر سنین کا تفاوت ہوگا تو اس وقت کتاب کی عدم دستیابی وجہ ہوگی۔ اور اس بات کا بھی اہتمام کیا گیا ہے کہ مصنفین کے حالاتِ زندگی اور کتاب کا مختصر تعارف پیش کردیا جائے۔ اس کتاب کی جدت یہ ہے کہ مصنفین کے نام کے ساتھ ان کے مشرب، مسلک اور مسکن کو بھی خاص طور پر نمایاں کیا گیا ہے۔

مواد کی فراہمی کے بعد اس مواد کی اشاعت اور عوام کے ہاتھوں میں پہنچانا سب سے اہم ترین مرحلہ تھا اللہ تعالیٰ نے حضور خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آسانی

پیدا فرمائی فقیر **الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ** کا انتہائی مشکور ہے کہ اس کے ذمہ داران نے اس عظیم منصوبے کی اشاعت کی ذمہ داری قبول فرمائی اور یہ کتاب آج آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کے ہر طرح کے معاونین کو دین و دنیا کی برکتوں سے سرفراز فرمائے اور ہم سب کے اسلامی عقائد کی حفاظت کرتے ہوئے ہمیں آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی شفاعت کل بروز قیامت نصیب فرمائے۔

امین بجاہ خاتم النبیین ﷺ

از محمد امین قادری حنفی

۲ ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ

۱۳ جنوری ۲۰۰۵ء

تقریظ

حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری

نقشبندی حنفی لاہوری مدظلہ العالی

(سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے جان و مال، عزت و آبرو، اولاد اور وطن ہر چیز کی قربانی دے دی، مگر تقدس الوہیت اور ناموسِ رسالت پر آنچ نہیں آنے دی، اسی طرح ختم نبوت ایسے اسلام کے بنیادی عقیدے کے تحفظ کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگا دی، لیکن قصرِ نبوت میں نقب لگانے والے کسی بھی دشمنِ اسلام کو برداشت نہ کیا۔

حضور سید العالمین، خاتم النبیین ﷺ کی دنیا سے رحلت اہل بیت کرام اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے بہت بڑے صدمے کا باعث تھی، ابھی وہ اس روح فرسا سانحے کے غم سے سنبھل بھی نہیں پائے تھے کہ جگہ جگہ سے عرب کے مختلف قبائل کے مرتد ہونے کی خبریں آنے لگیں، ایک تشویشناک خبر یہ تھی کہ نبوت کا جھوٹا دعویدار مُسیلمہ کذاب یمامہ میں چالیس ہزار جنگجو افراد کا لشکر تیار کر کے اپنی پوزیشن خاصی مضبوط کر چکا ہے۔

پاسبانِ ختم نبوت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جہاں مرتد ہونے والے قبائل کو راہ راست پر لانے کے لئے متعدد دستے بھجوائے وہاں مسیلمہ کذاب کے فتنے کی سرکوبی

کے لئے پہلے حضرت عکرمہ ؓ پھر حضرت خالد بن ولید ؓ کو لشکر کا کمانڈر بنا کر بھیجا۔

سرزمین نجد کے خطۂ یمامہ میں دونوں لشکروں کا گھمسان کا رن پڑا، دشمن کا دباؤ بڑا شدید تھا، کئی دفعہ تو یوں محسوس ہوا کہ دشمن غالب ہوا چاہتا ہے، مجاہدین اسلام نے بڑی تعداد میں جام شہادت نوش کیا، لیکن دشمن کا لشکر جرار آفتاب ختم نبوت ﷺ کے تربیت یافتگان کے جذبۂ جاں سپاری اور شوق شہادت کے مقابلے کی تاب نہ لا سکا، مرتدین کے پاؤں اکھڑ گئے اور انہوں نے بھاگ کر ایک باغ میں پناہ لی اور دروازہ بند کر لیا، لیکن اسلام کے شاہینوں کے سیل رواں کے آگے نہ تو تیروں کی بارش رکاوٹ بن سکی اور نہ ہی باغ کی دیواریں بند باندھ سکیں، دروازے کا کھلنا تھا کہ مرتدین پر قیامت ٹوٹ پڑی، مسیلمہ کذاب اپنے چالیس ہزار ساتھیوں سمیت کیفرِ کردار کو پہنچا اور اس باغ کا نام ہی ''موت کا باغ'' رکھ دیا گیا۔

اس طرح اولین پاسبانِ ختم نبوت حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور مجاہدین صحابۂ کرام نے ختم نبوت کے ان باغیوں کا قلع قمع کیا، اس کے بعد مختلف ادوار میں طالع آزماؤں نے مسندِ نبوت پر بیٹھنے کی کوشش کی، لیکن امت مسلمہ نے ایسی کسی بھی ناپاک کوشش کو کامیابی سے ہمکنار نہ ہونے دیا۔

دورِ آخر میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے شاہ اسمٰعیل دہلوی نے ''تقویۃ الایمان'' میں لکھا ''اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ ایک کلمۂ کن سے چاہے تو کروڑوں افراد جبریل اور محمد کی مثل پیدا کر ڈالے''۔ واضح طور پر اس عبارت کی زد عقیدۂ ختم نبوت پر پڑتی تھی، اس لئے شہید تحریک آزادی علامہ محمد فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کا سخت نوٹس لیا، پہلے ایک مختصر تحریر لکھی پھر ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' کے نام سے ایک مبسوط تحریر سپرد قلم کی اور بتایا کہ تم کروڑوں افراد کی بات کرتے ہو، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ

کو وہ عظمتیں دے رکھی ہیں کہ آپ کی مثل ایک فرد بھی نہیں ہو سکتا۔

پھر بعض لوگوں نے ایک ضعیف اور شاذ حدیث کو بنیاد بنا کر کہہ دیا کہ زمینیں سات ہیں اور اس زمین کے علاوہ باقی چھ زمینوں پر دیگر انبیاء کرام کی طرح حضور سید الانبیاء ﷺ کی ایک ایک مثال موجود ہے، یعنی تقویۃ الایمان میں حضور اقدس ﷺ کی مثالوں کو ممکن کہا گیا تھا اور اب بالفعل چھ مثالیں مان لی گئیں، یہ عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف ایک اور کاروائی تھی، علماء اہل سنت نے اس کا سخت نوٹس لیا، حضرت مولانا نقی علی خاں بریلوی (والد ماجد امام احمد رضا بریلوی) نے اس کے خلاف مہم چلائی، مولانا حافظ بخش بدایونی نے ''تنبیہ الجُہّال بالہام الباسط المتعال'' میں ایسے اقوال اور ان کے قائلین کا رد کیا۔

دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی محمد قاسم نانوتوی نے ''تحذیر الناس'' لکھ کر اس شاذ روایت کی تصدیق کی اور قرآن پاک کی نص قطعی ''ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین'' کی تاویل کر دی، حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ نص قطعی کو برقرار رکھا جاتا اور ضعیف وشاذ حدیث کی تاویل کر دی جاتی۔ انہوں نے یہاں تک لکھ دیا:

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔ (تحذیر الناس ص ۲۴)

بعض خوش فہم لوگ کہتے ہیں کہ یہ ''قضیہ فرضیہ'' ہے اس سے عقیدۂ ختم نبوت میں کیا فرق پڑتا ہے؟ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ فرق یہی پڑتا ہے کہ قرآن پاک کی نص قطعی اور خاتم النّبیین کا جو معنی احادیث مبارکہ کی تصریحات اور اجماع امت سے ثابت ہے اس کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں، اس کے باوجود آپ کی صحت پر کوئی اثر نہ پڑے تو آپ کی مرضی۔

یہ وہ پس منظر تھا جس میں شاطر انگریزوں نے ایک ایسے شخص کی جستجو کی جو اُن کی بھرپور حمایت کرے، چنانچہ انہیں مرزا غلام احمد قادیانی مل گیا جسے انہوں نے جھوٹی نبوت کی

مسند پر بٹھادیا اور اس سے اپنی حمایت میں اور دین اسلام کے خلاف ایسے ایسے بیانات دلوائے جنہیں پڑھ کر ایک مسلمان کا سر بار ندامت سے جھک جاتا ہے۔

امت مسلمہ جس نے چودہ صدیوں میں کسی جھوٹے دعویدار نبوت کو قبول نہیں کیا تھا وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو کیسے نبی یا مجدد تسلیم کر لیتی؟ علماء اہل سنت وجماعت نے اپنی تمام تحریری، تقریری اور علمی توانائیاں اس کے خلاف صرف کر دیں۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی نے ۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰-۱۸۹۹ء میں ''شمس الہدایہ'' لکھ کر حیات مسیح علیہ السلام پر زبردست دلائل قائم کئے، مرزا قادیانی ان کا جواب تو نہ دے سکا البتہ پیر صاحب کو مناظرے کا چیلنج دے دیا ۲۵/جولائی ۱۹۰۰ء مناظرہ کی تاریخ مقرر ہوئی، پیر صاحب علماء کی ایک بڑی جماعت کے ہمراہ اس تاریخ کو شاہی مسجد لاہور پہنچ گئے، لیکن مرزا کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی، اس خفت کو مٹانے کے لئے مرزا نے ۱۵/دسمبر ۱۹۰۰ء کو سورۂ فاتحہ کی تفسیر ''اعجاز المسیح'' کے نام سے عربی زبان میں شائع کی اور تاثر یہ دیا کہ یہ الہامی تفسیر ہے، پیر صاحب نے ۱۹۰۲ء میں ''سیف چشتیائی'' لکھ کر شائع فرمادی جس میں مرزا صاحب کی عربی دانی کے دعووں کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اس کتاب کا جواب آج تک مرزائیوں پر قرض ہے۔

پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے مرزا کے دعاوی کی زبردست تردید کی بادشاہی مسجد لاہور میں مرزا کی موت کی پیش گوئی فرمائی جو حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے پانچ رسائل اور کئی فتاویٰ اس کے رد میں لکھے، ایک رسالہ ان کے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان نے لکھا، مولانا علامہ غلام دستگیر قصوری نے متعدد کتابیں لکھیں، علمائے پنجاب میں سے حضرت مولانا غلام قادر بھیروی نے پہلے پہل مرزا کے خلاف فتویٰ دیا، مولانا پیر غلام رسول قاسمی امرتسری نے

عربی میں ایک کتاب لکھی جو اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوئی، قاضی فضل احمد لودھیانوی نے متعدد کتابیں لکھیں، حضرت مولانا انوار اللہ خاں حیدر آباد دکن نے متعدد کتابیں لکھیں، حضرت مولانا خواجہ ضیاء الدین سیالوی نے ''معیار المسیح'' کے نام سے ایک کتاب لکھی، مولانا محمد عالم آسی امرتسری نے ''الکاویہ علی الغاویہ'' کے نام سے دو جلدوں میں کتاب لکھی، مولانا حیدر اللہ نقشبندی مجددی نے ''درّۃ الدیانی علی المرتد القادیانی'' کے نام سے کتاب لکھی۔

مولانا محمد کرم الدین دبیر ہفت روزہ سراج الاخبار، جہلم کے ایڈیٹر تھے انہوں نے مرزائیوں کے خلاف زوردار مضامین لکھے جنہوں نے مرزائیوں میں تہلکہ مچادیا، انہوں نے یکے بعد دیگرے مولانا دبیر کے خلاف تین مقدمے دائر کر دیئے جن میں سے دو میں تو وہ باعزت بری ہوگئے البتہ ایک مقدمے میں انہیں چوّن (۵۴) روپے جرمانہ ہوگیا۔ ۱۷/جنوری ۱۹۰۳ء کو مرزائیوں نے ایک کتاب ''مواہب الرحمٰن'' جہلم میں تقسیم کی، جس میں مولانا کے خلاف دل کھول کر زہر اُگلا گیا تھا، مولانا نے مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم نورالدین کے خلاف مقدمہ کر دیا، مقدمہ دو سال چلتا رہا آخر ۸/اکتوبر ۱۹۰۴ء کو گورداسپور کے جج نے مرزا غلام احمد قادیانی پر پانچ سو روپے اور حکیم فضل دین پر دو سو روپے جرمانہ عائد کر دیا تفصیل کے لئے دیکھئے ''تازیانۂ عبرت'' از مولانا دبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مولانا محمد حسن فیضی مرزا کے بلند بانگ دعاوی سن کر ۱۳/فروری ۱۸۹۹ء کو بنفس نفیس مسجد حکیم حسام الدین سیالکوٹ میں پہنچ گئے اور اپنا ایک بے نقط عربی قصیدہ بغیر ترجمہ کے مرزا قادیانی کو دیا جس میں لکھا تھا کہ اگر آپ کو الہام ہوتا ہے تو اس قصیدہ کا مطلب حاضرین کو سنادیں، مرزا قادیانی نے کچھ دیر دیکھنے کے بعد یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہمیں تو اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا، آپ اس کا ترجمہ کر کے دیں۔ (سبحان اللہ! کیا میڈان

یوکے (Made in U.K) نبوت ہے؟) علامہ فیضی نے ۹ر مئی ۱۸۹۹ء کو یہ تمام واقعہ ’’سراج الاخبار‘‘ میں چھپوادیا اور مرزا قادیانی کو چیلنج دیا:

’’صدر جہلم میں کسی مقام پر مجھ سے مباحثہ کرلیں، میں حاضر ہوں، تحریری کریں یا تقریری، اگر تحریر ہو تو نثر میں کریں یا نظم میں، عربی ہو یا فارسی یا اردو، آیئے سنئے اور سنایئے‘‘۔

عبرت ناک بات یہ ہے کہ جب تک علامہ فیضی حیات رہے مرزا قادیانی کو چیلنج قبول کرنے کی جرأت نہ ہوسکی، کوئی رسوائی سی رسوائی تھی۔

کن کن حضرات کا ذکر کیا جائے؟ مرزا قادیانی پر رد کرنے والے حضرات کا احاطہ کرنا بھی بہت مشکل ہے، حضرت شاہ سراج الحق گورداسپوری، مولانا نواب الدین رمداسی، پروفیسر محمد الیاس برنی، مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، محدث اعظم ہند کچھوچھوی، حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی، پیر سید ولایت شاہ گجراتی، مفتی احمد یار خان نعیمی، حافظ مظہر الدین، مولانا محمد بخش مسلم، مولانا ابوالنور محمد بشیر سیالکوٹی، علامہ ارشد القادری، سید محمود شاہ گجراتی، مولانا سید حامد علی شاہ گجراتی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

حکیم اسد نظامی نے ایک دفعہ راقم کو بتایا تھا کہ حضرت شاہ اللہ بخش تونسوی کے حکم پر ردِّ مرزائیت میں علمائے اہل سنت کی تصانیف تونسہ شریف کی لائبریری میں جمع کی گئی تھیں جن کی تعداد دو سو تھی۔

مرزائیوں کے خلاف پہلی دفعہ ۱۹۵۳ء میں تحریک چلائی گئی جس کا مطالبہ یہ تھا کہ ظفر اللہ مرزائی کو وزارت خارجہ کے منصب سے برطرف کیا جائے اور مرزائیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، اس تحریک میں تمام مکاتب فکر کے علماء شامل تھے اور

تحریک کے صدر علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری تھے مرکزی قائدین کو گرفتار کر کے سکھر جیل میں نظر بند کردیا گیا، وہیں علامہ سید ابوالحسنات قادری کو اطلاع ملی کہ آپ کے اکلوتے فرزند مولانا سید خلیل احمد قادری کو تحریک میں حصہ لینے کی بنا پر سزائے موت دے دی گئی ہے، آپ کے جیل کے ساتھی علماء نے بچشم حیرت یہ منظر دیکھا کہ علامہ نے تمام تر صبر و سکون کے ساتھ یہ خبر سنی اور فرمایا: ’’الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے میرا یہ معمولی ہدیہ قبول فرمالیا ہے‘‘۔

دوسرے قائدین گرفتار ہوگئے تو مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے مسجد وزیر خان میں اپنی شعلہ بار تقریروں سے تحریک کو آگے بڑھایا، انہی دنوں ایک ڈی ایس پی قتل ہوگیا، مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کو گرفتار کرلیا گیا اور ان کے خلاف پھانسی کا فیصلہ صادر کردیا گیا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

بعد میں علامہ نیازی کو رہا کردیا گیا اور مولانا سید خلیل احمد قادری کی سزائے موت کی خبر بھی غلط ثابت ہوئی، اس تحریک میں علامہ سید احمد کاظمی، مولانا غلام محمد ترنم، مولانا غلام الدین (انجمن شیڈ لاہور)، مولانا محمد بخش مسلم، مولانا عبدالحامد بدایونی، صاحبزادہ سید فیض الحسن آلومہاروی، علامہ عبدالغفور ہزاروی، مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا سید افتخار الحسن شاہ، پیر محمد قاسم مشوری، مفتی محمد حسین سکھروی، مفتی صاحبداد خان (پیر جو گوٹھ سندھ)، پیر صاحب سیال شریف، پیر صاحب گولڑہ شریف، پیر صاحب بھرچنڈی شریف، پیر صاحب مانکی شریف، پیر صاحب زکوڑی شریف اور دیگر علماء و مشائخ نے حصہ لیا، مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری اور محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری نے اپنے اسٹیج سے بھرپور انداز میں مسئلہ ختم نبوت بیان کیا اور مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کو

طشت از بام کیا، محدث اعظم نے ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام ہے ''مرزا مرد ہے یا عورت''۔

دوسری دفعہ ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت چلی، جس میں حسب سابق تمام مکاتب فکر شامل تھے مجلس عمل کے جنرل سیکرٹری شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی تھے، قومی اسمبلی میں تحریک کے روح رواں قائد اہل سنت اور قائد حزب اختلاف علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی تھے انہوں نے ۳۰ رجون ۱۹۷۴ء کو قرارداد پیش کی کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، مرزائیوں کی لاہوری پارٹی نے پچاس لاکھ روپے کی پیشکش کی اور کہا کہ قرارداد سے ہمارا نام نکال دیں جسے مولانا نورانی نے پائے حقارت سے ٹھکرا دیا، قومی اسمبلی میں مرزا ناصر پیش ہوا اس نے اپنا موقف پیش کرتے ہوئے مولوی محمد قاسم نانوتوی کی کتاب ''تحذیر الناس'' پیش کی جس میں انہوں نے لکھا ہے:

''بلکہ اگر، بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو
پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔

اس پر بہت سے افراد کے سر جھک گئے، البتہ قافلہ سالار تحریک ختم نبوت علامہ شاہ احمد نورانی نے گرج کر کہا: ''ہم ایسی عبارت کو نہیں مانتے اور اس کے قائلین کو مسلمان نہیں جانتے، ناموس رسالت ﷺ کے کسی غدار سے ہماری مصالحت نہیں ہوسکتی۔''

اس قرارداد کی تائید میں ۲۲ ارکان نے دستخط کیے بعد میں ان کی تعداد ۳۷ ہوگئی، ان میں علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری (کراچی)، سید محمد علی (حیدرآباد) اور مولانا محمد ذاکر (جھنگ) بھی شامل تھے جو جمعیت علماء پاکستان کے ٹکٹ پر ایم این اے منتخب ہوئے تھے۔ البتہ دیوبندی مکتبہ فکر کے مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبدالحکیم نے مفتی محمود کے اصرار کے باوجود دستخط نہیں کیے۔ بالآخر ۷ رستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے مرزائیوں (خواہ وہ قادیانی ہوں

یا لاہوری) کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا، اس وقت مسٹر ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم تھے۔

مختصر یہ کہ علماء و مشائخ اہل سنت نے روز اول سے آج تک مرزائیوں اور مرزائی نوازوں کا تحریری اور تقریری طور پر شدّ و مدّ سے رد کیا ہے اور ان کے عقائد باطلہ اور دجل وفریب کو بے نقاب کیا ہے۔

قانونی طور پر پاکستان میں تو مرزائیت کا مسئلہ نپٹا دیا گیا، لیکن چونکہ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کی طرح انہیں بھی انگریزوں اور دیگر غیر مسلم اقوام کی سرپرستی اور امداد حاصل ہے، اس لئے ان کی ریشہ دوانیاں بدستور پاکستان اور بیرون پاکستان جاری ہیں، افریقہ اور دیگر یورپین ممالک میں ان کی تبلیغ بھرپور انداز میں جاری ہے، برطانیہ میں تو انہوں نے باقاعدہ ٹی وی کا ایک چینل خرید رکھا ہے جس پر دن رات مرزائیت کا پروپیگنڈا جاری ہے۔

پیر سید منور حسین شاہ جماعتی مدظلہ کی سرپرستی میں جامع مسجد امیر ملت (برمنگھم) میں ہر سال ''عالمی تاجدار ختم نبوت ﷺ کانفرنس'' منعقد کی جاتی ہے، ۲ رستمبر ۲۰۰۱ کی کانفرنس میں راقم کو بھی خطاب کرنے کا موقع ملا تھا۔

ایک دفعہ پیر سید نصیر الدین شاہ گولڑوی نے دوران گفتگو کہا کہ میرے جدّ امجد پیر سید مہر علی شاہ ڈیڑھ کنال زمین کے مالک تھے اس کے باوجود انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا تھا، آج ہم اربوں روپے کی جائداد کے مالک ہیں اور رد مرزائیت میں کچھ بھی نہیں کر رہے، انہوں نے رد مرزائیت کے لئے پاکستان میں ٹی وی چینل کا ٹائم خریدنے کا عندیہ بھی ظاہر کیا تھا۔

ضرورت تھی کہ کوئی بلند ہمت مجاہد علماء اہل سنت کے علمی اور تحقیقی کام کو جمع کر کے

ایک سیٹ کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کرتا تاکہ مسلمان اس کا مطالعہ کر کے اپنا ایمان مضبوط کریں اور غیر مسلم بشمول مرزائیوں کے اس کا مطالعہ کر کے نور ایمان وہدایت حاصل کریں، سوئے اتفاق کہ عموماً ہماری کتابیں ایک دفعہ چھپتی ہیں اور اس کے بعد ناپید ہوجاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا علامہ مفتی محمد امین قادری حفظہ اللہ تعالیٰ کو کہ انہوں نے اس عظیم الشان مقصد کے لئے کمر ہمت باندھ لی ہے اور ''عقیدۂ ختم نبوت'' کے نام سے اس سلسلہ کا آغاز کر رہے ہیں۔ مولائے کریم عزوجل انہیں پردۂ غیب سے وسائل اور معاونین عطا فرمائے، تاکہ وہ اس کار اہم وعظیم کو خوش اسلوبی سے انجام دیں۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

جامعہ اسلامیہ رائیونڈ روڈ لاہور

۲۰؍شوال ۱۴۲۵ھ، ۴؍دسمبر ۲۰۰۴ء

تقریظ

حضرت علامہ مولانا محمد اسماعیل قادری

ضیائی حنفی کراچی مدظلہ العالی

(شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

اللہ ربّ العزت نے انسانوں کی ہدایت کے لئے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءِ کرام بھیجے۔ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں ربّ کائنات نے قرآن پاک میں ''وخاتم النبیین'' حضور ﷺ ہی کیلئے فرمایا اور اس کی تائید متعدد احادیث صحیحہ سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا (ﷺ) کہ میں قصر نبوت کی آخری اینٹ ہوں جو نامکمل تھا میں نے آکر اس کو مکمل کر دیا (بخاری ومسلم) ایک جگہ فرمایا (ﷺ) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا (جامع ترمذی) اور حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا کہ ''تم میرے لئے ایسے ہو جیسا کہ موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے ہارون (علیہ السلام) تھے سنو بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے (صحیح مسلم)۔

ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو مومن کہتا ہے اسے یہ اعتقاد رکھنا بھی ضروری ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ نبی آخر الزمان ﷺ سے قبل جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام آئے ہر ایک سرکار دو جہاں کی آمد کی بشارت کے

ساتھ ساتھ آپ کے آخری نبی ہونے کا بھی اعلان کرتے رہے۔ ان واضح دلائل واحادیث کے بعد اگر کوئی شخص خاتم النبیین محمد ﷺ کے بعد کسی شخص کو نبی مانتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

اس ''عقیدۂ ختم نبوت'' کے تحفظ کیلئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لیکر آج تک فدائیان ختم نبوت اس محاذ پر مصروف جہد ہیں۔ یہود ونصاریٰ کی ہمیشہ سے امت محمدیہ ﷺ کے خلاف ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی حکمت عملی رہی ہے اور اسی حکمت عملی کے تحت برطانوی ہند میں ''مرزا غلام احمد قادیانی'' نامی سیالکوٹ کچہری کے منشی سے دعویٰ نبوت کروایا۔ جس کی تردید وتکذیب کیلئے علماء اہلسنت وجماعت اول وقت سے میدان عمل میں رہے اور انہوں نے تحریر وتقریر کے میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے تاوقتیکہ شہداءِ ختم نبوت کا لہو رنگ لایا اور قائدین وعلماء اہلسنت کی شبانہ روز کوششوں کے نتیجے میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانی امت کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

کچھ ہمارا تساہل کہ ہمارے اکابر کے وہ عظیم کارنامے جو کہ انہوں نے تحفظ ختم نبوت کے میدان میں سرانجام دیئے نئی نسل کے سامنے اجاگر نہ ہو سکے لیکن میں مولانا مفتی محمد امین قادری کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا انہوں نے علماء اہلسنت وجماعت کی ان خدمات جلیلہ کو جمع کرنے اور اسے نئی نسل کے سامنے پیش کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ بظاہر یہ آسان کام نظر آتا ہے مگر اس کام میں جتنی مشکلات اور صعوبتیں آئیں ان سے وہی لوگ واقف ہیں جو تحقیق کے میدان میں جستجو کرتے ہیں۔

کئی جلدوں پر مشتمل علمائے اہلسنت کی تصنیفات وتالیفات کا یہ مجموعہ ایک عظیم سرمایہ ہے جو کہ عوام وخواص بالخصوص عقیدہ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والوں کے لئے

ایک گراں قدر سرمایہ ہے۔ اس کارنامے پر اہلسنت جتنا فخر کریں کم ہے۔ میں بارگاہ ایزدی میں دعا گو ہوں کہ خالق کائنات اس کتاب کو مقبول عام وخاص بنائے اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا ذریعہ بنائے اور اس کے جامع کو دنیا وآخرت کی برکات سے بہرہ مند فرمائے۔

آمین بجاہ خاتم النبیین ﷺ۔

اسماعیل غفرلہ

خادم الحدیث دار العلوم امجدیہ

۲۹ ر ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ ۶ ر جنوری ۲۰۰۵ء

تقریظ

حضرت علامہ مولانا مفتی جمیل احمد نعیمی

قادری ضیائی حنفی کراچی مدظلہ العالی

(استاذ الحدیث وناظم تعلیمات دارالعلوم نعیمیہ کراچی)

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ ابواب تاباں اس بات پر شاہد ہے کہ برصغیر میں انگریز کے منحوس قدم رکھنے سے پہلے یہ قطعہ زمین مسلمانوں کے ہر قسم کے اختلافات وانتشار سے پاک تھا نیز برصغیر کے مسلمانوں کی غالب اکثریت سنّی، حنفی مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ لیکن جب سے فرنگیوں کے ناپاک قدم اس سرزمین پر پہنچے اسوقت سے لے کر آج تک یہ سرزمین فتنہ وفساد کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ انگریزوں نے برصغیر کے مسلمانوں میں اختلاف وانتشار پیدا کرنے کیلئے ان میں مسلکی، گروہی، فقہی اختلافات کو فروغ دیا، نت نئے فتنے پیدا کئے، جن میں سب سے بدترین فتنہ اور اسلام کے خلاف سب سے بڑی سازش ''فتنہ انکار ختم نبوت'' ہے اس فتنہ نے امت مسلمہ اور اسلام کے خلاف جو گل کھلائے وہ ہمارے سامنے ہیں محمد عربی ﷺ کی ختم نبوت جو کہ اسلام کی اساس اور اتحاد امّت کی سب سے بڑی بنیاد ہے اس کا انکار کر کے عجمی نبوت اور انکو فروغ دینے کی ناپاک کوشش کی گئی۔ آغاز فتنہ سے ہی علماء حق اس کی سرکوبی کیلئے میدان عمل میں آئے اور ہر قدم پر انگریز کے اس خودساختہ وخودکاشتہ

پودے کی بیخ کُنی کی۔ تحریر، تقریر، مناظرہ ومباہلہ غرض کہ ہر میدان میں علماء ومشائخ اہلسنت اس فتنہ کا تعاقب کرتے رہے۔

پاکستان کی بدقسمتی کہ تقسیم ہند کے نتیجے میں قادیان (گورداس پور) سے اٹھ کر یہ فتنہ اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ پاکستان کے حصّہ میں آیا اور برطانوی سامراج نے اپنی سرپرستی میں قادیان کے بدلے میں اس گروہ باطل کو انگریز گورنر پنجاب کے ذریعہ سے ضلع جھنگ میں ربوہ موجودہ چناب نگر کی اراضی کوڑیوں کے دام دلادی۔ دوسری طرف ناعاقبت اندیش حکمران جو اس فتنہ کے سیاسی نقصانات سے ناواقف تھے انہوں نے چودھری ظفر اللہ خان (قادیانی) کو پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ نامزد کردیا خیال رہے کہ قادیانی ٹولہ اوّل وقت سے ہی تقسیم ہند کے خلاف تھا اور آج بھی اس تقسیم کو ختم کرا کے اکھنڈ بھارت کے منصوبے پر عمل پیرا ہے اس تحریک سے دینی نقصان تو یہ ہوا کہ بعض نام نہاد دین سے ناواقف مسلمان انگریز کی نوکری اور چھوکری کے چکّر میں آکر مرتد ہوگئے اور سیاسی نقصان یہ ہوا کہ انگریزوں کی سرپرستی میں تقسیم ہند سے قبل قادیان میں اور تقسیم کے بعد ریاست میں ریاست قائم کرنے کی جرأت کی اور ظفر اللہ خان کی سرپرستی میں صوبہ بلوچستان کی پسماندگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس صوبے کو قادیانی اسٹیٹ بنانے کا اعلان کیا۔ کھلے عام تبلیغ مرزائیت اور زیادتیوں کے نتیجے میں ۱۹۵۳ء میں ملک گیر تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا اور بے شمار علماء ومشائخ اہلسنت کے علاوہ مختلف طبقہ ھائے زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے تحفظ ناموس رسالت کیلئے بے شمار قربانیاں دیں اس عظیم تحریک کی قیادت کا سہرا بھی اہلسنت کے جلیل القدر عالم جمعیت علماء پاکستان کے صدر اور خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ ابو الحسنات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے جنکی قیادت نے پوری ملت کو قادیانیت اور انکے سرپرستوں کے خلاف متحد ومتحرک کیا۔ کراچی میں تحریک ختم نبوت کا مرکز'' جامع مسجد آرام

باغ‘‘ تھی ھم نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا کہ شمع رسالت کے پروانے نعرہ ہائے تکبیر ورسالت بلند کرتے ہوئے نکلتے تھے تو کراچی کی سرزمین لرز جایا کرتی تھی اور کراچی کے درودیوار ’’ختم نبوت زندہ باد‘‘ کے نعروں سے گونج جاتے تھے اور یہی حال لاہور کی ’’مسجد وزیرخان‘‘ اور پاکستان کے دوسرے شہروں کا تھا۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ کراچی کی جامع مسجد آرام باغ اور لاہور کی مسجد وزیرخان جو کہ ۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کا مرکز تھیں دونوں اہلسنت وجماعت کی مرکزی مساجد ہیں۔ اِس تحریک کے نتیجے میں پورے ملک بالخصوص لاہور کراچی میں ہزاروں شمع رسالت کے پروانوں اور ختمی مرتبت کے دیوانوں نے اپنی جانوں کو نثار کیا۔ اور ۵۳ء کی تحریک مسلمانان پاکستان کی عظیم قربانیوں کا ایک حسین باب ہے جس کے حسین وجمیل نقوش کو تاریخ کبھی فراموش نہ کرسکے گی۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء علامہ ابوالحسنات سید احمد قادری کی قیادت وسیادت میں متحد ومتفق تھے ایسے میں دیوبندی مکتب فکر کے مشہور ومعروف خطیب مولوی احتشام الحق تھانوی دِن میں مجلس عمل ختم نبوت کے مرکزی اجلاسات میں شریک ہوتے اور رات حکام وقت کو پورے دن کی رپورٹ فراہم کرتے تھے۔ اس بات کے ثبوت کیلئے فروری مارچ ۱۹۵۳ء کے ’’روزنامہ جنگ‘‘ کراچی، ’’روزنامہ انجام‘‘ اور ’’نئی روشنی‘‘ کی فائل دیکھی جاسکتی ہے۔

دوسری عظیم تحریک ختم نبوت جس نے قادیانیت کو اس کے منطقی انجام سے دوچار کیا اِس کی قیادت مبلغ اسلام قائد اہلسنت علاّمہ شاہ احمد نورانی نوراللہ مرقدہ نے فرمائی اور پاکستان کے ایوان بالا سینٹ وزیریں قومی اسمبلی سے متفقہ طور پر قادیانیت کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کروائی اور قومی اسمبلی میں قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر کو لاجواب کیا۔ اور لاہوری جماعت کی جانب سے کی

جانے والی لاکھوں روپے کی پیش کش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اس تحریک میں حضرت قائد اہلسنت کے دست راست شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ الازھری رحمۃ اللہ علیہ (دارالعلوم امجدیہ) ابن صدرالشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ (مصنف بہارشریعت) تھے۔

ردّ قادیانیت کے میدان میں علماء ومشائخ اہلسنّت کی علمی وتحریری کاوشیں ایک مستقل موضوع ہے جس کا آغاز ۱۸۸۳ء/۱۳۰۱ھ میں مرزا قادیانی کی براہین احمدیہ کے ردّ میں تحقیقات دستگیریہ ورجم الشیاطین سے ہوتا ہے اور اس میدان میں مولانا غلام رسول امرتسری، پیر مہرعلی شاہ گولڑوی، امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی، قاضی فضل احمد لودھیانوی، علامہ انوار اللہ فاروقی حیدرآباد دکن وغیرہم مصروف جہاد نظر آتے ہیں۔

لیکن عرصہ دراز سے ان اکابرین کے یہ علمی شہ پارے نایاب تھے۔ اور عوام اہلسنت ان کتب کی زیارت اور استفادے سے محروم تھے۔ انتہائی مبارک باد کے مستحق ہیں فاضل نوجوان عالم ذیشان مفتی محمد اَمین قادری سلمۂ اللہ المتین زیدمجدہٗ جنہوں نے اپنی انتہائی کدّ وکاوش سے اکابر کے اِن علمی وتحقیقی رسائل وکتب کو جمع کیا اور دیدہ زیب جدید کمپوزنگ اور معیاری چھپائی کے ساتھ پیش کرکے ان اکابر کے کارناموں کو ازسرنو زندہ کیا اور نئی نسل کو اپنے بزرگوں سے ایک نئے انداز میں متعارف کروایا۔ اور یہ نوجوان نسل پر ان کا ایک احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ بطفیل خاتم النّبیین ﷺ اِن کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس سعی کو قبولیتِ عامہ نصیب فرمائے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد خاتم النّبیین وآلہٖ واصحابہٖ وعلماء امتہٖ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین

احقر
جمیل احمد نعیمی (خادم دارالعلوم نعیمیہ کراچی)

تقریظ

حضرت مولانا مفتی شاہ حسین گردیزی چشتی حنفی مدظلہ العالی
(مہتمم ومفتی دارالعلوم مہرویہ کراچی)

سب سے پہلا فتویٰ تکفیر.........؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی رسل کرام کے سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی تھی آپ ﷺ آخری رسول اور آخری نبی تھے قرآن حکیم نے وخاتم النّبیین کہہ کر آپ کی اس صفت کو اتنا نمایاں اور اتنا واضح کر کے بیان کیا جس میں ارتیاب وتشکیک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی اور مسلمان عہد رسالت سے لے کر آج تک اس عقیدے پر بڑی مضبوطی اور پختگی سے قائم ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کاذب مدعیان نبوت سے جدال وقتال کر کے اور انہیں اپنے انجام تک پہنچا کر اسے حقیقت ابدی کا روپ دے دیا۔

مگر متحدہ ہندوستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع گورداسپور کے موضع قادیان میں ۱۸۳۹ء ایک شخص مرزا غلام احمد پیدا ہوا جس نے مجدّد، مثیل مسیح، مسیح موعود، ظلی نبی اور پھر حقیقی نبی ہونے کا دعویٰ کر کے چادر ختم نبوت کو تار تار کرنے کی کوشش کی اور اپنے اوپر الہام اور وحی کے اترنے کے دعاوی کیے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی زندگی کے چالیس سال گزارنے کے بعد اس

خارزار وادی میں قدم رکھا اور ۱۸۷۹ء میں یہ اعلان کیا کہ میں اسلام کی حقانیت اور دیگر مذاہب کی تردید میں "براہین احمدیہ" کے نام سے پچاس جلدوں میں ایک کتاب لکھ رہا ہوں چنانچہ اس نے ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک اس کتاب کی چار جلدیں شائع کر کے اس بات کا اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا ہے کہ وہ دین کی اشاعت کریں اور اس کتاب کو انہوں نے اپنے مستقبل کی تعمیر کیلئے بنیاد بنایا اور الفاظ کے پیچ وتاب سے اپنے دل کی بات گہرائی سے کر دی۔

مرزا قادیانی کے ان دعاوی تک عام لوگوں کا ذہن تو نہ پہنچ سکا بلکہ خواص سے بھی ایسے لوگ موجود تھے جن کی نظریں بال جیسی باریک گمراہی کو بھانپ نہ سکی اور ایک عرصہ دراز تک مذبذب اور متشکک رہے اور وہ لوگ ان باتوں کو تصوّف کے نکتے سمجھتے رہے اور تاویل کے درپے رہے اس میں سرفہرست پنجاب کے غیر مقلد عالم مولانا محمد حسین بٹالوی تھے جو اپنے نظریات میں بڑے متعصب تھے اور "اشاعۃ السنۃ" کے نام سے ایک رسالہ بھی شائع کرتے تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب "براہین احمدیہ" شائع کی تو مولانا محمد حسین بٹالوی نے اس کتاب کی بھرپور تائید وحمایت کی اس کے بعد جب علماء اسلام کی طرف سے اس کتاب کے مضامین پر اعتراضات کیے گئے تو مولانا بٹالوی نے مرزا قادیانی کے غلط نظریات کی تاویلات شروع کر دیں اور اس کے محامل بیان کرنے لگے چنانچہ ۱۸۹۱ء تک وہ یہ کام کرتے رہے اس کے بعد ان کی رائے میں تبدیلی آئی اور پھر مرزا قادیانی کے غلط اور کافرانہ نظریات کی مخالفت کا آغاز کیا۔ گویا گیارہ سال کی تائید وحمایت کے بعد انہیں شرح صدر ہوا کہ مرزا قادیانی کے نظریات غیر اسلامی ہیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی جو دار العلوم دیوبند کے سرپرست تھے۔ ان کے سامنے

جب مرزا قادیانی کے نظریات پیش کیے گئے تو ان کے ''نور بصیرت'' نے بھی کسی خاص کارکردگی کا مظاہرہ نہ کیا۔ اس طرح مولانا گنگوہی بھی ایک طویل عرصہ تاویلات کے درپے رہے اور مرزا قادیانی کو ''مرد صالح'' قرار دیتے رہے۔ علماء لودھیانہ نے مرزا قادیانی کی تکفیر کی تو اس سلسلہ میں مولانا گنگوہی کی طرف بھی رجوع کیا تو اس کا جو جواب انہوں نے تفصیلی لکھا۔ اس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

اگر (مرزا قادیانی کے) بعض اقوال میں در بادی الرائے خدشہ ہوتا ہے مگر تھوڑی سی تاویل سے اس کی تصحیح ممکن ہے لہٰذا آپ جیسے اہل علم سے بہت تعجب ہوا کہ آپ نے ایسے امر تادر معانی کو دیکھ کر تکفیر وارتداد کا حکم فرمایا۔ اگر تاویل قلیل فرما کر اس کو خارج اسلام سے نہ کرتے تو کیا حرج تھا،........ تکفیر مسلم کی ایسا امر سہل نہیں کہ اس طرح ذرا سی بات پر جھٹ پٹ کافر کہہ دیا جائے...... صاحب مذہب سے منقول لانکفر احداً من اهل القبلة کہ جس کے باعث علماء نے تکفیر معتزلہ وغیرہ اہل ہوا سے اجتناب کیا ہے۔ اگرچہ ہفوات معتزلہ آپ کو معلوم ہیں کہ کس درجہ کے ہیں علیٰ ہذا شیعہ کی تکفیر میں اکثر کو تردد ہے..... کون سا قول صاحب براہین (مرزا قادیانی) کا ہے جو معتزلہ اور روافض کے کسی عقیدہ اور قول کے برابر بھی ہو اور تاویل صحت کی قبول نہ کر سکے کہ جس پر آپ نے ارتداد کے قائل کا فتوی دے دیا...... کسی مسلمان کی تکفیر کر کے اپنے ایمان کو داغ لگانا اور مواخذہ اخروی سر پر لینا سخت نادانی وحماقت ہے...... یہ بندہ (رشید احمد گنگوہی) اس بزرگ (مرزا قادیانی) کو

کافر و فاسق نہیں کہتا، ان کو مجدد ولی بھی نہیں کہہ سکتا، ''صالح مسلمان'' سمجھتا ہے۔ (ملخصاً فتاویٰ قادریہ)

گویا مولانا گنگوہی ایک عرصہ دراز تک مرزا قادیانی کو بزرگ اور صالح مسلمان سمجھتے رہے اور اتقوا بفراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله کی کوئی جھلک وہ نہ دے سکے جس سے انہیں مستقبل کا عرفان ہوتا اور احتیاطی بلکہ حفاظتی تدابیر اختیار کر لی جاتیں۔

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری قدس سرہ پنجاب کے بزرگ علماء میں شمار ہوتے تھے بڑے زیرک اور فعال عالم تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی ''براہین احمدیہ'' کی تیسری جلد ۱۸۸۳ء میں جب شائع ہو کر سامنے آئی تو ان کی نظر بصیرت نے فوراً مستقبل میں جھانک لیا اور اصلاح کے جذبے کے تحت کام شروع کر دیا اور ''تحقیقات دستگیریہ رد ہفوات براہینیہ'' کے نام سے ایک رسالہ تحریر کیا جس میں مرزا قادیانی سے ان کے کفریہ نظریات سے توبہ کا مطالبہ کیا پھر اس رسالہ پر مولانا غلام رسول امرتسری، مولانا احمد بخش امرتسری، مولانا نور الدین امرتسری، مولانا غلام محمد بگوی خطیب شاہی مسجد لاہور، مولانا حافظ نور احمد خطیب انارکلی لاہور، مولانا نور احمد ساکن کھائی کوٹلی ضلع جہلم اور مولانا عبداللہ ٹونکی جیسے افاضل روزگار حضرات سے اس کی تائید لی اور اپنے موقف کو اس طرح بھرپور انداز میں پیش کیا اور اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ پھر ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۶ء میں تحقیقات دستگیریہ کا عربی ترجمہ کیا اور اس کا نام ''رجم الشیاطین برداغلوطات البراهین'' رکھا اور حرمین شریفین کے علمائے کرام سے تائیدات حاصل کیں۔ چنانچہ مکہ مکرمہ سے مبلغ اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے آپ کی تائید کرتے ہوئے لکھا:

''هو عندی خارج من دائرة الاسلام''

یعنی مرزا قادیانی میرے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہے اور حضرت مولانا

صدیق کمال حنفی مفتی مکہ مکرمہ، حضرت مولانا محمد سعید بن محمد بابصیل شافعی، حضرت مولانا محمد بن حسین مالکی، حضرت مولانا خلف بن ابراہیم حنبلی اور مدینہ منورہ کے حضرات علماء کرام میں سے حضرت مولانا عثمان بن عبدالسلام داغستانی حنفی، حضرت مولانا سید احمد برزنجی شافعی اور حضرت مولانا محمد علی بن طاہر الوتری نے آپ کے موقف کی بھرپور تائید کی اسی طرح صوبہ بہار پٹنہ کے ایک معروف عالم دین محمد بن عبدالقادر باشہ جو مدینہ منور میں مقیم تھے نے بھی تائید کی۔

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے تحریک قادیانیت کے خلاف سب سے پہلے ۱۸۸۳ء میں فتوی کفر جاری کر کے پہلی ضرب لگائی ہے۔ اور اس کے مکروفریب کی خانہ ساز نبوت کے تارو پود بکھیر کے رکھ دیئے۔

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری کی شروع کی اس تحریک کو حضرت مولانا غلام رسول امرتسری جو رُسل بابا کے نام سے معروف تھے آگے بڑھایا اس کے بعد حضرت مولانا حامد رضا بریلوی، اعلیٰ حضرت سید پیر مہر علی شاہ مجدد گولڑوی، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی اور حضرت مولانا انواراللہ حیدرآبادی قدس سرہم نے متحدہ ہندوستان میں اس تحریک کا بھرپور تعاقب کیا اور دلائل وبراہین سے اس ''انگریزی نبوت'' اور اس کے داعی کو خائب وخاسر کر کے ختم نبوت کا علم لہرا کر **ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین** کی عملی تفسیر کر کے متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنے مرکز پر قائم رکھا اور ان کے دل ودماغ کے جریدہ پر ختم نبوت کے معانی ومفاہیم کو نقش حجر کی طرح ثابت کر دیا اور اس کے بعد متحدہ ہندوستان میں جو کام بھی ہوا وہ انہی بزرگوں کا فیض تھا اور پھر پاکستان میں دونوں دفعہ جب تحریک ختم نبوت کو آگے بڑھایا گیا اور اس کے حقیقی ثمرات حاصل کرنے کی سعی کی گئی تو انہی صاحب بصیرت اور پاک طینت بزرگوں کے محبین آگے بڑھے اور اس تحریک کی قیادت

کی۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی جو ۱۹۷۴ء میں جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی قائد تھے نے اسمبلی کے اندر اور باہر تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے بڑی جدوجہد کی اور اس طرح تحریک اپنے منطقی انجام کو اس طرح پہنچی کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریّت کو پارلیمنٹ نے کافر ومرتد قرار دے دیا اور انہیں مسلمان کہلانے کا حق بھی نہیں دیا اور اس کی تعلیمات کی اشاعت کو پاکستان میں ممنوع قرار دے دیا اور پھر اس فیصلے کی تشہیر پورے عالم میں کی گئی جس سے قادیانی مکروفریب کی حقیقت آشکارا ہوگئی۔

اسی طرح حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری قدس سرہ نے جس کار خیر کا آغاز کیا تھا اس طرح وہ اپنے حقیقی اختتام تک پہنچا۔ اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری قدس سرہ نے سب سے پہلے فتوی تکفیر جاری کر کے اس تحریک تحفظ عقیدۂ ختم نبوت کی بنیاد رکھی۔

آخر میں محترم جناب مفتی محمد امین قادری زید مجدہ کو میں صمیم قلب اور خلوص دل سے اس بات پر مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ سوچا کہ ''تحریک قادیانیت'' کے خلاف جو کچھ علمائے اہل سنت نے لکھا ہے اسے یکجا کر کے تاریخی ترتیب سے شائع کیا جائے تاکہ مستقبل میں آنے والوں کے لئے یہ کام مشعل راہ ہو اور اس ''شمع ہدایت'' کو پیش نظر رکھ کے وہ اپنے عقیدہ وعمل کی تعمیر کریں، اس طرح اسلاف کا نام اور کام بھی زندہ رہے گا اور آنے والوں کو روشنی بھی ملتی رہے گی۔

شاہ حسین گردیزی
مہتمم دارالعلوم مہرویہ کراچی

مقدّمہ

از مفتی محمد امین قادری حنفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہ امابعد

(۱)

اللہ رب العالمین کے یہاں دین حق اسلام ہی ہے کہ فرمایا اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الاِسلام (پ۳ آل عمران آیت ۱۹) اور اس دین کے علاوہ اس کے یہاں کوئی دین قبول نہیں چنانچہ فرمایا وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَالْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ٥ (پ۳ آل عمران آیت ۸۵) نیز مومن وہی ہے جو اس دین اسلام پر سچے دل سے ایمان لائے اور اس کی تصدیق کرے جیسا کہ ارشاد ہوا اِنَّمَاالْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِط اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ. (پ۲۶ الحجرات آیت ۱۵) ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں۔

ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریات دین سے ہیں اور کسی ایک ضروری دینی کے انکار کو کفر کہتے ہیں اگر چہ باقی تمام ضروریات کی تصدیق کرتا ہو۔ ضروریاتِ دین وہ مسائل دینیہ ہیں جن کو ہر خاص وعام

جانتا ہے جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت، انبیاء کرام کی نبوت، جنت ونار، حشر ونشر وغیرہا مثلاً یہ اعتقاد کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آخری نبی ہیں، حضور ﷺ کے زمانے میں یا آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔ اللہ رب العالمین اپنی سچی اور آخری کتاب میں ارشاد فرماتا ہے: مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (پ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۴۰) (اے لوگو) حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے (سب سے آخری نبی) ہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا: وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ ج وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ. ترجمہ: اور وہ جو ایمان لائے ہیں اس پر (اے حبیب ﷺ) جو اتارا گیا ہے آپ پر اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے اور نیز آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ (پ۱ سورۃ البقرہ آیت ۴) ارشاد باری تعالیٰ ہے وَالْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ الآیۃ ترجمہ: اور (جو) مسلمان ہیں ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ کی طرف اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے (پ۶ سورۃ النساء آیت ۱۶۲)

اخیر کی مذکورہ دونوں آیتیں بھی آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کی بین دلیل ہیں کیونکہ وحی جس پر ایمان لانا ضروری ہے وہ یا تو حضور ﷺ پر نازل ہوئی یا آپ سے پہلے انبیاء کرام میں سے کسی نبی پر۔ اگر حضور ﷺ کے بعد بھی سلسلۂ نبوت جاری رہتا یا کسی نئے نبی کا ہونا ممکن ہوتا تو ایمان کا انحصار صرف حضور ﷺ اور انبیاء سابقین پر نازل شدہ وحی پر نہ ہوتا بلکہ عبارت مثلاً یوں ہوتی وما انزل من قبلک ومایُنزل من بعدک. ان آیات کی مزید تفسیر احادیث مبارکہ سے واضح ہوجاتی ہے۔

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلَ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَہٗ وَاَجْمَلَہٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَۃٍ مِّنْ زَاوِیَۃٍ فَجَعَلَ النَّاس یَطُوْفُوْنَ بِہٖ وَیَتَعَجَّبُوْنَ لَہٗ وَیَقُوْلُوْنَ ھَلَّا وُضِعَتْ ھٰذِہِ اللَّبِنَۃُ فَقَالَ فَاَنَا اللَّبِنَۃُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی آدمی نے گھر بنایا اور اس کے سجانے اور سنوارنے میں کوئی کمی نہ چھوڑی مگر کسی گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ لوگ اس کے گرد پھرتے اور تعجب سے کہتے، بھلا یہ ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ فرمایا (ﷺ) وہ اینٹ میں ہوں اور میں ہی آخری نبی ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبیین ﷺ ج ۱ ص ۵۰۱)

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین ج ۲ ص ۲۴۸)

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَآءِ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی دَار فَاَتَمَّھَا وَاَکْمَلَھَا اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَۃٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَدْخُلُوْنَھَا وَیَتَعَجَّبُوْنَ مِنْھَا وَیَقُوْلُوْنَ لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَۃِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَاَنَا مَوْضِعُ اللَّبِنَۃِ جِئْتُ فَخَتَمْتُ الْاَنْبِیَآءَ. یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اور انبیاء (سابقین) کی مثال ایسی ہے جیسے

کسی آدمی نے گھر بنایا اور اس کے مکمل اور کامل ہونے میں کوئی کمی نہ چھوڑی مگر کسی گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ لوگ اس کے گرد پھرتے اور تعجب سے کہتے! بھلا یہ ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اس اینٹ کی جگہ آیا ہوں اور میں نے انبیاء (کی آمد) کو ختم کر دیا۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین ج ۲ صفحہ ۲۴۸)

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال...... اُرسِلتُ اِلَی الْخلقِ کافۃً وختِمَ بِی النَّبِیُّوْنَ یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا...... مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کر دی گئی۔

(صحیح مسلم ج ۱، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ ص ۱۹۹، جامع ترمذی ج ۱ باب ماجاء فی الغنم ص ۱۸۸)

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلاَ رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلاَنَبِیَّ بَعْدِیْ یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک رسالت ونبوت ختم ہوگئی تحقیق میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ ہی نبی۔

(جامع ترمذی ج ۲، ابواب الرؤیا عن رسول اللہ ﷺ ص ۵۱)

عن ابی امامۃ الباھلی قال خَطَبَنا رسول اللہ ﷺ...... وَاَنَا اٰخِرُ الانبیآءِ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ یعنی حضرت ابوامامہ باھلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا..... اور میں

تمام انبیاء کے اخیر میں ہوں اور تم بھی آخری امت ہو۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الفتن ص ۲۹۷)

عن عقبہ بن عامر قال قال رسول اللہ ﷺ لوکان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔

(جامع ترمذی ج ۲، مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب ص ۲۰۹)

عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللہ ﷺ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھٰرُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا: تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(صحیح مسلم ج ۲ کتاب الفضائل باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ)

(جامع ترمذی ج ۲ مناقب علی بن ابی طالب بروایت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ)

عن سعد بن ابی وقاص... سمعتُ رسول اللہ ﷺ یقول لِعَلِیٍّ وخَلَّفَہٗ فی بعضِ مَغَازِیہ فقال لہ عَلِیٌّ یا رَسُوْلَ اللّٰہِ (ﷺ) تُخَلِّفُنِیْ مع النسآءِ و الصِّبیَانِ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَانُبُوَّۃَ بَعْدِیْ یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے...... میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ

حضرت علی ؓ سے گفتگو فرمارہے تھے آپ نے انہیں کسی غزوہ کے موقعہ پر اپنا نائب مقرر کیا حضرت علی ؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جارہے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم میرے نزدیک ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے ولیکن تحقیق میرے بعد نبوت نہیں۔

(جامع ترمذی ج ۲ باب مناقب علی بن ابی طالب ؓ)

عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ کَانَتْ بنوا اسرائیل تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَآءَ کُلَّمَا هَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ وَاِنَّهٗ لا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَیَکُوْن خُلَفَآءُ فَیَکْثُرُوْنَ یعنی (راوی حضرت ابی ہریرہ ؓ) نبی کریم ﷺ نے فرمایا بنو اسرائیل میں حکومت پیغمبر کیا کرتے تھے جب ایک نبی کا وصال ہوتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہوتا۔ لیکن یادرکھو میرے بعد ہرگز کوئی نبی نہیں ہے، ہاں عنقریب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔ (صحیح البخاری ج ۱، کتاب الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل [illegible])

(سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد باب الوفا بالبیعۃ)

ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں بھی بالکل واضح ہوگیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ آخری نبی ہیں آپ کے زمانہ میں اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔ مگر تاریخ پر نظر دوڑائیں تو کچھ نام ایسے ملتے ہیں جنہوں نے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانہ میں اور آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اپنے آپ کو نبی سمجھا تو یہ کون لوگ ہیں؟ آئیں احادیث مبارکہ کی روشنی میں ان لوگوں کا جائزہ لیتے ہیں چنانچہ نبی غیب داں عالم ما یکون وما کان حضور ختم المرسلین خاتم النّبیین احمد مجتبیٰ سید العالمین محمد رسول اللہ

ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رسول اللہ ﷺ....وَاَنَّهٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابون ثلاثون کُلُّهُمْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ . حضرت ثوبان ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا...... اور عنقریب میری امت میں تیس کذاب (جھوٹے) ہوں گے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں سب سے آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (سنن ابی داود ج ۲، کتاب الفتن ص ۲۳۴، جامع ترمذی ج ۲، ابواب الفتن ص ۴۵)

عن ابی هریرة اَنَّ رسول اللہ ﷺ قال لا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حتّٰی یُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ قَرِیْبٌ مِنْ ثَلاثِیْنَ کُلُّهُمْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاںتک کہ بہت جھوٹے دجال نکل آئیں جو تیس (۳۰) کے قریب ہوں گے ان میں سے ہر ایک رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کرے گا۔

(صحیح البخاری ج ۲ کتاب الفتن ص ۱۰۵۴، صحیح مسلم ج ۲، کتاب الفتن ص ۳۹۷)

(جامع ترمذی ج ۲، ابواب الفتن ص ۴۵)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قَالَ قدم مُسَیْلَمَةُ الکَذَّابُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰہ ﷺ فَجَعَلَ یَقُوْلُ اِنْ جَعَلَ لِیْ مُحَمَّدٌ الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهٖ تَبِعْتُهٗ وَقَدِمَهَا فِیْ بَشَرٍ کَثِیْرٍ مِنْ قَوْمِهٖ فَاَقْبَلَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَهٗ ثَابِتُ بْنُ قَیْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَ فِیْ

يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قِطْعَةُ جَرِيْدٍ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى مُسَيْلِمَةَ فِىْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ لَوْ سَاَلْتَنِىْ هٰذِهِ الْقِطْعَةَ مَااَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ اَمْرَ اللّٰهِ فِيْكَ وَلَئِنْ اَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللّٰهُ وَاِنِّىْ لَاَرَاكَ الَّذِىْ اُرِيْتُ فِيْكَ مَارَاَيْتُ فَاَخْبَرَنِىْ اَبُوْهُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ بَيْنَما نَائِمٌ رَاَيْتُ فِىْ يَدَىَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَاَهَمَّنِىْ شَانُهما فَاُوْحِىَ اِلَىَّ فِى الْمَنَامِ اَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِىْ فَكَانَ اَحَدُهُمَا الْعَنْسِىَّ وَالْاٰخَرُ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ صَاحِبَ الْيَمَامَةِ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد کرامت میں مسیلمہ کذاب آکر کہنے لگا اگر محمد مجھے اپنا جانشین مقرر کردیں تو میں ان کی پیروی کرنے کے لئے تیار ہوں اور اپنی قوم کے بہت سے آدمی لے آیا پس رسول اللہ ﷺ اس کی طرف گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماس تھے اور رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس میں ایک چھوٹی سے لکڑی تھی یہانتک کہ آپ مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچے اور فرمایا اگر تم مجھ سے اس لکڑی کے برابر بھی کوئی چیز مانگو تو تمہیں نہیں دوں گا تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ غلط نہیں ہوسکتا اگر تم نے پیٹھ پھیری (اسلام سے) تو اللہ تمہیں تباہ و برباد کردے گا اور بے شک میں تمہیں وہی کچھ دیکھ رہا ہوں جو خواب میں دکھایا گیا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ مجھے حضرت ہریرہ رضی اللہ عنہ

نے بتایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن دیکھے، انہیں دیکھ کر مجھے فکر لاحق ہوئی اس خواب میں میری طرف وحی فرمائی گئی کہ ان پر پھونک مارو۔ پس جب میں نے ان پر پھونک ماری تو وہ اڑ گئے۔ پس میں نے اس خواب کی تعبیر دو کذاب ٹھہرائے جو میرے بعد نکلیں گے۔ ان میں سے ایک عنسی (اسود) اور دوسرا یمامہ کا رہنے والا مسیلمہ کذاب ہے۔ (صحیح البخاری ج ۱، کتاب المناقب ص ۵۱۱)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح البخاری میں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے متعلق احادیث کتاب المغازی، کتاب التعبیر اور کتاب التوحید میں ذکر کی ہیں۔

اسود عنسی کو فیروز نے قتل کیا اور مسیلمہ کذاب نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو امیر المومنین خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نتائج کی پرواہ کئے بغیر اس کے خلاف لشکر کشی کی اور تب چین کا سانس لیا جب اس جھوٹے نبی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بے شک اس جہاد میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان شہید ہوئے جن میں سینکڑوں حفاظ قرآن اور جلیل المرتبت صحابہ تھے لیکن امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اتنی قربانی دے کر بھی اس فتنے کو کچلنا ضروری سمجھا۔ آپ نور صدیقیت سے دیکھ رہے تھے کہ اگر ذرا بھی تساہل برتا تو یہ امت سینکڑوں گروہوں میں نہیں سینکڑوں امتوں میں بٹ جائے گی ہر امت کا اپنا نبی ہوگا اور ہر امت اپنے اپنے نبی کی منہ بولی شریعت کو اپنائے گی۔ قارئین کو یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہئے کہ مسیلمہ کذاب، آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کا منکر نہیں تھا بلکہ اپنے دعویٰ نبوت کے ساتھ ساتھ وہ حضور ﷺ کی رسالت کو بھی تسلیم کرتا تھا۔ چنانچہ حضور خاتم الانبیاء والرسل کی ظاہر زندگی کے آخری ایام میں اس نے جو عریضہ ارسال

خدمت کیا تھا، اس کے الفاظ یہ ہیں:

"من مسیلمة الرسول الی محمد رسول اللہ"

کہ یہ خط مسیلمہ کی طرف سے جو اللہ کا رسول ہے محمد رسول اللہ کی طرف لکھا جا رہا ہے۔

علامہ طبری نے اس امر کی بھی تصریح کی ہے کہ اس کے ہاں جو اذان مروج تھی اس میں اشهد ان محمدا رسول بھی کہا جاتا تھا بایں ہمہ خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو مرتد اور واجب القتل یقین کر کے اس پر لشکر کشی کی اور اس کو واصل جہنم کر کے آرام کا سانس لیا۔

جھوٹے مدعیان نبوت کا انجام

احادیث مبارکہ کی روشنی میں قیامت تک مختلف ادوار میں نبوت کا دعویٰ کرنیوالے کذاب (جھوٹے) ظاہر ہوں گے۔ لہٰذا ہر دور میں ایسے کذاب پیدا ہوئے اور فدائیان ختم نبوت نے ان کذابوں کی گردنیں اڑا کر ان کو واصل جہنم کیا۔

اسود عنسی (۱۱ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ فیروز دیلمی نے محل میں گھس کر اس کی گردن توڑ کر ہلاک کیا۔

مسیلمہ کذاب (۱۲ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ میں اس کو نیزہ مار کر ہلاک کیا۔

مختار ثقفی (۶۷ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ حضرت مصعب بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ سے جنگ میں مارا گیا۔

حارث کذاب دمشقی (۶۹ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ خلیفہ عبدالملک مروان کے حکم پر ہلاک کیا گیا۔

مغیرہ عجلی (۱۱۹ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے دور میں امیر عراق خالد بن عبداللہ قسری نے اسے زندہ جلا کر راکھ کر دیا۔

بیان بن سمعان تمیمی (۱۱۹ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ امیر عراق خالد بن عبداللہ قسری نے اسے زندہ جلا کر راکھ کر دیا۔

بہافرید نیشاپوری نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، عبداللہ بن شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے گرفتار کر کے ابو مسلم خراسانی کے دربار میں پیش کیا جنہوں نے تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا۔

اسحاق اخرس مغربی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ خلیفہ ابو جعفر منصور کی فوج سے شکست کھا کر ہلاک ہوا۔

استاد سیس خراسانی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ خلیفہ ابو جعفر منصور کے حکم پر خازم بن خزیمہ نے اس کی فوج کو شکست دی اور اس کو گرفتار کر کے اس کی گردن اڑا دی۔

علی بن محمد خارجی (۲۰۷ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ خلیفہ معتمد کے زمانے میں موفق نے اس کی فوج کو شکست دے کر اس کا سر کاٹ کر نیزوں پر چڑھایا۔

بابک بن عبداللہ (۲۲۲ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ خلیفہ معتصم کے حکم پر اس کا ایک ایک عضو کاٹ کر الگ کر دیا گیا۔

علی بن فضل یمنی (۳۰۳ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ بغداد کے لوگوں نے اس کو زہر دے کر ہلاک کر دیا۔

عبدالعزیز باسندی (۳۲۲ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ لشکر اسلامی نے محاصرہ کر کے شکست دی اور سر کاٹ کر خلیفۃ المسلمین کو بھجوا دیا۔

حامیم مجلسی (۳۲۹ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ قبیلہ معمودہ سے احواز کے مقام پر ایک لڑائی میں مارا گیا۔

ابومنصور عیسی برغواطی (۳۶۹ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ بلکلین بن زہری سے جنگ میں شکست ہوئی اور ہلاک ہوا۔

اصغر تغلبی (۴۳۹ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ حاکم نصر الدولہ بن مروان نے ایک دستہ بھیج کر اس کو گرفتار کروایا اور جیل میں ڈال دیا جہاں یہ ہلاک ہوا۔

احمد بن قسی (۵۶۰ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ حاکم عبدالمومن نے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا جہاں یہ ہلاک ہوا۔

عبدالحق مرسی (۶۶۸ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ اس نے ایک روز فصد کھلوایا۔ قہر الٰہی سے خون بہتا رہا۔ یہاں تک کہ ہلاک ہوا۔

عبدالعزیز طرابلسی (۷۱۷ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، حاکم طرابلس کے حکم پر ایک لشکر نے اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔

سابقہ چاروں صدیوں میں سلاطین اسلام کے باہمی انتشار اور دین سے دوری کی بناء پر ممالک اسلامیہ میں فرنگیوں کا تسلط بڑھ گیا۔ اس وجہ سے بایزید روشن ۹۹۰ھ بہاء اللہ نوری ۱۳۰۸ھ اور غلام احمد قادیانی ۱۳۲۶ھ وغیرہ کذاب (جھوٹے مدعی نبوت) سزائے موت سے بچے رہے البتہ قہر الٰہی سے بے نام ونشان مٹ گئے۔

o.......o.......o

(۲)

انگریزوں نے سونے کی چڑیا دیکھ کر اپنے بھوکے ملک سے افلاس دور کرنے کی خاطر متحدہ ہندوستان کے خوشحال ترین صوبہ بنگال میں ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی۔ جب تجارت کے پردے میں یہاں خوب پاؤں جم گئے تو ملک پر للچائی ہوئی نگاہیں ڈالنے لگے۔ حصولِ مقصد کی خاطر جوڑ توڑ کا جال بچھانا شروع کیا اور اپنی عیاری سے بنگال پر قابض ہو گئے دیسی غداروں اور زرخرید کارندوں کے باعث یکے بعد دیگرے مختلف ریاستوں پر قبضہ جماتے ہوئے ایک روز سرزمین ہند کے واحد مالک بن بیٹھے۔

چونکہ متحدہ ہندوستان کی مرکزی حکومت یعنی دہلی کا تخت وتاج آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر سے چھینا تھا اور مسلمان ہی فعّال نظر آتے تھے لہٰذا ملک کے فرمانروا بنتے ہی ملتِ اسلامیہ کو صلیب کا شیدائی بنانے کی سرتوڑ کوشش کی اور انگلینڈ سے اس مقصد کی خاطر پادری صاحبان بلانے شروع کر دیئے، جو آتے ہی اسلامی عقائد ونظریات اور بانی اسلام پر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دیتے اور علمائے اسلام کو جگہ جگہ دعوتِ مناظرہ دیتے پھرتے۔ برساتی حشرات الارض کی طرح پادریوں کا جال پورے ملک میں بچھ چکا تھا۔

۱۸۵۴ء میں لندن سے اپنے مایہ ناز مناظر پادری فنڈر کو بھیجا گیا، جو عربی اور فارسی میں بھی خاصی مہارت رکھتا تھا۔ اس نے آتے ہی مختلف شہروں میں تقریریں کرتے ہوئے بلند بانگ دعوے کیے اور اسلام کی حقانیت کو چیلنج کرتے ہوئے مقابلے کیلئے علمائے کرام کو للکارا۔ چنانچہ ''مدرسہ صولتیہ'' واقع مکہ مکرمہ کے بانی پایۂ حرمین مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء) نے ڈاکٹر وزیر خاں مرحوم کی معیت میں پادری فنڈر سے مناظرہ کیا اور آگرے کی سرزمین میں اس کا سارا علمی غرور ایسا خاک میں ملایا کہ روسیاہی کو چھپانے کی خاطر پادری صاحب کو متحدہ ہندوستان سے بھاگتے ہی بنی اور

کیرانوی صاحب نے ردنصاریٰ پر عربی میں ''اظہارالحق'' کتاب تصنیف فرمائی۔ اسی طرح مختلف پادریوں نے جگہ جگہ منہ کی کھائی۔

تقریر وتحریر اور مباحثہ ومناظرہ کے میدانوں میں جب پادری صاحبان منہ کی کھارہے تھے تو ایسٹ انڈیا کمپنی کو اپنا منصوبہ زندہ درگور ہوتا ہوا نظر آنے لگا۔ ان حالات میں پرانے شکاری ایک نیا جال لے کر نمودار ہوئے۔ چنانچہ ۱۸۵۵ء میں پادری ایڈمنڈ نے کلکتہ سے ہر تعلیم یافتہ مسلمان اور خصوصاً سرکاری ملازمین کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیجا، جس کا مضمون یہ تھا:

''اب ہندوستان میں ایک عملداری ہوگئی، تار برقی سے ہر جگہ کی خبر ایک ہوگئی، ریلوے اور سڑک سے ہر جگہ کی آمدورفت ایک ہوگئی، مذہب بھی ایک چاہیئے اس لیئے مناسب ہے کہ تم لوگ بھی عیسائی ایک مذہب ہوجاؤ''۔

(۱۸۵۷ء مصنف غلام رسول مہر، ص ۲۹)

انگریزوں کی ایسی عیاریوں کے خلاف لاوا پکتا رہا اور دل ودماغ کھولتے رہے، جس کا نتیجہ ۱۸۵۷ء میں ظالم ومظلوم اور حاکم ومحکوم کے درمیان فیصلہ کن تصادم کی صورت میں منظر عام پر آیا۔ اس تصادم کے بعد انگریز اگرچہ پورے ملک پر قابض ہوگئے لیکن اس معرکہ آرائی نے ان کی طاقت کا بھرم کھول کر رکھ دیا تھا۔ لہٰذا وہ حساس ہوگئے اور اپنی پالیسی کو ''پُراسرار'' بنالیا جو زہر جبراً کھلاتے تھے اب ایسی گولیوں کی صورت میں مسلمانوں کے حلق سے اتارنے لگے جو دیکھنے میں خوش نما اور دہن کو شیریں معلوم ہوتی تھیں۔ اپنے اس ظالمانہ منصوبے کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی خاطر اور منزل مقصود پر پہنچنے کیلئے ایسے صاحبان جبہ ودستار کی جستجو ہوئی جن سے تخریب دین اور افتراق بین المسلمین کا کام لیا جائے۔

(۳)

اس سلسلے میں پادری صاحبان کی ایک رپورٹ قارئین کی نظر کی جاتی ہے۔

رپورٹ پادری صاحبان:

یہاں کے باشندوں کی ایک بہت بڑی اکثریت پیری، مریدی کے رجحانات کی حامل ہے۔ اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہوجائیں جو ''ظلی نبوت'' کا دعویٰ کرنے کو تیار ہوجائے تو اس کے حلقۂ نبوت میں ہزاروں لوگ جوق در جوق شامل ہوجائیں گے لیکن مسلمانوں میں اس قسم کے دعوی کے لئے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے۔ یہ کام ہوجائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمتِ عملی سے شکست دے چکے ہیں۔ وہ مرحلہ اور تھا۔ اس وقت فوجی نقطۂ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی لیکن اب جبکہ ہم برصغیر کے چپہ چپہ پر حکمراں ہوچکے ہیں اور ہر طرف امن وامان بھی بحال ہوگیا ہے تو ان حالات میں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہیے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔

(تحقیقات ص ۷-۱۲۵۶ از فقیہ الہند مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری، [illegible] رک پور)

اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے انہیں ایک وفادار غلام کی تلاش تھی جو ان کے منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچادے تو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب کیا اور اس پر نظر انتخاب اس لئے بھی ٹھہری کہ اس کے باپ حکیم مرزا غلام مرتضیٰ نے ۱۸۵۷ء کی جنگ میں پچاس گھوڑے بمع سواروں کے مسلمانوں کے خلاف فراہم کیے تھے۔

دجال مرزا غلام احمد قادیانی ۴۰-۱۸۳۹ء میں ضلع گورداس پور تحصیل بٹالہ کے گاؤں قادیان میں پیدا ہوا۔ اور ابتداءً غیر مقلد یعنی اہلحدیث تھا اس بات کی تائید خود مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد ایم۔اے کرتا ہے:

''آپ (قادیانی) نماز نہایت اطمینان سے پڑھتے ہاتھ سینے پر باندھتے۔ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو سہارا لیتے..........رفع یدین کرتے تھے.......... تہجد میں دو رکعت وتر جدا پڑھتے اور پھر سلام پھیر کر ایک رکعت الگ پڑھتے تھے''۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۴۸ سن اشاعت اپریل ۱۹۳۹ء)

نیز مرزا بشیر احمد ایم۔اے مزید لکھتا ہے:

''مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود بڑی سختی کے ساتھ اس بات پر زور دیتے تھے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے بھی سورۃ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے''۔

(سیرت المہدی حصہ دوئم صفحہ ۴۹، روایت ۳۵۹)

''عقائد و تعامل کے لحاظ سے دیکھیں تو آپ کا طریق

حنفیوں کی نسبت اہل حدیث سے زیادہ ملتا جلتا ہے''۔

(سیرت المہدی حصہ دوئم صفحہ ۴۹، روایت ۳۵۸)

جماعت اہلحدیث ہند کے سربراہ مولوی محمد حسین بٹالوی مرزا دجال کے بچپن کے دوست اور ہم سبق بھی تھے۔

مرزا بشیر احمد ایم۔اے لکھتا ہے:

''بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ میری شادی سے پہلے حضرت صاحب کو معلوم ہوا تھا کہ آپ کی دوسری شادی دلّی میں ہوگی چنانچہ آپ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے پاس اس کا ذکر کیا۔ تو چونکہ اس وقت اس کے پاس تمام اہلحدیث لڑکیوں کی فہرست رہتی تھی اور میر صاحب (بشیر احمد ایم۔اے کا نانا) بھی اہلحدیث تھے اور اس سے بہت میل ملاقات رکھتے تھے اس لئے اس نے حضرت صاحب کے پاس میر صاحب کا نام لیا۔ آپ نے میر صاحب کو لکھا۔ شروع میں میر صاحب نے اس تجویز کو بوجہ تفاوت عمر ناپسند کیا۔ مگر آخر رضامند ہوگئے اور پھر حضرت صاحب مجھے بیاہنے دلّی گئے۔ آپ کے ساتھ شیخ حامد علی اور لالہ ملاوامل بھی تھے نکاح مولوی نذیر حسین نے پڑھایا تھا۔ یہ ۲۷ محرم ۱۳۰۲ھ بروز پیر کی بات ہے اس وقت میری عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ حضرت صاحب نے نکاح کے بعد مولوی نذیر حسین کو پانچ

روپے اور ایک مصلےٰ نذر دیا تھا۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۵۷،۵۸ سن اشاعت دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۵ء)

اسی طرح کا مضمون ''سیرت المہدی'' کے دوسرے حصے میں بھی ہے

''مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ تمہارے (مرزا بشیر احمد ایم۔اے) نانا کے بہت تعلقات تھے انہوں نے کئی دفعہ تمہارے ابا کیلئے سفارشی خط لکھا اور بہت زور دیا کہ مرزا صاحب بڑے نیک اور شریف اور خاندانی آدمی ہیں میری یہاں بھی تسلی نہ ہوئی کیونکہ ایک تو عمر کا بہت فرق تھا...... (سیرت المہدی حصہ دوئم صفحہ ۱۱۱، سن اشاعت ماہ دسمبر ۱۹۲۷ء)

یہ بات بھی واضح ہے کہ غیر مقلدین یعنی جماعت اہلحدیث محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متبعین میں سے ہے اور فرقہ قادیانی بھی وہابیہ کی ایک قسم ہے جیسا کہ حضرت مولینا حیدر اللہ خان درّانی نقشبندی حنفی لکھتے ہیں:

''اور انہی وہابیہ کا ایک صنف فرقہ نیچریہ اور فرقہ قادیانی ہے جس کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو ترجمان غیب تھے۔ اپنے ایک خطبہ میں پیشن گوئی فرمائی۔ عن ابن عباس قال خطبنا عمر فقال یا ایھا الناس سیکون قومٌ من ھذہ الامۃ یکذبون بالرجم ویکذبون بالدجال ویکذبون بطلوع الشمس من مغربھا ویکذبون بعذاب القبر ویکذبون

بالشفاعۃ ویکذبون بقومٍ یخرجون من النار بعدما افتحشوا اے لوگو! اس امت سے ایک قوم پیدا ہونے والی ہے جو رجم کی تکذیب کرے گی اور دجال معہود کا انکار کرے گی اور مغرب کی طرف سے آفتاب کے طلوع ہونے کو باطل کہے گی اور عذاب قبر کو جھٹلائے گی اور شفاعت کی منکر ہوگی اور اس قوم کے امر سے انکار کرے گی جو آگ میں جلنے کے بعد دوزخ سے نکالی جاویگی۔ (ازالۃ الخفاء ۱۸۱) پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس پیشن گوئی میں غور کیا جاوے اور اس کو واقعات خارجیہ کے مطابق کر کے دیکھا جائے تو ظاہر ہوگا اسی فرقہ قادیانی اور نیچری نے امور خوارق عادات کا انکار کیا ہے اور علی الخصوص دجال معہود کا انکار اسی قادیانی صاحب نے کیا چنانچہ وہ اپنے ''ازالۃ الاوہام'' صفحہ ۴۸۶ میں لکھتے ہیں۔ کہ ''دجال جس کا ذکر فاطمہ بنت قیس کی حدیث میں زندہ موجود ہونے کا ہے وہ فوت ہو چکا ہے اور مراد اُس کا مثیل ہے جو گرجا سے نکل کر مشارق و مغارب میں پھیل گیا یعنی گروہ پادریان'' اور اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اُن تیس کذابوں کے وجود سے اطلاع دی جو کہ اپنے کو نبی اللہ کہنا زعم کریں گے اور نیز ان تیس دجالوں کے حدوث سے آگاہ فرمایا جو اپنے کو رسول اللہ کہنا زعم کرینگے

چنانچہ امر اوّل حدیث ثوبان سے ثابت ہے جو ابوداؤد، ترمذی سے مشکوٰۃ میں ہے اور امر ثانی ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے جو بخاری و مسلم میں مروی ہے۔

سیکون فی اُمتی کذّابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی اللّٰہ۔ (ثوبان۔ ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ) **لاتقوم الساعۃ حتیٰ یبعث دجّالون کذابون قریب من ثلاثین کلھم یزعم انہ رسول اللّٰہ** (ابوھریرہ متفق علیہ)

بس اس پیشن گوئی کو بھی خارج میں مطابق کر کے دیکھا جائے تو **مسیلمہ کذاب** اور **اسودعنسی** اور **حمدان بن قرمط** اور **محمد بن عبدالوھاب** کے بعد یہی **قادیانی** صاحب ہیں جنہوں نے اپنے کو نبی ہونا کہا (درۃ الدیانی علی المرتد القادیانی، مقدمہ ششم)

اس بات کی تائید فاتح قادیانیت حضرت پیر مہر علی شاہ چشتی حنفی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ردّ قادیانیت پر اپنی مشہور تالیف ''سیف چشتیائی'' میں اس طرح فرماتے ہیں۔

''تو **مسیلمہ کذاب** اور **اسودعنسی** اور **حمدان بن قرمط** اور **محمد بن عبدالوھاب** کے بعد یہی **قادیانی** صاحب ہیں جنہوں نے اپنے کو نبی سمجھا''

(سیف چشتیائی صفحہ ۹۸ مطبوعہ راولپنڈی)

دجال مرزا نے ۱۸۸۰ء سے ۱۹۰۸ء تک بتدریج دعوے کئے پہلے پہل مُحدَّث، ملہم، مجدد، مسیح موعود، مہدی اور پھر نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔

مرزا دجال کے عقائد

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ خود کو خدا سمجھا اور اللہ رب العالمین، انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں نہایت بے باکی کے ساتھ گستاخیاں کیں خصوصاً حضرت عیسیٰ روح اللہ وکلمۃ اللہ علیہ السلام جو بن باپ کے ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ صدیقہ بی بی مریم کی شان جلیل میں طہارت کی گواہی پر قرآن ناطق ہے اس قادیانی نے وہ بیہودہ کلمات استعمال کئے جن کے ذکر سے مسلمانوں کے دل دہل جاتے ہیں مگر ضرورت زمانہ مجبور کر رہی ہے کہ لوگوں کے سامنے ان میں سے چند بطور نمونہ ذکر کئے جائیں۔ یوں تو اس کا فقط مدعی نبوت بنا ہی اس کے کافر ہونے اور ابدالآباد جہنم میں رہنے کے لئے کافی تھا کہ اس کا یہ دعویٰ قرآن مجید کا انکار اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کو خاتم النّبیین نہ ماننا ہے مگر اس نے اتنی ہی بات پر اکتفا نہ کیا بلکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب وتوہین کا وبال بھی اپنے سر لیا اور یہ صدہا کفر کا مجموعہ ہے کہ ہر نبی کی تکذیب مستقلاً کفر ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں کَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحِ نِ المرسلین وغیرہ آیات اس کی شاہد ہیں نیز اس نے حضرت محمد مصطفی ﷺ اور دیگر انبیاء کرام کی شان اقدس میں نازل شدہ آیات کو اپنے اوپر جما لیا اور اپنے کو نبی سے بہتر بتایا ایسے شخص اور اس کے متبعین کے کافر ہونے میں مسلمانوں کو ہرگز شک نہیں ہوسکتا بلکہ ایسے کی تکفیر میں اس کے اقوال پر مطلع ہو کر جو شک کرے خود کافر۔

اب اس کے اقوال پڑھیں تمام حوالہ جات مرزا قادیانی کی کتب سے دیئے گئے ہیں:

ا۔ وانت من ماء نا (اور تو ہمارے پانی سے ہے)

(اربعین نمبر ۲، ص ۳۳، روحانی خزائن ج ۱۷، ص ۳۸۵)

۲۔انت منی بمنزلة اولادی، انت منی وانا منک (تو مجھ سے بمنزلہ میری اولاد کے ہے، تو مجھ سے اور میں تجھ سے)

(دافع البلاء ص ۶، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۷)

۳۔انت منی بمنزلة ولدی (تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے)

(حقیقت الوحی باب چہارم ص ۸۶، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۸۹)

۴۔ورایتنی فی المنام عین الله وتیقنت اننی هو (میں مرزا قادیانی) نے خواب میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں، میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں۔

(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴، روحانی خزائن ج ۵ ص ۵۶۴)

۵۔دخل ربی علی وجودی

(آئینہ کمالات اسلام ۵۶۵، روحانی خزائن ج ۵ ص ۵۶۵)

۶۔خلقت السمٰوات والارض

(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۵، روحانی خزائن ج ۵ ص ۵۶۵)

۷۔سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا

(دافع البلاء ص ۱۵، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۱)

۸۔اِنَّا اَنْزَلْنَاہ قریبًا من القادیان، وبالحق انزلناه وبالحق نزل یعنی ہم نے نشانوں اور عجائبات کو نیز اس الہام پراز معارف وحقائق کو قادیان کے قریب اتارا ہے اور ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا ہے اور بضرورت حقہ اترا ہے

(براہین احمدیہ بقیہ حاشیہ در حاشیہ ص ۴۹۹، روحانی خزائن ج ۱ ص ۵۹۳)

۹۔خداتعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی

(ازالہ اوہام حصہ دوئم ص ۵۳۳، روحانی خزائن ج ۳ ص ۳۸۶)

۱۰۔میں خداتعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر۔ اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں، اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں

(حقیقت الوحی ص ۲۲۰، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۲۲۰)

۱۱۔اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے اور اس شخص کو یعنی مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا جس کے دیکھنے کیلئے بہت پیغمبروں نے بھی خواہش کی ہے

(اربعین نمبر ۴ ص ۱۰۰، روحانی خزائن ج ۱۳ ص ۴۴۲)

۱۲۔خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمدؐ اور احمدؐ رکھا ہے

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۰، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۴)

۱۳۔یااحمد فاضت الرحمة علی شفتیک اِنَّا اعطینک الکوثر فصل لربّک وانحر واقم الصلوٰة لذکری. انت معی وانا معک، سرک سرّی...... ورفعنا لک ذکرک اے احمد (مرزا قادیانی) تیرے لبوں پر رحمت جاری ہوئی ہے ہم نے تجھ کو معارف کثیر عطا فرمائیں ہیں، سو اس کے شکر میں نماز پڑھ اور قربانی دے اور میری یاد کیلئے نماز کو قائم کر، تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں، تیرا بھید میرا بھید ہے اور تیرے ذکر کو اونچا کر دیا ہے۔

(براہین احمدیہ حاشیہ ۵۱۸/۵۱۷، روحانی خزائن ج ۱ ص ۶۱۸/۶۱۷)

۱۴۔یاعیسٰی انی متوفیک ورافعک الیَّ ومطهرک مِن الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمة ثلّة من الاوّلین وثلّة من الاخرین اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف

اٹھاؤں گا یعنی رفع درجات کروں گا یا دنیا سے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تیرے تابعین کو ان پر جو منکر ہیں قیامت تک غلبہ بخشوں دوں گا یعنی تیرے ہم عقیدہ اور ہم مشربوں کو حجت اور برہان اور برکات کے رو سے دوسرے لوگوں پر قیامت تک فائق رکھوں گا پہلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے اور پچھلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے اس جگہ عیسیٰ کے نام سے بھی یہی عاجز مراد ہے (براہین احمدیہ حاشیہ ص ۵۵۸/ ۵۵۷، روحانی خزائن ج ۱ ص ۶۶۵)

۱۵۔حق یہ ہے کہ خداتعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۲، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۶)

۱۶۔ھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ و دین الحق لیظھره علی الدین کله

(دیکھو براہین احمدیہ ص ۴۹۸)

اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۳، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۷)

۱۷۔قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ

(کہہ میں صرف تمہارے جیسا آدمی ہوں مجھ کو یہ وحی ہوتی ہے)

(براہین احمدیہ ۵۱۳/ ۵۱۲، روحانی خزائن ج ۱ ص ۶۱۲/ ۶۱۱)

۱۸۔محمد رسول الله والذین معه اشدآء علی الکفار رحماء بینھم

اس وحی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۳، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۷)

۱۹۔سبحان الذی اسری بعبده لیلاً وہ پاک ذات وہی خدا ہے جس نے ایک رات میں تجھے (مرزا کو) سیر کرا دیا (حقیقت الوحی باب چہارم ص ۷۸، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۸۱)

۲۰۔وما ارسلنک الا رحمةً للعلمین

اور ہم نے تجھے (اے مرزا) تمام دنیا پر رحمت کرنے کے لئے بھیجا ہے

(حقیقت الوحی باب چہارم ص ۸۲، روحانی خزائن، ج ۲۲ ص ۸۵)

۲۱۔انا اعطینٰک الکوثر

ہم نے کثرت سے تجھے دیا ہے

(حقیقت الوحی باب چہارم ص ۱۰۲، روحانی خزائن، ج ۲۲ ص ۱۰۵)

۲۲۔یٰس . انک لمن المرسلین

اے سردار تو خدا کا مرسل ہے

(حقیقت الوحی باب چہارم ص ۱۰۷، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۱۱۰)

۲۳۔سلامٌ علی ابراھیم

سلام ہے ابراہیم پر (یعنی اس عاجز پر) (اربعین نمبر ۳، ص ۸۷، روحانی خزائن ج ۱۷، ص ۴۲۰)

۲۴۔میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحٰق ہوں، میں اسمٰعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت ﷺ کے نام میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمدؐ اور احمدؐ ہوں

(حقیقت الوحی حاشیہ ص ۷۳، روحانی خزائن، ج ۲۲ ص ۷۶)

۲۵۔میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحٰق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسمٰعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ابن مریم ہوں، میں محمد ﷺ ہوں (تتمہ حقیقت الوحی ۸۵/ ۸۴، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۵۲۱)

۲۶۔مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر

(اربعین نمبر ۴، ص ۱۹، روحانی خزائن ج ۱۷، ص ۴۵۴)

۲۷۔ خداتعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانے میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۷، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۵)

۲۸۔ پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (قادیانی) اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۹۹، روحانی خزائن، ج ۲۱ ص ۹۹)

۲۹۔ کامل مہدی نہ موسیٰ تھا......اور نہ عیسیٰ

(اربعین نمبر ۲ ص ۱۸، روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۳۶۰)

۳۰۔ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیشین گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مرگیا اس کا سبب یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا نوری فرشتہ کی طرف سے نہیں تھا

(ازالہ اوہام حصہ دوئم ص ۶۲۹، روحانی خزائن ج ۳ ص ۴۳۹)

۳۱۔ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں

(ازالہ اوہام حصہ اول ۳۰۳، روحانی خزائن ج ۳ ص ۲۵۵/۲۵۴)

۳۲۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۴۰)

۳۳۔ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی، ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آجاتا تھا، اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے، مگر میرے (قادیانی) نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو کسی قدر جھوٹ

بولنے کی بھی عادت تھی

(انجام آتھم حاشیہ ص ۵، روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۹)

۳۴۔ جس قدر حضرت مسیح کی پیشین گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہ نکل سکیں

(روحانی خزائن ج ۳ ص ۱۰۶)

۳۵۔ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگادے اور زناکاری کی کمائی پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم ص ۷، روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

۳۶۔ لیکن مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی، اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام "حصور" رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے

(دافع البلاء حاشیہ ص ۴، روحانی خزائن، ج ۱۸ ص ۲۲۰)

۳۷۔ نہایت شرم کی بات ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے، یہودیوں

کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔

(انجام آتھم حاشیہ ص ۶، روحانی خزائن ج ۱۱، ص ۲۹۰)

۳۸۔ عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا، اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا

(انجام آتھم حاشیہ ص ۶، روحانی خزائن ج ۱۱، ص ۲۹۰)

۳۹۔ یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے، اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے

(کشتی نوح حاشیہ ص ۷۳، روحانی خزائن ج ۱۹، ص ۷۱)

۴۰۔ خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا

(دافع البلاء ص ۱۳، روحانی خزائن، ج ۱۸، ص ۲۳۳)

(۴)

علماء و مشائخ اہل سنت کی علمی و عملی جدوجہد

مرزا قادیانی کے گمراہ کن دعووں اور ضلالت و کفریات کے ردّ و ابطال میں علماء و مشائخ اہلسنت اوّل روز ہی سے میدان عمل میں موجود تھے۔ جن میں مولٰینا **غلام دستگیر** نقشبندی حنفی قصوری، مفتی **غلام قادر** چشتی حنفی بھیروی، مولٰینا **فیض الحسن** چشتی حنفی سہارنپوری، مولٰینا **غلام رسول** نقشبندی حنفی امرتسری، علامہ **قاضی فضل احمد** نقشبندی حنفی لدھیانوی، اعلیٰ حضرت مفتی **احمد رضا**

خان قادری حنفی بریلوی، فاتح قادیانیت حضرت **پیر مہر علی شاہ** چشتی حنفی گولڑوی، حضرت علامہ **اصغر علی** روحی حنفی لاہوری، مولانا **نواب الدین** رمداسی حنفی، حضرت مولانا **کرم الدین** دبیر چشتی حنفی جہلمی، مولٰینا محمد **حیدر اللہ خان** نقشبندی حنفی، علامہ مولٰینا **انوار اللہ** صاحب فاروقی نقشبندی حنفی حیدر آباد دکن، حجۃ الاسلام علامہ **حامد رضا خان** صاحب قادری حنفی بریلوی، مفتی اعظم ہند **مصطفی رضا خان صاحب** قادری حنفی بریلوی، مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ **عبدالعلیم صدیقی** قادری حنفی میرٹھی رحمہم اللہ اس محاذ پر سرفہرست ہیں اور ان اکابر کے شب و روز دجال مرزا کی تردید، مناظرہ، مباحثہ اور مباہلہ میں بسر ہو رہے تھے۔ ان عظیم شخصیات میں خاص کر دو ہستیاں حضرت **پیر مہر علی شاہ صاحب** گولڑوی اور اعلیٰ حضرت امام **احمد رضا خاں** رحمہما اللہ ایسی ہیں کہ ان کے تلامذہ و خلفاء کی جماعت ہمیشہ تردید قادیانیت پر کمر بستہ رہی۔ شدت کا حال یہ تھا کہ حضرت علامہ مولانا مفتی **غلام قادر** بھیروی چشتی حنفی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ المتوفّٰی (۱۹۰۸ء) نے مسجد کی پیشانی پر ایک پتھر نصب کروادیا تھا جس پر یہ عبارت درج ہے:

"باتفاق انجمن حنفیہ وحکم شرع شریف قرار پایا کہ کوئی وہابی، رافضی، نیچری، **مرزائی** مسجد ہذا میں نہ آئے اور خلاف مذہب حنفی کوئی بات نہ کرے"

فقیر غلام قادر عفی عنہ، متولی بیگم شاہی مسجد

واضح رہے مرزا قادیانی نے ابتداءً اپنے آپ کو ادیان باطلہ کے مقابل ایک مناظر اور اسلام کے محافظ کے طور پر متعارف کروایا اور مسیحی پادریوں اور آریا سماجیوں سے ہلکے پھلکے مباحثے بھی کیئے جن کی بہت زیادہ تشہیر کی جس کے بعد مرزا نے اعلان کیا کہ وہ

حقانیت اسلام پر ایک بہت ضخیم کتاب بعنوان ''**براھین احمدیه**'' شائع کرنا چاہتا ہے جس میں حقانیت اسلام پر بے شمار دلائل ہوں گے۔ اسی ''براہین احمدیہ'' کے پہلے دوحصے ۱۸۸۰ء میں شائع ہوئے۔ تیسرا حصہ ۱۸۸۲ء میں شائع ہوا تیسرے حصے کے شائع ہوتے ہی جس مدبّر ملت اور دوراندیش عالم دین نے سب سے پہلے اپنے **نور ایمانی** سے اس فتنہ کو بھانپا اور ''دفاع اسلام ووحی'' کی آڑ میں دعویٰ نبوت ووحی کی گرفت کی وہ پنجاب کے شہر قصور سے تعلق رکھنے والے عظیم عالم دین شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی **غلام دستگیر** ہاشمی قریشی دائم الحضوری نقشبندی حنفی قصوری رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے اس فتنہ خبیثہ کی گرفت میں پہل فرمائی اور ''**تحقیقات دستگیریه فی ردّھفوات براھینیه**'' کے نام سے اردو میں رسالہ ۱۸۸۳ء تحریر فرمایا جس میں مرزا کی کفریہ عبارات کو جمع فرما کر پنجاب کے جید سنّی حنفی علماء سے تصدیقات حاصل کیں پھر مرزا قادیانی کو رسالہ کی نقل بھجوا کر توبہ کا تقاضہ کیا۔ مگر ان شرعی دلائل کے مقابل مرزا قادیانی نے خاموشی اختیار کی۔ مرزا کی مسلسل خاموشی کے بعد ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۶ء میں مولانا قصوری علیہ الرحمۃ نے ''تحقیقات دستگیریہ'' کا ترجمہ عربی زبان میں کیا اس کو بنام ''**رجم الشیاطین برد اغلوطات البراھین**'' علمائے حرمین شریفین کی خدمت میں پیش کیا جس کے جواب میں علمائے حرمین شریفین نے اس کتاب کو اپنی تصدیقات سے نوازا۔ اِن تصدیقات حرمین شریفین کے حصول میں حضرت علامہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی اور حضرت مولینا امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہما مولانا قصوری علیہ الرحمۃ کے معاون ودستِ راست تھے اور یہ کتاب مرزا قادیانی کو کھٹکتی تھی جس کا اظہار خود قادیانی نے اس طرح کیا:

''مولوی غلام دستگیر قصوری وہ بزرگ تھے جنہوں نے

میرے کفر کے لئے مکہ معظمہ سے کفر کے فتوے منگوائے تھے'' (حقیقۃ الوحی ص ۲۵۹، روحانی خزائن ج ۲۲، ص ۲۵۹)

خیال رہے براہین احمدیہ حصہ سوئم ۱۸۸۲ء میں شائع ہوئی تو مولانا قصوری علیہ الرحمۃ نے ۱۸۸۳ء میں اردو زبان میں اس کی پہلی گرفت فرمائی جس کی تصدیق اس وقت کے جید حنفی علمائے اہلسنّت نے فرمائی پھر آپ نے ۱۸۸۶ء میں ''تحقیقات دستگیریہ'' کا عربی ترجمہ کر کے علمائے حرمین شریفین کی خدمت میں پیش کر کے ان سے تصدیقات حاصل کیں۔

جبکہ ردقادیانیت میں اوّلیت کے دعویدار علمائے غیر مقلدین یعنی اہلحدیث کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی نومبر ۱۸۸۴ء میں دہلی میں مرزا قادیانی کا نکاح میر اہلحدیث کی صاحبزادی سے پڑھا رہے ہیں اور اس رشتہ کو قائم کروانے والے اور اس کے لئے سفارشات کرنے میں مولوی محمد حسین بٹالوی پیشوائے اہلحدیث ہند پیش پیش ہیں اور بٹالوی صاحب نے ''براہین احمدیہ'' کی حمایت میں اپنے ماہواری ''اشاعت السنۃ'' میں ریویو اور زوردار مضامین تحریر فرما رہے تھے۔

دوسری طرف بزعم خویش ردقادیانیت میں اوّلیت کے دعویدار علمائے دیوبند کے مولوی رشید احمد گنگوہی ۱۸۸۳ء میں مرزا قادیانی کو ''مرد صالح'' کے لقب سے نواز رہے ہیں نیز موجودہ علمائے دیوبند میں سے مولوی اللہ وسایا ''احتساب قادیانیت'' میں رقمطراز ہیں کہ:

''مرزا غلام احمد قادیانی کے فتنے سے قبل از وقت نور ایمانی سے اکابر دیوبند کو اللہ رب العزت نے اس فتنے کے خلاف متوجہ فرما دیا'' (احتساب قادیانیت ج ۱۰، ص ۴۴۹)

حالانکہ اہل حق وتحقیق پر مذکورہ دعویٰ کی حقیقت چنداں مخفی نہیں جیسا کہ ہماری مندرجہ ذیل تحریر سے مدعی مذکور کے دعوے اوران کے ممدوح علمائے دیوبند کے ''نورایمانی'' کی حقیقت قارئین پرواضح وروشن ہوجائے گی۔ ان شآء اللہ

علمائے لدھیانہ اوررشید احمد گنگوہی کی تحریری گفتگو جوفتاویٰ قادریہ میں موجود ہے پیش خدمت ہے۔(واضح رہے کہ فتاویٰ قادریہ علمائے لدھیانہ کی تصنیف ہےاور ۱۹۰۱ء میں طبع ہوئی)

قال سے مرادرشید احمد گنگوہی اور **اقول** سے مرادمولوی محمد لدھیانوی ہے:

تحریر درتکفیر مرزا غلام احمدقادیانی:

بعد الحمد والصلوٰۃ اہل اسلام کومعلوم ہو کہ اکثر جاہل اور نابلد مرزاغلام احمدقادیانی ملحد کوعیسیٰ مسیح گمان کرتے ہیں اورعوام کو بہکا کر بے ایمان بناتے ہیں لہٰذا اس کے کافراور مرتد ہونے کا حال بطوراختصار حیزتحریر میں لایا جاتا ہے۔

مرزاغلام احمدقادیانی نے شہرلودیانہ میں آکر ۱۳۰۱ھ میں دعویٰ کیا کہ میں مجدد ہوں، عباس علی صوفی اورمنشی احمد جان[1] معہ مریدان، مولوی محمد حسن معہ اپنے گروہ اور مولوی شاہ دین اور عبدالقادر اور مولوی نور محمد مہتمم مدرسہ حقانی وغیرہ نے اس کے دعویٰ کوتسلیم کرکے امداد بر کمر باندھی۔

منشی احمد جان نے معہ مولوی شاہ دین وعبدالقادرایک مجمع میں جوواسطے اہتمام مدرسہ اسلامیہ کے اوپر مکان شاہزادہ صفدر جنگ صاحب کے تھا بیان کیا کہ علی الصباح مرزاغلام احمدقادیانی صاحب اس شہرلودیانہ میں تشریف لائیں گے اس کی تعریف میں

[1] بعد میں رفتہ رفتہ سب نے قادیانی کے گمراہ ہونے پراتفاق کیا صرف عبدالقادرہی اس چاہ ضلالت میں غرق رہا۔۱۲منہ

نہایت مبالغہ کرکے کہا کہ جوشخص اس پر ایمان لائے گا کہ گویا وہ اول مسلمان ہوگا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم برادرم نے بعد کمال بردباری اور تحمل کے فرمایا اگرچہ اہل مجلس کومیرا بیان کرنا ناگوار معلوم ہوگا لیکن جوبات خدا جل شانہٗ نے اس وقت میرے دل میں ڈالی ہے بیان کئے بغیر میری طبیعت کا اضطراب دور نہیں ہوتا۔ وہ بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی جس کی تم تعریف کررہے ہوبے دین ہے۔ منشی احمد جان بولا کہ میں اول کہتا تھا کہ اس پر کوئی عالم یا صوفی حسد کرے گا راقم الحروف نے مولوی عبداللہ صاحب کو بعد درخواست ہونے جلسہ کے کہا کہ جب تک کوئی دلیل معلوم نہ ہو بلا تامل کسی کے حق میں زبان طعن کی کھولنی مناسب نہیں۔ مولوی عبداللہ صاحب نے فرمایا کہ اس وقت میں نے اپنی طبیعت کو بہت روکا لیکن آخرالامر یہ کلام خدا جل شانہٗ نے جو میرے لئے اس موقع پر سرزد کرایا ہے خالی از الہام نہیں۔ اس روز مولوی عبداللہ صاحب بہت پریشان خاطر رہے۔ بلکہ شام کو کھانا بھی تناول نہ کیا۔ بوقت شب دوشخصوں سے استخارہ کروایا اور آپ بھی اسی فکر میں سوگئے کیا دیکھتے ہیں کہ میں ایک مکان بلند پر معہ مولوی محمد صاحب وخواجہ احسن شاہ صاحب بیٹھا ہوں، تین آدمی دور سے دھوتی باندھے ہوئے چلے آتے معلوم ہوئے، جب نزدیک پہنچے توایک شخص جوآگے آگے آتا تھا اس نے دھوتی کوکھول کرتہبند کی طرح باندھ دیا۔ خواب ہی میں غیب سے یہ آواز آئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی یہی ہے۔ اسی وقت خواب سے بیدار ہوگئے اوردل کی پراگندگی یکلخت دورہوگئی اور یقین کلی حاصل ہوا کہ یہ شخص پیرایہ اسلام میں لوگوں کوگمراہ کررہا ہے۔ موافق تعبیر خواب کے دوسرے دن قادیانی معہ دو ہندوؤں کے لدھیانہ میں آیا۔ استخارہ کنندگان میں سے ایک کومعلوم ہوا کہ یہ شخص بے علم ہے اور دوسرے شخص نے خواب میں مرزا کواس طرح دیکھا کہ ایک عورت برہنہ تن کواپنی گود میں لے کر اس کے بدن پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔ جس کی تعبیر یہ ہے کہ مرزا دنیا کے جمع کرنے کے در پے ہے،

دین کی کچھ پروانہیں۔ فی الواقع ان دونوں خوابوں کی صداقت میں بھی کچھ شک نہیں۔ مرزا کو سوا انشاء پردازی کے اور کچھ نہیں آتا۔ خصوصاً علوم دینیہ سے بالکل بے بہرہ ہے، ورنہ براہین احمدیہ کو قبل از تصنیف بلاتعین ضخامت کیوں فروخت کر کے مال حرام کو اپنے کھانے پینے میں صرف کرتا کیونکہ ایسی بیع شرعاً ناجائز ہے۔ پس جو لوگ اس کتاب کی تشییع میں عالم کہلا کر مثل عبدالقادر وغیرہ ساعی رہے ہیں، کمال درجہ کے نادان اور جاہل ہیں اور قادیانی کا صرف حطام دنیوی جمع کرنے کا مدنظر ہونا بھی اسی کتاب کے فروخت کرنے سے ظاہر ہے کیونکہ تین چار حصہ کتاب مذکور کے چند اجزاء میں طبع کرا کے جو فی الواقع دو تین روپیہ کی مالیت ہے، دس دس اور پچیس پچیس روپیہ بایں وعدہ لوگوں سے مرزا اور اس کے دلال عبدالقادر نے وصول کئے ہیں کہ یہ کتاب بہت بڑی بنے گی اور باقی جلدیں طبع ہو کر وقتاً فوقتاً ہر خریدار کو پہنچتی رہیں گی۔ جب لوگوں سے روپیہ دم دے کر وصول کر چکے باقی کتاب کا طبع کروانا یکلخت موقوف کر دیا۔ کیونکہ اس میں کوئی صورت منافع کی نہیں۔ یعنی جس قدر مطبوع ہو گی جن سے پہلے روپیہ حاصل کر چکے ہیں ان کو بلا قیمت دینی پڑے گی۔ لہٰذا اس کے بقیہ کو ہم آشیانہ عنقا کرنا مناسب سمجھ کر نئی تالیفات شائع کر کے روپیہ جمع کرنا شروع کیا۔ جس روز قادیانی شہر لدھیانہ میں وارد ہوا تھا۔ راقم الحروف اعنی محمد و مولوی عبداللہ صاحب و مولوی اسمٰعیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار در انبار پائے اور لوگوں کو قبل از دو پہر اطلاع کر دی گئی کہ یہ شخص مجدد نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہے۔ مصرعہ

برعکس نہند نام زنگی کافور

اور گرد و نواح کے شہروں میں فتوے لکھ کر روانہ کئے گئے کہ یہ شخص مرتد ہے اس کی کتاب کو کوئی خرید نہ کرے۔ اس موقع پر اکثر نے تکفیر کی رائے کو تسلیم نہ کیا بلکہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے ہماری تحریر کی تردید میں ایک طومار لکھ کر ہمارے پاس روانہ کیا اور

قادیانی کو مرد صالح قرار دیا اور ایک نقل اس کی مولوی شاہ دین اور مولوی عبدالقادر اپنے مریدوں کے پاس روانہ کی۔ چنانچہ شاہ دین نے برسر بازار روبرو مریدان و منشی احمد جان و متبعان قادیانی یہ کہہ کر مولوی رشید احمد صاحب نے مولوی صاحبان کی تردید میں یہ تحریر ارسال فرمائی ہے یہ اس کے انگل پچو معنے کر کے زور و شور کے ساتھ سنایا۔

مولوی عبدالعزیز صاحب نے اس تحریر کی بروز جمعہ وعظ میں خوب دھجیاں اُڑائیں، مولوی عبداللہ صاحب کو اس تحریر کا حال سن کر نہایت فکر ہوئی کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایسے مرتد کو مرد صالح کیسے لکھ دیا۔ **جناب باری میں دعا کرکے سوگئے خواب میں معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بد شکل ہوکر لٹک پڑا۔ غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد** (گنگوہی) **یہی ہے۔ اسی روز سے اکثر فتوے ان کے غلط مناقض یکے بادیگرے حیز وجود میں آنے لگے** اور تحریر کی راقم الحروف نے یہ تردید لکھی۔

یظهر من هذا عدم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

انطباق العنوانين على المعنونين

بعد الحمد والصلوۃ بمکرمی و معظمی مولوی رشید احمد صاحب دام فیضہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام معروض آنکہ نوازشنامہ آپ کا در باب تعدیل صاحب براہین احمدیہ بجواب تحریر اینجانب پہنچا چونکہ اکثر اقوال جناب میری سمجھ میں نہیں آئے اور نیز سکوت بحکم الساكت عن الحق شيطان اخرس نہیں کر سکتا۔ لہٰذا یہ عرض ہے کہ میرے خدشات کے جوابات تحریر فرمادیں یا بموجب انظر الى ما قال ولا تنظر الى من قال خدشات مذکورۃ الذیل کو مقالات حقہ قرار دیں۔ ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين۔

قال (گنگوہی): اگرچہ بعض اقوال میں در بادی الرائے خدشہ ہوتا ہے مگر تھوڑی سی تاویل سے اس کی تصحیح ممکن ہے، لہٰذا آپ جیسے اہل علم سے بہت تعجب ہوا کہ آپ نے ایسے امر تبادر معانی کو دیکھ کر تکفیر وارتداد کا حکم فرمایا اگر تاویل قلیل فرما کر اس کو خارج اسلام سے نہ کرتے تو کیا حرج تھا۔

اقول: وباللّٰہ التوفیق توقف کرنا علماء کا ایسے مقام میں عوام کو گمراہی میں ڈالنا ہے کیونکہ تاویل کا وہ نام تک نہیں جانتے۔ دیکھئے علماء اہل شرع نے اسی جہت سے منصور کو مروا ڈالا ورنہ اس سے ایسا کلمہ نہیں صادر ہوا جو قابل تاویل نہ ہو لہٰذا آپ جیسے اہل فضل سے تعجب ہوا کہ جو کلمات صرف کفریہ ہیں ان کی تاویلات کے درپے ہوئے بیدیدہ ودانستہ اس کو صالح مسلمان قرار دے کر عوام کو گمراہی میں ڈال دیا۔ دیکھئے صاحب طریقہ محمدیہ ﷫ کیا لکھتے ہیں۔ یدعیہ[1] بعض المتصوفة فی زماننا اذاانکر بعض امورهم المخالف للشرع ان حرمته ذالک فی العلم الظاهر وانا اصحاب العلم الباطن وانه حلال وانکم تاخذون من الکتاب وانا ناخذ من صاحبه محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام فاذا اشکل علینا مسئلته استفتیناها فان حصل قناعته فبها والاراجعنا الی الله تعالیٰ فناخذ منه ونحو ذالک من التوهمات کله الحادٌ وضلالٌ وازراء للشریعة الحنیفة وعدم الاعتماد علیها العیاذ بالله تعالیٰ من ذالک فالواجب علی کل من سمع مثل هذه الاقاویل الباطلة الانکار علی قائله والجزم بطلان مقاله بلاشک ولاتردد ولاتوقف ولا تلبث والافهو

---

[1] بعض بناوٹی صوفیہ کا قول کہ ہمارے نزدیک حلال ہے جس کو تم حرام جانتے ہو اور ہم خدا تعالیٰ سے خود دریافت کر لیتے ہیں بالکل کفر ہے اور ایسے شخص کی تکفیر میں عالم کو دیر کرنا گناہ ہے۔ ۱۲

من جملتهم بحکم علیه بالزندقة۔

قال (گنگوہی): تکفیر مسلم کے ایسا امر سہل نہیں کہ اس طرح ذرا سی بات پر جھٹ پٹ کافر کہہ دیا جاوے خیال فرماویں کہ فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا فرماتے ہیں مشکوٰۃ شریف کی کتاب الایمان میں ہے ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لااله الاالله لاتکفره بذنب ولاتخرجه من الاسلام بعمل الحدیث دوسری حدیث ہے کہ جو کوئی تکفیر مسلمان کی کرتا ہے تو اس تکفیر میں دونوں میں سے ایک ٹھکانا لیتا ہے۔

اقول: وباللّٰہ التوفیق ظاہر معنی اس حدیث کے اگرچہ آپ کے کلام کو مؤید ہیں لیکن وہ معنی ہرگز کسی محدث نے مراد نہیں لئے ورنہ جو کفار موحد ہیں اور آنحضرت ﷺ کی نبوت سے انکاری ہیں کافر نہ ہوئے اور اسی طرح جو لوگ مدعی اسلام اولیاء اللہ کو حاضر وناظر اور قبروں کو سجدہ کرنا اپنے اعتقاد میں درست جانتے ہیں کافر نہ ہوئے اور نیز جہاد خلیفہ اوّل کا منکرین زکوٰۃ پر باتفاق صحابہ اس تعمیم کو اُٹھاتا ہے غرض آیات اور احادیث اس کی تعمیم کو دور کرنے والی بکثرت ہیں آپ کو یاد دلانا گویا لقمان کو حکمت سکھانا ہے سو مولانا صاحب اسلام ایسی شے ہے کہ ذرا سی بات کی بات میں انکار کرنے سے باقی نہیں رہتا جو شخص پردہ الہام اور مجددیت میں پیغمبروں سے بڑھ کر برملا دعویٰ کر رہا ہے اور صدہا آیات قطعیات کو اس ضمن میں پس پشت ڈال رہا ہے کیونکر کافر نہ ہو۔

قال (گنگوہی): اور صاحب مذہب سے منقول ہے لانکفر احداً من اهل القبلة کہ جس کے باعث علماء نے تکفیر معتزلہ وغیرہ اہل ہوا سے اجتناب کیا ہے اگرچہ ہفوات معتزلہ آپ کو معلوم ہیں کہ کس درجہ کے ہیں علیٰ ہذا شیعہ کی تکفیر میں اکثر کو تردد ہے۔

اقول: وباللّٰہ التوفیق معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ جب تک اہل قبلہ سے کوئی موجبات کفر ثابت نہ ہو۔ تب تک اس کی تکفیر کرنی درست نہیں خود صاحب مذہب اپنی کتاب فقہ

اکبر میں فرماتے ہیں لانکفر مسلماً بذنب من الذنوب وان کانت کبیرة اذا لم یستحلها انتہی بلفظہ۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں ان المراد بعدم تکفیر احد من اهل القبلة عند اهل السنة والجماعة انه لانکفر مالم یوجد شئ من امارات الکفر وعلاماته ولم یصدر شئ من موجباته انتہی۔ اسی واسطے اہل اسلام نے فرقہائے اہل ہوا کو جو ضروریات دین سے منکر ہیں برملا کافر کہا ہے صاحب مواقف بعد نقل اقوال اہل ہوا معتزلہ شیعہ، خوارج وغیرہ کی تکفیر اور تضلیل ان کے اہل سنت جماعت سے بلا خلاف صاف صاف نقل کرتا ہے۔ قال فی المواقف ناقلا عن بعض المعتزلة الناس قادرون علی مثل القران واحسن نظمًا وبلاغة ولادلالة فی القرآن علی حلال وحرام وللعالم الٰهان قدیم ومحدث هوالمسیح الذی یحاسب الناس فی الاخرة والیهود والنصاریٰ والمجوس والزنادقة یصیرون فی الآخرة ترابا لایدخلون جنة ولاناراً وعن بعض الشیعة انه کفر الصحابة بترک بیعة علی وکفر علی بترک طلب الحق وقال بالتناسخ الله تعالٰی جسم فی صورة انسان بل رجل من نور علی تاج من نور کان روح الله فی آدم ثم فی شیث ثم فی الانبیاء والائمة حتی انتهت الی علی واولاده الثلاثة ثم الی عبدالله والائمة انبیاء وابوطالب نبی ففرضواطاعته والجنة نعیم الدنیا والنارآلامها والدنیا لایفنی واستباحوا المحرمات وترکوا الفرائض وعن بعد الخوارج کفر علی بالتحکیم وابن ملجم محق فی قتله وعن بعضهم استبعث من العجم کتاب یکتب فی السماء وینزل علیه جملة واحدة وعن بعض المرجیة الایمان هوالمعرفة بالله ورسوله وبماجاء من عندالله اجمالا لاتفصیلا قد فرض الله الحج

ولاادری این الکعبة ولعلها بغیرمکة وبعث محمد ولاادری اهوالذی بالمدینة ام غیره وحرم الخنزیر ولاادری اهوهذه الشاة ام غیرها وغسان کان یحکیه عن ابی حنیفة ویعد من المرجیة وهوافتراء علیه وقال بعد ذکر الفرق الضالة عند اختتام عقائد اهل السنة والجماعة لایکفر احد من اهل القبلة الابمافیه نفی الصانع القادر العالم اوشرک اوانکار النبوة اوانکار ماعلم مجیئه علیہ الصلوٰۃ والسلام به ضرورة اوانکار المجمع علیه کاستحلال المحرمات واماماعداه فالقائل به مبتدع غیر کافر وللفقهاء فی معاملتهم خلاف هوخارج عن فنناهذا انتهی ملخصًا۔

اب آپ نظر غور سے فرمایئے کہ ہم ان فرقہائے مذکورۃ الصدر کو صرف آپ کے مقلد ہوکر کافر نہ کہیں یہ آپ ہی کا منصب ہے کہ جو اہل قبلہ قرآن کے اعجاز کا قائل نہ ہو اور دو خدا ہونے کا اور کل صحابہ کے کفر کا اور ابوطالب کی پیغمبری کا اور کتاب مجسم اپنے پر نازل ہونے کا اور ترک عبادت اور ارتکاب محرمات کو مضر نہ سمجھنے کا قائل ہو اس کو مسلمان قرار دینا، کبرت کلمة تخرج من افواههم۔

قال (گنگوہی): کون قول صاحب براہین کا ہے جو معتزلہ اور روافض کے کسی عقیدہ کے اور قول کے برابر بھی ہو اور تاویل صحت کی قبول نہ کر سکے کہ جس پر آپ نے ارتداد قائل کا فتویٰ دے دیا۔

اقول: وبالله التوفیق الارض والسماء معک کما هو معی خلقت لک لیلاً ونهاراً وغیرہ چند اقوال اس کے اس قبیل کے ہیں کہ تاویل صحت کی ہرگز قبول نہیں کر سکتے اور نیز ورقہ دوم جلد ثالث کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص نے آیات قطعیات سے قطعی طور پر انکار ظاہر کیا ہے۔ البتہ اگر قرامطہ کی طرح دروازہ تاویلات

کا کھولا جائے جیسا کہ شارح مواقف نے نقل کیا ہے حیث قال تحت قول المصنف وتاویل الشرائع کقولھم الوضوء عبارة من موالاة الامام والتیمم ھوالاخذ من الماذون عند غیبة الامام الذی ھو الحجة والصلوٰة عبارة عن الناطق الذی ھوالرسول بدلیل قوله تعالیٰ الصلوٰة تنھی عن الفحشاء والمنکر والاحتلام عن افشاء السروالغسل عن تجدید العھد والزکوة تزکیة النفس والکعبة النبی والباب علیؓ الیٰ غیرذلک من خرافاتھم انتھی تو کوئی کلمہ کسی اہل ردت کا کفر کیا گناہ بھی نہیں بن سکے گا۔

قال (گنگوہی): مولانا بلکہ اس کے معتقدین کو بھی کافر کہہ دیا اگرچہ وہ لوگ فقط تائید مذہب اسلام کے معتقد ہیں۔

اقول: وباللّٰہ التوفیق ذرا غور کرنے کا مقام ہے کہ کلمات کفریہ نقل کرنے کے بعد ان کے قائل اور معتقدین کو کافر کہنے سے یہ مراد لینی کہ اس کو ممد اسلام سمجھتے ہیں اور اس کے ان کلمات پر اعتقاد نہیں رکھتے وہ بھی کافر ہیں آپ جیسے مادلونسے کمال بعید ہے۔

قال (گنگوہی): مولانا! اس صورت میں آپ کی تکفیر سے شاید کوئی اوّلین آخرین لوگ نجات نہ پائیں جب علماء متکلمین تکفیر معتزلہ کی نہیں کرتے اور خلق ان کی معتقد ہے۔

اقول: وباللّٰہ التوفیق تحقیق ماتقدّم سے صاف ظاہر ہے کہ علماء متکلمین تکفیر فرقہاء ضالہ کی کہ جو ضروریات دین سے منکر ہیں برابر کرتے چلے آئے ہیں اور کر رہے ہیں صرف آپ کے نزدیک فرقہاء مقدمۃ الذکر سب کے سب دائرہ اسلام سے خارج نہیں ان ھذا الا اختلاق۔

قال (گنگوہی): مولانا! علماء محققین نے ان کلمات کفریہ میں جو اہل فتویٰ نے کفریہ نقل کئے ہیں بھی تامل درباب تکفیر کیا ہے۔

اقول: وباللّٰہ التوفیق بلکہ محققین نے تکفیر کو پایہ تحقیق پر پہنچا کر غیر محقق کو تامل کا حکم فرمایا دیکھئے محقق دوانی شرح عقائد جلالی میں کیا لکھتے ہیں حیث قال لایکفر احد من اھل القبلة الا بماعلم فیه نفی الصانع القادر المختار اوشرک اوانکار النبوة اوانکار ماعلم مجیئ محمد ﷺ به ضرورة اوانکار امرمجمع علیه قطعاآه فان قلت نحن نری الفقھاء یکفرون بکلمات لیس فیھا شئ من الامور التی عدھا المصنف من موجبات الکفر کماذکروا فی باب الردة انه لوقال شخص انی اری الله فی الدنیا یکلمنی شفاھا کفر قلت حکمھم بالردة فی الکلمات مبنی علیٰ انه یفھم منه احدالامور المذکورة والظاھر ان التکفیر فی المسئلة المذکورة بناء علی دعوی المکالمة فانھا منصب النبوة بل اعلی مراتبھا وفیه مخالفته ماھو من ضروریات الدین وھوانه ﷺ خاتم النبیین علیه وعلیھم افضل صلوٰة المصلین وقس علیه البواقی من الکلمات وتامل فیھا لیظھرلک اشعارھاباحدالامور التی فصلھا المصنف غفرذنوبه انتھی ملخصا حاصل ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر کوئی فقہاء پر یہ اعتراض کرے کہ بعض کلمات کفریہ جو فتاوٰی میں درج ہیں کوئی وجہ کفر کی ان میں جو علماء متکلمین نے لکھی ہیں پائی نہیں جاتی جیسا کہ لکھا ہے کہ جو شخص کہے کہ میں نے خدا کو ظاہر دنیا میں دیکھا ہے اور میں نے اس سے کلام کیا ہے کافر ہو جاتا ہے تو اس کا کیا جواب ہے؟ محقق دوانی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ قصور تمہاری سمجھ کا ہے دیکھو خدا تعالیٰ سے کلام کرنے کا دنیا میں روبرو ہو کر دعویٰ کرنا اعلیٰ درجہ پیغمبری کا دعویٰ ہے جس سے آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا جو نص قرآن سے ثابت ہے باطل ہوتا ہے اسی طرح باقی کلمات کا حال ہے۔

قال (گنگوہی): مولانا روی الطحاوی عن اصحابنا لایخرج الرجل من

الایمان الاجهودنا ادخله فیه ثم مایتیقن انه ردة یحکم بها ومایشک انه ردة لایحکم بها آہ۔

اقول: وباللہ التوفیق اس کے یہ معنی ہیں کہ جس کلمہ کے معانی میں تردد پیدا ہو یعنی مفتی کو یہ معلوم نہ ہو کہ قائل کی کیا مراد ہے ایسے مقام میں فتویٰ کفر کا دینا درست نہیں لیکن جو کلمہ اوپر مراد قائل کے محکم ہو وہ ہرگز ماول نہیں بن سکتا آپ سے پوچھتا ہوں اگر آیۃ ومآارسلناک الا رحمة للعالمین حضرت کی شان میں محکم ہے تو قادیانی ماصدق علیہ اس آیت کا کیونکر ہوسکتا ہے اگر ایسی نصوص قطعیہ کو بزور تاویل کلیہ ٹھہرایا جائے تو آنحضرت ﷺ کی خاتمیت تو درکنار رہی نبوت کا ثبوت دینا اہل اسلام کو متعذر بلکہ محال ہو جائے گا۔

قال (گنگوہی): مولانا سواد امت کا اتفاق ترادف وحی والہام پر ہے صاحب قاموس وحی کا ترجمہ الہام سے کرتا ہے اور بیضاوی وغیرہ نے واوحینا الی ام موسیٰ کی تفسیر میں الھمنا فرمایا ہے۔

اقول: وباللہ التوفیق اصل عبارت کو آپ نے نقل نہیں کیا وہ یہ ہے سواد اعظم علماء کا الہام کو مرادف وحی قرار دینے میں متفق ہے سو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس نے الہام اور وحی کو باعتبار اصطلاح علماء مرادف قرار دیا ہے چنانچہ خود اس نے اسی مقام میں صراحۃ لکھا ہے اور کس سے سن لیا ہے کہ لفظ الہام کی کتب دین میں وہی معنی کرنے چاہئیں کہ جو کتب لغت میں مندرج ہیں جبکہ سواد آہ حالانکہ سراسر غلط ہے دیکھئے امام غزالی کیا فرماتے ہیں قال فی الاحیاء ثم الواقع فی القلب بغیر حیلة ینقسم الی مالایدری انه کیف حصل والی مایطلع علی السبب الذی منه استفاد ذلک العلم وهو مشاهدة الملک الملقی فی القلب والاوّل سمی الهاما والثانی وحیا

یختص به الانبیاء والاول یختص بالاولیاء والاصفیاء انتہی ملخصا۔ صاحب قاموس نے وحی کا ترجمہ صرف الہام سے نہیں کیا بلکہ الہام کو سلک معانی وحی میں منسلک کیا ہے۔ حیث قال الوحی الاشارة والکتابة والمکتوب والرسالة والالهام والکلام الملقی آہ اگر اسی کا نام ترادف ہے تو اشارہ اور کتابت وغیرہ بھی مثل الہام کے مرادف ہوئے ان هذا الاعجاب اور بیضاوی وغیرہ کا اوحینا الی ام موسیٰ کی تفسیر میں الھمنا بیان کرنا دال اور ترادف کے نہیں بلکہ اس امر پر دال ہے کہ اس مقام میں وحی اپنے معنی متعارف میں مستعمل نہیں۔ دیکھئے صاحب بیضاوی وحی متعارف کو مقابل الہام کے آیت وماکان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا الایۃ کی تفسیر میں قرار دیتا ہے حیث قال قیل المراد به الالهام والالقاء اوالوحی المنزل به الملک انتہی۔

قال (گنگوہی): ایک عجیب بات ہے کہ خواہ مخواہ کلام کو پھول پھل لگا کر بتکلف کفریہ بنائی جاوے۔

اقول: وباللہ التوفیق مقدمات مسلمہ خصم سے نتیجہ نکالنے کا نام تو پھول پھل لگانا ہرگز نہیں ہوسکتا اور نہ دلائل الزامیہ کے قیاسات کو عقیمہ سمجھنا چاہئے وھو کماتری البتہ جو شخص اصل عبارت کو چھوڑ کر اور اس کی تائید میں نقل غیر تام لاکر غلط کو بتکلف صحیح بنا رہا ہے بڑی جانفشانی سے نونہال نقل کو بجائے اصل پھول پھل لگا رہا ہے۔

قال (گنگوہی): الہام کو قطعی کہنا قطعیت اس کی کے یہ معنی ہیں کہ ملہم کے نزدیک جو بہت صاف طرح الہام ہوتا ہے قطعی ہوتا ہے نہ دیگر خلق کے نزدیک خلاف وحی۔ اھ

اقول: وباللہ التوفیق اصل عبارت صاحب کتاب کی یہ ہے اگر آپ کہیں کہ الہام اولیاء کا علم قطعی کا موجب نہیں تو یہ قول آپ کا صرف ایک وسوسہ ہے قبل بیان الہامات مصنوعہ کے قطعیت کو ثابت کرنا اور اپنے الہامات میں فاکتب ولیطیع ولیرسل فی الارض

او رانی راض منک اورفانی قدغفرت لک کابیان کرناصاف دال ہےاس امر پر کہ اپنے الہامات کی قطعیت بہ نسبت جمیع خلق اور جنتی ہونا اپنا قطعی طور پر برملا ثابت کر رہا ہے بلکہ ایک مقام میں اس شخص نے اس مضمون کو تصریحاً بیان کیا ہے وھوھذا اوراس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ جوامر بذریعہ الہام الٰہی کسی پر نازل ہووہ اس کے لئے اور ہرایک کے لئے واجب التعمیل ہے انتہی ملخصاً۔ اب آپ کی اصلاحات پرقضیہ کیف یصلح العطار ماافسدہ الدھر کاصادق آرہا ہے امام ربانی مجدد الف ثانی درمکتوبات دوصدونہم جلداول میفر مایند دررسالہ مبداء ومعاد چندفقرہ نوشتہ است دربیان فضیلت انبیاء اولی العزم صلوات اللہ تعالی والتسلیمات علیھم ومعنی فضیلت ایشانراازبعض دیگروچوں مبناء آن برکشف والہام است کہ ظنی است ازان نوشتن وتفرقہ نمودن درفضل نادم ومستغفراست چہ دران باب بخن کردن جزبدلیل قطعی جائزنیست استغفراللہ واتوب الی اللہ من جمیع ماکرہ اللہ قولاً وفعلاً انتھی ایضاً درمکتوبات چہل ونیم فرق درمیان این دوعلوم انست کہ دروحی قطع ست ودرالہام ظن زیراکہ وحی بتوسط ملک است وملائکہ معصوم اند۔ احتمال خطادرایشاں نیست والہام اگرچہ محل عالی داردوآن قلب است وقلب ازعالم امراست اماقلب رابا عقل ونفس نحوازتعلق متحقق است ونفس ہرچند بہ تزکیہ مطمئنہ گشتہ است

بیت

ہرچند کہ مطمئنہ گردد ہرگز زصفات خودنہ گردد

پس خطارادرآن موطن مجال پیدا شد انتہی

قال (گنگوہی): یااحمد یتم اسمک ولایتم اسمی تمامی کے معنی انقضاوفنا لئے جاویں تواس تاویل میں کیاحرج ہے دوسرے معنی لیکر کیوں تکفیر کی جائے کہ خداتعالیٰ کے نام کوناتمام لکھااوراپنے نام کوتمام بنایا کیوں یہ معنی مقررکرتےھو علی ھذاالقیاس سب امورجواپنے کہتا ہےاس کوظلال کمالات انبیاء سمجھ کر۔اہ

اقول: وباللہ التوفیق دوسرے معنی اس واسطے لئے جاتے ہیں کہ یہ مقام درباب مدح ملہم کے ہے نہ درباب عظمت ملہم اورنیز آیت یتم نعمتہ علیک ویھدیک صراطاً مستقیماً برتقدیر فرض علاقہ اصلیت وظلیت دوسرے معنوں کوموید ہےاورنیز اس شخص نے دوسرے مقام میں خود یہی معنی دوسرے کئے ہیں دیکھئے جلد چہارم صفحہ ۵۱۷ سطر۱۷ یرضی عنک ربک ویتم اسمک خداتجھ سے راضی ہوگا اور تیرے اسم کو پورا کرے گا۔انتہی اب آپ انصافاًفرمادیں کہ ہم باوجودفہم اورعلم کے معنی مدلل ومصرح کوکس طرح پس پشت ڈال کر معنی اوّل اختیارکریں۔ اگرصاحب براہین آیات تاللہ لقد ارسلناالی امم من قبلک، ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمٰی، وما ارسلناک الأرحمة للعالمین اورسورۃ انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر وغیرہ کاترجمہ حسب واقعہ کرتا یعنی ماصدق علیہ ان آیات کا آنحضرت ﷺ کوٹھہراتااوران کے القااورالہام کوبطورفال وشگون نیک سمجھتاتوظلیت کی تاویل اپنے موقع پرہوتی اس شخص نے توہرآیت کے ترجمہ میں بالذات اپنے آپ کو ماصدق علیہ ٹھہرایا ہےاگراسی کانام ظلیت ہےتواگرکوئی منکراسلام مع اعانت فبھداھم اقتدہ، واتبع ملة ابراھیم الی غیرذلک من الآیات خاتم النبیین کے کمالات کوظلال انبیاء ماسبق قراردےکرانکارنبوت کی دلیل پیش کرےتوپھرآپ کیاجواب دےسکوگےشایداگرآپ یہ جواب دیں کہ بعض کمالات پیغمبرآخرالزماں کےاس قبیل کے ہیں کہ انبیاء ماسبق میں موجودنہیں توپھرعلی تقدیرالتسلیم یہ کہہ سکتا ہے کہ اس شخص کے پاس کمالات بھی اسی قسم کے ہیں کہ وہ انبیاء ماسبق اورخاتم النبیین میں نہیں پائے جاتے جیسا کہ انگریزی ،فارسی ،عربی ،اردوزبان میں الہامات کانازل ہونااور الارض والسماء معک کما ھو معی وخلقت لک لیلاً ونہاراً الی غیرذلک ممالم یخاطب بہ احد من الانبیاء فیما علم قطعیة۔

قال (گنگوہی): مولانا بندہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ صاحب اور سب لوگ ان کی ان مقالات کو حق تصور کرو یا ان کو ایسا ہی اعتقاد رکھو جیسا وہ کہتے ہیں یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا ہے کہ انہوں نے یہ سب افترا کیا ہے یا ان کو یہ امور بطور القاء شیطانی پیش آئے ہوں یا حدیث النفس کی قسم کے خطرات ہوں یا واقعی الہامات من اللہ تعالیٰ ہوں مگر اس میں ان کی مخیلہ اور ہوا جس کا اختلاط ہوگیا ہو یا اختلاط نہیں ہوا مگر ان کی تاویلات کچھ اور ہوں یا حق ہوں اور اس کے معنی درست اور صحیح ہوں کہ جس سے کوئی امر غیر مشروع مراد نہیں مگر بہر حال تکفیر کسی وجہ اور شق پر جائز نہیں اگر القاء شیطانی ہی ہووے تاہم اس وقت تک کوئی وجہ ارتداد اور تکفیر کی نہیں پیدا ہوسکتی۔

اقول: وباللہ التوفیق اگر آپ کا یہ مطلب نہیں تھا تو آپ مولوی عبدالقادر وشاہ دین مریدوں اپنوں کو کتاب براہین کی ترویج سے کیوں مانع نہ آئے اور جو آپ نے احتمالات ستہ مقالات اس کے بیان فرمائے ہیں اگرچہ فی حدذاتہا محتمل ہیں لیکن جب آپ نے اس کی ولایت سے انکار ظاہر کیا تو احتمالات ثلثہ اخیر جو اقسام الہامات سے ہیں ہرگز اس مقام میں جاری نہیں ہوسکتے اور احتمال اوّل واقعی تصور کیا جائے تو صاحب مقالات کے کفر پر آیت ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا او قال اوحى الى ولم يوح اليه شئ بوجہ اکمل دلالت کر رہی ہے باقی احتمال ثانی وثالث اگرچہ فی حدذاتہما مؤدی بہ تفسیق وتضلیل نہیں ہیں لیکن القاء شیطانی اور شہوات نفسانی کو قطعیات رحمانی قرار دینا کفر صریح اور ارتداد قبیح ہے بہر حال کلیہ آپ کا، تکفیر اس کی کسی وجہ اور شق میں جائز نہیں، جزئیہ کے مقام سے بھی گر پڑا۔

قال (گنگوہی): اور فرمانا کہ دعویٰ اس کا انبیاء سے بڑھ کر ہے اس عاجز کی فہم میں نہیں آتا۔

اقول: وباللہ التوفیق دعویٰ الارض والسماء معک کما ھو معی کا پیغمبروں سے بڑھ کر نہیں تو کوئی آیت اس مضمون کی جو کسی پیغمبر کی شان میں نازل ہوئی ہو پیش کریں۔

قال (گنگوہی): مولانا! کسی مسلمان کی تکفیر کرکے اپنے ایمان کو داغ لگانا اور مواخذہ اُخروی سر پر لینا سخت نادانی وحماقت ہے۔اہ

اقول: وباللہ التوفیق اسی طرح جو شخص اہل قبلہ ہو کر ضروریات دینی سے انکار ظاہر کرے یا اور کلمات کفریہ زبان پر لائے اس کی تضلیل وتفسیق وتکفیر سے اعراض کرکے مسلمان قرار دے کر اپنے پر بار جہالت وضلالت لینا سخت حماقت ہے۔ اسی جہت سے علماء شریعت قدیم الایام سے اسی طریقہ پر چلے آتے ہیں کہ جب کسی شخص سے کوئی کلمہ خلاف شریعت سرزد ہوا، اسی وقت تکفیر وتضلیل کرکے لوگوں کو متنبہ کردیا کرتے ہیں کیونکہ اس توقف اور سکوت میں عوام اہل اسلام کے عقائد کو سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ دیکھئے منصور کو علماء وقت نے باوجود غلبہ حال کے مرواڈالا اگر اسی کا نام نادانی اور حماقت ہے تو کل علماء اُمّت بموجب فرمانے آپ کے سخت نادان واحمق ہوئے اب زمانہ اعجاب کل ذی رائی برائہ ولعن آخر الامۃ اوّلہا کا بموجب فرمان واجب الاذعان آنحضرت ﷺ کے آگیا اعاذنا اللہ۔

قال (گنگوہی): یہ بندہ جیسا اس بزرگ کو کافر فاسق نہیں کہتا ان کو مجدد ولی بھی نہیں کہہ سکتا صالح مسلمان سمجھتا ہوں۔

اقول: وباللہ التوفیق جب آپ اپنی تحقیق ماتقدم میں اس پر مفتری ہونے کا بھی احتمال جاری کر چکے ہیں تو اب آپ اس کو صالح مسلمان کس طرح قرار دیتے ہیں اگر بلحاظ بعض احتمال یہ حکم صادر فرماتے ہیں تو بلحاظ بعض آخر کافر اور مجدد اور ولی کے حکم نکالنے میں آپ کو

کیا تردد ہے۔

قال (گنگوہی): اوران کے ان کلمات کو اگر کوئی پوچھے تاویل اور خود اس سے اعراض وسکوت ہے فقط والسلام۔

اقول: وباللہ التوفیق جو تاویلات آپ بیان کر چکے ہیں ان پر جو خدشات میرے ذہن ناقص میں آئے عرض کر چکا ہوں اگر کوئی اور تاویل آپ کے ذہن میں ہے تو اس کو تحریر فرمادیں۔اور واضح رہے کہ مقالات اس شخص کے قابل تاویل ہیں کہ جس شخص کی ولایت میں شک نہ ہو اور دنیاداروں سے از بس متنفر ہو۔ البتہ ایسے شخص سے اگر کوئی کلمہ احیاناً غلبہ حال میں خلاف شرع صادر ہو تو اس کی تاویل کے درپے ہونا یا اس کو معذور سمجھ کر سکوت کرنا اہل تصوف نے اختیار کیا ہے اور تقلید ان کلمات کی اہل تصوف کے نزدیک بھی ہرگز جائز نہیں امام ربانی مجدد الف ثانی صاحب جلد اول مکتوبات بست وسوم میں فرماتے ہیں۔ وما وقع من بعض المشائخ فی السکر من مدح الکفر فمصروف عن الظاهر وانهم معذورون وغیر السکاری غیر معذور فی تقلید هم لاعندهم ولاعند اهل الشرع انتهی ایضاً در مکتوبات جلد ۲ نوشتہ بودند کہ شیخ عبد الکریم یمنی گفتہ است کہ حق سبحانہ وتعالیٰ عالم بغیب نیست مخدوما! فقیر را تاب استماع امثال ایں سخنان ہرگز نیست بے اختیار رگ فاروقیم در حرکت می آید وفرصت تاویل وتوجیہ آن نمیدہد قائل آن شیخ کبیر یمنی باشد یا شیخ اکبر شامی کلام محمد عربی درکار است نہ کلام محی الدین عربی وصدر الدین قونوی وعبد الرزاق کاشی مارا بنص کار است نہ بفص فتوحات مدینہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ است حق تعالیٰ در کلام مجید خود را بعلم غیب خود می ستاید نفی علم غیب کردن از وسبحانہ بسیار مستقبح ومستکرہ است وفی الحقیقت تکذیب است برحق سبحانہ غیب را معنی دیگر گفتن از شناعت نمی برآرد کبرت کلمة تخرج من افواههم فیالیت شعری ماحملهم علی التفوه

بامثال هذه الکلمات الصریحة فی خلاف الشریعة منصور اگر انا الحق گوید وبسطامی سبحانی معذور ند ومغلوب در غلبات احوال اما ایں قسم کلام مبنی بر احوال نیست تعلق بعلم دارد ومستند بتاویل است عبد را نمی شاید وہیچ تاویلے دریں مقام مقبول نیست فان کلام السکاری یحمل ویصرف عن الظاهر لاغیر واگر متکلم ایں کلام مقصود از اظہار ایں کلام ملامت خلق داشتہ باشد ونفرت ایشاں آن نیز مستکرہ است ومستحسن از برائے تحصیل ملامت راہہا بسیار است بے ضرورت کسی را تا بسر حد کفر رساند انتہی۔ پس جب اہل تصوف غیر مغلوب الحال صوفی کے کلمات پر یہ تشدد فرمارہے ہیں تو علماء شرع ایسے شخص کے مقالات پر جو اہل کفر اور اہل رفض کی تعریف بسبب نفع دنیاوی اس قدر کر رہا ہے کہ ان کو اپنا مخدوم اور سید اور حضرت قرار دے رہا ہے اور جو اہل اسلام اس کی کتاب کے خریدنے سے اعراض کرتے ہیں ان کی مذمت اخبار نویسوں کی طرح اپنی کتاب میں کر رہا ہے کیونکر تشدد نہ کریں آپ کی تحقیق مقتضی اس امر کی ہے کہ امام نیچر بھی معاذ اللہ صالح بلکہ اصلح مسلمان قرار دیا جاوے کیونکہ ہفوات اس کی عقلی طور پر ہیں یعنی وہ اس شخص کی طرح اللہ تعالیٰ پر افترا نہیں کرتا کہ میرے پر یہ کلمات اللہ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں بہر حال اس کو صالح مسلمان قرار دینا اور اس کی کتاب کی ترویج سے مانع نہ آنا آپ کا گویا عوام اہل اسلام کے واسطے جو تاویل کا نام تک نہیں جانتے آپ نے گمراہ کرنے کا سامان محقق طور پر از سر نو پیش کیا انا للہ وانا الیه راجعون دیکھئے صاحب درمختار نے مطالعہ کلمات ابن عربی سے کس قدر تہدید نقل کی ہے ان شاء اللہ العزیز حضرت احدیت میں ہم لوگ مکفرین مصنوعی پیغمبر ودجال اور جناب گروہ ماولین میں شمار کئے جاویں گے واللہ اعلم وعلمہ اتم فقط والسلام رقیمہ محمد لودھیانوی وعبد اللہ واسمٰعیل عفی عنہم۔ (فتاویٰ قادریہ ص ۱ تا ۱۵، مطبوعہ ۱۹۰۱ء)

(۵)

آج تک علمائے دیوبند، مولوی رشید احمد گنگوہی کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ہمارے گنگوہی صاحب ''فتویٔ تکفیر'' کے معاملے میں بہت محتاط تھے اسی لئے تکفیر مرزا میں کف لسان فرماتے رہے۔

یہ بات کہاں تک درست ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب فتویٔ تکفیر کے معاملے میں بہت محتاط تھے؟ یہ تو فتاوی رشیدیہ کے مطالعے سے ہی جانی جاسکتی ہے کہ ان کی احتیاط صرف مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں تھی یا مسلمانوں کیلئے بھی؟

چنانچہ اگر کوئی مسلمان رسول اللہ ﷺ کے لئے علم غیب کا قائل ہے تو گنگوہی صاحب اپنے فتاوی میں اس مسلمان کو کن القابات سے نوازتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(الف) جو شخص اللہ جل شانہٗ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے...... وہ **بیشک کافر** ہے۔ اس کی امامت اور اس سے میل جول، محبت، مودت سب حرام ہیں۔ (فتاوی رشیدیہ ج ۱ ص ۲۰)

(ب) اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا **صریح شرک** ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ج ۲ ص ۱۱۴)

(ج) اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو **شرک صریح** ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ج ۳ ص ۱۷)

(د) جو شخص رسول اللہ ﷺ کو علم غیب جو خاصہ حق تعالیٰ ہے، ثابت کرتا ہو اس کے پیچھے نماز نادرست (کیونکہ یہ کفر ہے) ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ج ۳ ص ۱۴۵)

(ہ) علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے اس لفظ کو **کسی تاویل** سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔ (فتاوی رشیدیہ کمل مبوب ص ۹۲)

(و) علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے اس لفظ کو **کسی تاویل** سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔ (فتاوی رشیدیہ کمل مبوب ص ۹۹)

نوٹ: فتاوی رشیدیہ قدیم تین جلدوں میں تھا اور اب ایک جلد میں مکمل مبوب ہو کر دستیاب ہے۔

اللہ رب العالمین قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

(i) **وعنده مفاتيح الغيب لايعلمها الاهو** ۔ (سورۃ الانعام آیت ۵۹)

ترجمہ: اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے۔

(ii) **عالم الغيب والشهادة ۔ وهو الحكيم الخبير**۔ (سورۃ الانعام آیت ۷۳)

ترجمہ: ہر چھپے اور ظاہر کا جاننے والا اور وہی ہے حکمت والا خبردار۔

(iii) **ولله غيب السموٰت والارض**۔ (الآیۃ) (سورۃ ھود آیت ۱۲۳)

ترجمہ: اور اللہ ہی کیلئے ہیں آسمانوں اور زمین کے غیب۔

(iv) **وماكان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبى من رسله من يشاء** ۔ الآیۃ (سورۃ آل عمران آیت ۱۷۹)

ترجمہ: اور اللہ کی شان یہ نہیں اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

(v) **عالم الغيب فلايظهر على غيبه احدا o الا من ارتضى من رسول** الآیۃ (سورۃ الجن آیت ۲۷-۲۶)

ترجمہ: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(vi) **وماهو على الغيب بضنين** o (سورۃ التکویر آیت ۲۴)

ترجمہ: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی۔ یہ علم غیب ان کو اللہ کے دیئے سے ہے لہٰذا ان کا علم عطائی ہوا اور اللہ رب العالمین کا علم ذاتی ہے۔ قرآن پاک میں نفی واثبات ہر دو طرح کی آیتیں ہیں دونوں حق ہیں کہ انبیاء سے **نفی** علم ذاتی کی ہے کہ یہ خاصۂ الوہیت ہے **اثبات** عطائی کا ہے یہ انبیاء ہی کے شایانِ شان ہے اور منافیٔ الوہیت ہے۔ ان آیات مبارکہ کی روشنی میں اگر مسلمان انبیاء کے علم غیب کا قائل ہے تو کیا یہ قرآنی عقیدے کے خلاف ہے؟

جبکہ علمائے لدھیانہ مرزا کی براہین احمدیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''راقم الحروف اعنی محمد ومولوی عبداللہ صاحب ومولوی اسمٰعیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں **کلمات کفریہ انبار در انبار پائے**''۔ (فتاویٰ قادریہ ص۳)

جس کی وجہ سے ان حضرات نے مرزا کی تکفیر فرمائی مگر اس کے باوجود مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب تاویل کے درپے رہے۔

ہم قارئین سے دعوتِ انصاف چاہنے کی غرض سے کچھ عبارات فتاویٰ قادریہ سے دوبارہ پیش کر رہے ہیں۔

قال (گنگوہی): اگر بعض اقوال میں در بادی الرائے خدشہ ہوتا ہے مگر تھوڑی سی **تاویل** سے اس کی تصحیح ممکن ہے لہٰذا آپ جیسے اہل علم سے بہت تعجب ہوا کہ آپ نے ایسے امر تبادر معانی کو دیکھ کر تکفیر وارتداد کا حکم فرمایا اگر **تاویل قلیل** فرما کر اس کو خارج اسلام سے نہ کرتے تو کیا حرج تھا۔

قال (گنگوہی): **تکفیر مسلم** کہ ایسا امر سہل نہیں کہ اس طرح ذراسی بات پر **جھٹ پٹ کافر** کہہ دیا جاوے......الخ

قال (گنگوہی): ایک عجیب بات ہے کہ خواہ مخواہ کلام کو پھول پھل لگا کر **بتکلف کفریہ** بنائی جاوے۔

قال (گنگوہی): یا احمد یتم اسمک ولا یتم اسمی تمامی کے معنی انقضاء وفنا کے لئے جاویں تو اس **تاویل** میں کیا حرج ہے دوسرے معنی لیکر **کیوں تکفیر کی جائے**۔

قال (گنگوہی):......بہرحال **تکفیر کسی وجہ اور شق پر جائز نہیں**۔الخ

قال (گنگوہی): مولانا! کسی **مسلمان کی تکفیر** کر کے اپنے ایمان کو داغ لگانا اور مواخذۂ اخروی سر پر لینا سخت نادانی وحماقت ہے۔

افسوس صد افسوس! کہ ایک مرزا کے لئے **تھوڑی سی تاویل، تاویل قلیل، جھٹ پٹ کافر** (نہ کہنا)، **بتکلف کفریہ، تکفیر کسی وجہ پر جائز نہیں**......اور دوسری طرف کروڑوں مسلمانوں کیلئے **بیشک کافر، میل جول حرام، صریح شرک، شرک صریح** وغیرہ کہنے میں کوئی شرم محسوس نہ کی...... فالی اللہ المشتکی

مولوی رشید احمد گنگوہی کی کثیر اغلاط کی وجہ وہ خواب لدھیانہ تو نہیں؟ جس کو مولوی عبدالعزیز لدھیانوی نے بیان کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ

''مولوی عبداللہ صاحب کو اس تحریر کا حال سن کر نہایت فکر ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایسے مرتد کو **مرد صالح** کیسے لکھ دیا۔ جناب باری میں دعا کر کے گئے خواب میں معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بدشکل ہو کر لٹک پڑا۔ غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد یہی ہے۔

اس روز سے اکثر فتوے ان کے غلط مناقض یکے بعد دیگرے حیز وجود میں آنے لگے“.... (فتاوی قادریہ ص ۴)

مولوی رشید احمد گنگوہی کے غلط فتاوٰی کی مثالیں ”فتاوی قادریہ“ میں بھی موجود ہیں۔ قارئین کے لئے دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

علمائے لدھیانہ کی نظر میں گنگوہی

(الف)

فی بطلان کلام الفاضل الگنگوھی الذی ویدنه کذلک فی المسائل التی لاتدرک کنهها الابعد تعمیق النظر فیها لعدم کونه من اهل النظر وبعدم توغله بالفقه ولذاتری اکثر فتاواه خالیا عن السندواتباعه کالاعمی ینطلقون خلفه فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا ولنذکرنبذا من فتاواه التی ضل فیها عن طریق الحق وماذا بعد الحق الا الضلال افتی گنگوھی اولاً بکون القادیانی رجلا صالحا وثانیا بکونه من اهل الهواء مع کونه قائلا بان عیسٰی ابن مریم علی نبینا وعلیه الصلوة والسلام کان ابنالیوسف النجار نعوذبالله منه. ثم افتی بامکان الکذب لله تعالٰی۔ توظاہر ہوگیا کہ فتوی مولوی

گنگوہی کا ان کے عشری ہونے پر ضرور باطل ہے اور یہ ان مولوی صاحب کی پہلی ہی خطا نہیں بلکہ ان کی عادت ہی ہے اس قسم کے مسائل میں جن کی حقیقت نہیں معلوم ہوتی مگر گہری نظر سے درحقیقت وہ مولوی صاحب اہلِ نظر نہیں ہیں کیونکہ پہلا فتویٰ یہ دے دیا تھا کہ مرزا قادیانی مرد صالح ہے وہ مرزا جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس پر یہ حکم خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے (ہم نے اتارا اس کو قادیان کے قریب) اور پھر یہ فتویٰ دیا کہ مرزا اہل ہوا اور بدعت سے ہے باوجودیکہ مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا کہتا ہے (نعوذ باللہ منہ) پھر مولوی صاحب نے یہ فتویٰ دیا کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے اور یہ مخالف ہے قول اللہ تعالیٰ (کہ اللہ سے زیادہ کوئی سچا نہیں)۔ (فتاوی قادریہ صفحہ ۹۳-۹۴)

(ب)

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے ہمارے برخلاف بھی عدالت میں پیش کئے اگرچہ مقدمہ خود اسے پشیمان ہوکر باز دعویٰ داخل کیا لیکن چونکہ فتوے ہائے مشمولہ مثل کی تردید کرنی واسطے فائدہ اہل اسلام کے ضروری تھی لہٰذا ان کا رد بطور اختصار کے تحریر کیا جاتا ہے چونکہ مولوی رشید احمد صاحب نے کوئی سند تحریر نہیں کی، اس واسطے اس کی

تردید کی ضرورت نہیں۔ خود اس کا بے سند ہونا اس کی تردید کے واسطے کافی ہے۔ (فتاویٰ قادریہ صفحہ ۱۲۷-۱۲۸)

حضرت علامہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب کی نظر میں گنگوہی

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علامہ مولانا دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل'' عربی/اردو کو بالتفصیل تقریظ وتصدیق سے نوازا جس میں یہ بھی ہے:

''سو کہتا ہوں کہ میں جناب مولوی رشید کو ''رشید'' سمجھتا تھا مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے......

مولوی رشید احمد اس مردود (قادیانی) کو مرد صالح کہتے تھے، اور جو علماء اس مردود کے حق میں کچھ کہتے تھے مولوی رشید احمد اپنی ہٹ سے نہیں ہٹتے تھے، اور کہتے تھے مرد صالح ہے''۔

(تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل عربی، اردو صفحہ ۳۰۷)

(۶)

دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس مولوی یعقوب نانوتوی کا ''نور ایمانی'' قادیانی کے بارے میں کیا تھا؟ علمائے لدھیانہ کے پیہم اصرار کے بعد جو تحریر مولوی یعقوب نانوتوی نے لکھی وہ پیش کی جاتی ہے۔

''یہ شخص (مرزا) میری دانست میں **غیر مقلد** معلوم

ہوتا ہے اور اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے اور نیز اس شخص نے کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا۔ معلوم نہیں کہ اس کو کس روح کی اویسیت ہے......''

(فتاویٰ قادریہ صفحہ ۱۷)

یاد رہے اس سے بہت پہلے معروف بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی اپنی کتاب ''تحذیر الناس'' میں حضور ﷺ کی ''ختم نبوت'' کا انکار کر چکے تھے جس کی بناء پر علماء حرمین شریفین نے ان پر فتویٰ کفر دیا جس کی تفصیل ''حسام الحرمین'' از امام اہلسنت مفتی احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ میں موجود ہے۔

اب دیوبند کے پہلے مفتی عزیز الرحمان کا قادیانیت کے بارے میں فتویٰ ملاحظہ فرمائیے:

(سوال نمبر ۲۳)

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیحیت اور مہدیت سے واقف ہو کر بھی کوئی شخص مرزا کو مسلمان سمجھتا ہے تو کیا وہ شخص مومن کہلا سکتا ہے؟

الجواب:

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد وخیالات باطلہ اس حد تک پہنچے ہوئے ہیں کہ ان سے واقف ہو کر کوئی مسلمان مرزا کو مسلمان نہیں کہہ سکتا البتہ جس کو علم اس کے عقائد باطلہ کا نہ ہو یا تاویل کرے تو ممکن ہے بہر حال بعد علم اس

کے عقائد باطلہ مرزا مذکور کو کافر کہنا اس کا ضروری ہے اس کے اور اس کے اتباع کو جنکا عقیدہ مثل اس کے ہو مسلمان نہ کہا جاوے۔ وہ مسلمان نہ تھا کہ جیسا کہ اس کی کتب سے ظاہر ہے باقی یہ کہ کوئی شخص بسبب کسی شبہ اور تاویل کے کافر نہ کہے اس کو بھی کافر نہ کہا جاوے کہ موقع تاویل میں احتیاط عدم تکفیر میں ہے"۔

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند یعنی عزیز الفتاویٰ مبوب مکمل از مفتی اعظم مولینا عزیز الرحمٰن صاحب ج ا صفحہ ۱۰۱ کتاب الایمان و عقائد ناشر دار الاشاعت کراچی)

کمال کی بات تو یہ ہے کہ مولوی عزیز الرحمٰن (سابق صدر مفتی دار العلوم دیو بند) کے مذکورہ فتویٰ کا سن ۱۳۲۹ھ سے ۱۳۳۴ھ ہے، جبکہ مرزا قادیانی ۱۳۲۶ھ میں مر کر واصل بجہنم ہو چکا اور اس کے خلاف عرب و عجم کے علماء کے فتاویٰ تکفیر بھی شائع ہو چکے تھے، عجم کے علماء میں خصوصاً قصور، لاہور، لدھیانہ، امرتسر، بریلی، گولڑہ، جہلم، بدایوں، بھیرہ، حیدر آباد دکن، علی پور، سیالکوٹ، گجرات، پٹنہ کے اکابر علمائے اہلسنت مرزا کی کفریہ صریح متعین عبارتوں کی وجہ سے اس کی اور اس کے متبعین کی تکفیر کر چکے تھے اور مرزا کے رد میں ان کی تحریریں شائع ہو چکی تھیں، مگر صدر مفتی دار العلوم دیو بند مرزا کی کفریہ عبارات میں بہ سبب کسی شبہ اور تاویل کے مرزا کو کافر نہ کہنے والے شخص کی تکفیر میں کف لسان کرتے ہیں۔

کیا مولوی عزیز الرحمٰن دیو بندی کا یہ کہنا علمائے عرب و عجم کے اجماع کے مطابق ہے؟

ا جیسا کہ "فتاویٰ دار العلوم دیو بند یعنی عزیز الفتاویٰ مبوب، مکمل۔ ناشر، دار الاشاعت کراچی" کے عرضِ ناشر میں سن کی صراحت موجود ہے۔

مولوی عبد الماجد دریا آبادی دیو بندی مولوی اشرف علی تھانوی کی ایک خصوصی مجلس کا ذکر کرتے ہیں جس میں موضوع سخن مرزا (قادیانی) کی ذات تھی۔ کسی ایک مجلسی نے مرزا کے متعلق سخت الفاظ استعمال کیے تو تھانوی نے اس کو بہت محسوس کیا چنانچہ مولوی دریا آبادی لکھتے ہیں:

"حضرت نے معاً لہجہ بدل کر ارشاد فرمایا کہ یہ زیادتی ہے توحید میں ہمارا ان کا کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف رسالت میں ہے اور اس کے بھی صرف ایک باب میں یعنی عقیدہ ختم رسالت میں۔ بات کو بات کی جگہ پر رکھنا چاہیئے جو شخص ایک جرم کا مجرم ہے یہ تو ضروری نہیں کہ وہ دوسرے جرائم کا بھی ہو"۔ (نجی باتیں صفحہ ۲۱۳،

بحوالہ مطرقۃ الحدید بر فتویٰ مولوی رشید صفحہ ۱۵۵ از محمد یحییٰ گوندلوی غیر مقلد)

حضرت مولانا مفتی شاہ حسین گردیزی چشتی حنفی لکھتے ہیں

مولانا اشرف علی تھانوی جو دیو بندی مکتبۂ فکر کے دوسرے درجہ کے اکابر میں آتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔ اور پھر ان ہی کی وجہ سے ان کے خلیفہ مولانا عبد الماجد دریا آبادی بھی قادیانیوں کو خارج از اسلام تصور نہیں کرتے تھے۔ مولانا تھانوی نے تو مرزا قادیانی کی مختلف کتابوں کی بعض عبارات اپنی کتابوں میں من و عن نقل کی ہیں۔ ہم مزید تحقیق تو اہل تحقیق کے سپرد کرتے ہیں۔ اس وقت مولانا تھانوی کی

ایک کتاب ''المصالح العقلیۃ للاحکام النقلیۃ'' زیر نظر ہے۔ ہم دونوں کے حوالے پیش کرتے ہیں۔ اور فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں۔

خنزیر کی وجہ حرمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مرزا قادیانی	مولانا تھانوی
اس بات کا کس کو علم نہیں کہ یہ جانور اول درجہ نجاست خور اور تیز بے عزت اور دیوث ہے۔ اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ قانونِ قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر بھی بدن اور روح پر بھی پلید ہی ہو کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ غذاؤں کا بھی انسان کی روح پر ضرور اثر ہوتا ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بد کا اثر بھی بد ہی پڑے گا۔ جیسا کہ یونانی طبیبوں نے اسلام سے پہلے ہی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس	اس بات کا کس کو علم نہیں یہ جانور اول درجہ نجاست خور بے غیرت و دیوث ہے۔ اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر بدن، اور روح پر بھی پلیدی ہوگا۔ کیونکہ یہ بات ثابت شدہ اور مسلم ہے کہ غذاؤں کا اثر بھی انسان کی روح پر ضرور ہوتا ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بد کا اثر بھی بد ہی ہوگا۔ جیسا کہ یونانی طبیبوں نے اسلام سے پہلے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصہ حیا کی قوت کو کم کر دیتا

مرزا قادیانی	مولانا تھانوی
جانور کا گوشت بالخاصیت حیاء کی قوت کو کم کرتا ہے اور دیوثی کو بڑھاتا ہے[1]	ہے اور دیوثی کو بڑھاتا ہے[2]

مرزا قادیانی نے اپنی کتاب کشتی نوح میں پنج وقتہ نمازوں کے اوقات کے تعین کی وجہ بیان کرتے ہوئے جو کچھ لکھا مولانا تھانوی نے اس کی من وعن نقل اپنی مذکورہ بالا کتاب میں کی۔

ظہر کے وقت کے بارے میں ملاحظہ کیجئے۔

مرزا قادیانی	مولانا تھانوی
پہلے جب کہ تم مطلع کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہوا۔ یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوش حالی میں خلل ڈالا۔ سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا۔ اس کے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی۔ جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے	پہلے جب کہ تم مطلع کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے۔ مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہوا یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوشحالی میں خلل ڈالا سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی کے زوال کے مقدور ہونے پر استدلال کیا جاسکتا ہے اس کے مقابل پر نماز ظہر معین ہوئی جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

1 غلام احمد قادیانی — مرزا — اسلامی اصول کی فلاسفی — ص ۲۴

2 اشرف علی تھانوی — مولانا — المصالح العقلیۃ للاحکام النقلیۃ — ص ۲۷۹

اور عصر کے بارے میں دونوں رقمطراز ہیں

مرزا قادیانی

دوسرا تغیر اس وقت تم پر آتا ہے جب کہ بلا کے محل سے بہت نزدیک کئے جاتے ہو۔ مثلاً جب کہ تم بذریعہ وارنٹ گرفتار ہوکر حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہو۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب خوف سے خون خشک ہوجاتا ہے۔اور تسلی کا نور تم سے رخصت ہونے کو ہوتا ہے۔ سو یہ حالت تمہاری، اس وقت سے مشابہ ہے جب کہ آفتاب سے نور کم ہوجاتا ہے۔اور نظر اس پر جم سکتی ہے اور صریح نظر آتا ہے کہ اب اس کا غروب نزدیک ہے اس روحانی حالت کے مقابل پر نمازِ عصر مقرر ہوئی۔

مولانا تھانوی

دوسرا تغیر اس وقت تم پر آتا ہے جب کہ تم بلا کے محل سے بہت نزدیک کئے جاتے ہو۔ مثلاً جب کہ تم بذریعہ وارنٹ گرفتار ہوکر حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہو۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارا خوف سے خون خشک اور تسلی کا نور تم سے رخصت ہونے کو ہوتا ہے۔ سو یہ حالت تمہاری، اس وقت سے مشابہ ہے جب کہ آفتاب سے نور کم ہوجاتا ہے اور نظر اس پر جم سکتی ہے۔اور صریح نظر آتا ہے کہ اب غروب نزدیک ہے جس سے اپنے کمالات کے زوال کے احتمالِ قریب پر استدلال کرنا چاہئے اس روحانی حالت کے مقابل نماز عصر مقرر ہوئی ہے۔

اور نمازِ مغرب کے بارے میں دونوں کی یک رنگی ملاحظہ فرمایئے۔

مرزا قادیانی: تیسرا تغیر تم پر اس

مولانا تھانوی: تیسرا تغیر تم پر اس

مرزا قادیانی (جاری)

وقت آتا ہے جب اس بلا سے رہائی پانے کی بکلی امید منقطع ہوجاتی ہے۔ مثلاً تمہارے نام فرد قرار دادِ جرم لکھی جاتی ہے۔ اور مخالفانہ گواہ تمہاری ہلاکت کیلئے گذر جاتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارے اوسان خطا ہوجاتے ہیں۔ اور تم اپنے تئیں ایک قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے۔ جب کہ آفتاب غروب ہوجاتا ہے اور تمام ہوسناکی کی امیدیں دن کی روشنی کی ختم ہوجاتی ہیں اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز مغرب مقرر ہے۔

مولانا تھانوی (جاری)

وقت آتا ہے جب اس بلا سے رہائی پانے کی بکلی امید منقطع ہوجاتی ہے۔ مثلاً تمہارے نام فرد قرار دادِ جرم لکھی جاتی ہے۔ اور مخالفانہ گواہ تمہاری ہلاکت کیلئے گذر جاتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارے اوسان خطا ہوجاتے ہیں۔ اور تم اپنے تئیں ایک قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے۔ جب کہ آفتاب غروب ہوجاتا ہے اور تمام ہوسناکی کی امیدیں دن کی روشنی کی ختم ہوجاتی ہیں اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز مغرب مقرر ہے۔

اب عشاء کی نماز کے بارے میں دونوں کی رائے ملاحظہ کیجئے۔

مرزا قادیانی

چوتھا تغیر تم پر اس وقت آتا ہے جب بلا تم پر وارد ہی ہوجاتی ہے اور اس کی سخت تاریکی تم پر احاطہ کرلیتی ہے مثلاً جب فرد قرار دادِ جرم اور شہادتوں

مولانا تھانوی

چوتھا تغیر تم پر اس وقت آتا ہے جب بلا تم پر وارد ہی ہوجاتی ہے اور اس کی سخت تاریکی تم پر احاطہ کرلیتی ہے مثلاً جب فرد قرار دادِ جرم اور شہادتوں کے بعد حکم

مرزا قادیانی

کے بعد حکم سزا تم کو سنا دیا جاتا ہے اور قید کیلئے ایک پولیس مین کے تم حوالہ کئے جاتے ہو۔ سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے۔ جب کہ رات پڑ جاتی ہے اور ایک سخت اندھیرا پڑ جاتا ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عشاء مقرر ہے۔

مولانا تھانوی

سزا تم کو سنا دیا جاتا ہے اور قید کیلئے ایک پولیس مین کے تم حوالہ کئے جاتے ہو۔ سو یہ حالت اس حالت سے مشابہ ہے۔ جب کہ رات پڑ جاتی ہے اور ایک سخت اندھیرا پڑ جاتا ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عشاء مقرر ہے۔

اب نماز فجر کے بارے میں دونوں کی تحریریں ملاحظہ کیجئے۔

مرزا قادیانی

پھر کہ جب تم ایک مدت تک اس مصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہو تو پھر آخر خدا کا رحم تم پر جوش مارتا ہے اور تمہیں اس تاریکی سے نجات دیتا ہے۔ مثلاً جیسے تاریکی کے بعد پھر آخر کار صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی چمک کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے۔ سو اس روحانی حالت کے مقابل پر فجر کی نماز مقرر ہے[1]

مولانا تھانوی

پھر جب کہ تم ایک مدت تک اس مصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہو تو پھر آخر خدا کا رحم تم پر جوش مارتا ہے اور تمہیں اس تاریکی سے نجات دیتا ہے۔ اور تاریکی کے بعد پھر آخر کار صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی چمک کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے۔ سو اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز فجر مقرر ہے[2]

---

1 غلام احمد قادیانی — مرزا — کشتی نوح — ص ۶۳، ۶۵

2 اشرف علی تھانوی — مولانا — المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ — ص ۷۳ تا ۷۵

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب ''آریہ دھرم'' میں اسلامی نکاح کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے۔ مولانا تھانوی نے ''نقل مطابق اصل'' کے محاورے کے مطابق بالکل مطابق ہی لکھا ہے۔ دونوں کا کلام سامنے ہے اصل اور نقل کی تمیز کرنا قارئین کا کام ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے۔

مرزا قادیانی

مسلمانوں میں نکاح ایک معاہدہ ہے جس میں مرد کی طرف سے مہر اور تعہد نان ونفقہ اور اسلام اور حسنِ معاشرت شرط ہے۔ اور عورت کی طرف سے عفت و پاکدامنی اور نیک چلنی اور فرمانبرداری شرائط ضروریہ میں سے ہے۔ اور جیسا کہ دوسرے تمام معاہدے شرائط کے ٹوٹ جانے سے قابلِ فسخ ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی یہ معاہدہ بھی شرطوں کے ٹوٹنے کے بعد قابل فسخ ہو جاتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اگر مرد کی طرف سے شرائط ٹوٹ جائیں تو عورت خود بخود نکاح توڑنے کی مجاز نہیں ہے جیسا کہ وہ خود بخود نکاح

مولانا تھانوی

واضح ہو کہ مسلمانوں میں نکاح ایک معاہدہ ہے جس میں مرد کی طرف سے اسلام اور مہر اور تعہد اور نان ونفقہ وحسنِ معاشرت شرط ہے اور عورت کی طرف سے عفت اور پاکدامنی اور نیک چلنی اور فرمانبرداری کے عہود وشرائط ضروریہ ہیں اور جیسا کہ دوسرے تمام معاہدے شرائط کے ٹوٹ جانے سے قابلِ فسخ ہو جاتے ہیں ایسا ہی یہ معاہدہ بھی شرطوں کے ٹوٹ جانے کے بعد قابلِ فسخ ہو جاتا ہے صرف یہ فرق ہے کہ اگر مرد کی طرف سے شرائط ٹوٹ جائیں تو عورت خود بخود نکاح توڑنے کی مجاز نہیں۔ جیسا کہ وہ خود بخود نکاح

کی مجاز نہیں بلکہ حاکم وقت کے ذریعہ سے نکاح کو توڑ سکتی ہے۔ اور یہ کمی اختیار اس کی فطرتی شتاب کاری اور نقصان عقل کی وجہ سے ہے لیکن مرد جیسا کہ اپنے اختیار سے معاہدہ نکاح کا باندھ سکتا ہے۔ ایسا ہی عورت کی طرف سے شرائط ٹوٹنے کے وقت طلاق دینے میں بھی خود مختار ہے۔ سو یہ قانون فطرتی قانون سے ایسی مناسبت رکھتا ہے گویا کہ اس کی عکسی تصویر ہے۔ کیونکہ فطرتی قانون نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ ہر ایک معاہدہ شرائط قرار دادہ کے فوت ہونے سے قابلِ فسخ ہو جاتا ہے اور اگر فریق ثانی فسخ سے مانع ہو تو وہ اُس فریق پر ظلم کر رہا ہے جو فقدانِ شرائط کی وجہ سے فسخ عہد کا حق رکھتا ہے جب ہم سوچیں کہ نکاح کیا چیز ہے تو بجز اس کے اور کوئی حقیقت معلوم نہیں ہوتی کہ ایک پاک معاہدہ کی شرائط کے نیچے دو انسانوں کی زندگی بسر کرنا ہے اور جو شخص

کرنے کی مجاز نہیں بلکہ حاکم وقت کے ذریعہ سے نکاح کو توڑ سکتی ہے جیسا کہ ولی کے ذریعہ سے نکاح کرا سکتی ہے اور یہ کمی اختیار اس کی فطرت شتاب کاری اور نقصان عقل کی وجہ سے ہے۔ لیکن مرد جیسا کہ اپنے اختیار سے معاہدہ نکاح کا باندھ سکتا ہے۔ ایسا ہی عورت کی طرف سے شرائط ٹوٹنے کے وقت طلاق دینے میں بھی خود مختار ہے۔ سو یہ قانون فطرتی قانون سے جو عنقریب مذکور ہوتا ہے مناسب اور مطابقت رکھتا ہے۔ گویا کہ اس فطرتی قانون کی عکسی تصویر ہے۔ کیونکہ فطرتی قانون نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ ہر ایک معاہدہ شرائط قرار دادہ کے فوت ہونے سے قابل فسخ ہو جاتا ہے اور اگر فریق ثانی فسخ سے مانع ہو تو وہ اس فریق پر ظلم کر رہا ہے جو فقدانِ شرائط کی وجہ سے فسخ عہد کا حق رکھتا ہے۔ سو جب ہم سوچیں گے کہ نکاح کیا چیز ہے تو بجز اس کے اور

شرائط شکنی کا مرتکب ہو وہ عدالت کی رو سے معاہدہ کے حقوق سے محروم رہنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ اور محرومی کا نام دوسرے لفظوں میں طلاق ہے۔ لہذا طلاق ایک پوری جدائی ہے۔ جس سے مطلقہ کی حرکات سے شخص طلاق دہندہ پر کوئی بد اثر نہیں پہنچتا یا دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک عورت کسی کی منکوحہ ہو کر نکاح کے معاہدہ کو کسی اپنی بدچلنی سے توڑ دے تو وہ عضو کی طرح ہے جس کو کیڑے نے کھا لیا اور وہ اپنے شدید درد سے ہر وقت تمام بدن کو ستاتا اور دکھ دیتا ہے تو اب حقیقت میں وہ دانت نہیں ہے اور نہ وہ متعفن عضو حقیقت میں عضو ہے اور سلامتی اسی میں ہے کہ اس کو اکھیڑ دیا جائے یہ سب کاروائی قانونِ قدرت کے موافق ہے عورت کا مرد سے ایسا تعلق نہیں جیسے اپنے ہاتھ اور پیر کا، لیکن تاہم اگر کسی کا ہاتھ یا پیر کسی ایسی آفت

کوئی حقیقت معلوم نہیں ہوتی کہ ایک پاک معاہدہ کی شرائط کے نیچے دو انسانوں کا زندگی بسر کرنا ہے اور جو شخص شرائط شکنی کا مرتکب ہو وہ عدالت کی رو سے معاہدہ کے حقوق سے محروم رہنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ اور اسی محرومی کا نام دوسرے لفظوں میں طلاق ہے۔ پس جن مطلقہ کی حرکات سے شخص طلاق دہندہ پر کوئی بد اثر پہنچتا یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک عورت کسی کی منکوحہ ہو کر نکاح کے معاہدہ کو کسی اپنی بدچلنی سے توڑ دے تو وہ اس عضو کی طرح ہے جو گندہ ہو گیا، اور سڑ گیا اس دانت کی طرح ہے جس کو کیڑے نے کھا لیا اور وہ اپنے شدید درد سے ہر وقت تمام بدن کو ستاتا اور دکھ دیتا ہے تو اب حقیقت میں وہ دانت نہیں ہے اور نہ وہ متعفن عضو حقیقت میں عضو ہے اور سلامتی اسی میں ہے کہ اس کو اکھاڑ دیا جاوے اور کاٹ دیا جاوے اور پھینک

میں مبتلا ہوجائے کہ اطباء اور ڈاکٹروں کی رائے اس پر اتفاق کرے کہ زندگی اس کی کاٹ دینے میں ہے تو بھلا تم میں سے کون ہے کہ ایک جان بچانے کیلئے کاٹ دینے پر راضی نہ ہو۔ پس ایسا ہی اگر تیری منکوحہ اپنی بدچلنی اور کسی مہاں پاپ سے تیرے پر وبال لائے تو وہ ایسا عضو ہے کہ بگڑ گیا اور سڑ گیا اور اب وہ تیرا عضو نہیں ہے۔ اس کو جلد کاٹ دے اور گھر سے باہر پھینک دے ایسا نہ ہو کہ اس کی زہر تیرے سارے بدن میں پہنچ جائے اور تجھے ہلاک کرے۔ پھر اگر اس کاٹے ہوئے اور زہریلے جسم کو کوئی پرند یا درند کھالے تو تجھے اس سے کیا کام کیونکہ وہ جسم تو اسی وقت سے تیرا جسم نہیں رہا جب کہ تو نے اس کو کاٹ کر پھینک دیا۔[1]

دیا جاوے۔ یہ سب کاروائی قانون قدرت کے موافق ہے۔ عورت کا مرد سے ایسا تعلق نہیں ہے جیسے اپنے ہاتھ اور پاؤں کا لیکن تاہم اگر کسی کا ہاتھ یا پاؤں کسی آفت میں مبتلا ہوجاوے کہ اطباء اور ڈاکٹروں کی رائے اس پر اتفاق کرے کہ زندگی اس کے کاٹ دینے میں ہے تو بھلا تم میں سے کوئی ہے کہ ایک جان کے بچانے کیلئے اس کے کاٹ دینے پر راضی نہ ہو پس ایسا ہی اگر کسی کی منکوحہ اپنی بدچلنی اور کسی شرارت سے اس پر وبال لاوے تو وہ ایسا عضو ہے کہ بگڑ گیا ہے اور سڑ گیا ہے اور اب وہ اس کا عضو نہیں ہے اس کو کاٹ دے اور گھر سے باہر پھینک دے، ایسا نہ ہو کہ اس کا زہر اس کے سارے بدن میں پہنچ جاوے اور تجھے ہلاک کردے۔ پھر اگر اس کاٹے ہوئے اور زہریلے جسم کو کوئی پرندہ یا

[1] غلام احمد قادیانی — مرزا — آریہ دھرم — ص ۳۲،۳۳

درندہ کھائے تو اس کو اس سے کیا کام کیونکہ وہ جسم تو اس وقت سے تیرا جسم نہیں رہا جبکہ اس نے اس کو کاٹ کر پھینک دیا۔[1]

مرزا قادیانی نے اپنی کتاب "نسیمِ دعوت" میں اسلام کا فلسفۂ اخلاق بیان کرتے ہوئے جو کچھ تحریر کیا ہے، دارالعلوم دیوبند کے مقتدر عالم مولانا تھانوی نے دیوبند مکتبۂ فکر کی تعلیم و تربیت کیلئے من و عن نقل کردیا۔ ملاحظہ ہو۔

مرزا قادیانی

انسان کی فطرت پر نظر کر کے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مختلف قویٰ اس غرض سے دیئے گئے ہیں تا کہ وہ مختلف وقتوں میں حسب تقاضا محل اور موقع کے ان قویٰ کو استعمال کرے۔ مثلاً انسان میں منجملہ اور خُلقوں کے ایک خلق بکری کی فطرت سے مشابہ ہے اور دوسرا خلق شیر کی صفت سے مشابہ ہے۔ پس خدائے تعالیٰ انسان سے یہ چاہتا ہے کہ وہ بکری بننے کے محل میں

مولانا تھانوی

انسان کی فطرت پر نظر کر کے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مختلف قویٰ اس غرض سے دیئے گئے ہیں تا کہ وہ مختلف وقتوں میں حسب تقاضائے محل اور موقع قویٰ کو استعمال کرے گا انسان میں منجملہ اور خلقوں کے ایک خُلق بکری کی فطرت سے مشابہ ہے اور دوسرا خلق شیر کی صفت سے مشابہت رکھتا ہے پس خدا تعالیٰ انسان سے یہ چاہتا ہے کہ وہ بکری بننے کے محل میں بکری بن جائے

[1] اشرف علی تھانوی — مولانا — المصالح العقلیۃ — ص ۲۱۸،۲۱۹

بکری بن جائے اور شیر بننے کے محل میں وہ شیر ہی بن جائے اور جیسا کہ وہ نہیں چاہتا کہ ہر وقت انسان سوتا ہی رہے۔ یا ہر وقت جاگتا ہی رہے یا ہر دم کھاتا ہی رہے۔ یا ہمیشہ کھانے سے منہ بند رکھے۔ اسی طرح وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ انسان اپنی اندرونی قوتوں میں سے صرف ایک قوت پر زور ڈال دے اور دوسری قوتیں جو خدا کی طرف سے اس کو ملی ہیں۔ اس کو لغو سمجھے اگر انسان میں خدا نے ایک قوت حلم اور نرمی اور درگزر اور صبر کی رکھی ہے تو اسی خدا نے اس میں ایک قوتِ غضب بھی رکھی اور خواہش انتقام کی بھی رکھی ہے پس کیا مناسب ہے کہ ایک خداداد قوت کو تو حد سے زیادہ استعمال کیا جائے اور دوسری قوت کو اپنی فطرت میں سے بکلّی کاٹ کر پھینک دیا جائے اس سے تو خدا پر اعتراض آتا ہے کہ گویا اس نے بعض قوتیں انسان کو ایسی دی ہیں کہ جو

اور شیر بننے کے محل میں وہ شیر بن جائے۔ اور خدا تعالیٰ ہرگز نہیں چاہتا کہ وہ ہر وقت ہر محل میں بکری ہی بنا رہے اور نہ یہ کہ ہر جگہ وہ شیر ہی بنا رہے۔ اور جیسا کہ وہ یہ نہیں چاہتا کہ ہر وقت انسان سوتا ہی رہے یا ہر وقت جاگتا ہی رہے۔ یا ہر وقت کھاتا ہی رہے۔ یا ہمیشہ سے منہ بند رکھے۔ اسی طرح وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ انسان اپنی اندرونی قوتوں میں سے صرف ایک قوت پر زور ڈال دے۔ اور دوسری قوتیں جو خدا کی طرف سے اس کو ملی ہیں۔ ان کو لغو سمجھے۔ اگر خدا نے انسان میں ایک قوت حلم اور نرمی اور درگزر اور صبر کی رکھی ہے تو اسی خدا نے اس میں ایک قوتِ غضب اور خواہش انتقام کی بھی رکھی ہے پس کیا مناسب ہے کہ ایک خداداد قوت کو تو حد سے زیادہ استعمال کیا جائے اور دوسری قوت کو اپنے میں سے کاٹ کر پھینک دیا جاوے اس سے تو

استعمال کے لائق نہیں۔ کیونکہ یہ مختلف قوتیں اسی نے تو انسان میں پیدا کی ہیں۔ پس یاد رہے کہ انسان میں کوئی بھی قوت بری نہیں ہے بلکہ ان کی بد استعمالی بُری ہے۔ سو انجیل کی تعلیم نہایت ناقص ہے۔ جس میں ایک ہی پہلو پر زور دیا گیا ہے۔ علاوہ اس کے دعویٰ تو ایسی تعلیم کا ہے کہ ایک طرف طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دیں مگر اس دعویٰ کے موافق عمل نہیں ہے۔ مثلاً ایک پادری صاحب کو کوئی طمانچہ مار کر دیکھے کہ پھر عدالت کے ذریعہ سے وہ کیا کارروائی کراتے ہیں۔ پس یہ تعلیم کس کام کی ہے۔ جس پر نہ عدالتیں چل سکتی ہیں نہ پادری چل سکتے ہیں۔ اصل تعلیم قرآن شریف کی ہے جو حکمت اور موقعہ شناسی پر مبنی ہے مثلاً انجیل نے تو یہ کہا کہ ہر وقت تم لوگوں کے طمانچے کھاؤ اور کسی حالت میں شرّ کا مقابلہ نہ کرو مگر قرآن شریف اس کے مقابل پر یہ کہتا ہے۔

خدا پر اعتراض آتا ہے۔ گویا اس نے بعض قوتیں انسان کو ایسی دی ہیں جو استعمال کے لائق نہیں کیونکہ یہ مختلف قوتیں اسی نے تو انسان میں پیدا کی ہیں۔ پس یاد رہے کہ انسان میں کوئی بھی قوت بُری نہیں بلکہ ان کی بد استعمالی بری ہے قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره علی الله (یعنی تو اگر تمہیں کوئی) دکھ (پہنچاوے مثلاً دانت توڑ دے یا آنکھ پھوڑ دے تو اس) کی سزا اسی قدر بد ہے جو اس نے کی۔ (لیکن اگر تم ایسی صورت میں) گناہ معاف کردو (کہ اس معافی کا کوئی نیک نتیجہ پیدا ہو اور اس سے کوئی) اصلاح ہو سکے (یعنی مثلاً مجرم آئندہ اس عادت سے باز آجائے۔) تو (اس صورت میں معاف کرنا ہی بہتر ہے اور) اس معاف کرنے کا خدا سے اجر ملے گا۔

جزاء سيئة سيئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره على الله یعنی اگر کوئی تمہیں دُکھ پہنچاوے مثلاً دانت توڑ دے یا آنکھ پھوڑ دے تو اس کی سزا اسی قدر بدی ہے جو اس نے کی لیکن اگر تم ایسی صورت میں گناہ معاف کر دو کہ اس معافی کا کوئی نیک نتیجہ پیدا ہو اور اس سے کوئی اصلاح ہو سکے یعنی مثلاً مجرم آئندہ اس عادت سے باز آجائے تو اس صورت میں معاف کرنا بھی بہتر ہے اور اس معاف کرنے کا خدا سے اجر ملے گا۔

اب دیکھو اس آیت میں دونوں پہلو کی رعایت رکھی گئی ہے اور عفو اور انتقام کو مصلحتِ وقت سے وابستہ کر دیا گیا سو یہی حکیمانہ مسلک ہے جس پر نظامِ عالم چل رہا ہے رعایت محل اور وقت سے گرم اور سرد دونوں کا استعمال کرنا یہی عقلمندی ہے جیسا تم دیکھتے ہو کہ ہم ایک ہی قسم کی غذا پر ہمیشہ زور

اس آیت میں دونوں پہلوؤں کی رعایت رکھی گئی ہے۔ اور عفو اور انتقام کو مصلحتِ وقت سے وابستہ کر دیا ہے۔ سو یہی حکیمانہ مسلک ہے۔ جس پر نظام عالم کا چل رہا ہے۔ رعایت محل اور وقت سے گرم اور سرد دونوں کا استعمال کرنا یہی عقلمندی ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ ہم ایک ہی قسم کی غذا پر ہمیشہ زور نہیں ڈال سکتے بلکہ حسب موقع گرم اور سرد غذائیں بدلتے رہتے ہیں۔ اور جاڑے اور گرمی کے وقتوں میں کپڑے بھی مناسب حال بدلتے رہتے ہیں۔

پس اسی طرح ہماری اخلاقی حالت بھی حسب موقع تبدیلی کو چاہتی ہے۔ ایک وقت غصہ دکھلانے کا مقام ہوتا ہے۔ وہاں نرمی اور درگزر سے کام بگڑتا ہے۔ اور دوسرے وقت نرمی اور تواضع کا موقع ہوتا ہے۔ وہاں رعب دکھلانا سفلہ پن سمجھا جاتا ہے۔ غرض ہر

نہیں ڈال سکتے۔ بلکہ حسب موقع گرم اور سرد غذائیں بدلتے رہتے ہیں۔ اور جاڑے اور گرمی کے وقتوں میں کپڑے بھی بدلتے رہتے ہیں۔ پس اسی طرح ہماری اخلاقی حالت بھی حسب موقع تبدیلی کو چاہتی ہے ایک وقت رعب دکھلانے کا مقام ہوتا ہے وہاں نرمی اور درگزر سے کام بگڑتا ہے اور دوسرے وقت نرمی اور تواضع کا موقع ہوتا ہے۔ اور وہاں رعب دکھلانا سفلہ پن سمجھا جاتا ہے۔ غرض ہر ایک وقت اور ہر ایک مقام ایک بات کو چاہتا ہے۔ پس جو شخص رعایت مصالح اوقات نہیں کرتا وہ حیوان ہے نہ انسان اور وہ وحشی ہے نہ مہذب[1]

ایک وقت اور ہر ایک مقام ہر ایک بات کو چاہتا ہے۔ پس جو شخص رعایت مصالح اوقات نہیں کرتا وہ حیوان ہے نہ انسان اور وہ وحشی ہے نہ مہذب[2]

قارئین کرام! یہ چند طویل اقتباسات آپ کی خدمت میں اس لئے پیش کئے کہ آپکو حقیقتِ واقعیہ کا اندازہ ہو جائے۔ یہ کوئی الزام نہیں ہر شخص چشمِ عبرت سے ان حوالہ جات کو ملاحظہ کر سکتا ہے۔ مرزا قادیانی کی کتاب ''آریہ دھرم'' ۱۸۹۵ء، ''اسلامی اصول کی

[1] غلام احمد قادیانی — مرزا — نسیم دعوت — ص ۷۱،۷۲

[2] اشرف علی تھانوی — مولانا — المصالح العقلیہ — ص ۳۰۳ تا ۳۰۵

فلاسفی" ۱۸۹۶ء، "کشتی نوح" ۱۹۰۲ء، اور "نسیم دعوت" ۱۹۰۵ء میں شائع ہو چکی تھیں۔ اس کے برعکس مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب "المصالح العقلیۃ للاحکام النقلیۃ" ان کی اپنی تحریر کے مطابق یکم رجب بروز جمعرات ۱۳۳۴ھ کو ختم ہوئی جو ۱۹۱۶ عیسوی تاریخ ہوتی ہے۔ ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں کہ مولانا تھانوی نے مرزا قادیانی کی کتابوں سے طویل اقتباس نقل کیے اور کوئی حوالہ نہیں دیا یا انہوں نے ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ہماری غرض صرف اور صرف یہ بتانا ہے کہ دیوبندی مکتبۂ فکر ختم نبوت کے سلسلہ میں مشکوک تھا اور یہ رازداریاں اس کا بیّن ثبوت ہیں۔ (مہرانور ۵۵۲ سے ۵۶۷)

کیا یہی ہے اکابرِ دیوبند کا نورِ ایمانی ؟؟؟

(۷)

ابتداءً غیر مقلدین (اہلحدیث) کس منہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کی مخالفت و تکذیب کرتے کہ مرزا دجال تو خود انکے گھر کا آدمی یعنی غیر مقلد تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی پیشوائے اہلحدیثِ ہند اور دجال مرزا بچپن کے گہرے دوست اور ہم سبق تھے یہی مولوی محمد حسین بٹالوی ہیں جنہیں حکومتِ برطانیہ نے انکی خدمات سے خوش ہو کر "شمس العلماء" کا خطاب دیا۔ یہ مسلّم امر ہے کہ دجال مرزا کی دکان چمکانے میں بٹالوی صاحب نے بڑی مدد کی اور مولوی بٹالوی نے اپنے ماہواری رسالہ "اشاعت السنۃ" میں مرزا کی حمایت میں وہ بے پناہ پروپیگنڈہ کیا کہ خدا کی پناہ اور دجال مرزا کچھ ہی دنوں میں بٹالوی صاحب کی تعریف و توصیف کی وجہ سے ہندوستان کے غیر مقلدین میں مشہور و معروف ہو گیا اس بات کے ثبوت میں ہم اربابِ فکر و نظر کے سامنے ایک حوالہ پیش کرتے ہیں کہ مولوی بٹالوی

صاحب رسالہ "اشاعت السنۃ" میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی تالیف براہین احمدیہ کے متعلق کیا لکھتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

"اب ہم اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانے میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔ **لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً** اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے"۔

(اشاعت السنۃ جلد ۷ صفحہ ۱۶۹ بحوالہ روحانی خزائن جلد اول صفحہ ۲)

یہی وجہ ہے کہ جب مولٰنا غلام دستگیر ہاشمی نقشبندی حنفی قصوری فتنۂ مرزائیت کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے "براہین احمدیہ" کی کفریات کی گرفت فرمائی اور اس کی عبارات پر علماء حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً وتعظیماً سے فتاوی جات حاصل فرمائے تو اِن فتاوی میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ ساتھ اس کے سب سے بڑے حمایتی پیشوائے اہلحدیث ہند مولوی محمد حسین بٹالوی کی بھی شدید گرفت کی۔ مولانا غلام دستگیر قصوری نے جب مرزا غلام احمد کو دعوت مناظرہ و اسلام دی تو بٹالوی صاحب کو بھی مناظرہ کی دعوت دی جس کو بٹالوی صاحب نے مشروط قبول کیا کہ وہ بند کمرے میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں مگر شیر اسلام علامہ غلام دستگیر ہاشمی قصوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے علماء کی موجودگی میں گفتگو پر زور دیا جس پر بٹالوی صاحب آمادہ نہ ہوئے جب چہار طرف سے دجّال مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر و مخالفت

شروع ہوئی تو بٹالوی صاحب نے بھی مناسب جانا کہ اس کی حمایت نامدار سے دستبردار ہو کر اسکی تکفیر پر کمر باندھوں۔ جبکہ قادیانیت کے ابتدائی ستون حکیم نورالدین بھیروی، مولوی عبدالکریم سیالکوٹی، مولوی محمد علی لاہوری، خواجہ کمال الدین لاہوری، عبداللہ سنوری اور ان جیسے اور بہت سے دوسرے مسلک اہلحدیث سے وابستہ تھے اور بعد میں یہ سب قادیانی مرتد ہو گئے۔

(۸)

موتِ مرزا

بسبب اسہال بروز منگل

مرزا ۲۶ مئی بروز منگل ۱۹۰۸ء مطابق ۱۳۲۶ھ کو لاہور میں ہیضہ (اسہال) کی بیماری سے مر کر واصل جہنم ہوا اور قادیان میں دفنایا گیا۔

جبکہ مرزا منگل کے دن کو اچھا نہیں سمجھتا تھا جیسا کہ اس کا بیٹا مرزا بشیر احمد ایم۔اے کہتا ہے:

''منگل ایک منحوس دن ہے''۔ (سیرت المہدی حصہ دوئم صفحہ ۱۶)

''بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود دنوں میں سے منگل کے دن کو اچھا نہیں سمجھتے تھے ....اور فوت ہوئے منگل کے دن''۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۸)

''ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ

حضرت مسیح موعود کو اپنی وفات سے قبل سالہا سال اسہال کا عارضہ تھا چنانچہ حضور اسی مرض میں فوت ہوئے''

(سیرت المہدی حصہ دوئم صفحہ ۵۸، روایت ۳۷۶)

مرزا بشیر احمد ایم۔اے لکھتا ہے:

''۲۵ مئی ۱۹۰۸ء یعنی پیر کی شام کو بالکل اچھے تھے...........تو میں نے دیکھا کہ آپ والدہ صاحبہ کے ساتھ پلنگ پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے، میں اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا اور پھر مجھے نیند آگئی۔ رات کے پچھلے پہر صبح کے قریب مجھے جگایا گیا۔ یا شاید لوگوں کے چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سے میں خود بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح اسہال کی بیماری سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے اور ادھر ادھر معالج اور دوسرے لوگ کام میں لگے ہوئے ہیں، جب میں نے پہلی نظر حضرت مسیح موعود کے اوپر ڈالی تو میرا دل بیٹھ گیا کیونکہ میں نے ایسی حالت آپ کی اس سے پہلے نہ دیکھی تھی اور میرے دل پر یہی اثر پڑا کہ یہ مرض الموت ہے''۔ (سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۹، روایت ۱۲)

پھر آگے اپنی ماں کا بیان لکھتا ہے:

''کہ حضرت مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا........... اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا

مگراب اسقدر ضعف تھا کہ آپ پاخانہ نہ جاسکتے تھے اس لئے میں نے چارپائی کے پاس ہی انتظام کردیا اور آپ وہیں بیٹھ کر فارغ ہوئے اور پھراٹھ کرلیٹ گئے اور میں پاؤں دباتی رہی مگر ضعف بہت ہوگیا تھا اس کے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو ایک قے آئی جب آپ قے سے فارغ ہوکر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ آپ لیٹتے لیٹتے پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دِگرگوں ہوگئی ....
حضرت صاحب کو اسہال کی شکایت اکثر ہوجایا کرتی تھی جس سے بعض اوقات بہت کمزوری ہوجاتی تھی..........اور آپ اسی بیماری سے فوت ہوئے''۔

(سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ ۱۱ تا ۱۳، روایت ۱۲)

(اسی طرح کا مضمون سیرت المہدی حصہ دوئم صفحہ ۵۸ روایت ۳۷۶ پر بھی ہے۔)

مرزا کی موت کے بارے میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری (غیر مقلد) سے مباہلے کی وجہ سے مرزا کی ہلاکت ہوئی۔ حقیقت کیا ہے؟ اس کیلئے حضرت علامہ عالم آسی چشتی حنفی امرتسری کی کتاب ''الکاویہ علی الغاویہ'' حصہ دوئم سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

اول:

مولوی ثناء اللہ صاحب (امرتسری) کے متعلق یوں گزارش ہے کہ جب کتاب ''قادیان کے آریہ اور ہم''

شائع ہوئی تو مولوی صاحب نے لکھا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا صاحب جھوٹے ہیں اور ان کے الہام سراسر کذب ہیں تو ان کو لکھا گیا کہ حقیقۃ الوحی تیار کر کے آپ کو بھیج دی جائے گی اس پر یہ لفظ لکھ دیں اور یہ بھی لکھ دیں کہ ''اے میرے خدا اگر میں اس بات پر جھوٹا ہوں تو میری دعا ہے کہ تیرا عذاب مجھ پر نازل ہو''۔ اس عبارت کے بعد مرزا صاحب بھی شائع کردیں گے کہ ''یہ تمام الہامات خدا کی طرف سے ہیں اور اگر میں جھوٹا ہوں تو میری دعا ہے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین'' مگر مولوی صاحب نے لکھا کہ عذاب کی تعیین کروتو مباہلہ کروں گا۔

دوم:

مرزا صاحب نے اپنی طرف سے اشتہار دے دیا کہ ''مولوی ثناء اللہ صاحب مجھے مفتری جانتا ہے یا اللہ تو جھوٹے سچے میں فرق کر، تاکہ دنیا گمراہی سے بچ جائے تو ایسا کر کہ اگر میں سچا ہوں تو میری زندگی میں ہی مولوی ثناء اللہ کو کسی مہلک مرض میں مبتلا کر، یا میرے سامنے ہی اسے موت دے، اگر میں جھوٹا ہوں تو اس کی زندگی میں ہی مجھے دنیا سے اٹھالے، یہ الہام نہیں دعا ہے۔ مولوی صاحب جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں''۔

مگر مولوی صاحب نے اہل حدیث ۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء میں لکھ دیا کہ مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں اور کوئی دانا اسے مان بھی نہیں سکتا۔ اب مرزا جی کے مرنے کے بعد خود جاہل ونادان بن گئے اور کہنے لگ گئے کہ مرزا صاحب اسی فیصلے کے مطابق مر گئے۔

سوم:

نبی اصلاح کے لئے آتے ہیں نہ افساد کے لئے۔ مرزا صاحب بھی اس لئے نہیں آئے تھے کہ آتھم مرے طاعون پڑے اور زلزلے وغیرہ آئیں، مولوی صاحب نے جب دعا سے انکار کردیا تو اب اگر مرجاتے تو اس کے تابعدار کہہ دیتے کہ وہ انکاری تھے، اس لئے دعا کے اثر سے نہیں مرے تو اصلاح کی بجائے افساد ہو جاتا، اس لئے وہ معاملہ التواء میں ڈال دیا گیا ورنہ ان کو خوف تھا کہ کہیں سزا نہ مل جائے چنانچہ مرقع قادیانی مئی ۱۹۰۸ء میں لکھتے ہیں کہ مجھ پر مباہلے کا کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ ایک سال میعاد مباہلہ گزر چکی ہے اور چند دن وفات مرزا سے پہلے مرقع جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۸ میں لکھا تھا کہ مرزائی جماعت کے جوشیلے ممبرو! اب کس وقت کا انتظار ہے۔ تمہارے پیر مغاں کی میعاد کا زمانہ تو گزر گیا درحقیقت وہ دھوکہ دیتے تھے کیونکہ وہ مباہلہ اس لئے منسوخ ہو چکا

تھا کہ انہوں نے منظوری نہ دی تھی۔

چھارم:

اہلحدیث ۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء میں لکھ چکے تھے کہ مفتری کی رسی دراز ہوتی ہے تو خدا نے اسی اصول پر فیصلہ کردیا کہ مرزا صاحب مفتری نہ تھے اور مولوی صاحب مفتری تھے اس لئے جھوٹا زندہ رہا اور سچا مر گیا.................

پنجم:

اہلحدیث ۱۹/اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ میں مولوی صاحب لکھ چکے ہیں کہ مباہلہ اور چیز ہے اور قسم اور چیز ہے اور قسم کو مباہلہ کہنا آپ جیسے (مرزائیوں) کا ہی کام ہے۔ مگر پھر بار بار لکھ رہے ہیں کہ مرزا صاحب نے مباہلہ میں ہار کھائی ہے۔

ششم:

مولوی صاحب کو تسلیم ہے کہ مباہلہ کی میعاد مرزا صاحب کی وفات سے پہلے ختم ہو چکی ہے تو اب وفات مرزا کو مباہلہ میں داخل کرنا بالکل غلط ہوگا۔

(الکاویہ علی الغاویہ حصہ دوم صفحہ ۲۷۸)

ہلاکت مرزا اور پیر سید جماعت علی صاحب علی پوری علیہ الرحمۃ

''مئی ۱۹۰۸ء میں دجال مرزا اپنے ہمنواؤں کے ساتھ لاہور بسلسلہ تبلیغ آیا۔ احمدیہ بلڈنگس کے سفید میدان میں بسرکردگی حکیم نورالدین بھیروی روزانہ نشر و تبلیغ مرزائیت میں تقاریر ہوتی تھیں اور خیال تھا کہ لاہور سے فراغت کے بعد یہ تبلیغی دورہ سیالکوٹ تک کیا جائے گا۔ دوسری طرف کچھ فاصلے پر دوسڑکوں کے مغربی تقاطع پر جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب قبلہ علی پوری کا خیمہ تردید لگا ہوا تھا۔ علمائے اسلام تردیدی مضامین سے مرزائیت کا بخیہ اُدھیڑتے چلے جاتے تھے۔ پیر صاحب سرگرم مدافعت تھے اور تقدس باطنی سے ہلاکت مرزا کی خواستگاری بجناب باری جلسہ گاہ کا مطلع و مقطع بنا ہوا تھا۔ ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء کو شاہی مسجد لاہور میں پیر صاحب نے ہلاکتِ مرزا کی بددعا بڑی شدومد سے کرائی جس میں ہزاروں مسلمان شریک تھے اور یک زبان ہوکر التجا کرتے تھے کہ یا اللہ اس ابتلائے قادیانی سے اسلام کو رہائی بخش اور مسلمانوں کو راہِ راست پر قائم رکھ۔ آمین کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔ اس دعا کے بعد جلسہ گاہ میں

متواتر دعائیں ہوتی رہیں آخر ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کو بروز پیر، پیر صاحب قبلہ نے بڑے زور سے خبر دی کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر مرزا صاحب دنیا سے رخصت ہوجائیں گے۔ جیسا کہ تازیانہ نقشبندی نمبر۲ واطاعت مرید و مرشد صادق صفحہ ۵۰ مطبوعہ گلزار ہند پریس لاہور بفرمائش ایم حسام الدین ایڈیٹر رسالہ خدام الصوفیہ میں مذکور ہے کہ مرزا بمعہ اسٹاف کے لاہور آیا، شاہ صاحب نے بھی تردیدی جلسہ بالمقابل قائم کیا۔ ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء کو شاہی مسجد میں اثنائے وعظ میں آپ نے فرمایا کہ میری عادت پیشین گوئی کرنے کی نہیں مگر مجبوراً کہتا ہوں کہ اگر مرزا کو سیالکوٹ جانے کی طاقت ہے تو وہاں جاکر دکھلائے میں کہتا ہوں کہ وہ وہاں کبھی نہیں جاسکتا کیونکہ خداتعالیٰ اس کو توفیق ہی نہیں دے گا کہ سیالکوٹ جاسکے۔ اس سے پہلے ۱۹۰۴ء میں عبدالکریم کی موت سے وہ اپنی رسوائی دیکھ چکا ہے۔ اب سب لوگ گواہ رہو کہ مرزا بہت جلد ذلت اور عذاب کی موت سے مارا جائے گا اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ مرزا کو لاہور سے نکال کر جاؤں گا کیونکہ یہ محمدیوں کے ایمانوں کا ڈاکو ہے۔ آپ نے ہر روز یہ لفظ دہرائے۔

آخر ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کی شب کو نہایت جوش سے

کھڑے ہو کر فرمایا کہ ہم کئی روز سے مرزا کے مقابلہ میں آئے ہوئے ہیں۔ پانچ ہزار روپے کا انعام بھی مقرر کیا ہوا ہے کہ جس طرح چاہے وہ ہم سے مناظرہ کرے یا مباہلہ کرے اور اپنی کرامتیں اور معجزے دکھائے لیکن اب وہ مقابلہ میں نہیں آتا لیکن آج میں مجبوراً کہتا ہوں کہ آپ صاحبان سب دیکھ لیں کہ کل ۲۴ گھنٹے میں کیا ہوتا ہے۔ آپ اتنے ہی الفاظ کہہ کر بیٹھ گئے۔ پھر رات کو مرزا ہیضہ سے بیمار ہو گیا اور دو پہر تک مر گیا۔ مفتی عبداللہ صاحب پروفیسر اورینٹل کالج لاہور نے فرمایا کہ ہم پہلے تو اس پیشین گوئی کو معمولی سمجھتے تھے، آخر وہ تو سب سے بڑھ کر نکلی۔

ایک مخالف نے کہا کہ یہ پیشین گوئی حدیث النفس ہے۔ مگر اس کو یاد رہے کہ وہ بھی توہین آلِ رسول کر کے خیر نہ منائے۔ مرزا کی تاریخ وفات ہے **لقد دخل فی قعر جهنم** ۱۳۲۶ھ۔

ناظرین! آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس پیشین گوئی کی صداقت نے ۲۴ گھنٹے کے اندر ہی تمام پیشین گوئیوں اور الہاموں سے بڑھ کر نمبر لئے ہیں۔ نہ ڈاکٹر کی پیشین گوئی نے تعیین وقت پر جرأت کی، نہ مرزا صاحب کے اپنے الہامات نے کوئی ہفتہ یا عشرہ مخصوص کیا بلکہ جیسا کہ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کا ارادہ تھا کہ لاہور میں تبلیغی جلسوں کے بعد سیالکوٹ جائے گا مگر آلِ رسول ﷺ کی زبان سیف وسنان کی طرح کاٹتی ہوئی آپ کی تمام امیدوں پر پانی پھیر گئی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ ''پیشین گوئی یوں ہوتی ہے'' جس میں نہ تاویل کی ضرورت ہے نہ شرائط لگائے گئے ہیں اور نہ فریقِ مخالف کی منظوری یا عدم منظوری کو دخل ہے اور استجابتِ دعا کا بھی اصل مصداق یہی ہے کہ جس میں فریقِ مخالف کی کسی تلوّن مزاجی کو داخل نہیں سمجھا گیا اور نہ یہ عذر کرنے کا موقع پیش آیا تھا کہ چونکہ فریقِ مخالف اندر سے ڈر گیا تھا اس لئے یہ دعا معرض التواء میں ڈال دی گئی اور مزید لطف یہ کہ مرزائیوں نے ہر ایک امر پر بحث کی ہے مگر یہ پیشین گوئی ابھی تک ویسی ہی پڑی ہوئی ہے جیسی کہ پیدا ہوئی تھی۔ کسی کو جرأت نہیں ہے کہ اس پر ژاژ خائی یا خامہ فرسائی کر کے اپنے ہذیان کا ثبوت دے۔ اس لئے ہم کہیں گے کہ موت مرزا کا فوری سبب یہی پیشین گوئی اور دعا ہے اور بس''۔

(الکاویہ علی الغاویہ حصہ دوم صفحہ ۳۸۵۔ سن طباعت ۱۹۳۳ء)

(۹)

فتنۂ قادیانیت کے خلاف آئینی وقانونی جدوجہد

علماء ومشائخ اہلسنت کی اس بھرپور علمی وعملی جدوجہد کی وجہ سے نہ صرف عوام اس دجّالی فتنے سے محفوظ رہے بلکہ حکومتی وریاستی سطح پر اس باطل فرقہ پر پابندی لگنا شروع ہوگئی۔

قادیانیت پر مسلم ممالک میں قانوناً پابندی

افغانستان: افغانستان میں ۱۹۲۵ء میں قادیانیوں کو اپنے باطل نظریات پھیلانے کی وجہ سے سزائے موت دی گئی۔ اوراس فرقہ پر پابندی عائد ہے۔

موریشس: موریشس (افریقہ) میں ۱۹۳۶ء میں وہاں کے سپریم کورٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا اور مسجد میں داخلہ پر پابندی لگادی۔

مصر: مصر میں ۱۹۵۳ء میں قادیانیوں کے لئے ملک میں داخلے پر پابندی عائد کردی گئی اور جماعت احمدیہ کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا۔

سعودی عرب: سعودی عرب میں قادیانی فرقہ پر مکمل پابندی ہے اور ۱۹۶۷ء میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں داخلے کے جرم میں قادیانیوں کو گرفتار کرلیا گیا۔

شام: شام میں قادیانی فرقہ پر مکمل پابندی ہے۔

لبنان: لبنان نے ان کے باطل اور ملحدانہ نظریات کی وجہ سے انہیں غیر مسلم قرار دے دیا ہے اور وہاں اس فرقہ پر سخت پابندی عائد ہے۔

عراق: عراقی حکومت نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا ہے۔ ان کی ترویج واشاعت پر پابندی عائد ہے۔

انڈونیشیا: جمہوریہ انڈونیشیا میں قادیانی فرقہ پر اور اس کے باطل نظریات کی

تشہیر پر پابندی ہے۔

آزاد کشمیر: آزاد کشمیر میں ۲۹ اپریل ۱۹۷۳ء کو قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کی قرارداد اتفاق رائے سے منظور ہوئی اور ۲۵ مئی ۱۹۷۳ء کو صدر سردار عبدالقیوم نے اس قرارداد کی توثیق کی۔

بنگلہ دیش: بنگلہ دیش میں اس فرقہ پر پابندی عائد ہے۔ حکومت نے اتفاق رائے سے اس کے ماننے والوں کو غیر مسلم قرار دے دیا ہے۔

رابطہ عالم اسلامی

۱۹۷۳ء میں رابطہ عالم اسلامی کا ایک اجلاس اپریل میں منعقد ہوا جس میں اسلامی ممالک کی سو سے زائد تنظیموں کے نمائندوں نے شرکت فرمائی اس اجلاس میں قادیانیوں کے غیر مسلم ہونیکی قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی۔

پاکستان: ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء قائد اہلسنت سالار تحفظ ختم نبوت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پر دو ماہ کے مباحثہ کے بعد پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ قومی اسمبلی کے اس تاریخی مباحثے میں شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے کلیدی کردار ادا کیا۔

(۱۰)

قادیانیت کے مقابل علمائے اہلسنت وجماعت کی علمی وعملی جدوجہد کا عملی نتیجہ

آج ہمارے سامنے ہے کہ قادیانیت پوری دنیا کے سامنے برہنہ ہے اور اسلامی دنیا میں اس پر پابندی ہے نیز اس کی حیثیت ''انگریز کے خودکاشتہ پودے'' اور ''سامراجی ایجنٹ'' سے

زیادہ نہیں۔

عرصہ دراز سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اکابر علماء کی علمی و تحقیقاتی خدمات جوکہ انہوں نے تحفظ عقیدۂ ختم نبوت کے سلسلے میں سرانجام دیں، انہیں از سرِنو نئی نسل کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ وہ قادیانیت کی تاریخ اور اس کے عزائم نیز اس کے مقابل اپنے اسلاف کے علمی کارناموں سے روشناس ہوسکیں۔ چنانچہ فقیر راقم الحروف نے اس وسیع وعریض میدان میں اپنی استطاعت کے مطابق کام کا آغاز کیا۔ اللہ رب العالمین نے حضور خاتم النّبیین محمد رسول اللہ ﷺ کے طفیل بہت کامیابی عطا فرمائی۔ اور پاکستان کے مختلف کتب خانوں سے اسلاف کی نایاب کتب کا ایک ذخیرہ جمع ہوگیا۔ پھر اس ذخیرے میں سے منتخب کتب کے شائع کرنے کے ایک بڑے منصوبے کا آغاز کیا گیا۔ بحمد اللہ اس منصوبے کی پہلی کڑی چھ جلدوں کی صورت میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ان مجلدات میں ۱۸۸۳ء سے ۱۹۲۹ء تک اکابر اہل سنت کی ردّ قادیانیت پر تالیف کی جانے والی کتب کا انتخاب شامل ہے اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ عزوجل۔

حضرت علامہ مولانا مفتی **غلام دستگیر** ہاشمی دائم الحضوری
قریشی صدیقی نقشبندی حنفی قصوری رحمۃ اللہ علیہ

○ حالاتِ زندگی
○ ردِقادیانیت

حالات زندگی

حضرت علامہ مولانا مفتی غلام دستگیر ہاشمی قریشی صدیقی نقشبندی حنفی قصوری رحمۃ اللہ علیہ محلہ چلہ بیبیاں اندرون موچی گیٹ لاہور میں پیدا ہوئے[1]۔ والد کا اسم گرامی مولانا حسن بخش صدیقی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ کے ایک بڑے بھائی مولانا محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ مسجد ''ملا مجید'' لاہور میں ایک عرصہ تک خطابت اور تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری خلیفہ شاہ غلام علی مجددی دہلوی رحمہما اللہ کی ہمشیرہ تھیں۔ اس طرح مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت غلام محی الدین قصوری کا شاگرد، خواہرزادہ، داماد، مرید باصفا اور خلیفہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔

جب مولانا قصوری سن شعور کو پہنچے تو حضرت مخدوم غلام مرتضٰی قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ روحانی درس گاہ اور علمی مکتب مغربی پاکستان کے اولیاء وعلماء کی روحانی اور علمی تربیت گاہ کی حیثیت سے مرجع خلائق بن چکا تھا۔ اور اس وقت مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری کے فیضان کا شہرہ اطراف واکناف پاک وہند تک پھیل چکا تھا، ترجمان حقیقت سید وارث شاہ اور سید بلھے شاہ رحمہما اللہ جیسے نامور صوفیاء اسی درس گاہ کے فیضان سے مالا مال ہو کر آسمان شہرت پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکے تھے۔ ان بزرگان دین کی ضیاء پاشیوں سے قلوب واذہان کے تاریک خانے بقعہ نور بن چکے تھے۔ حضرت مولانا غلام مرتضٰی بیربلوی اور حضرت غلام نبی للّٰہ شریف رحمہما اللہ ان دنوں حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری کی شاگردی میں روحانی دولت سے دامن مراد بھرنے میں مصروف تھے۔ مولانا قصوری

[1] سن ولادت معلوم نہ ہو سکا۔ ۱۲ منہ

کو اس درسگاہ کی کشش نے لاہور سے دعوت تربیت دی۔ آپ نے وقت کے اس جلیل القدر استاد کے سامنے زانوئے ادب طے کیا جس کے کمالات کا ایک کرشمہ یہ بھی تھا۔

ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

آپ نے منقولات و معقولات میں کمال حاصل کیا۔ زمانہ طالب علمی میں اپنی ذہانت اور محنت کی بدولت اپنے اساتذہ سے خراج تحسین حاصل کیا۔ آپ ابتدا ہی سے فکری اور نظریاتی مباحث میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ آپ اس چیز کو اچھی طرح محسوس کرتے تھے کہ درس گاہوں کے باہر کی دنیا فکر و نظر کے اختلافات میں کھوگئی ہے اور ملک کی سیاست پر انگریز قابض ہو چکا ہے جس نے مسلمانوں کی وحدت فکر کو پارہ پارہ کرنے کے لئے ہزاروں اعتقادی فتنوں کو بیدار کر دیا تھا۔ آپ کے استاد حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے مستقبل کے ایسے ہی اعتقادی فتنوں کے سدباب کے لئے اپنے لائق اور ذہین شاگرد کو خاص انداز میں تربیت دے کر تیار کیا۔

اہل اللہ سے عقیدت

مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی بے پناہ مصروفیتوں کے باوجود اہل اللہ سے بڑی عقیدت کا مظاہرہ کیا کرتے تھے جہاں کوئی صاحب نظر دیکھا پا برہنہ پہنچے اور زانوئے ادب طے کیا۔ حضرت مخدوم علی الھجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، بابا فرید شکر گنج پاک پٹن رحمۃ اللہ علیہ، دربار عالیہ چاچڑاں شریف، اوچ شریف اور ملک کے دوسرے مزارات پر آپ اہتمام سے حاضری دیتے۔ آپ نے اپنی کتاب "تحفہ دستگیریہ" کے صفحہ نمبر ۱۳۳ پر خواجہ فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پاک پر زائرین کے بے پناہ ہجوم کا منظر یوں کھینچا ہے:

"فقیر مزار پر انوار حضرت شیخ فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ پاک

پٹن شریف گیا۔ وہاں حضرت مولانا مولوی دادار بخش مرحوم مجھے ایک بلند مقام پر لے گئے، جہاں سے زائرین کا ہجوم صاف دکھائی دیتا تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ ہزاروں لوگ صف بستہ رواں دواں بہشتی دروازے کو جا رہے ہیں اور کئی لوگ ان زائرین کے سر پر پاؤں رکھ کر بڑی تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ دروازے کے قریب جا کر وہ انسانوں کے جم غفیر میں غوطہ لگاتے اور دروازے سے گزرتے ہیں۔ جن لوگوں کے سر اور کندھوں پر سے یہ لوگ گزر رہے تھے وہ نہ تو شکایت کرتے اور نہ ہی کسی تکلیف کا اظہار کرتے۔ ان محبت کیش عوام کی عقیدت و محبت کی محویت کا یہ منظر میرے لئے حیران کن تھا۔ اور جن بزرگانِ دین کی کرامات کا میں علمی طور پر قائل تھا اپنی آنکھوں دیکھ کر یقین کے رتبہ کو پہنچا"۔

از کرامت خار گلشن مے شود

دیدۂ بے نور روشن مے شود

(تحفہ دستگیریہ صفحہ ۱۳۳ بحوالہ تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور از صاحبزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب)

آپ نے قرآن پاک کی تفاسیر اور احادیث کی تشریحات کا دقت نظر سے مطالعہ لیا۔ تعلیم سے فارغ ہوتے ہی اعتقادی نشو و نما کا کام کرنے لگے۔ انگریزی حکومت نے سلامی معاشرے کو مسموم کرنے کے لئے کئی قسم کے اعتقادی زہر پھیلا دیئے۔ بداعتقاد علماء

کی پیٹھ ٹھونکی جاتی، فتنہ پرور عناصر کو فتنہ سامانیوں کی پوری مراعات بہم پہنچائی جاتیں، ان نظریات کو خاص طور پر پھیلایا جاتا جس سے ملت اسلامیہ کی وحدت فکر کو پارہ پارہ کیا جاسکتا تھا، عوامی ذہن کو شکوک وشبہات کی نذر کردیا جاتا۔ اس وقت کی معاشرتی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ مرزائیت، وہابیت، چکڑالویت، نیچریت اور پھر دیوبندیت جیسے محسوسہ اور غیر محسوسہ فرقے رینگتے ہوئے آگے بڑھے اور حشرات الارض کی طرح اسلامی زندگی کی تمام راہوں کو متعفن کرنے میں مصروف ہوگئے۔ ہر مسجد، ہر مجلس، ہر جلسہ گاہ، ہر درسگاہ، غرضیکہ ہر گھر ان فتنوں کی آماجگاہ بنادیا گیا۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ان فرقوں کے داعیان اپنے آپ کو اسلام اور دین کا اولین ''خادم'' اور ''حق پرست'' کہتے نہ تھکتے۔

ان نامساعد حالات میں مولانا قصوری اللہ کا نام لے کر میدان عمل میں آئے اور ان طوفانوں کے سامنے ڈٹ گئے۔ لاہور کی علمی دنیا آپ کی ہمت مردانہ اور فاتحانہ انداز تکلم سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ ہند کے مشاہیر نے آپ کی خدمات کا اعتراف کیا۔ عرب وعجم کے دینی حلقوں نے آپ کی علمی اور اعتقادی خدمات کو بڑا سراہا۔ آپ نے وقت کے اس چیلنج کا نہایت پامردی سے مقابلہ کیا۔ برصغیر پاک وہند کے ہر شہر، ہر قصبہ، ہر میدان اور ہر جلسہ میں پہنچے اور بداعتقاد علماء کے کھوکھلے دعووں کے تاروپود بکھیر دیئے۔ آپ کے زور استدلال اور انداز بیان کے سامنے ان فتنہ پردازوں کا پندار ٹوٹ جاتا اور اکثر میدان چھوڑ کر راہ فرار اختیار کرتے۔ مولانا قصوری تمام زندگی علمی وتحریری میدان میں تحفظ دین کے لئے مصروف جہد رہے اور یوں سنیوں کا یہ بطل عظیم ۱۸۹۷ء، ۱۳۱۵ھ میں واصل بحق ہوا۔

تصانیف

آپ کی مشہور تصانیف کے اسماء ذیل میں درج کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین اپنے ذوق کے پیش نظر ان موضوعات کا تفصیلی مطالعہ کرسکیں اور مصنف کی علمی کاوشوں کا صحیح اندازہ کرسکیں۔

۱. ''عمدة البيان فى اعلان مناقب النعمان'': (۱۲۸۵ھ)

یہ کتاب وہابیوں کے شیخ الکل جناب میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کی مشہور تصنیف ''معیار الحق'' کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ پہلے یہ کتاب فارسی میں چھپوائی گئی، بعد میں اس کی مقبولیت کے پیش نظر اردو میں بھی اشاعت کی گئی۔

۲. ''تحفه دستگيريه به جواب اثناعشريه'': (۱۲۸۵ھ)

اس کتاب میں مولوی غلام علی قصوری ثم امرتسری کے احناف پر دس اعتراضوں کے جواب ہیں۔

۳. ''تحقيق صلوٰة الجمعه'': (۱۲۸۸ھ)

تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

۴. ''مخرج عقائد نوری بجواب نغمه طنبوری پادری عماد الدين'': (۱۲۹۴ھ)

رسوائے پنجاب پادری عماد الدین نے ''نغمہ طنبوری'' میں اسلام پر بڑے رکیک حملے کئے تھے۔ مولانا قصوری نے اس کتاب میں ان خیالات کی پرزور تردید کی اور ساتھ ہی لودھیانہ میں ایک مناظرہ میں پادری عماد الدین کو شکست فاش دی۔

۵. ''هدية الشيعتين منقبت چار يار معه حسنين رضى الله عنهم'' (۱۲۹۵ھ)

یہ کتاب فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع ہوئی اس میں شیعہ اور خوارج کے نظریات کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔

٦۔ "توضیح دلائل وتصریح ابحاث فرید کوٹ":

ریاست فرید کوٹ کے راجہ نے اپنے اہتمام میں علمائے اہل سنت اور غیر مقلدین کے درمیان بڑے مناظرے کرائے۔ ان تمام مناظروں میں ملک کے بڑے بڑے جید علماء شریک ہوتے تھے۔ مولانا قصوری نے ان مباحث کو یکجا جمع کر کے ترتیب دیا اور آخر میں مہاراجہ فرید کوٹ نے فیصلہ بھی دیا۔ یہ کتاب نظریاتی اختلافات کی ایک تاریخی روئیداد ہے اور خاص کر مسئلہ تقلید میں بڑا ہی مواد جمع کیا گیا ہے۔

٧۔ "عروۃ المقلدین بالہام القوی المبین": (١٣٠٠ھ)

مسئلہ تقلید اس زمانے کے علمائے دین میں مابہ نزاع بن گیا تھا اور ہر سطح پر اس موضوع پر گفتگو ہوتی تھی۔ مولانا قصوری نے اس کتاب میں تقلید پر بڑے پرزور دلائل دیئے ہیں۔

٨۔ "ظفر المقلدین": (١٣٠٢ھ)

یہ کتاب مولوی محی الدین لکھوی کی کتاب "ظفر المبین" کے جواب میں لکھی گئی اور مسئلہ تقلید پر بڑے پختہ دلائل دیئے گئے۔

٩۔ "جواہر مضیہ ردّ نیچریہ": (سن ١٣٠٤ھ)

اس کتاب میں سرسید احمد خان کے ایک خط کا جواب مفصل دیا گیا ہے اس خط میں سرسید احمد خان نے اپنے نیچری عقائد اور خاص کر اللہ کی ذات پر اپنا نظریہ پیش کیا تھا۔ مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف اس خط کا جواب دیا بلکہ اسے کتابی شکل میں شائع بھی کروایا۔

١٠۔ "ظہور اللمعہ فی ظہر الجمعہ": (١٣٠٤ھ)

مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "فتح رحمانی" کے حاشیہ میں اس کتاب

کا ذکر فرمایا ہے مگر تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

١١۔ "کشف السطور عن مسئلہ طواف قبور": (١٣٠٥ھ)

تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

١٢۔ "نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار": (١٣٠٥ھ)

یہ رسالہ گوجرانوالہ کے بعض غیر مقلدین کے اس اشتہار کے جواب میں لکھا گیا جس میں انہوں نے صلوٰۃ وسلام پر اعتراض کیا۔ آپ نے گوجرانوالہ کے عوام کی دعوت پر ان اشتہار والے علماء کا سخت تعاقب کیا اور گوجرانوالہ پہنچ کر کوٹ بھوانیداس میں مولوی عبدالعزیز اور مولوی عبدالقادر سے مناظرہ کیا اور اس مناظرے کو آپ نے کتابی شکل میں شائع کرا کے تقسیم کیا۔

١٣۔ "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل": (١٣٠٧ھ)

یہ کتاب آپ کی اعتقادی اور فکری اختلافات میں مفاہمت کے لئے ایک اہم کوشش ہے۔ اس کتاب کو ان تمام اختلافات کی اصلاح میں ایک بنیادی اور فیصلہ کن حیثیت حاصل ہوگئی ہے جو آج تک بعض حلقوں میں وجہ نزاع بن گئے ہیں۔ سب سے پہلے دیوبندی مکتبۂ فکر کے ان علمائے ہند نے جن میں سے بعض حضرات حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بھی تھے ان مسائل سے اختلاف کیا جو سنی مکتبۂ فکر میں مسلمہ حیثیت رکھتے تھے۔ ان مسائل پر ان سے پہلے ابن تیمیہ، قاضی شوکانی، محمد بن عبدالوہاب نجدی اور پھر اسمٰعیل دہلوی اپنی تحریروں میں اعتراضات کر چکے تھے۔ علمائے دیوبند نے ان حضرات کی تحریروں سے متاثر ہو کر سواد اعظم اہلسنت کے معتقدات کو غلط قرار دینا شروع کر دیا تو علمائے ربانی نے ان کی تحریروں کا نوٹس لیا، مگر جنگ آزادی ١٨٥٧ء میں علمائے اہل سنت پر جو مصائب ٹوٹے اُن سے ان بدعقیدہ علماء کے حوصلے بلند ہوگئے اور ان کی یہ حرکتیں

باقاعدہ ایک فتنے کی شکل اختیار کر گئیں۔ بعض صلح جو حضرات نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کیا اور ان کی رائے لی تو آپ نے ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' کی صورت میں ان لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر بات سلجھنے کی بجائے بگڑتی چلی گئی۔ مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''انوار ساطعہ'' کے رد میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی (جو ان دنوں بہاولپور میں مدرس تھے) نے ''براہین قاطعہ'' لکھی۔ اس کتاب میں وہ علمائے اہل سنت پر خوب برسا، اس کتاب کو مولوی رشید احمد گنگوہی کی مکمل تائید حاصل تھی بلکہ بقول مصنف نزہۃ الخواطر کے یہ کتاب مولوی گنگوہی ہی کی ہے۔

مولوی انبیٹھوی، مولانا قصوری کے مخلص احباب میں سے تھے اور علمائے اہل سنت کی ان تمام تحریروں پر تائیدی اور تصدیقی مہریں ثبت کرتے تھے جو اعتقادی مسائل پر سامنے آتے۔ ''ابحاث فریدکوٹ'' میں مولوی انبیٹھوی ان تمام اعتقادی مسائل میں تصدیقی مہریں ثبت کر چکے تھے جو علمائے اہل سنت کے اعتقادی نظریات پر مبنی تھے۔ ''براہین قاطعہ'' کی تحریر سے مولانا قصوری کو بڑا صدمہ ہوا وہ بنفس نفیس بہاولپور پہنچے اپنے دوست سے بالمشافہ گفتگو کر کے صورت حال معلوم کرنے کی سعی بلیغ فرمائی مگر صاحب ''براہین قاطعہ'' کو اپنی ہٹ پر قائم پا کر حیرت زدہ رہ گئے۔ اندریں حالات مولانا قصوری کے سامنے اس کے بغیر چارہ کار نہ تھا کہ ان مسائل کو عوام کے سامنے پیش کر کے مولوی انبیٹھوی اور ان کے ہم خیال علماء کو بحث کا موقعہ دیا جائے۔ چنانچہ شوال ۶ ۱۳۰ھ بمقام بہاولپور ان اعتقادی مسائل پر مفاہمت کی ایک بھرپور کوشش کی۔ مولوی انبیٹھوی اپنے چھ دیوبندی علماء لے کر فروکش ہوئے اور مولانا قصوری نے اپنے چھ ساتھیوں سمیت نواب آف بہاولپور کی نگرانی میں ان مسائل پر گفتگو کا آغاز کیا جو ''انوار ساطعہ'' اور ''براہین قاطعہ'' میں زیر بحث آ چکے تھے اس اعتقادی مفاہمت کی مجلسی بحث کے حکم حضرت شیخ المشائخ خواجہ

غلام فرید چشتی حنفی چاچڑاں شریف رحمۃ اللہ علیہ مقرر ہوئے۔ مناظرے میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو شکست فاش ہوئی اور حَکَم مناظرہ نے لکھ دیا کہ ان دیوبندی حضرات کے اعتقاد اُن وہابی علماء سے ملتے ہیں جو اس برصغیر میں **اعتقادی خلفشار** کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ اس فیصلے کے بعد مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو ریاست سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔

علمائے دیوبند نے بعض اشتہارات میں اپنے ہم خیال عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ نظریات تو محض علمائے برصغیر کے ہاں ہی پائے جاتے ہیں علمائے حرمین شریفین تو ان کے ہمنوا نہیں۔ مولانا قصوری علیہ الرحمۃ ۱۳۰۷ھ میں اس کتاب کو لے کر عازم بیت اللہ ہوئے اور دوران سفر اس کتاب کا عربی ترجمہ بھی کرتے رہے۔ چنانچہ وقت کے جید علمائے دین نے اس کتاب کی مکمل تائید فرمائی۔ علمائے حرمین شریفین کے کچھ نام یہ ہیں جنہوں نے مولانا قصوری علیہ الرحمۃ کی خدمت کو سراہا۔ مفتی محمد صالح کمال حنفی مکی صاحب، مفتی محمد سعید شافعی مکی صاحب، مفتی محمد عابد بن حسین مالکی مکی صاحب، مفتی خلف بن ابراہیم حنبلی مکی صاحب اور مفتی عثمان بن عبدالسلام حنفی مدنی صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ۔

بعض دیوبند حضرات کا یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ علمائے حرمین چونکہ اردو نہیں جانتے تھے مولانا قصوری کی ہاں میں ہاں ملا کر تصدیق کر دی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان علماء میں مولانا عبدالحق مہاجر مکی بھی ہیں۔ یہ ضلع الہ آباد و قصبہ نارہ کے باشندے تھے یہ تو اردو جانتے تھے۔ گنگوہی صاحب کے سوانح نگار عاشق الٰہی میرٹھی کے بقول گنگوہی صاحب کو بھی جانتے تھے (تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ ۹۲ بحوالہ تحقیقات صفحہ ۲۳۶) انہوں نے کیسے تصدیق کر دی؟ ان علماء میں حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکی صاحب بھی ہیں جو کہ گنگوہی صاحب کے پیر ہیں کیا انہوں نے بھی ایسے ہی تصدیق فرما دی؟ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب مہاجر مکی نے

بالتفصیل تقریظ وتصدیق سے نوازا جس میں ایک جملہ یہ بھی ہے:

''سو کہتا ہوں کہ میں جناب مولوی رشید کو رشید سمجھتا تھا مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے ....

مولوی رشید احمد اس مردود (قادیانی) کو مرد صالح کہتے تھے، اور جو علماء اس مردود کے حق میں کچھ کہتے تھے مولوی رشید احمد اپنی ہٹ سے نہیں ہٹتے تھے، اور کہتے تھے مرد صالح ہے''۔

(تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل عربی، اردو صفحہ ۳۰۷)

حضرت علامہ مولانا انوار اللہ صاحب مصنف ''افادۃ الافہام'' جو مشاہیر علمائے ریاست حیدر آباد دکن ہیں انہوں نے بھی اس کتاب کی تصدیق فرمائی۔

اعلیحضرت امام اہلسنت مفتی احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۲۰ھ میں ''المعتمد المستند'' تصنیف فرمائی جس میں مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے براہین قاطعہ کی کفری عبارت کی بنا پر تکفیر فرمائی پھر آپ ۱۳۲۴ھ میں حج وزیارت کے لئے تشریف لے گئے تو اسی فتویٰ کی تائید وتقویت کیلئے ''المعتمد المستند'' کا وہ حصہ جس میں ان لوگوں کی نام بنام تکفیر تھی علمائے حرمین شریفین کی خدمات عالیہ میں پیش فرمایا اور دونوں حرم کے اجلہ علمائے کرام مفتیان عظام نے اس کی تصدیقیں فرمائیں۔ حج وزیارت سے واپسی کے بعد ان تمام تصدیقات کو ''حسام الحرمین'' کے نام سے چھپوا دیا۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ رئیس العلماء مفتی محمد صالح کمال حنفی مکی اور مولانا عبد الحق مہاجر مکی کی تصدیقات بھی اس کتاب میں موجود ہیں جو کہ مولانا قصوری علیہ الرحمۃ کی کتاب تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل میں ہے۔

ہاں اگر کوئی اعتراض کرے کہ امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کی کتاب پر علامہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب مہاجر مکی اور حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہما کی تقریظات وتصدیقات کیوں نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت رحمت اللہ کیرانوی صاحب کا سن وصال ۱۳۰۸ھ اور حضرت امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کا سن وصال ۱۳۱۷ھ ہے اور امام اہلسنت ۱۳۲۴ھ میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے لہٰذا یہ اعتراض درست نہیں۔

۱۴۔ ''تحقیق تقدیس الوکیل'': (۱۳۰۸ھ)

اس کتاب میں آپ نے بڑی تحقیق وتفصیل سے حضرت باری تعالیٰ کی تقدیس کو پیش کیا ہے اور ابن تیمیہ کے مقلدین کے عقائد کی بے راہ روی کی نشاندہی کر کے ان اعتراضات کا جواب دیا ہے جو وہ آئے دن اٹھاتے رہتے تھے۔

ردّ قادیانیت

براہین احمدیہ کی ابتدائی اشاعت کے وقت سے ہی مولانا قصوری رحمۃ اللہ نے اپنی مومنانہ فراست سے یہ بھانپ لیا تھا کہ یہ بڑا فتنہ ہے چنانچہ اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے اوّلی روز سے ہی میدان عمل میں آگئے اور ردّ قادیانیت میں اوّلیت کا سہرا بھی آپ ہی کے سر ہے آپ اپنی تحاریر وتقاریر میں براہ راست مرزا دجال کو مخاطب کرتے رہے اور وہ بھی اپنی کتابوں واشتہارات میں مولانا قصوری کو مخاطب کرتا رہا۔

۱۔ تحقیقات[1] دستگیریہ فی رد ھفوات براھینیہ: (۱۸۸۳ء)

مولانا قصوری علیہ الرحمۃ کی یہ ردّ قادیانیت میں پہلی تصنیف ہے جس میں علمائے

۱۔ تلاش بسیار کے بعد حضرت علیہ الرحمۃ کی کتاب تحقیقات دستگیریہ اور رجم الشیاطین قدیم نسخے کی فوٹو کاپی ملی اور اس کا ٹائیٹل پیج ہاتھ کا لکھا ہوا تھا رجم الشیاطین اور تحقیقات دستگیریہ ایک طرف عربی اور دوسری طرف اردو ہے اردو

ہند خصوصاً لاہور وامرتسر کے علماء کی تصدیقات بھی موجود ہیں۔

۲۔ رجم الشیاطین برد اغلوطات البراھین: (۱۸۸۶ء)

یہ کتاب عربی زبان میں ہے جس کو مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''تحقیقات دستگیریہ'' سے ملخص کیا اور علمائے حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً وتعظیماً سے تصدیقات حاصل کیں جس میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی تصدیق موجود ہے۔ اسی کتاب کے ذریعے علمائے حرمین شریفین فتنۂ قادیانیت سے واقف ہوئے۔ اور یہ کتاب مرزا قادیانی کو کھٹکتی تھی جس کا اظہار خود قادیانی نے اس طرح کیا ''مولوی غلام دستگیر قصوری وہ بزرگ تھے جنہوں نے میرے کفر کیلئے مکہ معظمہ سے کفر کے فتوے منگوائے تھے''۔

(حقیقۃ الوحی ص ۲۵۹، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۲۵۹)

۳۔ فتح رحمانی به دفع کید کادیانی: (۱۳۱۴ھ)

مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب قادیانیوں کے ایک اشتہار کے جواب میں معمول کی ایک تصنیف ہے۔ لیکن مرزا قادیانی کذاب کی ایک معرکۃ الاراء کذب بیانی نے ہمارے اور قادیانیوں کے لیے اس کتاب کو ایک تاریخی معرکۃ الاراء کتاب بنا دیا ہے۔

مرزا دجّال کا ایک اور جھوٹ

مولانا قصوری علیہ الرحمۃ کا وصال ۱۸۹۷ء میں ہوا، اس وقت مرزا زندہ تھا۔ مولانا قصوری علیہ الرحمۃ فتنۂ قادیانیت کے استیصال میں اول روز سے ہی مصروف عمل تھے اور دجال مرزا آپ کی حیات میں آپ کے مقابل ہونے سے گریز کرتا رہا جیسا کہ آپ نے اپنی

سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ رجم الشیاطین کا ترجمہ یا تقریباً خلاصہ ہے تحقیقات دستگیریہ کا اصل نسخہ یا اس کی نقل دستیاب نہ ہوسکی حقیقت حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اگر کسی صاحب کے پاس اصل کتاب یا اس کی نقل موجود ہو اور ردقادیانیت پر حضرت علیہ الرحمۃ کی اور کتب ہوں تو ہمیں اطلاع کریں۔

کتاب ''فتح رحمانی'' میں حمد وصلوٰۃ کے بعد رقمطراز ہیں۔ ''عبدہ الحقیر محمد ابو عبدالرحمٰن فقیر غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری کان اللہ لہ برادران دین اسلام کی خدمت میں اعلام کرتا ہے کہ فقیر ابتداء ۱۳۰۲ ہجری مقدسہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو دنیا پرست اور دین فروش جانتا ہے چنانچہ محض ابتغاءً لمرضات اللہ اس کی تردید میں حتی الامکان مصروفیت کرکے حضرات علماء حرمین محترمین زادھما اللہ تعالی حرمۃً و شرفاً سے اس کی کتاب ''براہین احمدیہ'' اور رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' ذی قعدہ وذی الحجہ ۱۳۰۱ھ ومحرم ۱۳۰۲ھ جس میں اس کی تاویلیں تھیں بھیج کر استفتاء کیا تھا کہ ایسا شخص جو اپنے الہام کو مرادف وحی انبیاء یعنی قطعی ویقینی جانتا ہے اور انبیاء سے کھلی کھلی برابری بلکہ بعض جگہ اپنے آپ کو انبیاء سے بڑھاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اس پر حضرت مولانا مولوی محمد رحمت اللہ (کیرانوی) علیہ الرحمۃ نے (جو منجانب حضرت سلطان روم بتجویز حضرت شیخ الاسلام کے ملقب بخطاب پایہ حرمین شریفین ہیں) فقیر کے رسالہ ''رجم الشیاطین برد اغلوطات البراہین'' کی نقول کو مطابق اصل براہین کرکے لکھ دیا تھا کہ مرزا قادیانی دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ پھر حضرات مفتیان حرمین شریفین نے بھی اس کے بارہ میں قادیانی شیطانی اور مسیلمہ کذاب ثانی وغیرہما الفاظ کو استعمال فرما کر رسالہ موصوفہ کی کمال تصدیق فرمائی جو ۱۳۰۵ھ میں واپس آیا جس کو فقیر نے بعد مدت دراز اس کی توبہ کے انتظار کے ۱۳۱۲ھ کے صفر میں شائع کرکے اپنی سبکدوشی حاصل کر لی تھی پھر آخیر رجب ۱۳۱۴ھ میں مرزا جی نے رسائل اربعہ فقیر کو بھیج کر بشمولیت بہت سے علماء دین متین کے فقیر کو بھی مباہلہ کے واسطے قسمیں دے کر بلایا اور مباہلہ نہ کرنیوالے کو ملعون بنایا فقیر نے بنظر صیانت عقائد عوام اہل اسلام مرزا جی کو قبولیت مباہلہ لکھ کر ۱۵ر شعبان تاریخ مقرر کرکے معہ اپنے دونوں فرزندزادوں کے ۲ شعبان کو وارد لاہور ہوئے، جس پر مرزا جی کی طرف سے حکیم فضل الدین لاہور میں آیا اور ایک مجمع عظیم کرکے مسجد ''ملا مجید'' میں فقیر پر معترض ہوا کہ

حضرت اقدس مرزا صاحب نے آپ کی یہ غلطی نکالی ہے کہ مباہلہ قرآنی میں صیغہ جمع ہے آپ تنہا کیونکر مباہلہ کر سکتے ہیں؟ فقیر نے اسی مجمع میں اپنے رقعہ قبولیت مباہلہ سے اپنے فرزندوں کی شمولیت سے اپنا جمع ہونا ثابت کیا بلکہ اس وقت دونوں کو روبرو دکھلا دیا۔ جس پر مدعی مسیح موعود اور اس کے حواریوں کی غلطی مانی گئی تھی پھر ظہور اثر مباہلہ کے لئے جو مرزا جی نے ایک برس کی میعاد رکھی تھی اس کو فقیر نے بدلیل قرآن وحدیث اٹھانا چاہا اس پر حکیم مذکور اور مرزا جی نے ہٹ کیا۔ جس پر فقیر نے ۱۶ شعبان کو اشتہار شائع کر کے میعاد ۲۵ رشعبان ایزاد کی اور آخیر شعبان تک منتظر رہا بلکہ پانچ روز امرتسر میں جا کر مرزا جی کو بلایا وہ مباہلہ کے لئے نہ آئے اور اشتہار مورخہ ۲۰ شعبان بجواب اشتہار فقیر اس مضمون کا شائع کیا کہ تمام احادیث صحیحہ سے ظہور اثر مباہلہ کی میعاد ایک سال ثابت ہے اور میں مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں اور میری تکفیر کرنے والے تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتے اور مجھ کو باوجود کلمہ گو اور اہل قبلہ ہونے کے کافر ٹھہراتے ہیں الخ۔ اس کے جواب میں فقیر نے پندرہ اکابر علمائے اہل سنت لاہور وقصور وامرتسر سے بدلیل قرآن وحدیث تصدیق کرایا کہ مباہلہ شرعی میں کوئی میعاد سال وغیرہ نہیں ہے مرزا قادیانی نے محض بغرض دھوکہ دہی جو اس کا جبلی وطیرہ ہے قید ایک سال لگائی ہے الخ اور فقیر نے رمضان مبارک میں اس کے اشتہار کی تردید میں بہت سی تصانیف مرزا قادیانی سے اس کے کھلے کھلے دعویٰ نبوت کے اور نیز توہین انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جو سبب ہے اس کی تکفیر کا ثابت کر دیئے ہیں اور انشاء اللہ العزیز وہ تمام مضمون ایک کتاب موسوم بنام ''تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام'' میں شائع ہوں گے۔ جس سے سب پر ظاہر وباہر ہو جائے گا کہ مرزا جی باوصف ان دعویٰ نبوت وتوہین انبیاء کے ہرگز ہرگز کلمہ گو واہل قبلہ متصور نہیں ہیں نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔

آپ کے وصال کے بعد اپنی سچائی ظاہر کرنے کیلئے مرزا دجال نے آپ پر یہ

جھوٹا الزام لگایا کہ

''مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری نے اپنی کتاب فتح رحمانی میں اپنے طور پر میرے ساتھ مباہلہ کیا اور یہ دعا کی کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اس کو ہلاک کردے''۔ (لیکچر لاہور ص ۴۷، روحانی خزائن ج ۲۰ ص ۱۹۳)

ایک اور جگہ لکھتا ہے

''مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسمٰعیل علی گڑھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ کاذب ہے۔ مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے''۔

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۹، روحانی خزائن ج ۱۷، ص ۴۵)

مرزا دجال نے اس الزام کو اپنی ان تالیفات میں بھی ذکر کیا ہے۔

۱۔ (چشمۂ معرفت ص ۳، روحانی خزائن ج ۲۳ ص ۳)، ۲۔ (اربعین نمبر ۴ ص ۹۹، روحانی خزائن ج ۱۷، ص ۴۴۱)، ۳۔ (رسالہ تحفۃ الندوہ ص ۱۰، روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۹۸)، ۴۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۴۴، روحانی خزائن ج ۲۲، ص ۳۴۴)، ۵۔ (نزول المسیح ص ۸۵، ۸۴، روحانی خزائن ج ۱۸، ص ۶۱، ۴۶۰)۔

دجال مرزا جس نے اللہ رب العالمین پر جھوٹ باندھا، اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے فرمان انا خاتم النبیین لانبی بعدی کو جھٹلایا، حضرت بی بی مریم صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کی پاکدامنی کی گواہی اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید نے دی،

ان پر تہمت باندھی۔ تو اگر کذاب قادیانی اپنے ایسے مخالف (قصوری) جس کے شب وروز اس کی تردید وتکذیب میں صرف ہوتے تھے، ایسے پر جھوٹ باندھے تو کوئی بڑی بات نہیں، کیونکہ اس کے تمام دعووں کی عمارت ہی جھوٹ اور کذب پر مبنی ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا اس لئے اس نے ''فتح رحمانی'' کو ''فتح رحمان'' لکھا (لیکچر لاہور ص ۴۷، روحانی خزائن ج ۲۰ ص ۱۹۳) اور کہیں ''فیض رحمانی لکھا (چشمہ معرفت ص ۳، روحانی خزائن ج ۲۳ ص ۳)

آپ پوری کتاب ''فتح رحمانی'' چھان ماریئے ایک ایک سطر کو عرق ریزی سے پڑھ لیجئے پوری کتاب میں آپ کو یہ الفاظ۔ ''یہ دعا کی کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اس کو ہلاک کردے'' اور یہ الفاظ ''اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے پہلے مرے گا کیونکہ کاذب ہے'' کہیں بھی نہیں ملیں گے۔ صبح قیامت تک مرزا غلام کی ذریت یہ الفاظ اِس کتاب ''فتح رحمانی'' میں نہیں دکھا سکتی۔ تو ثابت ہوا کہ مرزا دجال غلام قادیانی اپنے وقت کا کذابِ اعظم تھا کتاب فتح رحمانی کا وجود ہی مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے دعووں کو جھوٹا ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔

۴۔ تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام:

اس کتاب کا ذکر مولانا قصوری علیہ الرحمۃ نے فتح رحمانی بہ دفع کید قادیانی میں ذکر فرمایا، اس کی تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔

محمد امین قادری حنفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحقیقاتِ دستگیریہ فِی ردّ ہفواتِ براہینیہ

(سنِ تصنیف: 1883ء / ۱۳۰۱ھ)

تصنیفِ لطیف

حضرت علامہ مولانا مفتی غلام دستگیر ہاشمی دائم الحضوری قریشی صدیقی نقشبندی حنفی قصوری رحمۃ اللہ علیہ

نحمده ونصلي علىٰ رسوله الكريم!

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

حمد وصلوٰۃ وسلام! کے بعد واضح ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی پنجابی جو علماء غیر مقلدین سے ہے غیر اسلامی فرقوں پر دین اسلام کی حقیقت کے ظاہر کرنے کی غرض سے اردو زبان میں ایک کتاب تالیف کی اور اس کا نام "براهين احمديه على حقيقة كتاب الله القرآن والنبوة المحمديه" رکھا اور چاروں حصے اس کے شہر امرتسر میں چھپوائے اور اس کے تیسرے حصے میں دعویٰ کیا کہ کامل ولیوں کا الہام قطع اور یقین کا مفید ہوتا ہے اور باتفاق سواداعظم علماء کے وحی اصل رسالت کا مترادف ہے۔ چنانچہ اصلی عبارت اس کی رسالہ عربیہ میں منقول ہے۔ پھر بیس ہزار قطعہ اشتہار کا بدیں مضمون چھپوا کر شائع کیا کہ "کتاب براہین احمدیہ" کو خدا کی طرف سے مؤلف (یعنی مرزا غلام احمد) نے ملہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح وتجدید دین تالیف کیا ہے اور اس نے اپنے الہامات وخوارق وکرامات واخبار غیبیہ واسرار لدنیہ وکشوف صادقہ ودعائیں مستجابہ راست ہونے سے دین اسلام کی راستی وصدق ظاہر کیا ہے اور ان خوارق وغیرہ پر آریہ وغیرہ شاہد ہیں۔ جس کا ذکر تفصیل وار کتاب براہین احمدیہ میں درج ہے اور مصنف کو علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح بن مریم کے کمالات سے بشدت مشابہ ہیں اور اس کو خواص انبیاء ورسل کا نمونہ بنا کر برکت متابعت آنحضرت ﷺ کے بہت سے اکابر اولیاء ومانقدم پر فضیلت دی گئی ہے اور مصنف کے قدم پر چلنا موجب نجات وسعادت وبرکت ہے اور اس کی مخالفت سبب بعد وحرمان کا ہے (یعنی حق تعالیٰ کی رحمت سے) ثبوت اور

دلائل اس کے براہین احمدیہ کے چاروں حصص مطبوعہ کے پڑھنے سے جو ۳۷ جزو ہے ظاہر ہوتے ہیں (اور ادنیٰ قیمت اس کی پچیس روپیہ مقرر ہے) پھر اسی اشتہار میں درج ہے کہ اور اگر اس اشتہار کے بعد بھی کوئی شخص سچا طالب بن کر اپنی عقدہ کشائی نہ چاہے اور دلی صدق سے حاضر نہ ہو تو ہماری طرف سے اس پر اتمام حجت ہے۔ جس کا خدا تعالیٰ کے روبرو اس کو جواب دینا پڑے گا۔'' الخ المشتہر خاکسار مرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر پنجاب انتہی ملخصاً۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳ تا ۲۵) پس اس اشتہار کی ترغیب کے سبب صدہا اہل اسلام نے اس کی کتاب خریدی۔ چنانچہ پنجاب و ہندوستان وغیرہما میں وہ کتاب بہت مشہور ہوئی۔

اس کے تیسرے، چوتھے حصہ میں مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ بہت سی آیات قرآنی وعبارات عربیہ اس پر الہام ہوتی ہیں۔ جیسا کہ صفحہ ۴۸۵ میں لکھا ہے اور یہ بھی صاف دعویٰ کیا ہے کہ اکثر آیات فضائل انبیاء اس پر نازل ہوتی ہیں۔ اور ان آیات سے اللہ تعالیٰ نے اس کو مخاطب کیا ہے۔ اور ان خطابات سے وہی مراد ہے۔ اور اکثر الہامی باتیں بلکہ سب کی سب جو اس پر وحی ہوتی ہے۔ پرلے درجے کی اس کی تعریف ہے۔ جس سے نبیوں کے مرتبہ کو اس کا پہنچ جانا نکلتا ہے۔ بلکہ بعض ملہمات سے اس کی انبیاء سے ترقی اور تعلّی سمجھ میں آتی ہے۔ والعیاذ باللہ من ذالک! جیسا کہ دونوں قسم کے ملہمات کا ہم نمونہ ناظرین کے ملاحظہ کے واسطے ذکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور جناب رسول خدا ﷺ کے راضی کرنے کی نیت سے ہم ان کا رد لکھتے ہیں۔ پہلے قسم کے الہامات کا نمونہ جس کو براہین احمدیہ کا مؤلف کامل الہام اور وحی رسالت کی مانند جانتا ہے یہ ہے ان آیات اور عربی فقرات کا ترجمہ:

(۱)...... اے احمد! اللہ نے تجھ میں برکت دی۔ (۲)...... تم نے کنکر نہیں پھینکے۔ جب پھینک دیئے تھے لیکن خدا نے پھینکے تھے۔ (۳)...... تو ڈراوے ان لوگوں کو جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے۔ (۴)....... اور تاکہ ظاہر ہو کہ گنہگاروں کا راستہ۔ (۵)...... تو کہہ دے میں مامور ہوں اور اول ایمان لاتا ہوں ان الہاموں پر۔ (۶)...... تو کہہ حق آگیا اور جھوٹ نابود ہوا۔ جھوٹ نابود ہی ہونے والا ہے۔ (۷).... تو کہہ اگر میں افتراء کرتا ہوں یعنی خدا پر پس مجھ پر گناہ ہے۔ (۸)..... اور تو اپنے رب کی نعمت سے دیوانہ نہیں۔ (۹)..... تو کہہ دے اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ خدا تم سے محبت کرے گا۔ (براہین احمدیہ ص ۲۳۸، ۲۳۹۔ سے یہ نو ۹ الہام منقول ہوئے ہیں۔

(۱۰)...... ہم مسخری کرنے والوں سے تیرے لیئے کافی ہیں۔ پھر ص ۲۴۰ میں یہ پانچ الہام درج ہیں۔ (۱۱)..... اور تو کہہ دے تم اپنی جگہ عمل کرو میں بھی عمل کرتا ہوں۔ جلد تم معلوم کر لو گے۔ (۱۲)..... وہ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔ اگرچہ کافر نہ پسند کریں۔ (۱۳)...... جب آگئی نصرت اور فتح خدا کی۔ (۱۴)۔ یہ میری پہلی خواب کی تاویل ہے خدا نے اس کو سچ کر دیا ہے۔ پھر ص ۲۴۱ یہ پانچ الہام لکھے ہیں: (۱۵)..... تو خدا کا نام لے۔ پھر ان کو چھوڑ دے ان کو اپنی بک بک میں کھیلا کریں۔ (۱۶)... اور ہرگز نہ راضی ہوں تجھ سے یہود اور نصاریٰ۔ اور تو کہہ خداوندا مجھے راستی کی جگہ داخل کر۔ (۱۸)... ہم نے تیری فتح کر دی ہے۔ ظاہر فتح۔ (۱۹)..... اور تجھے گمراہ پاکر راستہ دکھلایا۔ پھر ص ۲۴۲ میں تین الہام ہیں: (۲۰)..... ہم نے کہا اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا ابراھیم پر۔ (۲۱)..... اے لحاف پوش کھڑا ہو جا اور ڈرا اپنے رب کی

تکبیر کہہ۔ (۲۲)..... اور نیکی کا حکم کر اور گناہ سے روک۔ پھر ص ۴۸۶ پر کہا ہے کہ مجھ پر یہ الہام بھی نازل ہوئے ہیں: (۲۳)..... اے احمد! تجھ کو خداوند کریم نے برکت دی جو تیرا حق تھا۔ پھر ص ۴۸۹ براہین میں لکھتا ہے کہ: (۲۴)..... مجھ کہا تو مجھ سے میری توحید اور تفرید کے مرتبہ میں ہے۔ مولانا فیض الحسن مرحوم سہارنپوری نے اپنے عربی اخبار شفاء الصدور میں لکھا ہے کہ مؤلف براہین (مرزا قادیانی) نے اس الہام میں دعویٰ کیا ہے کہ میرا منکر خدا کی توحید کا منکر ہے۔ انتہیٰ مترجمۃ۔ پھر ۴۸۱ صفحہ میں براہین میں یہ الہام لکھا ہے کہ: (۲۵)..... ''جب خدا کی مدد آگئی اور فتح اور تیرے رب کی بات پوری ہوگئی۔ یہ وہ چیز ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے۔'' اور ان فقرات آیات کا ترجمہ براہین کے ص ۴۹۱ کی سطر ۱۸ اور ۱۹ میں یوں لکھا ہے کہ: ''جب مدد اور فتح الٰہی آئے گی اور تیرے رب کی بات پوری ہوجائے گی تو کفار اس خطاب کے لائق ٹھہریں گے کہ یہ وہی بات ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے''۔ انتہیٰ بلفظہ! ص ۴۹۳ میں براہین والے نے اپنے لئے یہ الہام لکھا ہے: (۲۶)..... ''دنی فتدلیٰ'' پھر نزدیک ہوا اور لٹک آیا ''فکان قاب قوسین او ادنیٰ'' پس ہوا قدر دو کمانوں کا یا اس سے بہت نزدیک۔'' پھر ص ۴۹۶ میں اپنے لئے ان الہامات کا دعویٰ کیا ہے کہ: (۲۷)..... ''اے آدم! تو اپنی زوجہ سمیت بہشت میں رہ۔ اے احمد! تو اپنی زوجہ کے ساتھ بہشت میں مکان پکڑ۔ پھر مراد اس کی یوں لکھتا ہے۔ اے آدم اے مریم اے احمد تو اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے جنت میں یعنی نجات حقیقی کے وسائل میں داخل ہوجاؤ۔'' انتہیٰ بلفظہ! پھر ص ۵۰۳ اپنے لئے یہ الہام درج کئے ہیں: (۲۸)..... ''بے شک تو صراط مستقیم پر ہے۔ (۲۹)...... خدا کے حکم کو ظاہر پہنچا اور جاہلوں سے روگردانی کر۔ پھر ص

۵۰۴ آیت کا الہام لکھا ہے اور ترجمہ اس کا خود کیا ہے: (۳۰)..... ''ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلے امت محمدیہ میں کئی اولیاء کامل بھیجے۔ پر شیطان نے ان کی توابع کی راہ کو بگاڑ دیا..... الخ۔'' انتہیٰ بلفظہ! اب ظاہر ہے کہ کاف خطاب جو آنحضرت ﷺ کی طرف راجع تھا۔ اسی براہین والے نے اپنا نفس مراد رکھا ہے اور رسولوں سے اولیاء امت ارادہ کئے ہیں۔ اور اسی صفحہ میں اپنے لیے آیت کا الہام بھی لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ کیا کرتا ہے کہ: (۳۱)..... ''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو رات کے وقت میں سفر کرایا۔ یعنی ضلالت اور گمراہی کے زمانہ میں جو رات سے مشابہ ہے۔ مقامات معرفت اور یقین تک لدنی طور سے پہنچایا۔ انتہیٰ بلفظہ پھر صفحہ نمبر ۵۰۶ میں ان دونوں آیتوں کا اپنی طرف الہام ہونا ظاہر کیا ہے جن کا ترجمہ خود یہ لکھتا ہے کہ: (۳۲)..... اور جب تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو میں نزدیک ہوں دعا کرنے والے کے۔ دعا قبول کرتا ہوں۔'' (۳۳)..... ''اور میں نے تجھے اس لئے بھیجا ہے تاکہ سب لوگوں کے لئے رحمت کا سامان پیش کروں۔'' انتہیٰ بلفظہ۔ پھر صفحہ ۵۱۰ میں چند آیات قرآنی اپنے حق میں نازل کر کے ان کا خود ترجمہ یوں لکھتا ہے: (۳۴)..... کیا تو اسی غم میں اپنے تئیں ہلاک کردے گا کہ یہ لوگ کیوں نہیں ایمان لاتے۔ (۳۵)..... اور ان لوگوں کے بارے میں جو ظالم ہیں میرے ساتھ مخاطبت مت کر۔ وہ غرق کئے جائیں گے۔ (۳۶)..... اے ابراہیم اس سے کنارا کر۔ یہ صالح آدمی نہیں۔ (۳۷)..... تو صرف نصیحت دہندہ ہے۔ (۳۸)... اور نہ تو ان پر نگہبان ہے۔ چند آیات جو بطور الہام القاء ہوئی ہیں بعض خاص لوگوں کے حق میں ہیں۔ انتہیٰ بلفظہ۔ یعنی مراد غرق کئے گئے اور غیر صالح سے بعض خاص لوگ

ہیں۔'' پھر صفحہ ۵۱۷ میں بعض آیات قرآنی کا اپنے لئے نازل ہونا قرار دے کر ترجمہ ان کا یوں لکھا ہے: (۳۹).....اے احمد! تیرے لبوں پر رحمت جاری ہوئی۔ (۴۰).....ہم نے تجھ کو معارف کثیرہ عطا فرمائے ہیں۔ ۴۱......اس کے شکر میں نماز پڑھ اور قربانی دے۔ ۴۲....اور ہم نے تیرا بوجھ اتار دیا۔ جو تیری کمر توڑ دے اور تیرے ذکر کو اونچا کر دیا ہے۔'' انتہی بلفظہ! پھر صفحہ ۵۵۶ میں ایک آیت اپنے لئے وارد کر کے صفحہ ۵۵۷ میں اس کا یوں ترجمہ کیا ہے: (۴۳).....''اے عیسیٰ! میں تجھے کامل اجر بخشوں گا۔ یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ اور تیرے تابعین کو ان پر جو منکر ہیں قیامت تک فائق رکھوں گا۔ اس جگہ عیسیٰ کے نام سے بھی عاجز مراد ہے''۔ انتہی ملخصاً۔ نیز صفحہ ۵۵۵ میں فقرہ عربیہ کا الہام لکھ کر اس کا ترجمہ صفحہ ۵۵۶ میں یوں کرتا ہے کہ: (۴۴).....''میرے پاس خدا کی گواہی ہے۔ پس کیا تم ایمان نہیں لاتے۔ یعنی خدا تعالیٰ کا تائیدات کرنا اور اسرار غیبیہ پر مطلع فرمانا اور پیش از وقوع پوشیدہ خبریں بتلانا اور دعاؤں کو قبول کرنا اور مختلف زبانوں میں الہام دینا اور معارف اور حقائق الٰہیہ سے اطلاع بخشنا یہ سب خدا کی شہادت ہے۔ جس کو قبول کرنا ایمان داروں کا فرض ہے۔'' انتہی بلفظہ! پھر صفحہ ۵۶۱ میں آیت قرآنی اپنے لئے نازل کر کے ترجمہ اس کا صفحہ نمبر ۵۶۲ میں یوں لکھتا ہے کہ: (۴۵)....''کہہ خدا کی طرف سے نور اترا ہے۔ سو تم اگر مومن ہو تو انکار مت کرو۔'' انتہی بلفظہ! پھر صفحہ ۵۶۱ میں حضرت سلیمان و حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہما السلام کے حق کی آیات اپنے لئے نازل کر کے صفحہ ۵۶۲ میں تصریح کرتا ہے کہ مراد ان سے میں ہوں۔ چنانچہ اصل عبارت اس کی یہ ہے کہ: (۴۶)...''وہ نشان سلیمان کو سمجھائے یعنی اس عاجز کو۔ (۴۷)...سو تم ابراہیم کے نقش قدم پر چلو۔ یعنی رسول کریم ﷺ کا یہ طریقہ حقہ

کہ جو حال کے زمانہ میں اکثر لوگوں پر مشتبہ ہو گیا ہے اور بعض یہودیوں کی طرح صرف ظواہر پرست اور بعض مشرکوں کی طرح مخلوق پرستی تک پہنچ گئے ہیں یہ طریقہ خداوند کریم کے اس عاجز بندہ سے دریافت کر لیں اور اس پر چلیں۔'' انتہی بلفظہ! یہ خاتمہ اس کی کتاب یعنی چوتھے حصے کا ہے۔ پس ان سینتالیس ۴۷ الہامات سے جو اکثر آیات قرآنی اور بعض فقرات عربیہ ہیں جن کو مؤلف براہین احمدیہ نے اپنے لئے الہام اور وحی قرار دیا ہے۔ بخوبی ظاہر ہے کہ اس شخص نے لوازم رسالت[1] اور خواص نبوت اپنے لئے ثابت کئے ہیں۔

کیونکہ اوّل اس نے برخلاف اہل سنت اس پر یقین کیا ہے کہ اولیاء کا الہام اور وحی رسالت دونوں ایک معنے رکھتے ہیں۔ اور الہام بھی قطعی و یقینی ہوتا ہے۔ پھر اس نے بڑے استحکام سے ثابت کیا ہے کہ جو مضامین اس پر نازل ہوتے ہیں ان کی تبلیغ واجب ہے۔ اور وہ ڈرانے، خوشخبری سنانے پر مامور ہے کہ جس نے خدا کا دوست بننا ہو اس کی متابعت کرے۔ خدا اس سے محبت کرے گا۔ اور یہ کہ اس کے ملہمات کا قبول کرنا لوگوں پر فرض ہے اور ان کا انکار منع ہے۔ پس جو اس پر ایمان لایا وہ مومن ہے اور جس نے اس کا انکار کیا وہ کافروں سے ہے۔ جیسا کہ ۴۴ اور ۴۵ ویں الہام کے ترجمہ اردو میں اس نے خود تصریح کی ہے اور رسالت و نبوت کے معنی یہی ہیں کہ ایسی فضیلت عظمیٰ حاصل ہوا اور نبیوں کے ساتھ شرکت کا مطلب یہ ہے کہ ایسے بڑے رتبہ پر مشرف ہو۔ علاوہ ازیں جن خطابات سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سرور دو عالم ﷺ کو مخاطب کیا ہے۔ صاحب براہین اب

[1] انبیاء سے اپنا مراد ہونا اور اپنی تصدیق کو ایمان اور اپنے انکار کو کفر سے تعبیر کرنا وغیرہ ذالک جو ان الہامات سے صراحتاً ظاہر ہے۔

ان خطابات سے اپنے نفس کو مراد رکھتا ہے تو یہ صراحتاً الحاد فی الایات نہیں تو اور کیا ہے؟ اور قرآن شریف کی تحریف معنوی میں کون سا دقیقہ فروع گزار چھوڑا ہے۔ اگر کسی کو شبہ گذرے کہ مؤلف براہین کا اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کا تابع جانتا ہے اور اپنے لئے ان فضائل عظیمہ کا حاصل ہونا آپ ﷺ کی مطابعت سے بطور ظلّیت مانتا ہے۔ جیسا کہ اس نے اشتہار منقولہ بالا میں تصریح کی ہے اور نیز کئی جگہ براہین میں اقرار کرتا ہے کہ وہ مورد حدیث ''علماء امتی کا انبیاء بنی اسرائیل۔'' کا ہے تو اس حالت میں کیونکر متصور ہو کہ وہ رسالت اور نبوت کو اپنے لئے ثابت کرتا ہے؟۔ دیکھو وہ اپنی فضیلت اولیاء پر ثابت کر رہا ہے اور یہ اس نے ہرگز نہیں کہا کہ میں انبیاء سے ہوں تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ صریح ثابت ہے کہ مؤلف براہین نے اپنی کتاب نصاریٰ اور یہود اور بت پرستوں کے مقابلہ میں واسطے ظاہر کرنے حقیقت دین اسلام کے تالیف کی ہے۔ تو اس کتاب میں یہ درج کرنا کہ میں نبیوں کی صفتوں سے جو قرآن میں مذکور ہیں موصوف ہوں اور آیات قرآنی جن میں رسولوں کے خاصے مسطور ہیں۔ مجھ پر نازل ہوئی ہیں۔ ان کا مورد میں ہوں۔ کیا فائدہ رکھتا ہے؟۔ کیونکہ جن کو قرآن پر ایمان ہی نہیں وہ ان باتوں پر کیونکر تصدیق کریں گے اور مؤلف براہین کی عظمت شان پر ایمان لائیں گے۔

پس معلوم ہوا کہ اصلی غرض براہین والے کی ان الہامات کے بیان اور وحی کے عیان سے مسلمان سے باور کرانا ہے کہ میں سب ولیوں سے افضل ہوں اور نبیوں کا نمونہ ہوں اور اس کے قادیان میں مکہ معظمہ کی طرح وحی اترتی ہے اور اب خدا کا حکم ہے کہ سب لوگ قریب و بعید ہر طرف سے قادیان آویں۔ اور ہدایت پائیں اور جو نہ حاضر ہو گا خدا

تعالیٰ اس سے حساب لے گا۔ جیسا کہ اشتہار سے نقل اس کی اوپر منقول ہو چکی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے دعوے اکابر صحابہ، خلفائے راشدین و اماماں اہل بیت و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو افضل ہیں ساری امت سے صادر نہیں ہوئے۔

پس صاحب براہین کے یہ دعوے صریح مساوات کا اظہار ہے انبیاء و مرسلین سے۔ اگرچہ وہ اہل اسلام کے بلوے کے خوف سے صاف اقرار نہیں کرتا کہ میں رسول ہوں۔ لیکن یہ تو اس پر نازل ہو رہا ہے: قل انی امرت وانا اول المؤمنین. فاصدع بما تؤمر واعرض عن الجاهلين . لعلك باخع نفسك ان لا يكونوا مؤمنين . قل جاء كم نور من الله فلا تكفروا ان كنتم مؤمنين. '' جن کا ترجمہ اوپر لکھا گیا ہے۔ پس یہ دعویٰ نبوت نہیں تو اور کیا ہے؟۔ مع ہذا اس نے اشتہار میں صراحتاً لکھا ہے کہ میں انبیاء و رسل کا نمونہ ہوں۔ جس کی نقل اوپر ہو چکی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ نمونہ شے کا عین وہ شے ہوتی ہے جیسا کہ فارسی کی نثر مشہور ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے۔ یعنی گیہوں کے انبار سے۔ مثلاً ایک مٹھی اس کا نمونہ ہے تو اس اقرار اشتہار سے ثابت ہے کہ صاحب براہین اپنے آپ کو انبیاء و مرسلین سے جانتا ہے۔ پس صاف یہ مثلیت ہے کہ نہ ظلّیت اور نیز اس نے براہین کے صفحہ ۵۰۴ میں یہ فقرہ اپنا الہام لکھا ہے: '' جری اللہ فی حلل الانبیاء. '' اور اس کا ترجمہ اور تفسیر یوں کرتا ہے کہ اس فقرہ الہامی کے یہ معنی ہیں کہ '' منصب ارشاد و ہدایت اور مورد وحی الٰہی ہونے کا دراصل حلّہ انبیاء ہیں اور ان کے غیر کو بطور مستعار ملتا ہے اور یہ حلّہ انبیاء امت محمدیہ کے بعض افراد کو بغرض تکمیل ناقصین عطا ہوتا ہے''۔ انتہی بقدر الحاجۃ!

پس براہین والے کی خود تصریح سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کا مورد ہونا نبیوں کا خاصہ ہے تو اس کو اپنے لئے ثابت کرنا نبوت کا اثبات ہے اور یہ کہنا کہ غیر انبیاء کو بطور مستعار، یہ خلّہ ملتا ہے باطل ہے۔ کیونکہ منصب ورود وحی رسالت غیر انبیاء کو ہرگز نہیں ملتا اور ولیوں کا الہام رسالت سے مترادف نہیں۔ اس لئے کہ وحی رسالت ملائکہ کی حفاظت سے محفوظ ہوتی ہے اور اس کی اطلاع میں ہرگز کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہوتا اور نہ اس میں احتمال خطا کا ہوتا ہے۔ اسی واسطے مکلّفین پر اس کا قبول واجب ہے۔ جس نے اس کو مانا وہ مومن ہے جس نے اس کا انکار کیا وہ کافر ہے۔ برخلاف الہام اولیاء کے کیونکہ الہام سے اگرچہ بعضے حقائق ذات وصفات الٰہی کا علم حاصل ہوتا ہے۔ یا بعضے وقائع دنیا کا بھی یقین ہوجاتا ہے۔ مگر بجمیع الوجوہ شک وشبہ سے زائل نہیں ہوتا اور احتمال خطا اس میں باقی رہتا ہے۔ اسی لئے لوگوں پر اس کا ماننا لازم نہیں ہوتا جیسا کہ تفسیر فتح العزیز میں آیت :"عالم الغیب" کے نیچے اس پر تصریح ہے اور یہ بھی اعتقاد اہل سنت ہے۔

لہٰذا نبیوں کے اخبار غیب پر ایمان واجب ہے اور کاہن ونجومی وغیرہما جو غیب کی خبر دیں۔ اس کی تصدیق کفر ہے اور علیٰ ہذا مدعی الہام جو بعد الانبیاء اپنے الہامات کی خبر دے۔ اس کی تصدیق بھی ناجائز ہے۔ جیسا کہ مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ اکبر کی شرح کی ملحقات میں تصریح کی ہے۔ اکابر اہل سنت کا اتفاق تو اسی پر ہے اور غیر مقلدین اور ان کا امام صاحب براہین جو الہام اولیاء کو حجت قطعی وحی رسالت کی طرح بتاتے ہیں۔ ان کی غلطی کا منشاء حضرت خضر علیہ السلام کے الہام کا ذکر اور واقعہ الہام ام موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہم السلام ہے۔ جو منصوص قرآنی ہے۔ جیسا کہ براہین کے صفحہ ۵۴۸ میں لکھا ہے۔ اور نیز:"خضر جن میں سے

کوئی نبی نہ تھا۔ انتہی۔ یہ اس شخص کا جہل عظیم ہے۔ کیونکہ علماء عقائد حقہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ حضرت خضر جمہور علماء کے نزدیک نبی ہیں اور قرآن مجید صاف ناطق ہے۔ اختلاف حال ومال وحی موسیٰ اور الہام مادر موسیٰ ہیں۔ کیونکہ ہرچند ان کو الہام منجانب اللہ تعالیٰ ہوا تھا کہ اپنے فرزند کو دریا میں ڈال دے۔ وہ سلامتی سے تیرے پاس آجائے گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمان ہے کہ جب موسیٰ کے معاملے میں خائف ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا اور خوف وغم نہ کرنا۔ ہم تیری طرف اس کو لوٹا دیں گے اور اس کو رسول بنادیں گے۔ یہ ترجمہ ہے آیات کا، تو اس الہام پر مادر موسیٰ کو خود بھی اطمینان نہ ہوا تھا۔ ورنہ اس کی ایسی حالت نہ ہوتی۔ جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے:"واصبح فواد ام موسیٰ فارغا."یعنی"اور ہوگیا دل ماں موسیٰ کا خالی صبر سے"۔ تحقیق نزدیک تھا کہ البتہ ظاہر کردے اس کو اگر نہ باندھ رکھتے ہم اوپر دل اس کے ہمت، تو کہ ہوا ایمان والوں میں سے اور بے شک حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام اس وحی میں مطمئن تھے کہ:"لاتخاف درکاً ولا تخشیٰ"یعنی فرعونیوں کے پکڑ لینے سے مت ڈر۔ اسی لئے جب آپ کے اصحاب متحیر ہوئے اور قوم فرعون کے لشکر کو دیکھ کر بولے۔ جیسا کہ قرآن میں خبر دی گئی ہے کہ بے شک پکڑے گئے۔ تب حضرت موسیٰ کے جواب کو قرآن نے یوں حکایت کیا کہ ہرگز نہیں پکڑے جانے میرے ساتھی۔ میرا رب ہے مجھے راستہ دکھا دے گا۔

پس بشہادت قرآن مبین وحی رسالت والہام اولیاء میں فرق آسمان وزمین پیدا ہوگیا اور جو ان دونوں کو ایک ہی جانتا ہے وہ بالکل باطل پر ہے بالیقین اور حدیث:"علماء امتی کالانبیاء بنی اسرائیل"بے اصل ہے۔ چنانچہ دمیری اور زرکشی اور عسقلانی تینوں

نے کہا ہے۔علامہ قاری نے رسالہ ''المصنوع فی احادیث الموضوع'' میں اس پر تصریح کی ہے۔مطبوعہ لاہور کے ص ۱۶ سطر ۱۹ میں دیکھو۔ رہا دعویٰ صاحب براہین کہ میں تابع ہوں آنحضرت ﷺ کی شریعت کا۔سو ہر چند یہ دعویٰ محض زبانی ہے دل سے نہیں۔جیسا کہ اس کی کتاب اس پر شاہد ہے اور عنقریب اس کا بیان ہوگا۔تاہم دعویٰ اتباع فی النبوت ورسالت نہیں ہے۔کیونکہ براہین کے صفحہ ۴۹۹ میں ہے کہ: ''مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے۔'' انتہیٰ۔پس جیسا کہ بموجب زعم براہین والے کے اتباع اور خادمیت حضرت موسیٰ نے حضرت مسیح کی نبوت میں کچھ خلل اندازی نہیں کی۔ ویسا ہی یہ شخص باوجود اتباع آنحضرت ﷺ کے اپنے آپ کو خصائص نبوت ورسالت سے موصوف کر رہا ہے اور نیز انبیاء اگرچہ بحسب مراتب وقرب عنداللہ ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔چنانچہ تیسرے سپارہ کی ابتدائی آیت کا یہ ترجمہ ہے کہ وہ رسول ہم نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے مگر مؤمن بہ ہونے میں سب انبیاء برابر ہیں۔جیسا کہ قرآن مجید میں مؤمنین سے حکایت فرمائی ہے کہ ہم نہیں فرق کرتے ہیں۔یعنی ایمان لانے میں رسولوں کے درمیان۔الحاصل غور کرنے والا عالم جب ملہمات صاحب براہین میں تدبّر اور تعمل فرماتا ہے تو یقیناً معلوم کر جاتا ہے کہ براہین والے نے صاف دعویٰ برابری کا انبیاء سے کیا ہے۔دیکھو صاحب براہین احمدیہ ص ۵۱۱ میں آیت ''قل انما انا بشر'' کو اپنے حق میں نازل کر کے صفحہ ۵۱۲ کی سطر ۱۶، ۱۷ میں اس کا ترجمہ یوں لکھتا ہے: ''پھر فرمایا ہے کہ میں صرف تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں۔مجھ کو یہ وحی ہوتی ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی تمہارا معبود نہیں۔وہی اکیلا معبود ہے۔جس کے ساتھ کسی چیز

کو شریک کرنا نہیں چاہئے۔'' انتہیٰ بلفظہ اور براہین کے ص ۲۴۲ میں آیت: ''واتل علیھم'' کو اپنے حق میں نازل کر لیا ہے۔جس کا ترجمہ یہ ہے اور پڑھ ان پر جو وحی کی جاتی ہے تیری طرف تیرے رب سے۔'' پس یہ صریح مقابلہ ہے صاحب براہین کا سید المرسلین ﷺ سے۔

الغرض براہین کا مؤلف ہر چند اپنی زبان سے صریح دعوے نہیں کرتا کہ میں نبی ہوں۔تا کہ اہل اسلام خواص وعوام بلوئی نہ کر دیں۔لیکن اس میں شک نہیں کہ کوئی خاص الخاص انبیاء سے باقی نہیں چھوڑا۔جس کو اس نے اپنے لئے ثابت نہ کر لیا ہو۔بلاشبہ اس کی مثال علی گڑھ والے نیچری (سرسید احمد خان) کی ہے۔جس طرح اس نے اسلام کے فرائض کو اٹھا دیا اور کبیرہ گناہوں کو حلال بنا دیا ہے۔جس پر اس کی تفسیر قرآن اور اخبار ''تہذیب الاخلاق'' شاہد ہے اور فقیر راقم الحروف کان اللہ لہ نے اس کے ہفوات کے رد میں ایک رسالہ مستقلہ جس کا نام ''جواہر مضیہ رد نیچریہ'' ہے شائع کیا ہے۔فالحمد للہ علی ذالک! پس یہ نیچری باوصف تنسیخ اپنے آپ کو خواص اولیاء اور دین کے تائید کرنے والوں سے جان رہا ہے۔ایسا ہی حال ہے صاحب براہین کا علماء راسخین کی نظروں میں۔چنانچہ مولانا فیض الحسن مرحوم سہارنپوری نے اپنے اخبار ''شفاء الصدور'' میں صاف لکھ دیا ہے کہ مرزا قادیانی مثلِ علیگڑھی نیچری کے ہے۔یعنی اختلال دین اسلام واضلال خواص وعوام میں رہا۔ یہ اِدّعا براہین والے کا کہ میں اکثر اکابر اولیاء ماتقدم سے افضل ہوں۔سو یہ بھی مثل دعویٰ نمونہ انبیاء کے سراسر باطل ہے۔کیونکہ صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت ساری امت پر بحکم قرآن شریف اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔جیسا کہ دینی کتابوں میں مرقوم ہے اور باقی حال فضیلت اس مدعی کا آئندہ ظاہر ہو جائے گا۔اس تحریر کو یاد رکھ کر سنئے کہ عجائب

ملہمات مرزا قادیانی سے وہ بھی ہیں جو ص ۴۹۸، میں انا انزلناہ قریباً من القادیان. لکھ کر اس کا ترجمہ خود یوں کرتا ہے کہ یعنی ہم نے (یعنی خدا فرماتا ہے) ان نشانوں اور عجائبات کو اور نیز اس الہام پر از معارف وحقائق کو قادیان کے قریب اتارا ہے۔ اور ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا ہے۔ اور بضرورت حقہ اترا ہے۔ خدا اور اس کے رسول نے خبر دی تھی کہ جو اپنے وقت پر پوری ہوئی اور جو کچھ خدا نے چاہا تھا وہ ہونا ہی تھا۔ یہ آخری فقرات اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس شخص کے ظہور کے لئے حضرت نبی کریم ﷺ اپنی حدیث متذکرہ بالا میں اشارہ فرما چکے ہیں۔ (یعنی ص ۴۹۷، میں حدیث: ’’لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ‘‘ کا اشارہ قادیانی کی طرف ہے۔ اور خدا تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں اشارہ فرما چکا ہے۔ چنانچہ وہ اشارہ حصہ سوم کے الہامات میں درج ہو چکا ہے اور فرقانی اشارہ اس آیت میں ہے: ’’ھو الذی ارسل رسولہ ‘‘ یعنی خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تا کہ اس سچے دین کو سب دینوں پر غالب کر دے۔ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے۔ اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے۔ گویا ایک جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک درخت کے دو پھل ہیں۔ اور بحدی اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی

باریک امتیاز ہے اور نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے۔ اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔ اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہے اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمد ہے۔ سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیشگوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ یعنی حضرت مسیح پیشگوئی متذکرہ بالا کے ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے۔ یعنی روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ جو حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے۔ اس عاجز کے ذریعہ سے مقدر رہے۔ گو اس کی زندگی میں یا بعد وفات ہو۔‘‘ انتہی بلفظہ!

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ انزال اور تنزیل قرآن کی اصطلاح میں آسمانی کتابوں کے اتارنے میں مستعمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسولوں پر نازل کی گئی ہیں۔ جیسا کہ ابتدائے سورۃ بقرہ میں قرآن اور اس سے پہلے آسمانی کتابوں کے اترنے کو انزال کے لفظ سے ادا فرمایا ہے۔ پھر سورۃ آل عمران میں قرآن مجید کے اتارنے کو تنزیل اور انزال اور انجیل و توریت کے بھیجنے کو انزال کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور علیٰ ہذا القیاس بہت سی آیات قرآنیہ سے ایسا ہی ثابت ہے۔ پس جب براہین والے نے اپنے ملہمات کو: ’’انا انزلناہ ‘‘ سے تعبیر کیا اور بعد ازاں آیت: ’’وبالحق انزلناہ.‘‘ سے جو صرف قرآن مجید کی صفت تھی اپنی ملہمات کی صفت قرار دیا تو یہ تصریح ہے اس پر کہ وہ اپنی ملہمات کو مثل قرآن جانتا ہے۔ پھر لفظ حق جو دونوں جگہ قرآن کی راستی کے بیان میں تھا اس کو ضرورت حقہ سے

ترجمہ کرنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر ان ملہمات کا انزال واجب ٹھہرانا ہے۔ حالانکہ یہ مخالفت صریح ہے عقائد اہل سنت سے۔ کہ شرح فقہ اکبر وشرح عقائد نسفی وغیرہما جمیع کتب عقائد میں درج ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی واجب نہیں ہے اور نیز اس کلام سے اشارہ ہے اس پر کہ دین ساری دنیا سے کیا عرب کیا عجم گم ہوگیا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مقام قادیان کو انزال ملہمات کے واسطے اختیار فرمایا۔ چنانچہ چوتھے حصے کتاب کے اخیر اس نے تصریح کی ہے کہ طریقہ حقہ جو حال کے زمانہ میں اکثر لوگوں پر مشتبہ ہوگیا ہے اور بعض یہودیوں کی طرح صرف ظواہر پرست اور بعض مشرکوں کی طرح مخلوق پرستی تک پہنچ گئے ہیں۔ یہ طریقہ خداوند کریم کے اس عاجز بندے سے دریافت کرلیں اور اس پر چلیں۔ اور اس سے اوپر لکھتا ہے کہ: ''فاتخذوا من مقام ابراهیم مصلیٰ'' میں مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم بنایا ہے اور ساری خلقت کو میری اتباع کے واسطے فرمایا ہے۔ جیسا کہ اوپر ص ۵۶۱، سے منقول ہو چکا ہے۔ پس بے شک اس نے اپنے قادیان کو مکہ معظمہ کی مثال نزول وحی میں بتایا جیسا کہ قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کو ارشاد ہوا تھا: ''وکذالک اوحینا'' یعنی اور ایسا ہی وحی بھیجی ہم نے تیری طرف قرآن عربی تاکہ تو ڈرائے مکہ والوں کو جو اس کے گرداگرد ہیں اور دراصل قرآن مجید کے نزول کے بعد کسی چیز کے نزول کی کچھ بھی حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے اور شرع محمدی میں قیامت تک امت مرحومہ کے واسطے کفایت ہے۔ پس یہ ادّعا کہ حق تعالیٰ نے ضرورت حقہ کے واسطے قادیان پر معارف والہامات نازل کئے ہیں۔ حق سبحانہٗ پر محض افتراء اور بالکل تقول فی دین اللہ ہے اور اس افتراء کی دلیلوں سے یہ بھی کہ مؤلف براہین نے اس کے ترجمہ میں انزلناہ کی ضمیر مذکر کو مرجع

مؤنث کی طرف راجع کیا ہے۔ یعنی مرجع اس کا خوارق اور امور معجبہ بتاویل جماعت قرار دیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ واحد مذکر کی ضمیر جمع کی طرف راجع نہیں ہوسکتی ہے۔ پس ان معنوں سے صحیح کلام یوں تھا۔ انا انزلناها تو ایسی غلط صریح کلام کو خدائے سبحانہ کی جانب منسوب کرنا نرا بہتان نہیں تو اور کیا ہے؟۔ پھر قرآنی آیات جو آنحضرت ﷺ پر صدہا سال سے نازل ہوچکی ہیں اب ان کے اتارنے میں کیا فائدہ ہے؟۔ بلکہ لاطائل اور تحصیل حاصل ہے۔ اس جگہ اگر کسی کو شبہ گذرے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا ہے ہم نے تمہاری طرف کتاب اتاری ہے جس میں تمہارا ذکر ہے۔ پس تم کیوں نہیں سمجھتے اور یہ بھی فرمایا اور بے شک ہم نے اتاریں تمہاری طرف آیتیں جس سے ثابت ہوا کہ قرآن مسلمانوں کی طرف اتارا گیا ہے تو کیا مانع ہے۔ اگر خوارق وغیرہ بہ توسل آیات قرآنی براہین والے پر نازل ہوں؟۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ قرآن عظیم صرف رسول کریم ﷺ پر ہی اترا ہے۔ لیکن جبکہ قرآن میں ایسے احکام بھی بہ کثرت ہیں جن کی تبلیغ کے لئے آپ ﷺ مامور تھے۔ خواہ مومنین کو خواہ جمیع بنی آدم کو تو اس نظر سے مجازیوں بھی کہنا صحیح ہوگیا کہ قرآن لوگوں کی طرف اتارا گیا ہے۔ اور اصل میں معاملہ یہی ہے جو ارشاد ہوا ہے۔ ''وانزلنا الیک الذکر.'' یعنی اور ہم نے تیری طرف نصیحت اتاری تاکہ لوگوں سے بیان کردے اور وہ فکر کریں۔ علاوہ ازیں وقت نزول قرآن کے مومنین کی طرف قرآن کا نزول کی اسناد باوصف اس یقین کے کہ آنحضرت ﷺ کہ اب تیرہ سو برس کے بعد صاحب براہین آیات قرآنی کا منزل علیه بن جائے اور اس کے حق میں راست آئے انا انزلناه قریباً من القادیان. پس یقیناً یہ بہتان اور ہذیان ہی ہے اور یہ ادّعا براہین والے کا کہ اللہ تعالیٰ نے

اس کی خبر قرآن مجید میں دی ہے اور ایسا ہی آنحضرت ﷺ نے حدیث میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے یہ بھی بالکل باطل ہے۔ کیونکہ اس حدیث صحیح کا مشار الیہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ جیسا کہ بہت سے محدثین اور فقہا نے اس پر تصریح کی ہے جس کا شمہ فقیر نے رسالہ ’’تصریح ابحاث فرید کوٹ‘‘ اور رسالہ ’’عمدة البیان فی اعلان مناقب النعمان‘‘ میں بیان کیا ہے اور ایسا ہی آیت: ’’ھو الذی ارسل رسوله‘‘ نہ حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور نہ براہین والے کی طرف اس میں اشارہ ہے۔ بلکہ بالیقین باتفاق جمیع مفسرین بل بشہادت قرآن مبین سید المرسلین ﷺ وعترته اجمعین کے حق میں نازل ہے۔ دیکھو اس کے اخیر: ’’وکفی باللہ شھیدا،‘‘ کے ساتھ ہی محمد رسول اللہ ﷺ قرآن شریف میں مرقوم و مرسوم ہے۔ اور محی السنۃ اپنی تفسیر میں تصریح کرتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر کلام ختم ہوتا ہے۔ یعنی جس رسول کے بھیجنے کی حق سبحانہٗ نے خبر دی ہے وہ محمد رسول اللہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حبر امت اور اعلم بتفسیر قرآن سے یہ روایت ہے پھر: ’’والذین معه‘‘ دوسری کلام شروع ہوئی۔ ترجمہ ہے۔ تفسیر معالم التنزیل کا۔ پس اس آیت کو آنحضرت ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے حق میں وارد کرنا قرآن مجید اور تفسیروں کے صریح مخالف ہونا ہے۔

افسوس اس شخص کی سخت نادانی پر جو اس آیت کو بطور جسمانی حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں اور بطور روحانی اپنے لئے پیشین گوئی بنا رہا ہے اور اتنا بھی نہیں جانتا کہ اس کی ابتداء میں لفظ ماضی ہے جس سے صریح ثابت ہے کہ وہ رسول اللہ بھیجا گیا ہے تو اس سے آئندہ میں رسول کا آنا، مراد رکھنا قرآن مجید کی تحریف ہے۔ اور پھر اس آیت میں جو لفظ

رسول کا ہے تو اس سے اپنے نفس کی مراد رکھنی اور حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ اپنی شرکت ابتدائی ثابت کرنی یہ دعویٰ رسالت کا نہیں تو اور کیا ہے؟ اور اس آیت کے غلبہ موعود کو بوسیلہ حضرت مسیح ظہور میں آنے کا دعویٰ کرنا بموجب قول جمہور مفسرین کے باطل ہے۔ کیونکہ یہ غلبہ سرور عالم ﷺ کے ظہور پرنور سے حاصل ہوگیا اور آپ ﷺ پر نعمت الٰہی تمام ہوچکی۔ جیسا کہ آیت: ’’الیوم اکملت‘‘ الآیۃ۔ اس پر شاہد ہے۔ چنانچہ تفسیر کبیر وغیرہ میں اس پر تصریح ہے اور فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ فتح مکہ سے بڑھ کر جو کسی بشر کو نصیب نہیں ہوئی ہے کون سا غلبہ دین اسلام کا ہوگا؟۔ اور بیت اللہ کو بتوں کی پلیدیوں سے پاک کرنے سے کون سا ظہور دین متین مقابل ہو سکے گا؟ اور دوسرا قول ضعیف کہ غلبہ وقت نزول حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان سے ہوگا۔ اس پر ہرگز دلیل نہیں بن سکتا کہ یہ آیت حضرت مسیح علیٰ نبینا وعلیہ السلام وغیرہ کے حق میں پیشگوئی ہے اور: ’’رسوله‘‘ سے آنحضرت ﷺ کے سوا کوئی اور مراد ہے۔ حاشا وکلا! بلکہ مراد اس قول ضعیف سے یہ ہے کہ حضرت مسیح علیٰ نبینا وعلیہ السلام جب آسمان سے اتریں گے تو شرع محمدی کے تابع ہوکر دین اسلام کی تائید کریں گے۔ تو یہ بھی سرور عالم ﷺ کے ہی غلبہ کی فرع ہوئی۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فقہ اکبر کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح علیٰ نبینا علیہم السلام حضرت مہدی سے جب اتر کر ملاقی ہوں گے تو نماز کی تکبیر ہوچکی ہوگی۔ حضرت مہدی ان کو امامت کے لئے اشارہ کریں گے۔ تب حضرت مسیح امامت نہ کریں گے۔ بدیں عذر کہ یہ تکبیر آپ کے لئے ہوئی ہے۔ آپ کی امامت اولیٰ ہے۔ تب حضرت مسیح مقتدی ہوں گے۔ تاکہ ان کی متابعت سرور عالم واخوانه وعترته وسلم سے ظاہر ہوجائے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے حدیث: ’’لو کان موسیٰ حیا‘‘ میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یعنی

اب اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اس کو بجز میرے متابعت کے کوئی اور چارہ نہ ہوتا۔ پھر مولینا قاری لکھتے ہیں کہ اس اتباع کی وجہ ہم نے شرح شفاء وغیرہ میں آیت: ''واذاخذالله میثاق النبیین.'' کے نیچے بیان کی ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا۔ اور ایسا ہی عامہ تفاسیر میں درج ہے کہ آنحضرت ﷺ متبوع جمیع انبیاء ہیں۔ بلکہ مواہب لدنیہ ودیگر کتب سیر میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ نبی الانبیاء ہیں۔ الغرض آیت: ''ھوالذی ارسل رسوله'' الآیۃ سرور عالم ﷺ کے حق میں ہے۔ کوئی دوسرا اس کا مورد نہیں ہے۔ براہین والے کا دعویٰ سراپا باطل اور جھوٹ ہے۔ پھر یہ دعویٰ اس کا کہ میں آیات وانوار وتوکل وایثار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہوں اور فطرت میں باہم نہایت متشابہ گویا ایک جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک درخت کے دو پھل: ''کمامر نقله علی الصدر'' سو یہ دعویٰ بھی مساوات کا ہے۔ مسیح علی نبینا وعلیہ السلام سے۔ جیسا کہ نمونہ کا لفظ اور گویا کلمہ تشبیہ کا مفاد ہے تفسیر اتقان میں منقول ہے کہ گویا یعنی ترجمہ کأنّ کا وہاں مستعمل ہوتا ہے جہاں بہت قوی مشابہت ہو۔ یہاں تک کہ دیکھنے والا مشبہ اور مشبہ بہ میں فرق نہ کر سکے اس لئے بلقیس کے قول سے اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ گویا یہ تخت وہی ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت اتقان کا۔

اب فقیر کہتا ہے کہ براہین والا اس دعویٰ میں بے شک کاذب ہے۔ اولاً اس لئے کہ حضرت مسیح تو مادرزاد اندھے، کوڑھی کو تندرست اور مردہ کو بحکم خدا زندہ کر دیتے تھے اور جب انہوں نے کہا کہ تائید دین میں میرا کون مددگار ہے؟ تو حواری بول اٹھے کہ ہم خدا کے دین کے مددگار ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مکرر ارشاد ہے اور براہین والے سے اب تک کوئی ایسا خارق نہیں ہوا۔ اور نہ نصرانی وہنود سے کسی نے اس پر ایمان قبول کیا ہے۔ بلکہ وہ

نصرانی جس کے مطبع میں اس نے تین حصے اپنی کتاب چھپوائی ہے وہ بھی مسلمان نہ ہوا اور اس کی مدد میں اس نے مصروفیت نہ کی۔ باوصف یہ کہ براہین والے نے کمال تضرع اور خلوص قلب سے جمیع نصاریٰ کے ایمان کے واسطے دعائیں مانگی ہیں اور وہ دعا اخیر میں اس اشتہار کے مدت اڑھائی برس سے چھپ کر شائع ہوئی ہے۔ وھوہذا! بالاخر اس اشتہار کو اس دعا پر ختم کیا جاتا ہے۔'' اے خداوند کریم تمام قوموں کے مستعد دلوں کو ہدایت بخش۔ بالخصوص قوم انگریز جن کی شائستہ اور مہذب اور بارحم گورنمنٹ نے ہم کو اپنے احسانات اور دوستانہ معاملت سے ممنون کر کے اس بات کے لئے دلی جوش بخشا ہے کہ ہم ان کی دنیا ودین کے لئے دلی جوش سے بہبودی وسلامتی چاہیں۔ پس ہم اللہ تعالیٰ سے ان کی دنیاوی اور اخروی بھلائی کا سوال کرتے ہیں۔ بارخدایا ان کو ہدایت کر اور اپنی روح سے ان کی تائید کر اور ان کو اپنے دین میں وافر حصہ دے اور ان کو اپنی طاقت اور قوت سے اپنی طرف کھینچ تاکہ تیری کتاب اور تیرے رسول علیہ السلام پر ایمان لائیں اور فوج درفوج خدا عزوجل کے دین میں داخل ہوں۔ آمین ثم آمین والحمدلله رب العالمین! المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور، ریاض ہند پریس امرتسر میں بیس ہزار اشتہار چھاپے گئے۔ وانتھی ملخصاً بلفظہ ومترجماً۔

پس یہ دعا جو بکمال حضور باطن براہین والے نے نصاریٰ کی قوم کے واسطے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قوت اور طاقت سے ان کو دین اسلام میں کھینچے اور وہ فوج درفوج مسلمان ہوں۔ اس رسالہ[1] کی تالیف تک ان سے مرزا قادیانی کے ہاتھ پر کوئی بھی ایمان

[1] مدت تالیف رسالہ عربیہ تک ڈھائی سال گذر چکے ہیں اور اب ان کے ترجمہ کے وقت ساڑھے تین سال اور گذر کر تمام مدت چھ سال۔ ۱۲ منہ

نہیں لایا۔ چہ جائیکہ سب انگریز ایمان لاتے اور فوج در فوج مسلمان ہوتے۔ پس صریح ثابت ہوا کہ براہین والے کو حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ السلام سے آیات وانوار وغیرھا میں کوئی ادنیٰ مشابہت بھی نہیں اور علیٰ ہذا القیاس فطرتی مشابہت کا دعویٰ بھی جھوٹ ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ السلام تو بن باپ روح کے پھونکنے سے پیدا ہوئے تھے جس پر قرآن مجید شاہد ہے اور براہین والا حکیم غلام مرتضیٰ قادیانی کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے خود والد سے ایام بلوہ میں حکام وقت کی امداد کا تذکرہ لکھا ہے۔ دیکھو تیسرے حصے کے دوسرے ورق کی سطر ۱۸ اور ۱۹۔ پس کیوں کر مشابہ ہو وہ شخص جس کی خلقت ماء مھین سے ہو۔ اس ذات پاک سے جس کو اللہ تعالیٰ آیت للعالمین فرمائے؟ اور یہ جو براہین والے نے اپنی مشابہت کی دلیل میں حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ السلام سے یوں لکھا ہے وہ تابع دین موسوی تھے اور ان کی انجیل توریت کی شرح تھی اور میں احقر خادمین سید المرسلین سے ہوں۔ سو یہ بھی بالیقین باطل ہے ۔ اولاً اس لئے کہ حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ السلام جناب موسیٰ علیہ السلام کے تابع دین نہ تھے۔ بلکہ وہ تو اولوالعزم رسولوں سے تھے جن کی شریعت مستقلہ ہوتی ہے اور آپ کی انجیل، توریت کی فرع نہ تھی۔ بلکہ انجیل بعض احکام توریت کی ناسخ ہے۔ پہلے دعویٰ کی دلیل یہ ہے جو اخیر سورہ احقاف میں ارشاد ہے کہ: ''صبر کر جیسے اولوالعزم نے رسولوں سے صبر کیا۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اولوالعزم کے معنی صاحب عزم لکھتے ہیں اور ضحاک نے صاحب جد وصبر لکھ کر پھر دونوں اولوالعزم کے شمار میں حضرت نوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علی نبینا وعلیہم السلام چاروں اصحاب شرائع کا ذکر کر کے پانچویں آنحضرت ﷺ کو شامل ان کے جانتے ہیں۔ پھر صاحب معالم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص کر کے اس آیت میں پانچویں کا ذکر کیا ہے۔

جو سورۃ احزاب کے ابتداء میں ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ: ''اور یاد کر جب ہم نے نبیوں سے ان کا عہد لیا اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ اور عیسیٰ مریم کے بیٹے۔'' اور اس آیت سورۃ شوریٰ کی ابتداء میں بھی ان پانچوں کا ذکر ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: ''راہ ڈال دی تم کو دین میں وہی جو کچھ دی تھی نوح کو اور جو حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور وہ جو کچھ دیا ہم نے ابراہیم کو اور موسیٰ اور عیسیٰ کو۔'' یہ بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے اور ایسا ہی عامہ تفاسیر میں درج ہے اور مولینا قاری نے بھی شرح فقہ اکبر میں ایسا ہی لکھا ہے۔

اب دوسرے دعوے کی دلیل سنو کہ سورۃ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: ''ہم نے اتاری توریت اس میں ہدایت اور روشنی اس پر حکم کرتے پیغمبر جو فرمانبردار تھے۔ سو تم نہ ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو اور مت خریدو میری آیتوں پر مول تھوڑا اور جو حکم نہ کرے اللہ کے اتارے پر۔ سو وہی لوگ ہیں منکر۔'' پھر ایک آیت بعد اس کے شرع عیسوی کی بابت ارشاد ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: ''اور پچھاڑی میں بھیجا ہم نے انہیں کے قدموں پر عیسیٰ مریم کا بیٹا سچ بتاتا توریت کو جو آگے سے تھی اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی اور سچا کرتی اپنی اگلی توریت کو اور راہ بتاتی اور نصیحت ڈروالوں کو اور چاہئے کہ حکم کریں انجیل والے اس پر جو اللہ نے اتارا اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اتارے پر سو وہی لوگ ہیں بے حکم''۔ اب دونوں قرآنی آیتوں سے صاف ثابت ہے کہ شریعت موسوی وعیسوی دونوں علیحدہ علیحدہ شریعتیں ہیں جو انجیل کو توریت کی فرع بتاتا ہے قرآن مجید اس کو جھٹلاتا ہے۔ پھر سورۃ آل عمران میں حضرت مسیح سے حکایت

ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: ''اور سچ بتاتا ہوں توریت کو جو مجھ سے پہلے کی ہے اور اسی واسطے کہ حلال کردوں تم کو بعض چیز جو حرام تھی تم پر۔'' یعنی شریعت موسوی میں جو چربی اور مچھلی اور ان کا گوشت اور شنبہ کے دن میں کام کاج کرنا حرام تھا۔ اس کو شرع عیسوی نے حلال کردیا۔ یہ آیت دلیل ہے اس پر کہ شرع عیسوی ناسخ شرع موسوی ہے۔ یہ تفسیر بیضاوی کی عبارت کا ترجمہ ہے اور تفسیر مدارک وجلالین ومعالم وغیرھا میں بھی ایسا ہی تحریر ہے۔ پس قرآن مجید سے بخوبی تکذیب براہین والے کی ہوگئی۔ ثانیاً براہین والے کا یہ دعویٰ کہ میں آنحضرت ﷺ کے احقر خادمین سے ہوں سراسر باطل ہے۔ کیونکہ وہ آپ ﷺ کے کمالات میں اپنی مساوات کررہا ہے اور آپ ﷺ کی خصوصیات کو جو منصوص قرآنی ہیں۔ آپ ﷺ کے غیر کی طرف منسوب کرتا ہے۔

دیکھو فضیلت رسالت جو اللہ تعالیٰ نے آیت: ''ھو الذی ارسل رسوله الایۃ۔'' میں آپ ﷺ کے ہی لئے ثابت فرمائی ہے۔ براہین والے نے اولاً اس کو حضرت مسیح کے حق میں متحقق کیا ہے۔ شاید تالیف قلوب حکام وقت اور ان سے اظہار محبت کے واسطے ایسا کیا ہوگا؟۔ ثانیاً اس رسالت کو اپنے لئے ثابت کرلیا کہ روحانی اور باطنی طور سے مورد اس آیت کا خود بن بیٹھا۔ تاکہ عوام اہل اسلام اس کو رئیس الاولیاء اور نمونہ انبیاء جان کر اس کی کتاب کو گراں قیمت سے خریدیں اور غبن فاحش میں پڑیں اور اس کو بہت سے دراہم ودینار حاصل ہوں۔ پس سارا مدار دنیا پر ہے جیسا کہ دانشمندوں پر مخفی نہیں اور ہم اس امر کو زیادہ تر وضاحت سے ثابت کردیں گے۔ الحاصل اگلی پچھلی تحریروں سے متحقق ہے کہ براہین والا قرآن مجید کی آیات میں تحریف معنوی کررہا ہے اور اس کو کسی پکے مومن سے مشابہت

نہیں چہ جائیکہ ولیوں پر اس کو فضیلت ہو اور نبیوں کا نمونہ بن سکے تو اس کے ایسے دعوؤں سے پناہ بخدا ولایزال اور یہ بھی مخفی نہ ہے کہ اس شخص نے قرآن مجید میں صرف تحریف معنوی ہی نہیں کی۔ بلکہ بہت سی آیات قرآنی میں تحریف لفظی بھی کردی ہے۔ دیکھو اوپر کے ملہمات میں آیت قل انی امرت اَن اکون اول من اسلم اور آیت: ''الیک وانا اول المؤمنین۔'' ان دونوں کو توڑ پھوڑ کر یہ آیت تیسری بنالی کہ: ''قل انی امرت وانا اول المومنین'' اور آیت: ''انه عمل غیر صالح'' کو: ''انه عبدغیر صالح'' سے بدل دیا ہے۔ اور آیت: ''ماانت بنعمت ربک بمجنون'' کے ابتداء میں حرف واؤ بڑھادیا ہے۔ اور: ''زھق الباطل'' بھاء ہوز کو زحق الباطل بحائے حطی نازل کرلیا ہے اور ''واتخذوامن مقام ابراھیم مصلیٰ'' کے واؤ کو فا سے تبدیل کردیا ہے اور آیت: ''یاعیسیٰ انّی متوفیک'' کے درمیان سے: ''ومطھرک من الذین کفروا'' کو سقط کردیا ہے۔ جیسا کہ یہ آیت ص ۵۵۶ سے اوپر منقول ہوگئی ہے اور ایسا ہی اس آیت کو ص ۵۱۹ میں جو اپنے لئے نازل ہونا لکھا ہے تو وہاں بھی اس کے درمیان سے یہی فقرہ اڑادیا ہے اور علیٰ ہذا بہت سی آیات قرآنی میں لفظی تحریف بھی کردی ہے۔ جس کو حافظ قرآن تأمل سے معلوم کرسکتا ہے۔ پھر باوصف اس تحریف کے آیات قرآنی کو پارہ پارہ کردیا ہے۔ اور یہ تو اس کے ملہمات میں اس کثرت سے ہے جس کا شمار دشوار ہے۔ یہاں پر یہ خیال نہ کیا جائے کہ تحریف آیات کاتب کی غلطی سے ہوگئی۔ کیونکہ براہین والے نے اپنی تصحیح سے وہ کتاب چھپوائی ہے۔ جیسا کہ ص ۵۱۶ میں اس پر تصریح کرتا ہے اور نیز ان آیات کا ترجمہ موافق اس تحریف ہی کے کیا ہے۔ اس کو یاد رکھ کر آگے سنئے کہ ص ۵۱۴ میں آیت: ''وماکان

اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ لیعذبھم وھم یستغفرون'' کو جو اپنے حق میں نازل ہونا لکھا ہے تو اس میں دوسرے:''وما کان اللہ'' کے پیچھے سے جو لفظ معذبھم قرآن مجید میں ہے اس کو لیعذبھم سے بدل دیا ہے۔ پھر ص ۵۵۵ میں جو آیت :''وکذالک مننا علی یوسف لنصرف عنه السوء والفحشاء'' کو اپنے حق میں نازل لکھ کر اخیر اس کے ترجمہ کے لکھتا ہے کہ اس جگہ یوسف کے لفظ سے یہی عاجز مراد ہے۔ انتہی بلفظہ اور اس آیت میں لفظ مکنا کو مننا سے تحریف کر دیا ہے اور اسی محرف لفظ کا ترجمہ کیا ہے کہ ہم نے یوسف پر احسان کیا۔ انتہی بلفظہ! پھر ص ۴۹۷، ۴۹۸ میں واپنی وصف اور اپنی کتاب کی تعریف میں یہ آیت نازل کی ہے کہ۔''ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ ردّ علیھم رجل من فارس شکر اللہ سعیه'' تو علاوہ تحریف قرآن کے اس کے ترجمہ میں اپنے لئے اللہ تعالیٰ کو شاکر یعنی اپنا شکر گذار لکھ دیا ہے۔ اور بعد ازاں یہ الہام لکھا ہے ولی کی کتاب علی کی تلوار کی طرح ہے۔ یعنی مخالف کو نیست و نابود کرنے والی ہے اور یہ ایک پیشگوئی ہے کہ جو کتاب کی تاثیرات عظیم اور برکات عمیم پر دلالت کرتی ہے۔
پھر بعد اس کے فرمایا:''اگر ایمان ثریا سے لٹکتا ہوتا یعنی زمین سے بالکل اٹھ جاتا تب بھی شخص مقدم الذکر یعنی (فارسی الاصل) اس کو پالیتا۔'' انتہی بلفظہ! پھر آیت:''یکاد زیته'' کو اپنی کتاب کی تعریف میں وارد کر کے ترجمہ یوں لکھتا ہے کہ:''عنقریب ہے کہ اس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے۔'' اگرچہ انتہی بلفظہ! پھر یہ آیت سورۃ قمر و سورۃ ص و سورۃ آل عمران و سورۃ رعد اپنے اور اپنی کتاب کے حق میں نازل کر کے ان کا ترجمہ یوں تحریر کیا ہے کہ:''کیا کہتے ہیں کہ ہم ایک قوی جماعت ہیں جو جواب دینے پر قادر ہیں۔ عنقریب یہ ساری

جماعت بھاگ جائے گی اور پیٹھ پھیر لیں گے اور جب یہ لوگ کوئی نشان دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ایک معمولی اور قدیمی سحر ہے۔ حالانکہ ان کے دل ان نشانوں پر یقین کر گئے ہیں اور دلوں میں انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ اب گریز کی جگہ نہیں اور یہ خدا کی رحمت ہے کہ تو ان پر نرم ہوا اور اگر تو سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے نزدیک نہ آتے اور تجھ سے الگ ہو جاتے۔ اگر چہ قرآنی معجزات ایسے دیکھتے جن سے پہاڑ جنبش میں آجاتے۔ یہ آیات ان بعض لوگوں کے حق میں بطور الہام القاء ہوئیں جن کا ایسا ہی خیال اور حال تھا اور شاید ایسے ہی اور لوگ بھی نکل آئیں۔'' انتہی بلفظہ! (براہین ص ۴۹۸)۔

اب فقیر کاتب الحروف کان اللہ لہ کہتا ہے کہ ان میں براہین والے نے تحریف لفظی بھی بدرجہ کمال کی ہے اور بہتان عظیم کو اسی میں شامل کر دیا ہے۔ کیونکہ حدیث صحیح متفق علیہ کے الفاظ یہ ہیں:''لوکان الایمان معلقاً بالثریا لتناوله رجال او رجل من فارس'' پس اسی حدیث کے ابتداء میں براہین والے نے حرف واؤ زائد کر دیا ہے اور لتناوله کو لنالہٗ سے بدل دیا ہے اور اس کے فاعل کو بالکل حذف کیا ہے جو محض ناروا ہے۔
پھر قرآن مجید کے لفظ زیتھا کو کلمہ زیته سے تحریف کیا ہے۔ تا کہ کتاب مرجع مذکر کی رعایت رہے اور آیت:''فنادوا لات حین مناص'' کو ''وقالوا لات حین مناص'' بنا کر تین تحریف کر دیں۔ یعنی فا کی جگہ واؤ لکھ دی ہے۔ اور نادو کو قالوا سے بدلا ہے اور لات کے سر سے واؤ حذف کر دی۔ پھر اس کو تین جگہ اسی تحریف سے لکھا ہے۔ ایک تو یہ مقام دوسرا ص ۴۹۰ کی سطر ۱۸ میں تیسرا ص ۴۹۷ کی سطر ۱۳ میں اور ان تینوں ہی جگہ میں بموجب اس تحریف کے ترجمہ کیا ہے۔ پھر آیت:''ولو ان قرآنا سیرت به الجبال'' کو

:"ولو ان القرآن سیّر به الجبال" بنا کر قرآن پر الف لام بڑھا دیا ہے اور سیرت کی تا کو حذف کر دیا ہے اور معہذا سورۃ قمر کی آیات میں ترتیب بدلا دی ہے۔ کیا معنی کہ دو آیت اخیر سورۃ یعنی :"ام یقولون سے الدبر" کو ابتداء میں لکھ دی ہیں اور آیت ابتداء سورۃ قمر یعنی:"وان یرو آیة" کو ان کے اخیر میں تحریر کر دیا ہے اور اسی ترتیب پر ترجمہ کیا ہے۔ پس یہ ایک سورۃ کی آیات میں تبدیل ترتیب ہے اور شرع میں مقرر ہے کہ ہر سورۃ کی آیات میں ترتیب بامر شارع توفیقی ہے۔ بدلیل احادیث صحیحہ واجماع امت مرحومہ چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر اتقان میں اس مسئلہ کے بیان میں ایک فصل مستقل بسط مناسب کر کے ساتھ ذکر کیا ہے اور شیخ محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فارسی اور عربی دونوں شرح مشکوٰۃ میں اس امر کو تفصیل وار لکھا ہے اور مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تفسیر فتح العزیز کے ابتداء سورۃ بقرہ میں اس مسئلہ کی تحقیق کے بعد ترتیب آیات کی مخالفت کو حرام اور بدعت شنیعہ کہا ہے جس نے اصل عبارات دیکھنی ہوں تو ان کتابوں میں دیکھے۔ الغرض یہ الہامات جن میں آیات قرآنی کی تحریف اور نیز آیات کی ترتیب کی تبدیل اور نیز ان کا پارہ پارہ کرنا شائع ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہرگز القاء نہیں ہیں اور بالیقین تلبیس ابلیس اور مکائد نفس خبیثہ سے ہیں۔ اعاذنا اللہ وجمیع المسلمین عن ذالک!

اس جگہ پر اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ تحریف اور تبدیل وغیرہ اگر کسی بندے کی طرف سے ہو تو اس کی حرمت وغیرہ میں کیا شک ہے؟۔ لیکن جب خدائے کریم کی طرف سے ایسا ہو رہا ہے جیسا کہ براہین والے کا دعویٰ ہے تو اس میں اس کا کیا قصور ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے سو کرے تو اس کا جواب یوں ہے۔ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:"ولا مبدل

لکلمات اللہ" اور تمّت کلمة ربک الآیة" ارشاد ہے۔ یعنی قرآن مجید کی آیات کو جو راست تر اور اعدل ہیں کوئی نہیں بدل سکتا۔ یا کوئی قادر نہیں کہ آیات قرآنی الٹا پلٹا کر دے۔ جیسا کہ توریت میں واقع ہوا ہے۔ یعنی کہ تحریف نے تاثیر کر دی اور کسی نے اس سے تعاقب نہ کیا۔ یا قرآن سے پیچھے نہ کوئی کتاب ہوگی جو اس کو نسخ کر سکے۔ اور اس کے احکام تبدیل کرے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر بیضاوی وغیرہ کا اور یہ بھی قرآن کا فرمان ہے کہ بے شک قرآن کتاب عزیز ہے یعنی بہت منفعت والی بے نظیر یا محکم جس کا ابطال اور تحریف غیر ممکن ہے۔ باطل کسی طرف سے اس کو شامل نہیں ہو سکتا۔ اس حکیم نے اتاری ہے جس کی ساری مخلوقات حمد کرتی ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر بیضاوی ومعالم التنزیل کا۔ پس ایسی آیات قرآنی سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور خواہش نہیں ہے کہ آیات قرآن کی تبدیل ہو۔ بلکہ اس نے قرآن مجید کو راستی اور عدل سے پورا کر دیا ہے۔ اور تحریف وتبدیل سے محفوظ رکھا ہے اور اس کی نظم اور ترتیب اعلیٰ درجوں کی فصاحت وبلاغت پر شامل ہے۔ پس کوئی کلام کلام الٰہی سے نظم اور ترتیب کے رو سے احسن متصور نہیں اور اس کی تبدیل وتحریف بھی غیر ممکن ہے۔ نہ کسی نبی کی طرف اور نہ خدا تعالیٰ کی کسی کتاب سے۔ کیونکہ یہ خلاف وعدہ ہے باری تعالیٰ اور باری تعالیٰ وعدہ کا خلاف ہرگز نہیں کرتا ہے۔ پس متحقق ہوا کہ یہ الہامات قرآن کی تحریف وتبدیل کرنے والے حق سبحانہ کی جانب سے نہیں ہیں۔ بلکہ نفسانیت صاحب براہین یا اس کے شیطان قرین کی طرف سے ہیں۔ ایسے الحاد فی القرآن سے پناہ بخدا لایزال سورۃ فصلت میں ارشاد ہے:"ان الذین یلحدون الآیة" یعنی جو لوگ استقامت سے برطرف ہو کر ہماری آیتوں میں طعن اور تحریف اور تاویل وغیرہ سے

پیش آئے وہ ہم پر پوشیدہ نہیں۔ یعنی ان کو اس الحاد کا بدلہ دیں گے۔ کیا پس جو شخص آگ میں ڈالا جائے وہ اچھا ہے یا جو قیامت کے دن امن سے آوے جو چاہو کرلو۔ یہ تہدید شدید ہے۔ بے شک خدا تمہارے عملوں کو دیکھ رہا ہے۔ یعنی ان کی سزا دے گا۔ یہ بیضاوی ومدارک وغیرہما کی عبارت کا ترجمہ ہے۔ اور قرآن مجید کی سورۃ انعام میں ارشاد ہے: ”ومن اظلم ممن افتری“ یعنی اور اس سے ظالم کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ یہ کہے مجھ کو وحی آئی اور اس کو وحی کچھ نہیں آئی اور سورۃ ھود میں یوں فرمان ہے۔ جس کا ترجمہ اور مراد یہ ہے کہ: ”کون بہت ظالم ہے خدا پر جھوٹا افتراء کرنے والے سے۔“ یعنی جس نے کسی اور کی بات کو اللہ کی اتاری بنادیا یا اللہ کی اتاری کا انکار کیا وہ لوگ روبرو آئیں گے اپنے رب کے۔ یعنی قیامت کے دن روبرو کھڑے کئے جاویں گے یا ان کے اعمال پیش کئے جائیں گے اور کہیں گے گواہی دینے والے یعنی فرشتوں اور نبیوں اور اعضاء سے بھی ہیں۔ جنہوں نے جھوٹ بولا اپنے رب پر سن لو پھٹکار ہے اللہ کی بے انصاف لوگوں پر۔ یہ عظیم دہشت دینا ہے ان کے ظلم پر جو خدا پر جھوٹ باندھا۔ یہ ترجمہ ہے بیضاوی وغیرہ تفاسیر کی عبارتوں کا اور شاہ عبدالقادر دہلوی اس کے فائدہ لکھتے ہیں کہ ”خدا پر جھوٹ بولنا کئی طرح ہے۔ علم میں غلط نقل کرنی یا خواب بنالینا یا عقل سے حکم کرنا دین کی بات میں یعنی شریعت کے مخالف یا دعویٰ کرنا کشف رکھتا ہوں یا اللہ کا مقرب ہوں۔“ انتہی بلفظہ!

مولینا قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کے مخالف کام کرنے والے لوگ بہت قسم کے ہیں۔ ایک قسم ان میں سے فریبی اور جھوٹے اور مکار ہیں جن سے کوئی دعویٰ جن کے قید کر لینے کا کرتا ہے یا مدعی حالت کا ہوتا۔ جیسے جھوٹے

مشائخ اور فقراء۔ پس یہ لوگ سخت عذاب کے مستحق ہیں۔ جس سے ایسے لوگ جھوٹ اور فریب سے بعض آئیں اور بعضے ان لوگوں سے مستحق قتل ہیں۔ جو فریب دکھا کر دعویٰ نبوت کرتا ہے یا شریعت کے بدلانے کے درپے ہوتا ہے اور مانند اس کے یہاں تک ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا۔ اور یہ بھی معلوم ہو کہ براہین والے نے ص ۵۲۰، ۵۲۱ میں اپنے الہام کا قصہ یوں لکھا ہے کہ: ”۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء میں ایک عجیب الہام اردو میں ہوا تھا جس کی تقریب یہ پیش آئی تھی کہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی جو اول سے میرے ہم مکتب تھے جب نئے نئے مولوی ہو کر بٹالہ میں آئے اور بٹالویوں کو ان کے خیالات گراں گذرے تو تب ایک شخص نے مولوی صاحب ممدوح سے کسی اختلافی مسئلہ میں بحث کرنے کے لئے اس ناچیز کو بہت مجبور کیا۔ چنانچہ اس کے کہنے کہانے سے یہ عاجز شام کے وقت اس کے ہمراہ مولوی صاحب ممدوح کے مکان پر گیا اور مولوی صاحب کو مع ان کے والد کے مسجد میں پایا۔ پھر خلاصہ یہ کہ اس احقر نے مولوی صاحب موصوف کی اس وقت تقریر سن کر معلوم کر لیا کہ ان کی تقریر میں کوئی ایسی زیادتی نہیں کہ قابل اعتراض ہو۔ اس لئے خاص اللہ کے لئے بحث کو ترک کیا گیا۔ رات کو خداوند کریم نے اپنے الہام اور مخاطبت میں اسی ترک بحث کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے برکت دے گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ پھر بعد اس کے عالم کشف میں وہ بادشاہ دکھلائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے۔“ انتہی بلفظہ! اور یہ مولوی محمد حسین شاگرد مولوی نذیر حسین دہلوی کے ہیں جو غیر مقلدین کے رئیس اور ابتداء میں مقلدین سے سخت مکابرہ سے پیش آکر ان کو مشرک جانتے تھے اور ائمہ مجتہدین کی تقلید کو

شرک وکفر مانتے تھے۔ چنانچہ اس بارہ میں رسالے واشتہار چھپواتے رہے۔ پھر جب علماء مقلدین نے ان کے خیالات کی بواقعی تردید کی تو اس شدت مجادلہ سے کسی قدر لوٹے اور جب ان کے استاذ مولوی نذیر حسین دہلوی بسبب ظاہر ہونے ان کی سخت مخالفت شرع کے واقعہ ۱۳۰۱ ہجری مکہ معظمہ میں قید ہوئے تو اپنے استاذ کی نصرت کے واسطے یہ مولوی محمد حسین اہل حرمین محترمین کو ظالم مشہور کرنے لگے اور حکام وقت اس دیار کے پاس ان کا شکوہ شکایت کرنی شروع کردی جیسا کہ رسالہ اشاعت السنۃ نمبر ۹ جلد ۷ کے ص ۶، ۵، ۲ وغیرہا سے ظاہر ہے۔ پس ان مولوی محمد حسین صاحب نے بھی گویا صاحب براہین کی تعریف کے شکریہ میں اپنے رسالہ اشاعت السنۃ میں ان کی اور ان کی براہین کی کمال تعریف کرنی شروع کرکے اخیر میں یہ لکھ دیا ہے۔ مؤلف براہین احمدیہ نے یہ منادی اکثر زمین پر دی ہے کہ جس شخص کو اسلام کی حقانیت میں شک ہو وہ ہمارے پاس آئے اور اس کی صداقت ہمارے الہامات وخوارق سے بچشم خود دیکھے۔ پھر کیا اس احسان کے بدلے مسلمانوں پر یہ حق نہیں ہے کہ فی کس نہ سہی فی گھر ایک ایک نسخہ کتاب اس کی ادنیٰ قیمت دے کر خرید کریں اور اس پر یہ شعر پڑھیں:

جمادی چند دادم جاں خریدم

بحمد اللہ! عجب ارزاں خریدم

انتہی حاشیہ میں ادنیٰ قیمت ۲۵ روپے درج ہیں جیسا کہ ص ۳۴۸ نمبر ۱۱ جلد ۷ اشاعت السنہ ذی قعدہ وذی الحجہ ۱۳۰۱ھ اور محرم ۱۳۰۲ھ سے یہ عبارت منقول ہوئی ہے اور ان رسائل میں صاحب اشاعت السنہ نے براہین والے کے کلام کی تاویلات فاسدہ سے بہت ہی تائید کی

ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آیات قرآنی جب آنحضرت ﷺ یا دوسرے انبیاء علیہم السلام کے خطاب میں نازل ہوئی تھیں تو ان کا نام قرآن تھا اور جب انہیں بعینہ آیات سے اللہ نے غیر انبیاء کو مثل صاحب براہین کے مخاطب فرمایا تو اس کا نام قرآن نہیں رکھا جاتا اور غرض اس ہذیان سے صاحب براہین کا تحریف قرآن اور الحاد آیات فرقان سے بچانا ہے۔ پھر صاف صاف اس قبیح مضمون کو اشاعت السنہ مذکورہ بالا کے ص ۲۶۳......۲۶۶ میں لکھا ہے جس کے قول کو فقیر راقم الحروف نقل کرکے قرآن وحدیث واجماع کی سند سے تردید کرتا ہے۔ تاکہ قرآن مبین اور دین متین کی تائید سے کوئی دقیقہ فروگزار نہ رہے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم!

قولہ ''اور ایک ہی کلام کو ایک ہی وقت میں مخاطب یا متکلم کے لحاظ سے قرآن اور غیر قرآن کہنا اہل علم کے نزدیک مستبعد اور محل اعتراض نہیں۔'' انتہی بلفظہ! فقیر کہتا ہے کہ اس پر تین اعتراض وارد ہیں۔ پہلا یہ کہ مخاطب یا متکلم کا اختلاف ایک ہی کلام میں ایک ہی وقت میں غیر متصور ہے۔ اس لئے کہ پہلے متکلم نے جب کچھ کلام کی تو صرف اس کے بولنے سے وہ وقت گزر گیا پھر دوسرے متکلم کا اسی کلام کو اسی وقت بولنا کیونکر متصور ہوا؟۔ اور ایسا ہی حال ہے باعتبار اختلاف مخاطب کے جیسا کہ اہل علم پر ظاہر ہے۔ دوسرا یہ کہ اختلاف متکلم یا مخاطب کا کلام واحد وقت واحد میں اگر مانا جائے تو ایک ہی کلام کا ایک ہی وقت میں عقلاً ناجائز ہے۔ تیسرا یہ کہ قرآن مجید ازل سے ابد تک قرآن ہے۔ پس اس کو غیر قرآن کہنا شرعاً ناروا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آیات فرقانی کا نام قرآن رکھا ہے۔ جیسا کہ سورۃ زمر میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی طرف اشارہ فرما کے قرآن عربی اس کا نام رکھا۔ پس

جس نے ان آیات بعینہا کو غیر قرآن کہا بے شک قرآن کا مخالف ہوا۔

قولہ! کبھی ایک کلام جبکہ اس کا متکلم مثلاً خدائے تعالیٰ ٹھہرایا جائے کلام رحمانی کہلاتا ہے۔ کبھی وہی کلام جبکہ اس کا متکلم شیطان یا فرعون ٹھہرایا جائے۔ شیطانی یا فرعونی کلام سے منقول ہے: "انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین" اور ایک یہ کلام فرعون سے: "انا ربکم الاعلی" ان دونوں کو اگر یوں خیال کریں کہ یہ ابلیس و فرعون کی کہی ہوئی ہیں خواہ کسی زبان میں انہوں نے کہی ہوں۔ تو یہ کلام شیطانی و فرعونی کہلاتے ہیں۔" انتہی بلفظہ! اور اسی صفحہ کے حاشیہ میں درج ہے: "انا ربکم الاعلی" جبکہ کلام فرعون ٹھہرایا جائے۔ خواہ وہ کسی زبان میں ہو قرآن نہیں کہلاتا۔" انتہی بلفظہ! فقیر کہتا ہے کہ متکلم کے اختلاف سے کلام مختلف نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ کلام اسی کی کہلاتی ہے جس نے اول بولی ہو۔ دیکھو جو شخص: "الحمد لله رب العالمین" اور "قل هو الله احد" پڑھے گا تو یہ نہ کہا جائے گا کہ یہ اس کی کلام ہے۔ بلکہ مومن یہی کہے گا کہ یہ دونوں آیتیں باری تعالیٰ کی کلام ہے اور جو "انما الاعمال بالنیات" کہے گا تو یہی کہا جائے گا کہ یہ سرور عالم ﷺ کی حدیث ہے۔ اور جو "کفانبک من ذکری حبیب و منزل" زبان پر لائے گا تو کہیں گے کہ یہ مصرع امرء القیس کے شعر کا ہے جیسا کہ مولانا قاری نے شرح فقہ اکبر میں یہ لکھا ہے۔ پس قرآن مجید کی آیات کو غیر خدا کی طرف منسوب کرنا اور کلام شیطانی و فرعونی کہنا علم والے مومن کا کام نہیں۔ بلکہ سچا مومن اس کے مقابلہ میں یوں کہے گا کہ خدا پاک ہے۔ یہ سخت بہتان ہے۔ کیونکہ جو کچھ قرآن شریف میں الحمدلله سے والناس تک ہے وہ حق تعالیٰ کا ہی کلام ہے اور زمین و آسمان اور ارواح کے پیدا ہونے

سے پہلے سے لوح محفوظ میں لکھی گئی تھی جس کو جبرائیل امین نے آنحضرت ﷺ پر اتارا ہے۔ جیسا کہ خود قرآن مجید میں سورۃ بروج کی اخیر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: "بلکہ وہ قرآن مجید ہے لوح محفوظ میں لکھا ہوا۔" تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں۔ بلکہ وہ قصہ قرآن قدیم کا ایسا ہے جو اس کے وقوع سے پہلے لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے جس پر شیطانوں اور جنوں اور آدمیوں کو دسترس نہیں ہے۔ امام بغوی نے تفسیر معالم میں اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ لوح محفوظ ایک تختی ہے سفید موتی سی جس کی لمبائی آسمان و زمین کے درمیان کے برابر ہے اور چوڑائی اس کی مشرق سے مغرب تک کی ہے اور کنارے اس کے موتی اور یاقوت کے ہیں اور دفتر پٹے اس کے سرخ یاقوت کے ہیں۔ نور کی قلم سے اس میں قرآن لکھا ہے۔ اوپر سے عرش مجید سے لگی ہے اور نیچے سے فرشتہ کی گود میں ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر فتح العزیز کا اور مدارک وجلالین وغیرہما میں بھی ایسا ہی ہے۔ لیکن امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر اتقان میں بسند طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس حدیث کو مرفوع روایت کیا ہے۔ تھوڑے سے تفاوت کے ساتھ اور نیز حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یا محمد ﷺ قرآن کے ساتھ اپنی زبان مت ہلا۔ تاکہ جلدی سے اسے یاد کرلے اور تھے آنحضرت ﷺ کہ شروع کرتے تھے پڑھنا آیات قرآن کا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی فراغت سے پہلے اس لئے کہ کچھ بھول نہ جائے۔ پس آپ ﷺ کو کہا گیا کہ مت ہلا اپنی زبان کو وحی کے پڑھنے میں۔ جب تک جبرائیل پڑھتا رہے تاکہ تو جلدی سے اسے یاد کرلے اور کچھ فروگذاشت نہ ہو جائے۔ پھر اس جلدی سے روکنے کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ بے شک ہمارا ذمہ ہے قرآن کا جمع کرنا تیرے سینے میں اور اس کا یاد کرانا تیری

زبان پر اور مت جلدی کر قرآن پڑھنے میں اس کی وحی کے ختم ہونے سے پہلے۔ پس جب ہم پڑھیں قرآن کو یعنی جبرائیل تجھ پر پڑھے تو اس کے پڑھنے کی متابعت کر پھر ہمارے ذمہ ہے اس کا بیان کرنا جب تجھ پر اس کے معنی میں کچھ مشکل پڑ جائے یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر مدارک کا اور اکثر تفاسیر میں ایسا ہی ہے۔ پھر پہلی آیت جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی قرآن مجید سے وہ بالاتفاق ابتداء سورۃ علق کا ہے۔ مالم یعلم تک تفسیر فتح العزیز میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دن غسل کے واسطے غار حراء سے باہر تشریف لا کر پانی کے کنارے پر کھڑے ہوئے کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے ہوا سے پکارا کہ یا محمد ﷺ پس آنحضرت ﷺ نے اوپر کو دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ پس تین مرتبہ آپ ﷺ کو پکارا اور آپ ﷺ دائیں بائیں دیکھ رہے تھے کہ ایک سورج کی طرح نورانی شخص آدمی کی شکل میں دیکھا جس کے سر پر نور کا تاج ہے اور سبز ریشمی پوشاک پہنی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ کے پاس آ کر کہا کہ پڑھ اور بعض روایتوں میں ہے کہ جبرائیل امین علی نبینا و علیہ السلام نے سبز دریائی کے قطعہ میں کچھ لکھا ہوا آپ ﷺ کو دیا اور کہا کہ پڑھو آپ ﷺ نے اس کو دیکھ کر فرمایا مجھے حرفوں کی شناس نہیں اور ان پڑھ ہوں۔ اخیر حدیث تک یہ ترجمہ ہے۔ عبارت تفسیر عزیزی کا۔ اور مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر کے ملحقات میں لکھتے ہیں کہ شارح عقیدہ طحاویہ نے شیخ حافظ الدین نسفی کی منار سے ذکر کیا ہے کہ قرآن نام ہے نظم اور معنی دونوں کا اور ایسا ہی دوسرے اصولیوں نے کہا ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو منسوب کرتے ہیں کہ جس نے نماز میں قرآن کا ترجمہ فارسی پڑھا تو روا ہے تو آپ کا اس سے رجوع ثابت ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ باوجود قدرت عربی کے غیر عربی روا نہیں ہے اور یہ بھی آپ نے کہا ہے کہ جو شخص بغیر

عربی کے قرأت پڑھتا ہے یا تو وہ دیوانہ ہے معالجہ کیا جائے یا زندیق ہے قتل کیا جائے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے عربی میں کلام کی ہے اور معجزہ ہونا قرآن کا نظم اور معنی دونوں سے حاصل ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا۔ پس قرآن و حدیث اور کتب عقائد اہل سنت سے متحقق ہوا کہ تمام عربی آیات جن کا نام قرآن ہے وہ آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی ہیں اور انہیں حروف وکلمات سے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی تھیں۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فقہ اکبر میں اور علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علی نبینا علیہم السلام سے بطور اخبار یا حکایت کے جو ذکر کیا۔ اور فرعون و شیطان وغیرہما سے بھی جو بیان کیا ہے بے شک یہ دونوں قسم سب کے سب اللہ تعالیٰ کی کلام قدیم ہیں جو ان سے خبر دی گئی ہے۔ یعنی موافق اس کے جو کلمات معانی پر دلالت کرنے والی لوح محفوظ میں لکھے گئے ہیں۔ آسمان و زمین اور ارواح کے پیدا کرنے سے پہلے کی۔ نہ یہ کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ وغیرہما انبیاء علی نبینا علیہم السلام سے اور فرعون و شیطان اور دوسرے کفار سے سن کر اللہ تعالیٰ نے ان سے نقل کیا ہے۔ پس اب کچھ فرق نہیں ہے درمیان خبر دینے حق تعالیٰ کے ان کے اخبار و احوال و اسرار سے جیسا کہ سورۃ: ”تبت یدا“ و آیت قتال وغیرہما میں ہے اور نہ درمیان ظاہر فرمانے باری تعالیٰ کے اپنی صفات وافعال و خلق مصنوعات میں جیسا کہ آیت الکرسی سورۃ اخلاص وغیرہما میں ہے اور نہ درمیان آیات افاقیہ وانفسیہ کے۔ کہ یہ سب کے سب باری تعالیٰ کی کلام ہے اور اس کی صفت پاک حاصل الکلام، کلام اللہ شریف حادث نہیں غیر مخلوق ہے اور موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کی کلام اگرچہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہوا اور ایسا ہی کلام دوسرے انبیاء و مرسلین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین وملائکہ مقربین کی

مخلوق ہے جوان کی پیدائش کے بعد حادث ہوئی اور قرآن حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی کلام ہے نہ مجازاً اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح قدیم ہے۔مخلوق کی کلام کی طرح نہیں۔ کیونکہ ان کی ذات اور کلام دونوں حادث ہیں۔اس لئے کہ صفت موصوف کے تابع ہوتی ہے اور یوں ہی کہا جائے گا کہ نظم عبرانی جو توریت ہے اور نظم عربی جو قرآن ہے وہ اللہ تعالیٰ کی کلام ہے۔اس لئے کہ ان کے کلمات وآیات کلام الٰہی کی دلیلیں اور علامات ہیں اور اس لئے کہ ان کی نظم کا ابتداء اللہ تعالیٰ سے ہی ہے۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب کوئی حدیث حدیثوں سے پڑھو گے تو یہی کہو گے کہ یہ جو میں نے پڑھا ہے اور ذکر کیا ہے میری کلام نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کی کلام ہے۔کیونکہ ابتداء اس کلام کی نظم کا رسول اکرم ﷺ ہی سے ہوا تھا اور اسی قبیل سے ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے آیت ''وان احد من المشرکین استجارک'' میں آیت قرآن مجید کو کلام اللہ فرمایا ہے یہ ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا اور مشکوٰۃ المصابیح میں سنن دارمی وجامع ترمذی سے بروایت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ لایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھوائی جس میں سے دو آیتیں خاتمہ سورۃ بقرہ کی نازل فرمائیں اور سنن دارمی سے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لایا ہے کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش سے ایک ہزار برس پہلے سورۃ طٰہٰ ویٰسین کی تلاوت فرمائی تھی۔یہ ترجمہ ہے مشکوٰۃ کی حدیثوں کا۔اب قرآن مجید اور حدیث اور عقائد اہل سنت کی کتابوں سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ قرآن مجید کی ساری آیتیں اللہ تعالیٰ کی ہی کلام ہے۔کسی مخلوق کی کلام کو اس میں دخل نہیں ہے اور جو کچھ اس میں نبیوں کے قصے اور صدیقوں کی باتیں اور کافروں کے حالات اور بدبختوں

کے مقالات ہیں وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی ہی کلام ہے جو اس پاک ذات نے ان لوگوں کے پیدا ہونے سے پہلے بموجب اپنے علم ازلی کے ان سے خبر دی ہے۔

پس صاحب رسالہ اشاعت السنہ کا یہ قول کہ آیت ''انا خیر منه'' کلام شیطانی ہے اور آیت ''انا ربکم الاعلی'' کلام فرعونی ہے اور قرآن نہیں کہلاتا جیسا کہ اشاعت السنہ سے اوپر منقول ہو چکا ہے۔قرآن مجید کی صدہا آیات کا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جمیع قصص قرآنی اور حکایات فرقانی کو کلام مخلوق بنا دینا نہیں تو اور کیا ہے؟ اعاذنا اللہ سبحانہ وجمیع المسلمین عن ذالک مولانا قاری رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقہ اکبر کے اس قول کے نیچے کہ کلام اللہ شریف غیر مخلوق ہے لکھتے ہیں کہ کلام اللہ بالذات قدیم ہے۔امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جس نے قرآن مجید کو سن کر خیال کیا کہ یہ آدمی کا کلام ہے تو ضرور وہ کافر ہوا۔بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی ہے اور اس کو عذاب دوزخ سے ڈرایا ہے۔یہ ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا،اور یہ بھی اسی کتاب میں ہے اگر کوئی اعتراض کرے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن رسول کریم کی بات ہے۔اس نے دلالت کی کہ قرآن رسول کریم کی کلام جبرئیل یا محمد ﷺ کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ رسول بتا رہا ہے کہ اس نے قرآن کو اپنے بھیجنے والے سے پہنچایا ہے۔اس لئے یوں نہیں فرمایا کہ یہ کلام فرشتہ یا نبی کی ہے۔پس اس سے ثابت ہوا کہ رسول نے اپنے بھیجنے والے یعنی حق تعالیٰ سے پہنچایا نہ یہ کہ اس نے اپنی ذات سے یہ کلام پیدا کی ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ مراد رسول سے ایک آیت میں جبرائیل ہے اور دوسری آیت میں محمد ﷺ ہیں۔پس دونوں کی طرف سے اس کلام کی نسبت کرنے سے ظاہر ہوگیا کہ یہ نسبت صرف پہنچانے کے واسطے ہے۔کیونکہ ایک شخص

نے جس کلام کو پیدا کیا ہو تو منع ہے کہ دوسرا اس کو پیدا کر سکے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ بے شک حق تعالیٰ نے قرآن کو آدمی کی کلام بنانے والے کی تکفیر کی ہے۔ پس جس نے قرآن کو آنحضرت ﷺ کی کلام بنایا کہ آپ ﷺ نے از خود یہ کلام بنائی ہے تو وہ کافر ہوا۔ اور اس میں کچھ فرق نہیں کہ قرآن کو آدمی کی یا جن کی یا فرشتہ کی کلام کہے۔ (یعنی ان تینوں صورتوں میں سزا اس کی دوزخ ہے) اس لئے کہ کلام اس کی ہوتی ہے جس نے اول کہی ہو۔ نہ اس کی جس نے پیغام پہنچایا ہو۔ یہ ترجمہ ہے عبارت فقہ اکبر کا۔ کیا خوش کہا ہے کہنے والے نے کہ:

اگرچہ قرآن از لب پیغمبر است
ہر کہ گوید حق نہ گفتہ او کافر است

ان معتبر سندوں سے اگر صاحب اشاعت السنہ کی تسلی نہ ہو کہ یہ علماء مقلدین کے حوالی ہیں۔ شاید ان کو پسند نہ ہوں تو اولاً اس کا جواب یہ ہے کہ شرح فقہ اکبر سے اسی اشاعۃ السنہ کے ص ۲۹۲ ..... ۲۹۴ میں بھی سند لی ہے اور نیز ص ۳۱۴، اشاعت السنہ میں بھی حضرت شاہ عبدالعزیز کی کمال تعریف کر کے ان سے سند لی ہے۔ اور ثانیاً یہ جواب ہے کہ علماء غیر مقلدین بھی اسی اعتقاد پر ہیں جو اوپر مذکور ہوا ہے۔ جیسا کہ سنداً ان کی بھی بعض کتابوں سے منقول ہوتا ہے۔ تاکہ ظاہر ہو کہ اشاعت السنہ والا نے اپنی قوم سے بھی سخت مخالفت کی ہے۔ "نهج مقبول من شرائع الرسول" جو تالیف ہے بڑے بیٹے مولوی صدیق حسن بھوپالی کی اور خود مولوی مسطور نے اس کی تصحیح کر کے بھوپال میں چھپوائی ہے اور یہ باپ بیٹا مشاہیر علماء غیر مقلدین سے ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کلام ہے۔ اسی سے ابتداء ہوا اور اسی کی طرف رجوع ہوگا اور قرآن کے لفظ اور معنی دونوں اللہ تعالیٰ سے

ہیں جبرائیل امین صرف ناقل ہیں آنحضرت ﷺ فقط پہنچانے والے ہیں اور جتنا لوگوں نے قرآن مجید پڑھا اور پڑھیں گے وہ تمام اللہ تعالیٰ کی کلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ کلام فرمائی اور بے شک حضرت جبرائیل نے ان سے سنی اور بالیقین آنحضرت ﷺ پر اتاری جو کوئی کہے کہ وہ کلام فرشتہ کی یا آدمی کی ہے تو اس کا مکان دوزخ ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت فارسی نہج مقبول کا، اور یہ عبارت اس کے ص ۵ میں ہے۔

قولہ یعنی اشاعت السنہ میں لکھا ہے اور اگر بعینہ ان دونوں کی نسبت یہ خیال کریں کہ بہ ضمن حکایت ابلیس و فرعون یہ کلام خدا میں پائی گئی ہیں تو یہ کلام رحمانی اور جزو قرآن کہلاتے ہیں۔ انتہی بلفظہ۔ فقیر کہتا ہے کہ آیت "انا خیر منه" اور آیت "انا ربکم الاعلی" کو اللہ تعالیٰ کی کلام اور جزو قرآن بنانے میں کسی کے خیال کرنے کی کیا حاجت؟ یہ دونوں آیتیں فی الحقیقت اور دراصل حق تعالیٰ کی کلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا ہے اور شیطان فرعون کے پیدا ہونے سے ہزارہا برس پہلے حق تعالیٰ نے ان کو لوح محفوظ میں لکھوایا جیسا کہ قرآن و حدیث و عقائد اہل سنت سے اوپر مبرہن ہو چکا ہے۔ پس اس کلام عربی معجز نظام کو شیطان و فرعون کی کلام بنانا اور قرآن میں ان سے نقل کا اعتبار و خیال کرنا محض ہذیان اور بہتان ہے۔ خدائے سبحانہ و تعالیٰ جمیع اہل ایمان کو اس اعتقاد و خیال سے بچائے اور عاقبت بخیر فرمائے۔ واضح رہے کہ یہ اقوال صاحب اشاعۃ السنہ کے جن کا بنائے اختلاف متکلم پر ہے صاحب براہین احمدیہ کی تائید کی تمہید میں تھے جس میں صاحب اشاعۃ السنہ نے اس کی محبت میں اپنا ایمان قربان کر دیا جیسا کہ شرعاً متحقق ہو چکا ہے۔ اب فقیر کاتب الحروف اس کے وہ اقوال جو اصل تائید صاحب براہین میں ہیں جن کا مدار اختلاف

مخاطب پر ہے نقل کر کے ادلہ شرعیہ سے ان کی تردید لکھتا ہے۔ واللہ ھو المعین!

قولہٗ !'' ایسا ہی اختلاف مخاطب کے سبب اختلاف کلام کو سمجھنا چاہئے ۔'' انتہی بلفظہ! فقیر کہتا ہے کہ ایک نقص اس پر اوپر لکھا گیا ہے دوم علماء بدیع ومعانی وغیرھم نے تصریح کی ہے کہ کلام یا خبر ہے یا انشاء اور ان دونوں کے معنی میں کسی نے اختلاف مخاطب کا کچھ بھی اعتبار نہیں کیا نہ معلوم کہ اس نئے مولوی نے یہ اقسام کلام کہاں سے نکالی ہیں۔

قولہ!'' جو کلام خدائے تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے خطاب میں فرمایا ہے اور وہ ایک کتاب معروف میں درج ہو کر مسلمانوں میں پڑھا جاتا ہے۔ وہ قرآن کہلاتا ہے۔'' انتہی بلفظہ! فقیر کہتا ہے کہ خطاب کلام میں بصیغہ حاضر ہوتا ہے۔ تلخیص المفتاح، مطول کے متن میں لکھا ہے کہ تکلم سے خطاب کی طرف آیت ومالی لا اعبد الذی میں اور خطاب سے غیبت کی طرف آیت ''حتی اذا کنتم'' نے ''الفلک'' میں اور غیبت سے خطاب کی طرف آیت ''ملک یوم الدین . ایاک نعبد'' میں التفات ہے۔ یہ ترجمہ ہے اس عبارت عربی کا جس سے ثابت ہوا کہ خطاب مخاطب کر کے بات کرنے کا نام ہے۔ پس معلوم رہے کہ یہ تعریف قرآن مجید کی جو صاحب اشاعۃ السنہ نے بیان کی ہے اس سے ہزارہا آیات قرآن کی قرآن ہونے سے خارج ہوگئیں۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ قرآن مجید کی تمام آیات سے مخاطب نہیں ہیں۔ یعنی سارے قرآن مجید میں آپ ﷺ کو خطاب نہیں کیا گیا۔ بلکہ وہ آیتیں جن میں آپ ﷺ کو خطاب ہوا ہے مثل اور علم دیا آپ ﷺ کو اس کا جو آپ ﷺ کو معلوم نہ تھا اور کہہ دے یا محمد ﷺ اگر تم خدا سے محبت کرنی چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اور یہ بے شک ہم نے بخشا آپ ﷺ کو کوثر یہ ترجمہ ہے آیات وخطاب کا، اور

ایسی آیات خطاب تھوڑا سا حصہ ہیں قرآن مجید کا اور نیز آنحضرت ﷺ کے قرآن شریف کی بہت سی آیات میں مخاطب ہیں جیسا کہ بنی اسرائیل اور اس امت مرحومہ کے مومن اور کفار اور جن وغیرہم، اور نیز صدہا آیات قرآنی ایسی ہیں جن میں کسی کو خطاب نہیں کیا گیا۔ پس اس تفسیر کی رو سے صدہا آیات قرآن مجید ہونے سے خارج ہوگئیں۔ مرزا قادیانی کے اس مؤید پر سخت افسوس ہے جس نے تقاضائے محبت اور ان کی نکمی دوستی میں ہزارہا آیات قرآنی کو کلام اللہ شریف سے نکال دیا۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کا منتقم کافی ہے۔ سبحان اللہ! عوام اہل اسلام ایسے لوگوں کو علماء دین سے جانتے ہیں اور وہ اپنے رسالہ کا نام اشاعۃ السنہ مشہور کر کے آپ کو اکابر مصنفین سے اور صاحب براہین احمدیہ کو کاملین مکملین سے مانتے ہیں اور فی الاصل یہ دونوں صاحب سارے غیر مقلدین کی طرح دنیا کی سخت محبت میں گرفتار ہیں اور مال حرام وحلال کے جمع کرنے کی کوشش میں سرشار ہیں۔ چنانچہ اپنے رسالوں کے حق تصنیف بیچ کر بہت سے روپے جمع کر لیتے ہیں اور خود رسالہ اشاعۃ السنہ جو سال تمام میں چوبیس جزو ہوتا ہے ایک یا دو روپیہ اس کی قیمت میں عمدہ منفعت ہے اور صاحب اشاعۃ السنہ نوابوں سے تیس روپیہ سالانہ اور دوسرے غنیوں سے پندرہ روپیہ اور متوسط گزارہ والوں سے سات روپیہ اور کم وسعت والوں سے تین روپے بارہ آنہ سالانہ لیتے ہیں اور براہین احمدیہ جو تینتیس جز کی کتاب ہے۔ بازاری قیمت دو یا تین روپے رکھتی ہے۔ مرزا قادیانی نے ادنیٰ قیمت اس کی پچیس روپیہ اور اعلیٰ قیمت ایک سو روپیہ تک مقرر کی ہے جو اس کی کتاب خریدے خواہ وہ رافضی ہو یا بت پرست ہی ہو ان کی بہت مبالغہ اور غلو سے تعریف کرتا ہے اور جو اس کی کتاب کوئی نہ خریدے۔ اگرچہ نواب مسلمان ہی ہو۔ اس کی پرلے درجہ کی

توہین کر کے قارون سے اس کو تشبیہ دیتا اور دنیا پرستوں سے بنا دیتا ہے۔ جیسا کہ اس کی کتاب کے پہلے اور دوسرے اور چوتھے حصہ کے ابتدائی اوراق ملاحظہ کرنے سے یہ حال معلوم ہو جاتا ہے اور نیز جب بہت سے روپیہ آنے کا اس کو الہام ہوتا ہے تو کمال ہی خوشحال ہوتا ہے اور جب معلوم ہو کہ وہ تھوڑا سا روپیہ ہے تو سخت غم کا پامال ہوتا ہے۔ جیسا کہ براہین کے ص ۵۲۲ سے ۵۲۴ تک کے مطالعہ کرنے سے ظاہر ہے۔

پس یہ سارا مدار دنیا کی سخت محبت اور روپیہ پیسہ جمع کرنے پر ہے جس کو دانشمند بخوبی جانتے ہیں اور پورا علم حق تعالیٰ کو ہے۔ الحاصل قرآن مجید کی جامع مانع تعریف وہ ہے جو علماء اسلام کی کتابوں میں درج ہے۔ چنانچہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اکبر اور مولانا قاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرح میں لکھا ہے قرآن مجید حضرت ﷺ پر تیس برس کی مدت میں آیت آیت اتارا گیا ہے اور مصحفوں میں لکھا ہوا ہے۔ یعنی جو دفتین میں مکتوب ہے وہ سب کلام اللہ ہے پر دوسری جگہ فقہ اکبر اور اس کی شرح میں لکھا ہے کہ قرآن مجید مصحفوں میں لکھا ہوا اور دلوں میں یاد اور زبانوں پر پڑھا گیا اور آنحضرت ﷺ پر بالتدریج اتارا گیا ہے۔ بواسطہ حروف، مفردات و مرکبات مختلف حالتوں میں یہ ترجمہ ہے عبارت عربی کا۔ اب دانشمند لوگ اس نہایت عجیب و غریب آدمی کو دیکھیں جو تنزیل اور خطاب میں امتیاز نہیں رکھتا اور قرآن مجید کی آیات کو فرعون و شیطان کی کلام بنا دیتا ہے اور اس مایہ علمی پر اس کو یہ ادّعا ہے کہ مجتہدین دین غلطی پر تھے اور میں دین متین کی تائید کر رہا ہوں۔ پس یقیناً یہ رعونت اور جہل مرکب کا شعبہ ہے پھر اشاعت السنہ میں لکھتے ہیں۔ قولہ! ”وہی کلام (یعنی جس کا نام قرآن ہے) اگر کسی غیر نبی کے خطاب میں اور پہلے توریت انجیل وغیرہ میں یا کسی ولی کے

الہام میں خدا نے فرمایا ہے تو وہ قرآن نہیں کہلاتا۔ گو حقیقت میں وہ بعینہ وہی کلام ہے جو قرآن میں پایا جاتا ہے۔“ انتہی بلفظہ! فقیر کہتا ہے کہ اس عبارت میں ہر چند بہت سی غلطیاں ہیں مگر جن کا بیان یہاں ضروری ہے وہ یہ ہیں اوپر لکھا گیا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کو قرآن بنانے میں خطاب کو کوئی دخل نہیں۔ قرآن وہ ہے جو سرور عالم ﷺ پر اتارا گیا اور آپ ﷺ کی طرف کلام الٰہی سے وحی ہوا۔ اور قرآن اس اترنے سے پہلے بھی قرآن تھا اور اس سے پیچھے بھی قیامت تک قرآن ہی کہلاتا ہے اور کسی ولی پر کوئی آیت قرآن کی الہام ہو جائے تو وہ قرآن سے خارج نہیں ہوتی ہے بلکہ قرآن مجید ازل سے ابد تک قرآن ہی ہے۔ معنی اس کے کلام نفسی قدیم ہے اور اس کی نظم بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور بے شک خدائے پاک نے اس کا نام قرآن حکیم رکھا ہے۔ پس غیر ممکن ہے کہ قرآن غیر قرآن بن جائے اور عقائد اہل سنت میں مقرر ہو چکا ہے کہ حق سبحانہ کی صفات پر بھی تغیر نہیں آتا ہے۔ جیسا کہ اس کی ذات پر بدلنا نہیں ہے اور خود غیر مقلدین کی ”نہج مقبول“ میں ہے ”برذات وصفات الٰہی تغیر نمی رود“ ص ۱۰، ص ۱۶ میں دیکھو۔ پر تعجب یہ ہے کہ خود صاحب براہین جس جس آیت قرآن کی اپنی طرف الہام ہونے کا مدعی ہے۔ ان کا آیات قرآنی ہی نام رکھتا ہے۔ جیسا کہ اوپر براہین کے ص ۴۸۵، ۴۹۸ سے منقول ہو چکا ہے اور یہ صاحب اشاعت السنہ اس کی تائید میں قرآن کو غیر قرآن اور بعض آیات قرآنی کلمات فرعونی و شیطانی بنا رہا ہے۔ خدا جانے یہ شخص اگر قرآن کی بے ادبی میں غضب الٰہی سے پرواہ نہیں رکھتا تو اتنا بھی نہیں جانتا کہ خلاف مرضی قائل فیصلہ کے اس کے قول کی توجیہ کر رہا ہے۔ الٰہی ایسی نادانی سے پناہ دے۔ ہمارے اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر۔ پھر اشاعت السنہ کے ص ۳۰۴ میں جو

لکھا ہے کہ: **قولہ !** ’’شیطان بجز برائی گمراہی کے اور کچھ القانہیں کرتا ہے اور ان الہامات میں سراسر ہدایت تسلیم کی گئی ہے۔ گمراہی کی کوئی بات ان میں مانی نہیں گئی پھر یہ القاء شیطانی کیوں کر ہوسکتا ہے۔‘‘ ....الخ انتہیٰ بلفظہ !

فقیر کہتا ہے کہ اوپر متحقق ہو چکا ہے کہ مرزا قادیانی نے براہین کے الہامات میں حق تعالیٰ پر افتراء کیا ہے اور قرآن مجید کی آیات میں لفظی معنوی تحریف کی ہے اور اپنی خودستائی یہاں تک کی ہے کہ انبیاء سے برابری کردی ہے تو یہ سب برائیوں سے بڑھ کر برائی اور سخت بے حیائی ہے جس کو دیدہ حق بین اور دل حقیقت گزیں عطاء نہ ہوتو وہ ان باتوں کو کب دیکھتا ہے اور کیوں پروا کرے ان باتوں کی جو خود سواد اعظم سے نکل جائے اور صاحب براہین احمدیہ اس کی کمال مدح کرے۔ یہاں تک کہ بادعاء الہام رب العالمین اس کو کاملین مکملین میں داخل کردے اور غیر مقلدین وغیرھم کو اس کے کمال حال و مآل پر آگاہی بخشے تو یہ صاحب اشاعت السنہ اس کے اقوال باطلہ کو نہایت اہانت قرآن کریم سے کیوں نہ تائید کرے۔ خدا ہی اپنے دین کا حافظ ہو رہا ہے یہ کہ اشاعۃ السنہ کے ص ۲۵۹ میں تحریر ہے عربی فقرہ انا انزلناہ قریبًا من القادیان!، ’’وبالحق انزلناہ وبالحق نزل ‘‘اس میں کسی کو لفظ نزول سے نزول قرآن یا وحی رسالت کا شبہ گزرے تو اس کو یوں دفع کرسکتا ہے کہ یہ لفظ (نزول) وحی رسالت یا قرآن سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ لفظ بخشش وعطا کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ آیت زمر میں فرمایا ہے خدا نے تمہارے لئے آٹھ جوڑی مواشی اتاری۔ یعنی عطا فرمائی ہیں۔ پس ایسا ہی عطاء الہام معارف صاحب قادیان کے نزول سے تعبیر فرمایا ہے۔‘‘ انتہیٰ بلفظہ امتقطاً۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ تاویل کئی وجہ سے باطل ہے پہلی وجہ یہ کہ صاحب براہین نے اس الہام کے بیان میں لفظ نزول کا اتارنے سے تینوں جگہ میں ترجمہ کیا ہے اور صاحب اشاعت السنہ نے اسی ص ۲۵۹ کی آٹھویں سطر میں اس کو نقل کیا ہے تو اب برخلاف مراد قائل اس کے قول کی تاویل کرنی سراسر بے جا ہے۔ دوسری وجہ قادیان کے قریب انزال معارف والہام کو جب آیت ’’ وبالحق انزلناہ وبالحق نزل‘‘ سے جو صرف قرآن مجید کے اتارنے اور اترنے کے بیان میں ہے۔ ملا کر لکھا ہے تو یہ طرز کلام اور مقتضائے مقام اس تاویل کو باہزار زبان باطل کررہا ہے۔ تیسری وجہ آیت ’’وانزل لکم من الانعام‘‘ میں لفظ انزال بھی اکثر مفسرین کے نزدیک اپنے حقیقی معنوں یعنی اتارنے میں مستعمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام کے ساتھ بہشتوں سے مواشی اتارے تھے۔ جیسا کہ تفسیر مدارک وتفسیر کبیر ونیشاپوری وخازن وحسینی ولباب وغیرھا میں درج ہیں اور نیز انہیں تفاسیر میں ہے کہ مواشی کی زندگی نباتات سے ہے اور نباتات کا قوام پانی سے ہے اور پانی آسمان سے اتارا جاتا ہے۔ پس گویا مواشی بھی آسمان سے اتارے گئے۔ علاوہ مذکورہ بالا تفاسیر کے تفسیر ابوسعود وبیضاوی میں بھی ایسا لکھا ہے۔ پس ان دونوں وجہوں میں انزال کے معنی عطا کے نہ ہوئے اور جمہور مفسرین نے آیات شریفہ کے معنی یوں کئے ہیں کہ خدا نے تمہارے لئے مواشی پیدا کئے تو یہ آیت مثل آیت سورۃ النمل اور سورۃ یٰسین کے ہوئی جن میں مواشی کے پیدا کرنے کا ذکر ہے تو ان معنوں کی رو سے بھی انزال کو عطا پر حمل کرنا ناروا ٹھہرا اور یہ جو کسی مفسر نے اس آیت میں مواشی کے اتارنے کو غیر ظاہر المراد خیال کر کے عطا کے معنی بھی لئے ہیں تو اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ قرآن مجید کے اتارنے اور اترنے کو عطا کے

ساتھ تفسیر کیا جائے۔ کیونکہ وقت متعذر ہونے حقیقت کے مجاز کی طرف رجوع کیا جاتا ہے ۔پس ''وبالحق انزلناہ'' کوانزال انعام پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

الغرض صاحب اشاعت السنة صاحب براہین کی تائید نہیں کر رہا بلکہ اس کی ضلال واضلال کو بڑھا کر در پے اس کی توہین کے ہے۔ بر سولاں بلاغ باشد وبس اور وہ جو صاحب اشاعت السنہ نے ''یامریم اسکن انت و زوجک الجنة'' کی تاویل ص ۲۸۰ میں لکھا ہے صاحب براہین کو روحانی مناسبت کے سبب مریم سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جیسے حضرت مریم علیہا السلام بلا شوہر حامل ہوئی ہیں ایسے ہی مؤلف براہین کو بلا تربیت وصحبت کسی پیر وفقیر ولی مرشد کے ربوبیت غیبی سے تربیت پا کر مورد الہامات غیبیہ وعلوم لدنیہ ہوئی ہیں۔اس تشبیہ کی ایک ادنیٰ مثال نظامی کا یہ شعر ہے۔

ضمیرم نہ زن بلکہ آتش زنست

کہ مریم صفت بکرو آبستن ست

انتہی بلفظہ ا بقدر الحاجۃ !

فقیر کہتا ہے کہ یہ تاویل باطل ہے کہ ارکان تشبیہ چار ہیں۔مشبہ، مشبہ بہ، وجہ شبہ، حرف تشبیہ لفظی ہو یا تقریری جیسا کہ مطول وغیرہ میں ہے۔اب ظاہر ہے کہ فقرہ ''یا مریم اسکن .... الخ میں مشبہ کا تو ذکر ہی نہیں تشبیہ کیونکر پائی گئی؟ بلکہ صاحب براہین کا ادّعا ہے کہ اس کو یا آدم یا عیسیٰ یا مریم وغیرھم اسماء انبیاء سے خطاب ہو رہے ہیں۔پس صریح محال ہے کہ ایک ہی شخص باپ بیٹا مائی سب کچھ بن جائے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ جس کو فیضان الٰہی ہو وہ قرآن میں تحریف کرے اور انبیاء سے برابری کا دعویٰ کرے اور وغیرہ امور سخت مخالف

شرع عمل میں لائے۔پس یقیناً صاحب براہین حدود شرعیہ سے نکل کر طغیان اور عصیان کے پرلے درجے تک پہنچا ہے۔یہاں تک پہلی قسم کے الہامات مع جواب تاویلات صاحب اشاعة السنہ کے ذکر سے فراغت حاصل ہوئی ہے۔

اب دوسری قسم کے الہامات کا یعنی جن میں صاحب براہین نے انبیاء پر اپنی فضیلت جتائی ہے بطور نمونہ ذکر کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ براہین کے ص ۲۴۰ میں عربی الہام حمد کا دعویٰ کر کے اس کا ترجمہ یہ لکھا ہے کہ ''خدا تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے۔'' انتہی بلفظہ ! فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ ''حمد'' احسان کے بعد ہوا کرتی ہے۔جیسا کہ تفسیر کبیر ونیشاپوری وفتح العزیز وغیرہا میں درج ہے اور مجمع البحار میں حدیث لکھی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حمد شکر کا سر ہے۔اس لئے کہ اس میں نعمت کا اظہار ہے اور عام تر ہے۔پس حمد میں شکر اور زیادتی ہے انتہی اور ردالمحتار میں ہے کہ عرفاً حمد وہ فعل ہے جو منعم کے انعام دینے کی تعظیم سے خبردار کرے الی قولہ اور حمد جہاں مطلق ہو تو عرفی ہی مراد ہوتی ہے۔سید شریف نے حواشی مطالع میں یہ لکھا ہے۔یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمحتار کا۔پس محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کی حمد کرے۔اس لئے کہ منعم حقیقی تو حق تعالیٰ ہی ہے اور باوصف اس کے قرآن اور صحیح احادیث میں کہیں بھی صراحۃً نہیں آیا کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب محمد ﷺ یا کسی اور نبی کی انبیاء علیہم السلام سے حمد کر رہا ہو۔بلکہ حق تعالیٰ نے سب خواص وعوام کو ارشاد کیا ہے کہ تم سب کہو ''الحمدللہ رب العالمین'' پس کیونکر متصور ہو کہ باری تعالیٰ مرزا قادیانی کی عرش سے حمد کر رہا ہے؟ یعنی اس کو سب اپنے مقبول بندوں پر جن میں انبیاء بھی داخل ہیں فضیلت دے رہا ہے۔خدا جانے صاحب براہین نے رب العالمین پر کونسا

انعام کیا ہے جس کے بدلے وہ سب کے محمود کی حمد کا مستحق ٹھہر گیا ہے؟ یہ نرا بہتان عظیم، نہایت تکبر اور حمق ورعونت اور جھوٹ وفریب سے پیدا ہوا ہے علاوہ ازیں اس فقرہ الہامیہ عربیہ کی رکاکت لفظی علماء اسلام سے مخفی نہیں ہے اور قرآن مجید میں جو لفظ حمید کا باری تعالیٰ کی صفت میں واقع ہوا ہے تو وہ لفظ غنی وعزیز وغیرہما سے نزدیک کیا گیا ہے تاکہ دلالت کرے کہ حق تعالیٰ حمد کیا گیا ہے نہ حمد کرنے والا۔ جیسا کہ مشہور تفاسیر اور ترجموں میں درج ہے۔ اور اگر فرض کریں کہ حمید بمعنی حامد ہے تو وہ سبحانہ اپنی ذات وصفات کا حمد کرنے والا ہے۔ مجمع البحار میں نہایہ سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو حمید ہے تو وہ ہر حال محمود ہے انتہی! اور قرآن میں جو حق تعالیٰ کا شاکر وشکور ہونا مذکور ہے تو اس سے بھی یہی مراد ہے کہ باری تعالیٰ تھوڑے عمل پر بہت ثواب عطا فرماتا ہے جیسا کہ اکثر تفاسیر میں لکھا ہے اور محی السنہ معالم میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ہے کہ استحقاق سے زائد عطا کرتا ہے انتہی! اور مجمع البحار میں ہے کہ حق تعالیٰ شکور وہ ہے جو تھوڑے عمل کو بڑھا کر مضاعف بدلا دیتا ہے۔ پس اس کا شکر بندوں کا بخشنا ہے انتہی! اور قاموس میں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شکر بدلہ دینا اور ثناء نیک کرنا ہے انتہی! اور حمد ومدح یعنی ثناء جمیل میں فرق ظاہر ہے۔ پھر بہت ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ شب معراج میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں خود حاضر ہوئے تھے۔ جیسا کہ قرآن وحدیث میں آیا ہے اور یہاں حق تعالیٰ مرزا قادیانی کے پاس خود چل کر آرہا ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جس کی صفت لیس کمثلہ شیء وارد ہے۔ پھر براہین کے ص ۵۵۸ پر الہام عربی درج ہے جس میں مرزا صاحب کے بیت الفکر اور بیت الذکر کے حق میں ومن دخلہٗ کان آمنا واقع ہوا ہے جس کا ترجمہ انہوں نے خود کیا ہے ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا۔ ہم

نے ہر ایک بات میں تیرے لئے آسانی نہیں کی کہ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا۔ بیت الفکر سے مراد اس جگہ وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الفکر سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور ''ومن دخلہ کان آمنا'' اس مسجد کی صفت بیان فرمائی ہے۔'' انتہی بلفظہ!

فقیر کہتا ہے کہ آیت ''ومن دخلہ کان آمنا'' قرآن شریف میں بیت اللہ شریف کے ہی حق میں وارد ہے۔ مسجد نبوی شریف کے اور نہ مسجد اقصیٰ (جس کی تعریف سورۃ بنی اسرائیل کے ابتداء میں ہے اور وہ قبلۂ انبیاء ہے) کے حق میں وارد ہے۔ پس یہ ادّعا صاحب براہین کا کہ اس کی خانگی مسجد کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے ''ومن دخلہ کان آمنا'' نازل کیا ہے۔ یہاں اپنی مسجد کو ان دونوں مسجدوں پر فضیلت دی ہے۔ ان مناقب سے ایک اور امر ظاہر ہو گیا اور وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ابتداء براہین احمدیہ کے اشتہار میں درج کیا ہے کہ ان کی جائیداد دس ہزار روپیہ کی ہے۔ پھر ادّعا کیا ہے کہ ہم کو ایک الہام ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مخاطبت یعنی ہمکلامی کا منصب حاصل ہے۔ پس باوجود اس کے اب تک وہ حج کو نہیں گئے۔ اس لئے کہ حج گناہ کے بخشوانے اور قیامت کے امن کے واسطے ہے اور یہ دونوں مرزا صاحب کو حاصل ہیں۔ کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جو جی چاہے سو کر بے شک ہم نے تجھے بخش چھوڑا ہے جیسا کہ براہین کے ص ۵۶۰ میں درج ہے اور امن تو ان کی مسجد کے نمازیوں کو حاصل ہے۔ مرزا قادیانی تو خود اس کے امام اور بانی ہیں اور نیز اوپر براہین کے ص اخیر ۵۶۲ سے منقول ہو چکا ہے کہ ''دین اسلام سب پر مشتبہ ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سب کو حکم کیا ہے کہ طریقہ حقہ مرزا قادیانی سے حاصل کریں۔'' انتہی ملخصاً

پس اب بحسب اقراران کے قادیان خود مکہ معظّمہ ہوگئی اوران کو حج کرنے کی کیا حاجت رہی؟ اس شرارت سے پناہ بخدا۔ جمیع انبیاء اور سید المرسلین ﷺ بیت اللہ کا حج اور طواف کرتے گئے۔ البتہ جس کے پاس رب البیت خود تشریف لائے اوراس کی حمد کرے تو وہ حج کو کیوں جائے؟ پھر براہین ص ۵۶۰ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فقرات عربی مرزا قادیانی کو الہام کی ہیں جن کا ترجمہ وہ خود یوں کرتے ہیں کہ ’’تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ تیرے لئے میں نے رات دن پیدا کیا۔ تو مجھ سے وہ منزلت رکھتا ہے جس کی لوگوں کو خبر نہیں۔‘‘ انتہی بلفظہ!

فقیر کہتا ہے کہ قرآن میں فرمان ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کا رتبہ قرآن مجید سے لوگوں کو معلوم ہوگیا۔ اورسب مسلمان شاہد ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور ساری خدائی سے افضل۔ اور صاحب براہین کا ادّعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرزا صاحب کی منزلت کی لوگوں کو خبر نہیں۔ پس اس کلام سے مرزا قادیانی کی جمیع انبیاء علیہم السلام پر فضیلت کا ثابت کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟۔ اور یقیناً ان دعووں میں صاحب براہین کاذب ہے۔ پھر مرزا قادیانی ضمیمہ اخبار ریاض ہند مجریہ امرتسر یکم مارچ ۱۸۸۶ء مطبوعہ ہوشیار پور میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ ’’انت منی وانا منک‘‘ ص ۱۴۸ سطر ۴ کالم ۲ اوران کے بیٹے کے حق میں جس کی بشارت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اول آخر کے پاک کرنے والا حق اور بلندی کو ظاہر کرنے والا کأن اللّٰہ نزل من السّماء ص ۱۴۷ سطر ۱۴ کالم ۲، انتہی! فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ پہلا الہام صحیح حدیث کا ایک فقرہ ہے جو آنحضرت ﷺ کے اپنے عم زاد بھائی حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا تھا ’’انت منی وانا منک‘‘ یعنی تو نسب اور پیوند سسرال اور ابتداء ایمان ومحبت وغیرھا میں مجھ سے متصل ہے۔ جیسا کہ قسطلانی اور کرمانی رحمہما اللہ دونوں شرح بخاری میں درج ہے۔ یعنی فیما میں میری اور تیری برادری اور قرابت اور اتحاد اور کمال اتصال ہے۔ جیسا کہ مرقات اور لمعات دونوں شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے اور کرمانی شرح بخاری میں ہے کہ اس من کو اتصالیہ کہتے ہیں۔ انتہی! مترجما پس بہ یقین ثابت ہوا کہ ایسی کلام دو قریبیوں میں جن کو نسبتاً واخوۃً وغیرہما اتصال ہو واقع ہوتی۔ لیکن خدائے تبارک وتعالیٰ جس کا نہ کوئی ولد ہے نہ کوئی والد اور نہ اس کا کوئی کفو اور جس کی یہ صفت ہے کہ کسی سے متصل نہیں ہوتا اور نہ کسی سے متحد ہوتا ہے نہ کسی سے مشابہ ہے۔ جیسا کہ عقائد کی کتابوں میں اس پر تصریح ہے۔ ہرگز متصور نہیں کہ وہ پاک ذات کسی کو فرمائے ’’انت منی وانا منک‘‘ یعنی تو مجھ سے متصل ہے اور میں تجھ سے متصل ہوں۔ پس بالیقین یہ صاحب براہین نے انبیاء اور مرسلین پر اپنی فضیلت ثابت کرنے کو حق تعالیٰ پر یہ بہتان باندھا ہے اور دوسرا الہام جس میں اس کے زعمی بیٹے کو ’’کان اللّٰہ نزل من السماء‘‘ کہا ہے وہ بھی صرف افتراء اور بہتان ہی ہے۔ اس لئے کہ جو مشابہت لفظ کأنّ سے بیان کی جاتی ہے وہ نہایت سخت مشابہت ہوتی ہے۔ جیسا کہ تفسیر اتقان سے اوپر بیان کیا گیا ہے۔ پس جب مرزا صاحب کا بیٹا حق تعالیٰ سے بہت ہی مشابہ ٹھہرا اور وہ پاک ظالموں کی باتوں سے برتر ہے تو خود مرزا صاحب بہت ہی اونچا چڑھ گئے۔ معاذ اللہ! حق تعالیٰ کے برابر ہوگئے اور دراصل حق سبحانہ ملحدوں کی وصفوں سے پاک اور منزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب اور برے بندوں کی شرارت اور شیطانوں کی ایذاء اور حاضری سے پناہ بخدا۔ یہاں پر ختم ہوا

یہ رسالہ جس کا نام "رجم الشیاطین برد اغلوطات البراھین" ہے اور جمیع حمد میں خاص خدائے پروردگار جہانوں کے واسطے ہیں اور درود ہو اللہ تعالیٰ کا ساری مخلوقات کے برگزیدہ اور اس کے حبیب محمد ﷺ اور اس کی آل واہل بیت واصحاب پر جب تک اس کو یاد کرنے والے یاد کریں اور جب تک غافل اس کی یاد سے غفلت کریں اور بعد ختم۔ اس رسالہ کے اللہ تعالیٰ کے وافر کرم کا مشتاق محمد ابو عبدالرحمٰن فقیر غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں ہو۔ حضرات علماء حق ملت شریفین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ فقیر نے صفر ۱۳۰۲ ہجری میں صاحب براہین کا وہ اشتہار دیکھا جس کا ذکر ابتداء اس رسالہ میں درج ہوا ہے اور اس کو مشتہر نے بیس ہزار قطعہ چھپوا کر دور دراز ملکوں میں شائع کیا ہے۔ جب فقیر نے اس میں دیکھا کہ مرزا قادیانی نے کتاب براہین احمدیہ کا بنانا اللہ تعالیٰ کے حکم اور الہام سے دعویٰ کیا ہے اور اپنی تعریفوں میں حدود الٰہی سے تجاوز کر گیا ہے۔ ان باتوں سے دل بہت ناخوش ہوا۔ پھر اس کی کتاب براہین احمدیہ دیکھی تو تیسرے چوتھے حصہ کے حاشیہ در حاشیہ میں جو اس نے اپنے الہامات درج کیئے ہیں وہ اکثر مخالف شرع پائے اور آیات قرآن کی تحریف لفظی ومعنوی وغیرہ قباحتیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ان میں دیکھیں تو حق براری اسلام کے ادا کرنے کے واسطے مرزا صاحب کو لکھا کہ ان مخالف شرع باتوں سے باز آؤ اور غیر دین والوں کے مقابلہ میں کتاب لکھو چھپواؤ فروخت کرو کچھ مضائقہ نہیں تو اس کو نہ مانا اور تائب نہ ہوئے بعد ازاں فقیر نے بعض مجالس وعظ میں ذکر کیا کہ مرزا صاحب کے الہامات میں قرآن مجید کی تحریف ہوگئی ہے اور انہوں نے انبیاء کی برابری کے مدعی ہو کر قرآن شریف کو پارہ پارہ بھی کر دیا۔ اس پر ان کے مؤید مؤلف رسالہ اشاعت السنہ نے

خلوت میں درباب الہامات کے فقیر سے مناظرہ کرنا چاہا۔ جب کہ فقیر کو معلوم تھا کہ صاحب براہین اور مؤلف اشاعت السنہ باہم ایک دوسرے کے کمال ثناء خواں ہیں اور اپنی تالیفات میں ایک دوسرے کی حقانیت کو کما حقہ ظاہر کیا ہے۔ اس پر اکثر علماء اور سب عوام غیر مقلدین سے اور بعض علماء اور عوام مقلدین کے صاحب براہین کی حقیقت کو مان گئے ہیں۔ اور قادیان مثل بیت اللہ کے مرجع انام ہوگئی ہے تو فقیر نے خلوت میں مناظرہ کو پسند نہ کیا بلکہ علماء دین کے روبرو گفتگو کے واسطے کہا تو اس کے قبول سے درگزر صاحب اشاعت السنہ نے کیا۔ اس کا جواب تک نہ دیا تو بعد ازاں فقیر نے جمادی الاولیٰ سنہ رواں میں بذریعہ اشتہار اعلان کیا کہ صاحب براہین کے اکثر الہامات اصول دین اسلام کے مخالف ہیں۔ اس پر فقیر مرزا صاحب اور ان کے مؤید صاحب اشاعت السنہ سے علماء اسلام کے روبرو یہ کلام کرنے کا خواستگار ہے تاکہ حق ظاہر ہو جائے اور خواص عوام اہل اسلام کے عقائد میں خلل نہ آئے تو اس کا جواب بھی ان کی طرف سے کچھ نہ ملا۔ پھر فقیر نے اسی سال کے رمضان المبارک میں صاحب براہین کے الہامات اور صاحب اشاعت السنہ کی تاویلات کے رد میں اردو میں رسالہ لکھ کر کئی علماء ہندوستان وپنجاب کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے بھی اس بارہ میں کہ صاحب براہین واشاعت السنہ دونوں مخالفت شرع کر رہے ہیں۔ فقیر سے موافقت فرمائی۔ امرتسر کے علماء کی تصدیق کے بعد وہاں کے ایک رئیس نے فقیر سے کہا کہ مصلحت یہ ہے کہ آپ اول مرزا قادیانی سے اظہار حق کے لئے مناظرہ کرو۔ پھر جو حق ظاہر ہو اس کو اشتہار دو۔ اس کو فقیر نے قبول کیا اور ان سے کہا کہ ڈیڑھ سال اس انتظار میں بسر کیا ہے مرزا صاحب مناظرہ کو قبول نہیں کرتے۔ اس رئیس نے جواب دیا کہ ہم سائی ہو کر

مرزا صاحب کو لکھتے ہیں پھر چند ماہ کے بعد ان کا خط فقیر کے نام آیا کہ صاحب براہین لکھتے ہیں کہ میری کتاب میں تصوف ہے تین علماء صوفیہ کے نام لکھے کہ ان کے روبرو مناظرہ کرنا چاہتا ہوں فقیر نے اس کے جواب میں اس امر کو مان لیا اور لکھا کہ تین خاندانی علماء ہوں جو وہ لاہور سے ان کے ساتھ شامل کر کے تاریخ مناظرہ معین کرو اور فقیر کو اطلاع دو کہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو جاؤں۔

پس اب تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا اور نہ وہ رسالہ شائع ہوا۔ اب اس امید پر فقیر نے شوال ۱۳۰۳ھ میں اس رسالہ کو عربی میں ترجمہ کیا کہ حضرات علماء حرمین محترمین کی تصحیح سے بھی مزین ہو جائے تا کہ اہل اسلام کے نزدیک نہایت معتمد ٹھہرے اور بعض علماء مقلدین جو صاحب براہین کے مصدق ہیں وہ بھی حق کی طرف رجوع کریں اور فقیر نے یہ جو کچھ کیا ہے صرف قرآن مجید کی حمایت اور حقوق انبیاء و مرسلین صلوۃ والسلام علیہم اجمعین کی رعایت اور عقائد مسلمین کی صیانت کے لئے کیا ہے۔ اب اس رسالہ عربیہ مع چاروں حصہ مجلد براہین احمدیہ اور رسالہ اشاعۃ السنہ کی جس میں مرزا صاحب کی تعریف اور ان کے اقوال کی تاویلیں ہیں مع دونوں اشتہار صاحب براہین کے جن میں بیٹے کی پیشین گوئی اور اپنی تعریف درج کی ہے آپ صاحبوں کی خدمت مبارک میں بھیج کر ملتجی ہوں کہ آپ اس عربی رسالہ کو ملاحظہ فرمائیں اور اس کے حوالوں کی اصل کے ساتھ مطابقت کرا کر فقیر کی تحریر کو قرآن وحدیث واجماع امت سے موافق پائیں تو اسکی تصحیح فرمائیں اور اگر اس میں کوئی خطاء وسہو ہو تو اس کی اصلاح کریں اور بیان شافی وشرح کافی سے اجر وافی حاصل فرمانے کی نیت سے صاحب براہین اور اس کے مؤید اور ان کے معتقدین کا حکم اور ان کی

کتابوں کے پڑھنے کا حکم ظاہر کریں کہ شریعت وطریقت میں ان کا کیا حال ہے؟۔ تا کہ اہل اسلام کو اطمینان ہو اور سب کا حق کی طرف میلان ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا اور عاقبت میں جزائے خیر عطا فرمائے اور دین متین کی تائید کے لئے آپ کو سلامت باعزّ و کرامت رکھے اور آپ کے علم اور جسم میں بسطیت بخشے۔ احقاق حق اور ابطال باطل میں قیامت تک اہل علم حرمین محترمین پر ہی مدار ہے۔ خدائے مجیب الدعوات ہمیں آپ کی زیارت امن وامان وسلامت واسلام سے نصیب کرے کہ یہ سعادت عظمیٰ اور برکات کبریٰ کی طرف پہنچانے والی بات ہے۔ سب حمد پروردگار عالمین کے واسطے خاص ہے۔ اور درود وسلام اس کے مظہر جمال اور نور کمال پر اور اس کی آل واصحاب پر ہو مقدار اس کی بخشش کے اور بے شمار معلومات عالم الغیب والشہادت کے۔

یہ رسالہ تمام ہوا۔

تقاریظ

مولانا مولوی مفتی مہاجر حاجی محمد رحمت اللہ صاحب (کیرانوی) رحمۃ اللہ علیہ

(مکہ معظمہ)

مولانا مولوی مہاجر حاجی محمد رحمت اللہ کیرانوی جن کو حضرت سلطان روم (مصنف اظہار الحق) ردِّ عیسائیت نے بصوابدید شیخ الاسلام روم خطاب ''پائیہ حرمین شریفین'' عطا کیا اور فرمان شاہی میں اقضی قضات المسلمین واولیٰ ولات الموحدین وارث علوم سیدالمرسلین وغیرھا القاب سے ملقب فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد اور صلوٰۃ کے بعد بے شک میں نے اس رسالہ کو اول سے آخر تک سنا۔ اس کی عبارت اور مضمون دونوں صحیح پائے۔ حضرت مؤلف اس رسالہ نے خدا اس کو اچھا بدلہ دے جو نقلیں درج کی ہیں وہ سب اصل کے مطابق ہیں۔ میں نے اس سے پہلے بھی معتبروں کی زبانی مرزا قادیانی کا حال سنا ہے۔ سو وہ میرے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کی فرمانبرداری کسی کو جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے بنانے والوں کو نیک بدلہ دے۔ امید ہے کہ اس کے مطالعہ سے بہت لوگ صاحب براہین احمدیہ کی پیروی سے بچ جائیں گے۔ ہم کو اور سب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ شیطانوں کے اغوا اور مکروفریب سے محفوظ رکھے۔ میں فقیر! خدا کی رحمت کا امیدوار رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مومنوں کو بخشے۔ آمین!

محمد رحمت اللہ

حنفیوں کے مفتی (مکہ معظمہ)

محمد صالح بن صدیق کمال (حنفی) رحمۃ اللہ علیہ

سب حمد اس کے لئے جو اس کے لائق ہے اور اسی سے میں توفیق کی استمداد کرتا ہوں۔ سب تعریف اس خدا کی ہے۔ جس کی بلند ذات غفلت اور نسیان سے پاک ہے اور اس کے نام اور صفتیں زوال اور نقصان کے لاحق ہونے سے پاک ہیں اور اس نے ہر زمانہ میں ایسے علماء پیدا کئے ہیں جو شرع شریف کی محافظت پر قائم ہیں اور ان کو حق کے ظاہر کرنے اور باطل کے نابود کرنے پر طاقت دی ہے کہ کچھ سستی نہیں کرتے اور اس پر ان کو بہت ثواب اور بہت نیکیاں دی ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے صواب اور خطاء فاحش کو بیان کر دیا اور درود وسلام ہمارے سردار پر ہوں جن کا نام نامی محمد ﷺ ہے۔ جن میں حق تعالیٰ نے سب فضیلتیں جمع کی ہیں اور ان کی آل واصحاب پر جن کے نفس خدائے تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔ بعد اس کے بے شک میں مطلع ہوا اس بزرگ رسالے اور لطیف حوالوں پر۔ پس میں نے دیکھا ان کو ایسی عمدہ جن کے دیکھنے سے آنکھیں سرد ہوتی ہیں اور بے شک شیطان نے غلام احمد قادیانی کو ہلاکت اور نقصان کی وادیوں میں گرا دیا ہے۔ پس حق تعالیٰ اس رسالے کے مؤلف کو جزائے خیر عطا کرے اور اس کو زیادہ اجر دے اور قیامت کے دن ہم کو اور اس کو اچھا مکان عطا کرے۔ آمین! اور حق تعالیٰ ہمارے سردار محمد ﷺ اور اس کی آل واصحاب سب پر درود بھیجے۔ اس تحریر کے لکھنے کا حکم کیا شریعت کے خادم الطاف الٰہی کے امیدوار محمد صالح بن مرحوم صدیق کمال حنفی نے جو ان دنوں میں مکہ مکرمہ کا مفتی ہے اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مدد میں ہو۔

محمد صالح کمال

شافعیوں کے مفتی (مکہ معظمہ)

محمد سعید بن محمد باصبیل شافعی رحمۃ اللہ علیہ

سب تعریفیں اس خدا کو ہیں جس نے اس دین اسلام کے خلل وزلل بدمذہبوں گمراہوں کے دور کرنے کے لئے کچھ لوگ پیدا کئے ہیں۔ جو بدمذہبوں گمراہ کنندوں کی سرکوبی کرتے رہتے ہیں۔ اور جس نے ہر عالم راہنما سیدھی راہ کے چلنے والے کی مدد کی ہے۔ بعد اس کے بے شک میں نے دیکھا ان باتوں کو جو غلام احمد قادیانی پنجابی کی طرف منسوب ہیں۔ پس اگر اس نے کہی ہیں تو وہ گمراہوں گمراہ کنندوں وسخت بدمذہبوں سے ہے اور ایسا ہی محمد حسین ہے جس نے رسالہ اشاعۃ السنہ میں اس کی تائید کی ہے۔ پس حاکم اسلام پر اللہ تعالیٰ اس کو نیک توفیق دے۔ واجب ہے کہ ان دونوں کو ایسی سخت تعزیر دی جائے جس سے یہ اور ان کے ہم مشرب ایسی باتوں سے باز آویں اور جو رسالہ امام فاضل بزرگ کامل شیخ محمد ابو عبدالرحمٰن غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری نے ان دونوں کی گمراہی کے بیان اور ان کے رد میں لکھا اور اس کا نام "رجم الشیاطین براغلوطات براہین" رکھا ہے۔ وہ ایسا حق ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے اس کو نیک بدلہ دے اور مسلمانوں کے دلوں میں اس کا اعتبار بڑھائے اور خدا بہت دانا ہے۔ یہ تحریر اپنی زبان سے کہی اور اپنے قلم سے لکھی۔ اللہ تعالیٰ سے کمال کامیابی کے امیدوار محمد سعید بن محمد باصبیل نے جو مکہ معظمہ میں شافعیوں کا مفتی ہے۔ خدا اس کو اور اس کے والدین وجمیع مومنین کو بخشے۔

محمد سعید باصبیل

مالکیوں کے مفتی (مکہ معظمہ)

محمد بن حسین مالکی رحمۃ اللہ علیہ

سب تعریفیں پروردگار عالم کو خاص ہیں۔ خداوندا مجھے علم دے اور سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی کر جس کو خدا راہنمائی کرے کوئی اسے گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کی راہنمائی کوئی نہیں کرسکتا۔ لیکن ایسی باتیں کرنے والا بے شک شیطانی خطر اور وساوس نفسانی کے دریاؤں میں ڈوب گیا ہے۔ اس کے جھوٹ اور بدبختی سے تعجب ہے۔ اس لئے کہ مدعی ہوا ہے اس بغاوت کا جو حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں سخت جھوٹے دجال ہوں گے۔ تم سے ایسی باتیں کریں گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہ سنی ہوں گی اور رسالہ اشاعت السنہ سے جس نے اس کی تائید کی ہے وہ سخت بدبخت ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ گناہ اور حدوں سے درگزر کرنے میں تائید نہ کرو۔ پس حاکم اسلام پر واجب ہے کہ ان دونوں کو سخت تعزیر کرے۔ اور وہ رسالہ جو فاضل علامہ شیخ محمد ابو عبدالرحمٰن غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری نے ان دونوں کی گمراہی کے بیان اور ان کی باتوں کی تردید میں لکھا ہے۔ بے شک اس میں بہت درست لکھا ہے۔ اس لئے کہ سچے دین کی اتباع کی جائے۔ بہت عمدہ ترغیب ذکر کی ہے۔ خدا بہت دانا ہے۔ بارخدایا ہم کو ہوائے نفس کے پیچھے چلنے والوں اور شیطان کی راہ میں گمراہ ہونے والوں اور بری باتوں کو اچھا جان کر ہلاک ہونے والوں سے نہ کر۔ آمین بجاہ سید المرسلین! یہ تحریر اللہ تعالیٰ کی بخشش کے امیدوار محمد بن شیخ حسین مرحوم نے لکھی ہے جو مکہ معظمہ میں مالکیوں کا مفتی ہے۔

محمد بن حسین مفتی مالکیہ

حنبلیوں کے مفتی (مکہ معظمہ)

خلف بن ابراہیم حنبلی رحمۃ اللہ علیہ

سب تعریف اس خدا کی ہے جس نے اپنے خاص بندے پر قرآن مجید اتارا، جو اپنی بات میں سچا ہے جس میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اور یہ میرا راہ سیدھا ہے۔ اس کی پیروی کرو اور بہت راستوں کی پیروی نہ کرو جو تمہیں اس کے راہ سے جدا کردیں گے اور درود وسلام ہمارے سردار محمد ﷺ پر جو خدا کا نبی اور دوست وخلیل ہے اور اس کی آل و اصحاب ومددگاروں پر۔ پھر بعد ازاں بے شک میں نے اس بزرگ رسالہ کا مطالعہ کیا جو صحیح صاف محکم روایات پر مشتمل ہے۔ پس میں نے اس رسالہ کو بروئے دلائل محکم مضبوط شافی کافی فائدہ رساں دیکھا جس کے پڑھنے سے موحدین اہل سنت وجماعت کی آنکھیں خنک ہوتی ہیں اور معتزلہ وخارجیوں وبدمذہبوں اور بدعتیوں کی آنکھیں اندھی ہوتی ہیں۔ وہ بد مذہب جو دین سے یوں نکلتے ہیں جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اور یہ مبارک رسالہ وہ ہے جس نے غلام احمد قادیانی کی کجی کو ظاہر کیا اور بے شک یہ قادیانی مسیلمہ کذاب ثانی ہے اور نیز اس کے مؤید کے دھوکے کے ظاہر کئے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اس کے لکھنے والے کو اہل اسلام کی طرف سے بہت نیک بدلہ دے۔ اور بہت سا اجر عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد ﷺ نبیوں اور رسولوں کے ختم کرنے والے پر رحمت پہنچا اور اس کی آل واصحاب سب پر۔ اس تحریر کے لکھنے کا عاجز خلف بن ابراہیم نے جو مکہ شریف میں حنبلیوں کے فتویٰ دینے کا بالفعل خادم ہے۔ حکم کیا۔ حمد درود و سلام ادا کرتے ہوئے۔

خلف بن ابراہیم

حنفیوں کے مفتی (مدینہ منورہ)

عثمان بن عبدالسلام حنفی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد ودرود وسلام ادا کرتے ہوئے میں خدائے پاک مولیٰ کریم قادر سے اپنے ہر کام اور ہر بات میں توفیق ومدد کا سائل ہوں۔ سب تعریف خدائے یگانہ بے نیاز شریک اور اولاد سے پاک کے لئے خاص ہے جس نے بزرگ رسولوں کو روشن دلیلوں اور ظاہر نشانیوں سے بھیجا ہے اور ان کی قبل از نبوت خوارق اور معجزات سے تائید کی ہے۔ اپنے خاتم الانبیاء اور سید الاصفیاء پر جس نے قرآن معجز بیان اتارا ہے اور اس جلّ وعلیٰ نے اس میں فرمایا ہے کہ آج میں نے پورا کیا تمہارے لئے دین اور تم پر اپنی نعمت تمام کی اور اسلام تمہارے لئے دین پسند کیا۔ وہ کتاب جو سیدھی راہ کی طرف راہنما ہے اور ہر اچھا کام فرماتی ہے۔ جھوٹ اس کے آگے پیچھے سے نہیں آتا۔ دانا ستودہ کی اتاری ہوئی ہے اور دائمی درود وپورا سلام نبی پر ہو جو خلاصی اور سیدھی راہ کی طرف بلانے والا ہے اور قیامت تک ہر جھوٹے اور ہلاک کرنے والے کا حال بتلانے والا ہے جس کی حدیث صحیح مسلم میں ابوہریرہ ؓ سے ہے کہ آخر زمانہ میں دجال سخت جھوٹے ہوں گے۔ تم سے ایسی باتیں کریں گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہ سنی ہوں گی۔ پس ان سے ڈرو تم کو گمراہ نہ کریں اور فتنہ میں نہ ڈالیں اور نیز صحیح مسلم میں ابوہریرہ ؓ سے ہے کہ جو کوئی بھی ہدایت کی طرف بلائے گا تو اس کے جمیع پیروں کا ثواب اس کو دیا جائے گا اور ان کے ثواب سے بھی کچھ کم نہ ہوگا۔ اور جو کوئی گمراہی کی طرف بلائے گا تو اس کو بھی سب پیروں کا گناہ اس پر ہوگا اور ان

کے بھی گناہ سے کچھ کم نہ کیا جائے گا۔اور نیز امام احمد ونسائی ودارمی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک خط کھینچ کر فرمایا کہ یہ خدا کا راہ ہے۔پھر اس کے دائیں بائیں اور خط کھینچے اور فرمایا کہ ان راستوں سے ہر راہ پر شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے اور یہ آیت پڑھی ”هذا صراط المستقيم فاتبعوه“ اور بے شک یہ میرا سیدھا راہ ہے۔اس کی پیروی کرنا۔آخر آیت تک اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث لکھی کہ بڑی جماعت کی پیروی کرنا بے شک جو اس سے نکلا دوزخ میں پڑا اور نیز امام احمد نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے۔ بکریوں کے بھیڑیے کی طرح الگ ہونے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے۔پراگندہ ہونے سے بچنا اور جماعت سے ملنا اور نیز یہ حدیث امام مالک کے مؤطا میں مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں تم لوگوں میں دو کام چھوڑتا ہوں۔جب تک ان کو پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔قرآن مجید اور حدیث اور نیز صحیح مسلم میں محمود ابن لبید رضی اللہ عنہ سے حدیث آئی ہے، کہ قرآن سے کھیل کئے جاتے ہیں اور میں موجود ہوں اور نیز ابویعلی نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میرا بہت پیارا اور نزدیک تر وہ ہے جو مجھ سے ملے۔اس عہد پر میں نے اسے چھوڑا ہے اور نیز بیہقی کی شعب الایمان میں جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ تم اسلام میں حیران ہوتے ہو۔جیسے یہود ونصاریٰ متحیر ہیں تمہارے لئے شرع روشن پاکیزہ لایا ہوں ۔اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو میری ہی پیروی کرتے اور نیز حدیث متفق علیہ اور سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ جس نے ہماری شریعت کے برخلاف کوئی کام نکالا وہ مردود ہے۔اور نیز امام احمد ومسلم اور چاروں نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے

حدیث لکھی ہے کہ کوئی تم سے برا کام دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے۔اگر یہ طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے۔اگر یہ طاقت نہ ہو تو اس کو اپنے دل سے اور یہ بہت ضعیف ایمان ہے۔اور درود آپ ﷺ کی آل واصحاب پر ہو جو سیدھے راہ کے ستارے ہیں اور آپ ﷺ کے خویشاوندوں وجماعت پر جو خلقت کے رہنما ہیں۔بعد ازاں بے شک میں نے اس پیارے رسالہ کے کاغذات کے باغوں میں ان کے اصیل گھوڑوں کو چرایا اور اس عمدہ تالیف کی سطروں کے گلزاروں کی پاکیزہ زمین میں اپنی سست فکر کے اونٹ کو دوڑایا۔پس میں نے اس کو یقینی دلوں سے تردید کا ذمہ دار پایا جس نے اس دین سے نکلنے والے بدبخت ناکس فریبی (مرزا قادیانی) کے جھوٹ کو نابود کر دیا۔اس کی باتوں کے جو ہر ناقص عقل کے گمراہ کرنے کا سبب ہیں۔کھوٹ ظاہر کرنے میں یہ رسالہ کافی ہے۔پس بے شک اس کے مؤلف نے اچھا لکھا۔یہاں تک کہ نہایت نشانہ اور مقصود عمدگی کو پہنچا اور فائدہ پہنچایا۔خدا اس کو بہت ثواب اور بہشت اور اپنا دیدار عطاء کرے اور اللہ تعالیٰ کا ہمارے سردار محمد ﷺ اور اس کی آل واصحاب پر درود وسلام پہنچے۔اس تحریر کو پروردگار کی بخشش کے محتاج عثمان بن عبدالسلام داغستانی جو مدینہ منورہ میں حنفی مفتی ہیں لکھا۔خدا اس کو بخشے۔

مورخہ ۵ ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ

عثمان بن عبدالسلام داغستانی

شافعیوں کے مفتیان (مدینہ منورہ)

سید جعفر بن سید اسمٰعیل برزنجی و مفتی سید احمد برزنجی رحمہما اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف اس خدا کی ہے جس نے اپنے رسول محمد ﷺ کو ہدایت اور دین کے ساتھ بھیجا اور ان پر ایسا قرآن اتارا جو رحمٰن کا معجزہ ہے اور ہمیشہ کے لئے نشان کمال و راستہ کی دلیل ہے اور آپ ﷺ کو نبیوں کا ختم کرنے والا اور رسولوں کا سردار اور جہانوں کی رحمت بنایا اور آپ ﷺ کی نبوت کو قیامت تک جن اور آدمیوں کے لئے عام کیا اور ان کی شرع نے تو سب دینوں کو منسوخ کیا اور ان کی شرع اور حکم منسوخ نہیں ہوتا اور آپ کے درگاہ الٰہی میں پہنچنے سے قیامت تک پیغمبری کا دروازہ بند ہو گیا۔ پس آپ کے پیچھے آپ کی روشن اور مضبوط شرع کی ہی پیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر جو ہدایت کے امام اور تاریکی میں روشنی کے چراغ اور ان کے پیروں پر درود بھیجے جب تک دنیا قائم ہے بعد ازاں ہم دونوں نے اس رسالہ میں خوب تأمل کیا تو اس کو مقصود پر روشن دلیل پایا۔ اس کی دلیلیں بدمذہبوں کے شبہوں کی گردنیں کاٹ دیتی ہیں اور اس کے نور شیطانوں کے دھوکوں کے اندھیروں کو نابود کر دیتے ہیں۔ اس نے بہت عمدہ فیصلہ کیا اور حق کا راستہ ظاہر کر دیا۔ اور یہ رسالہ صراحۃً دین کی یقینی دلیلوں پر شامل ہے اور غلام احمد قادیانی کے فریبوں اور جھوٹ کو اس نے رسوا کر دیا ہے۔ اور بے شک یہ قادیانی اپنے شیطان بھائیوں کے نزدیک احمد یعنی قابل تعریف ہے اور اہل ایمان و یقین کے نزدیک یہ آذم یعنی لائق بہت مذمت کے ہے اور بے شک اس کی بیہودہ باتیں ظاہر گمراہی ہیں اور جس الہام کا یہ

مدعی ہے وہ شیطانوں کی وحی ہے۔ نبیوں اور رسولوں کی وحی نہیں ہے اور جب تو اس کی بناوٹ اور گمراہی میں تأمل کرے گا تو اس آیت کا مصداق پائے گا جس کا ترجمہ یہ ہے اور اسی طرح کئے ہیں ہم نے ہر نبی کے دشمن شیطان آدمی اور جن سکھاتے ہیں ایک دوسرے کو طمع باتیں فریب کی اور اگر تیرا رب چاہتا تو یہ کام نہ کرتے۔ سو چھوڑ دے وہ جانے پسند کریں اور تا کہ مرتکب ہو جائیں ان امور کے جن کے وہ مرتکب ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ کوئی بدلنے والا نہیں اس کے کلام کو اور وہی ہے سنتا جانتا اور دراصل یہ قادیانی مسیلمہ کذاب کی طرح گمراہی اور شک میں ہے بلکہ یہ قادیانی شیطان سے اس کا مکر و فریب بہت مضر ہے۔ اس لئے کہ شیطان کا معاملہ ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو اس کے فریب سے ڈرایا ہے اور یہ قادیانی اس نے جھوٹ کو سچ بنا دکھایا ہے اور اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھ رہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس کی ہلاکت سے شہروں اور بندوں کو فساد سے راحت دے۔ پس ہر مومن پر واجب ہے کہ اس رسالہ کے مضمون سے تمسک کرے اور قادیانی کی براہین احمدیہ کے بناوٹوں سے بچیں اور اس کے افتراء سے جو کمینگی اور گمراہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد خاتم النبیین ﷺ پر درود بھیجے جس پر قرآن مبین شیطانوں کی وساوس سے محفوظ اتارا گیا ہے اور اس کی آل و اصحاب پر اور سلام سب پر۔ اس تحریر کے لکھنے کا سید جعفر بن سید اسماعیل برزنجی مدینہ منورہ میں شافعیوں کے مفتی نے حکم کیا ہے اور وکیل مفتی شافعیوں کے جو حرم شریف نبوی میں مدرس ہے۔ سید احمد برزنجی اس نے بھی تحریر کی ہے۔

سید جعفر البرزنجی	سید احمد البرزنجی

مدرس مسجد نبوی (مدینہ منورہ)

محمد علی السید بن طاہر السید الوتری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے سارے اپنے بندوں کو اپنی پہچان اور توحید کیلئے پیدا کیا ہے اور تا کہ وہی سب اپنے وجود اور خدا کے وجود میں فرق کریں اور اس کے انعام و بخشش کو جانیں۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں اس پر کہ ہمارے لئے اس نے دین کے نشان قائم کئے اور ہدایت پانے والوں کے لئے اس کا راہ روشن کیا اور میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں اس پر کہ ہماری طرف ایسا نبی بھیجا جس پر پیغمبری ختم کی اور شبہات و گمراہی کے دروازے اس کے ساتھ بند کئے روشن معجزوں سے اس کی مدد کی اور اس کے دین سے سب دین اور حکم منسوخ کئے اور اس کی شرع کو قیامت تک باقی رکھا اور اس پر ایسا قرآن اتارا جو عمدہ نصیحت اور سیدھا راہ ظاہر کرنے والا نور اور محکم عہد ہے اور خود حق تعالیٰ ہمیشہ کے لئے اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے کہ جھوٹے اس کو بدل نہ سکیں گے اور دین سے پھرنے والے اس میں کجی نہ کر سکیں گے۔ یعنی دیندار لوگ ان کی تردید کر کے ظاہر کر دیں گے۔ سو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر رحمت کرے اور آپ کی آل و اصحاب پر بھی جس نے ان کی پیروی کی خود آپ ﷺ کی پیروی کی اور جو ان کی راہ سے پھرے بے شک اس نے ظلم کیا اور حد سے گزرا۔

بعد ازاں جب میں نے اپنی آنکھوں سے اصیل گھوڑوں کو ایسے روشن رسالے کے میدانوں میں جولان دیا جو سچے دین کی پیروی پر عمدہ برانگیخت پر شامل ہے اور اس کی طرف بلا رہا اور حرص دلا رہا اور اس پر ترغیب دے رہا ہے اور یہ دیکھنا اس کا جلدی کی حالت میں تھا باوصف

از حد کثرت اشتغال اور دل پر ہجوم غموں کے حال میں تو اس رسالہ پر میں نے تحقیق کی نور ظاہر پائی اور اس کی دلیلیں روشن مضبوط ظاہر پائیں۔ یہ رسالہ دین کی یقینی باتوں کو جمع کرنے والا ہے۔ بے دینوں گمراہ کرنے والوں کی شبہوں کی تردید کا ذمہ دار ہے۔ اس بدمذہب جھوٹے دعویٰ کرنے والے کے عیب کو رسوا کرنے والا ہے جس کا نام غلام احمد قادیانی ہے شیطان کا پوتا جو گمراہی اور بدراہ کرنے میں اپنے دادے شیطان سے ہزار درجہ بڑھ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے بنانے والے کو عمدہ ثواب دے۔ اس لئے کہ دین اسلام کی حدوں کی محافظت کی ہے۔ سخت جھوٹے گمراہ کنندے سے باطل کر کے جس سے اس نے عوام جاہلوں اور غافلوں کے دلوں میں شک داخل کر دیئے تھے۔ پس ہر مسلمان پر جو خدا پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی کتابوں و رسولوں کو سچا جانتا ہے واجب ہے کہ یہ اعتقاد اور یقین کرے کہ صاحب اس رسالہ نے جو رد لکھا ہے وہی سچ اور موافق قواعد ایمان کے ہے اور بے شک جو براہین احمدیہ والے اور اشاعۃ السنہ والے نے کہا ہے وہ نرا جھوٹ اور بہتان ہے۔ پس سچ کے پیچھے گمراہی ہی ہوتی ہے اور جو مسلمانی کے سوا دین اختیار کرے گا وہ ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ شخص قیامت میں نقصان والوں سے ہوگا۔ تیرا رب راستہ بھولنے والوں کو جانتا ہے اور ہدایت پانے والوں کو بھی جانتا ہے۔ بے شک تمہارے رب کی طرف سے نصیحتیں آئی ہیں جس نے دیکھا اپنا فائدہ کیا اور جو اندھا ان سے ہوا اپنا نقصان کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو سیدھے اور ہدایت کے راستہ پر قائم رکھے اور ہم سب کو گمراہی کے راستوں سے بچائے۔ وہ ہر شے پر قادر ہے اور دعا قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار اور آقا محمد ﷺ پر رحمت کرے جس نے فرمایا ہے کہ جس کو خدا راہ دکھائے کو

اس کو روبراہ کرنے والا نہیں اور جس کو گمراہ کرے اس کا راہنما نہیں۔ اس کی آل اصحاب اور تابعین اور ہم سب پر رحمت کرے۔ آمین۔

یہ تحریر اپنی زبان سے کہی اور قلم سے لکھی ہے۔ عاجز بندے محمد علی بن طاہر وتری حسینی حنفی مدنی نے جو مسجد شریف مدینہ منورہ میں علم دین وحدیث کا مدرس ہے۔

۲۱ ذیقعدہ ۱۳۰۴ ہجری

محمد علی السید بن طاہر السید الوتری

مفتی محمد بن عبدالقادر باشہ

(مشہور علماء پٹنہ سے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے قرآن مجید آدمیوں اور جنوں کے سردار پر اتارا اور اس سے جھوٹ اور شرک اور سرکشی کو نابود کیا اور درود وسلام اس کے پیغمبر محمد ﷺ پر اور اس کی آل واصحاب اور نیکی سے ان کے پیروں پر ہمیشہ ہو۔ بعد ازاں میں نے غلام احمد قادیانی کی براہین احمدیہ واشتہار سے اس کی بعض لغزشوں کا مطالعہ کیا۔ پس ان کو شیطانی بناوٹوں سے پایا۔ وہ رحمانی الہام نہیں ہیں بلکہ نرا بہتان اور بیہودہ گوئی۔ پس جس نے اس کی پیروی کی وہ نقصان والوں سے ہے اور اس رسالہ کی عمدہ تردیدات کو بھی میں نے دیکھا ہے پس ان سے دل کو آرام آیا ہے۔ امید ہے کہ اس کے مطالعہ سے بہت سے محبان

اہلسنت وغیرہم، اللہ تعالیٰ کے فضل سے نجات پالیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے مؤلف کو اونچی بہشت بدلہ دے۔ اس تحریر کو عاجز محمد بن عبدالقادر باشہ پٹنہ کے باشندے حنفی نے لکھا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے والدین کو بخشے اور ان سب سے احسان کرے۔ فقط۔

محمد بن عبدالقادر باشہ

تمام ہوئی تقریظات حضرات علماء حرمین محترمین کی

واضح رہے کہ فقیر کاتب الحروف نے اول جو اردو میں رسالہ بنام تحقیقات دستگیریہ فی رد ہفوات براہینیہ لکھ کر مشاہیر علماء پنجاب وغیرہ کو ملاحظہ کرایا تھا جس پر ان حضرات نے تقاریظ لکھیں تھیں۔ ہر چند پھر اس کے اکثر مضامین کو لباس عربی پہنا کر حرمین شریفین بھیجا گیا تھا جو وہاں کے مفتیان عظام ومدرسان کرام وغیرھم کی تصدیق وتعریف سے مزین ہوا جو اوپر ہو چکی ہیں اور یہ امر موجب اس کے زیادہ اعتبار واسناد کا ہوا۔ مگر تاہم ان تقاریظ علماء وغیرہ کا بھی یہاں پر درج کر دینا مناسب نظر آیا اور وہ یہ ہیں۔ چونکہ اختتام اس رسالہ کا شہر امرتسر میں ہوا تھا۔ اس لئے اول ان کے مشاہیر علماء نے اس کو ملاحظہ کر کے تقریظات لکھی تھیں جو پہلے درج ہوتی ہیں۔

(مشہور علماء امرتسر سے)

مولوی غلام رسول امام مسجد میاں محمد جان رحمۃ اللہ علیہ

باسمہ العلی الاعلیٰ والصلوۃ علی نبیہ المصطفیٰ وآلہ المجتبیٰ

مخفی نہ رہے کہ اس احقر نے نسخہ متبرکہ کی تحقیقات دستگیریہ جو ہفوات صاحب براہین احمدیہ کے رد میں تالیف حضرت بلند ہمت شریف النسب عالی حسب جناب مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب کا ہے حرف بحرف ابتداء سے آخر تک مطالعہ کیا نسخہ شریفہ مذکورہ کو مطابق مذہب اہل سنت وجماعت کے پایا اور جناب مولوی صاحب موصوف نے جو الہامات اس کتاب میں براہین احمدیہ سے نقل کیے ہیں وہ بعینہ میں نے براہین احمدیہ میں درج پائے ہیں۔ مجھے ظن غالب ہے کہ مصنف براہین احمدیہ مرض مالیخولیا میں گرفتار ہیں۔ اسی سبب سے صورت متخلیہ موہومہ کو امور مذعنہ الہامیہ قرار دینے میں لاچار ہیں۔ ورنہ باوجود سلامت عقل وحواس اور باوجود ادعاء اسلام ایسے الہامات واھیہ کے مدعی نہ ہوتے۔

اللھم اکرمنا بکرمة العلم ونوّر قلوبنا بنورالعلم هذا وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین . رقمہ! احقر العباد اللہ الغنی غلام رسول الحنفی بقلم خود.

مولوی احمد بخش مدرس مدرسۃ المسلمین امرتسر کی تقریظ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ بعدہ این کس رسالہ هذا را از اول تاآخر بلفظ دیده موارد واعتراضات را از براهین هم مشاهده نمود فی الحقیة

بعض مزخرفاتش رابطور نمونه جواب داده آمد تابفحوائے قیاس کن زگلستان من بهار مرا اباطیل باقید برآن قیاس نموده شود خدا وند کریم مولانا مصنف را(که همیشه کمر همت بحمایت دین بسته دارند در استیصال خلاف مخالفین بمساعی جمیله خود. مشکور اسلامیان اند وچراناشد که کمالات حسبی ونسبی ضمیمه خوبیها کسبی ووهبی ازحق سبحانه دراند) جزائے خیر دهدکه درچنیں وقت که باغربت اسلام همقرانست این چنیں احسان برزمره اهل سنت گذاشت اند. فقط حرره ابو عبیدالله احمد بخش عفاء الله عنه والقاه باالبهش بقلم خود!

مولوی نورالدین مدرس مدرسۃ المسلمین امرتسر کی تقریظ

جو کچھ مولوی صاحبان غلام رسول اور مولوی احمد بخش صاحب نے رسالہ ہذا کے بارہ میں تحریر فرمایا ہے وہ عین صواب ہے اور اس سے میرا اتفاق رائے ہے۔ فی الواقع رسالہ ہذا جمیع متبعین سنت کے لئے وساوس شیطانی وہواجس نفسانی کے خطرات سے محفوظ رکھنے کی سپر قوی ہے اور سبحانہ تعالیٰ جناب مولوی صاحب مؤلف رسالہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ حررہ عبداللہ المسکین نورالدین عفی عنہ بقلم خود۔

نورالدین

مشہور علماء لاہور سے

مولوی غلام محمد (بگوی) (امام شاہی مسجد لاہور) ومولوی نور احمد (امام جامع مسجد انارکلی)

ظاهر االقوال الهاميه مؤلف براهين احمديه مع تاويلات فاسده صاحب اشاعة السنه مخالف عقائد اهل السنة والجماعة وغير مستند ست اهل اسلام رالازم كه از اتباع اين چنين اشخاص ومطالعه اين چنين الهامات واهيات بركنار باشد واين تحقيقات وترديد الهامات مستند اند بكتب مقبوله اهل السنة الحق احق ان يتبع. فقير غلام محمد بگى والا عفى عنه بكرمه ومنه بقلم خود اصاب من اجاب فقیر نور احمد امام مسجد انارکلی بقلم خود۔

غلام محمد	نور احمد

مولانا مفتی حافظ محمد عبداللہ ٹونکی مدرس اعلیٰ مدرسہ یونیورسٹی لاہور

الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ محمد وآلہ وصحبہ امابعد!

نحیف نے اس رسالہ کو اکثر مقاموں سے دیکھا۔ جن میں حضرت مؤلف نے صاحب براہین اوران کے اعوان کو معقول الزام دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مؤلف کو اس حسن کوشش کی جزائے خیر دے۔ حضرت مؤلف سلمہ اللہ تعالیٰ نے مؤلف براہین احمدیہ پر مدعی نبوت ہونے کا بھی الزام لگایا ہے۔ میری رائے میں یہ الزام بھی صحیح اور درست ہے۔

اس لئے کہ قطعی اور یقینی طریق سے من جانب اللہ ایسے مضامین کا منزل علیہ ہونا جن کی تبلیغ ضروری ہو عرف شرع میں خواص رسالت یا نبوت سے ہے اور مؤلف براہین کو اس منصب کے حصول کا دعویٰ ہے۔ پس اس کے مدعی ہونے میں کیا اشتباہ ہے؟ پہلے مقدمے کا ثبوت یہ ہے کہ رسالت کے مفہوم لغوی اور ان آیات واحادیث میں غور کرنے سے جن میں انبیاء علیہم السلام کے اوصاف اور حالات بیان ہوئے ہیں بخوبی معلوم ہوتا ہے اور دوسرا مقدمہ یوں ثابت ہے کہ مؤلف براہین کو من جانب اللہ قطعی اور یقینی طریق سے اپنے منزل علیہ ہونے کا تو صریح دعویٰ ہی ہے۔ رہی یہ بات کہ وہ مضامین علی العموم واجب التبلیغ بھی ہیں۔ اس پر یہ الہامی فقرے (مصنوع) شاہد ہیں۔ ”واتل علیهم .... ماوحی الیک من ربک ....قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الهکم اله واحد.........قل ان کنتم تحبون اللّٰه فاتبعونی یحببکم اللّٰه ....قل عندی شهادة من اللّٰه فهل انتم مومنون“ اس پچھلے فقرے (مصنوعی) کی تشریح میں مؤلف براہین نے لکھا ہے کہ ”میرے پاس خدا کی گواہی ہے۔ پس کیا تم ایمان نہیں لائے یعنی خدائے تعالیٰ کی تائیدات کرنا اور اسرار غیبیہ پر مطلع فرمانا اور پیش از وقوع پوشیدہ خبریں بتلانا اور دعاؤں کو قبول کرنا اور مختلف زبانوں میں الہام دینا اور معارف اور حقائق الٰہیہ سے اطلاع بخشنا۔ یہ سب خدا کی شہادت ہے۔ جس کو قبول کرنا ایمانداروں کا فرض ہے۔“ انتہی۔ اس بیان میں مؤلف براہین نے اور لوگوں پر بھی اپنے الہامات کے حجت ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس لئے کہ اگر ان کا کرنا ایمانداروں پر حجت نہ ہو تو ان کو قبول کرنا ایمانداروں پر فرض کیوں ہو۔ کیا غیر حجت کا بھی قبول کرنا ایمانداروں کا فرض ہوتا ہے؟ اس بیان سے مدعی نبوت ہونے

کے الزام کی پہلی دلیل تمام ہوئی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ مؤلف براہین نے اپنے بنائے ہوئے الہامی فقرے جری اللہ فی حلل الانبیاء کی تشریح میں لکھا ہے کہ ''اس فقرہ الہامی کے یہ معنی ہیں کہ منصب ارشاد وہدایت اور مورد وحی الٰہی ہونے کا دراصل حلّہ انبیاء ہے اور ان کے غیر کو بطور مستعار ملتا ہے'' انتہی اس لئے کہ جب منصب ارشاد وہدایت اور مورد وحی الٰہی ہونا حلّہ انبیاء ہوا تو جو شخص اپنے سے اس منصب شریف کے حصول کا مدعی ہو اس کے مدعی نبوت ہونے میں کیا کلام ہے۔ رہا یہ فقرہ کہ غیر نبی کو بطور مستعار ملتا ہے۔ اس کا مطلب کما حقہ ذہن نشین نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ غیر نبی کو کسی دوسرے نبی کی اتباع کے ذریعے سے یہ منصب حاصل ہوتا ہے اور نبی کو بلا توسط اتباع دوسرے کے، یا یہ کہ نبی بعد حصول منصب مذکور دوسرے نبی کا تابع نہیں رہتا اور غیر نبی بعد حصول منصب مذکور بھی کسی نبی کا تابع رہتا ہے تو یہ تفریق غلط ہے۔ اس لئے کہ نبی کے نبی ہونے میں نبوت سے پہلے یا نبوت سے بعد دوسرے نبی کا تابع نہ ہونا لغت یا شرع سے مفہوم نہیں ہوتا بلکہ بہت سے انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام موسوی شریعت کے تابع تھے، اور خود جناب رسول مقبول علیہ السلام کو جا بجا اتباع ابراہیم علیہ السلام کا ارشاد ہوتا ہے بلکہ مؤلف براہین تو عیسیٰ علیہ السلام کو بھی موسوی شریعت کا خادم اور تابع قرار دیتے ہیں اور جو یہ غرض ہے کہ نبی سے یہ منصب مسلوب نہیں ہوسکتا اور غیر نبی سے مسلوب ہوسکتا ہے۔ پس یہ تفریق بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ نبوت کی حقیقت میں یہ شرط بھی لغتاً یا شرعاً مفہوم نہیں ہوتی بلکہ بعض آیتوں سے مفہوم ہوتا ہے کہ خود انبیاء علیہم السلام سے بھی اس منصب شریف کا مسلوب ہوسکنا مقدور جناب ایزدی ہے۔ گو اس امر کا وقوع نہیں ہوتا۔ **اللہ اعلم حیث یجعل**

رسالتہ اور جو یہ عرض ہے کہ غیر نبی وحی کی تصدیق یا اس پر عمل کرنے میں شریعت پر عرض کا کرنے کا محتاج ہے اور نبی کو اس عرض کی حاجت نہیں تو اس سے کیا لازم آیا کہ غیر نبی کے وحی یا الہام قطعی اور یقینی نہ ہو۔ اولاً اس لئے کہ شریعت کا اس لئے اتباع ضروری ہے کہ وہ من جانب اللہ ہے۔ جس کا من جانب اللہ ہونا بھی بالواسطہ معلوم ہوتا ہے اور جب اس غیر نبی کو بھی اپنی وحی کے من جانب اللہ ہونے کا بلاتوسط ظاہری قطعی اور یقینی طریق سے انکشاف تام ہوگیا تو اب اس کو اپنی وحی کی تصدیق یا اس پر عمل کرنے میں عرض شریعت کی حاجت کیا ہے؟ ثانیاً اس لئے کہ احکام شرعیہ کا جزو اعظم احادیث صحیحہ ظنی الثبوت اور آیات قرآنیہ ظنی الدلالۃ سے ثابت ہوا ہے۔ پس چاہئے کہ بالخصوص ان احکام پر عرض کرنے کے ملہم غیر نبی کو اصلاً ضرورت نہ ہو کیا یقینی الثبوت الدلالۃ کا عملاً یا اعتقاداً تسلیم کرنا کسی ظنی الثبوت یا ظنی الدلالۃ کی شہادت پر موقوف ہوسکتا ہے بلکہ اور صورت عرض پر تقدیر تخالف اس حدیث صحیح اور اس آیت کے مدلول ظاہری کو ملہم غیر نبی کے حق میں ترک کرنا ضروری ہو۔ اس لئے کہ یقینی الثبوت والدلالۃ کے مقابل میں ظنی الثبوت یا ظنی الدلالۃ کو کوئی عاقل تسلیم نہیں کرسکتا۔ اس مقام میں یہ کہنا کہ نہ الہام قطعی شریعت کے مخالف ہوتا ہی نہیں غلط ہے اس لئے کہ الہام قطعی کا واقع نہ ہونا تو بے شک مسلم ہے۔ لیکن مذکورہ بالا احادیث سے جن کے موضوع اور خلاف واقع ہونے کا بھی احتمال ہے الہام قطعی کا مخالف نہ ہوسکنا غیر مسلم و من یدعی فعلیہ البیان اور جو مذکورۃ الصدور فقرہ سے یہ غرض ہے ہی کہ نبی کو اپنے الہام کے فہم مطلب میں اشتباہ اور التباس نہیں ہوتا۔ برخلاف غیر نبی کے کہ اس کو اپنی وحی کے فہم مضمون میں اشتباہ اور التباس رہتا ہے تو یہ توجیہ بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ جب اس وحی کے معانی خود منزل

علیہ پر مشتبہ ہوئے تو اس الہام کے الہام ہدایت یا الہام ضلالت ہونے میں اس کی بھی امتیاز ہوا اور اس کے من جانب اللہ ہونے کا کیونکر یقین کیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذکورہ بالا فقرہ نبی اور غیر نبی میں واقعی اور حقیقی امتیاز نہیں پیدا کرتا۔ صرف عوام کی لغزش کھا جانے کے لئے بڑھا دیا گیا ہے اور اس لئے صریح لفظ نبی یا رسول کے اطلاق سے ہی مؤلف نے کس قدر احتیاط کی ہے۔ ورنہ خواص نبوت یا رسالت کے اپنے لئے ثابت کرنے میں میری رائے میں کوئی فروگذاشت نہیں کی ہے۔ هذا مايحظر بالبال والله اعلم بحقيقة الحال

رقمه العبد الضعيف المفتى محمد عبدالله عفاء الله عنه المدرس الاول بالمدرسة العالية فى لاهور

مشہور علماء جہلم سے

مولوی نور احمد صاحب ساکن کھائی کوٹلی ضلع جہلم

الہامات صاحب براہین احمدیہ وتاویلات صاحب اشاعۃ السنہ بالکل مخالف شرع اند و مضمون وعبارات رسالہ شریفہ ہذا صحیح بلکہ اصح و ہدایت کنندہ گمراہان براہ حق جزء اللہ سبحانہ مولف خیر الجزء۔ فقیر نور احمد ساکن کھائی کوٹلی جہلم بقلم خود۔

نو احمد

(عرض مصنف)

باسمه سبحانه اس فتویٰ حرمین محترمین زادہم اللہ تعالیٰ حرمۃ سے جمیع اہل اسلام خاص وعام پر بخوبی روشن ہوجائے گا کہ مرزا صاحب کی براہین احمدیہ والی بلند پروازیوں نے ہی ان کو بشہادت مفتیان عرب وعجم دائرہ اسلام سے خارج کردیا ہے۔ وہ ہرگز الہام ربانی کے مورد نہیں۔ یقیناً القائے شیطان کے مصدر ہیں۔ ہر چند فقیر مؤلف کان اللہ لہ نے ابتدائے ۱۳۰۲ھ سے اولاً بذریعہ خط وکتابت ثانیاً بوسیلہ اشتہارات بہت کوشش کی کہ مرزا مناظرہ سے تحقیق حق کرکے اسلام میں رخنہ اندازی سے باز آجائیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کی تائید پر غرّہ نہ ہوجائیں۔ مگر بقضائے الٰہی موثر نہ ہوا۔ تب فقیر نے رسالہ مرقومہ بالا ۱۳۰۳ھ میں حرمین شریفین زادہما اللہ میں بھیج کر فتویٰ لیا۔ ۱۳۰۵ ہجری میں جب یہ فتویٰ آیا تب راقم نے امرتسر جاکر مرزا صاحب کے دوستوں کو دکھلایا اور ان کی معرفت مرزا صاحب کو بلوایا کہ وہ بچشم خود اس کو ملاحظہ کرکے تائب ہوجائیں تو اس کو شائع کرنے میں تاخیر کی شاید مرزا صاحب روبراہ ہوجائیں۔ پھر مرزا صاحب نے جب ضروری اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں اپنے مثیل مسیح ہونے کے دعویٰ میں کئی علماء دین سے مباحثہ کے واسطے ان کے نام درج کئے اور اخیر میں فقیر کا نام بھی تحریر کیا تو اس کے جواب میں فقیر نے رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ میں دو ورقہ اشتہار شائع کرکے مختصر حال اس فتویٰ کا اور اپنی مستعدی مناظرہ کے لئے ظاہر کی اور ادّعائے مثیل مسیح کو بھی باطل کیا۔ ان کی طرف سے اس کا جواب نہ آیا بعدازاں رمضان شریف ۱۳۱۰ ہجری میں حافظ محمد یوسف ضلعدار نے مرزا صاحب یا ان کے نائب سے مناظرہ کے واسطے تحریک کی فقیر نے تحریر کردی کہ میں

حاضر ہوں۔ تاریخ مقررہ پر نہ مرزا صاحب آیا نہ کوئی نائب ان کا مختار نامہ لے کر آیا۔ برعکس محمد احسن امروہی نے فقیر کے فرار کا اشتہار بنام **اتمام الحجه** شائع کر دیا۔ اس کے جواب میں ایک مدرسہ قصور نے اولاً اس کی تبکیت میں اشتہار شائع کیا۔ ثانیاً فقیر نے ۱۳۱۱ ہجری میں دوسرا اشتہار چھپوا دیا۔ جس کا حاصل یہ تھا کہ مرزا صاحب کی پہلی رخنہ اندازی اسلام کے علاوہ جس پر حرمین مکرمین زادہما اللہ تعظیما سے ان کے بارہ میں فتویٰ آچکا ہے جو انہوں نے دعویٰ مخترعہ مسیحیت میں رسالہ فتح الاسلام و توضیح المرام، ازالہ اوہام شائع کئے ہیں ان میں نبوت و رسالت کا کھلا کھلا دعویٰ کر دیا ہے۔ جس سے مولوی محمد حسین بٹالوی جیسے ان کے مؤید اور ثناخواں بھی ان کے سخت مخالف ہو کر واشگاف اور صاف صاف ان کی تکفیر کر رہے ہیں اور مرزا صاحب اور محمد احسن امروہی جیسے ان کے مریدوں کو ذرّہ بھی غیرت نہیں کہ مجمع علماء میں اپنی بریت ظاہر دکھائیں۔ صرف دھوکہ بازیوں سے کام چلا رہے ہیں۔ ان کی طرف سے جب اس کا جواب بھی کچھ نہ ملا تو فقیر نے اخیر صفر ۱۳۱۱ ہجری میں اور اشتہار جاری کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اب مرزا صاحب کے راہ راست پر آنے سے مایوس ہو کر وہ فتویٰ حرمین شریفین شائع کیا جاتا ہے۔ جس سے مرزا صاحب کی ضلالت و بطالت ظاہر ہو جائے گی۔ اور نیز ان کے پچھلے رسالوں کے نمبر صفحہ کے حوالوں سے درج کیا گیا۔ چنانچہ ۱۸ توضیح المرام اور صفحہ ۱۹۲، ۱۹۷، ۶۸، ۶۹، ۷ رسالہ ازالہ اوہام سے صاف صاف ان کا دعویٰ نبوت و رسالت متحقق ہے۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام کی اکثر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعض پیشگوئیوں کو غلط لکھا ہے۔ ۷، ۸ صفحہ ازالہ میں دیکھو اور حضرت مسیح و سلیمان علیہما السلام کے معجزوں کو شعبدہ بازی اور بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے درج کیا ہے۔

اسی ازالہ کے ص ۳۰۲، میں دیکھو اور چار سو نبی کو جھوٹا لکھ دیا اور ان کی وحی میں دخل شیطان ثابت کیا ہے۔ اسی ازالہ اوہام کے ص ۶۲۷ سے ۶۲۹ دیکھو اور حضرت مسیح کی وفات کے ادّعا میں قرآن مجید کی آیتوں میں تحریف کر کے کمال دھوکہ دہی کی ہے۔ جدول مندرجہ صفحہ ۳۳۰ سے ۳۳۲ میں اسی ازالہ کو دیکھو۔ اس اشتہار پر بھی نہ خود مدعی مسیحیت کو، نہ ان کے کسی مرید کو غیرت دامن گیر ہوئی کہ محض علماء میں اپنی بریت کرتے یا اس کا جواب شافی دیتے۔ سچ ہے الحیاءُ من الایمان پھر ربیع آخر ۱۳۱۱ ہجری میں جو مرزا صاحب اپنے جدید سسرال کے ہاں چھاؤنی فیروز پور میں آئے تو کئی مسلمانوں نے ان سے دعویٰ مسیحیت کا ثبوت طلب کیا۔ اس پر مرزا صاحب نے مختصر تقریر کے بعد جواب دیا کہ کسی عالم کو ہمارے پاس لے آؤ۔ ہم ان کی تسلی کر دیں گے۔ پھر جلدی سے قادیان کو سدھارے۔ دوسری مرتبہ ۱۲ جمادی الاولیٰ کو جب وہاں آئے تو فقیر کو وہاں ان کا دعویٰ نبوت توہین انبیاء وغیرہ کے لئے بلایا۔ فقیر نے وہاں جا کر ان کی مذکورہ بالا تصانیف سے ان کا دعویٰ نبوت توہین انبیاء وغیرہما سب کو دکھلایا۔ چنانچہ ان کے بھیجے میں آیا۔ اس پر انہوں نے مرزا صاحب سے فقیر کے ساتھ تقریر کرنے کی درخواست کی جس پر جواب ملا ہم کو الہام ہوا ہے کہ مولویوں سے مباحثہ نہ کریں تب لوگوں نے کہا کہ آپ کے کہنے سے ہم نے بلوایا تھا۔ آخر بعد تکرار بسیار مرزا صاحب نے بذات خود مناظرہ سے اور اپنے شاگرد و مرید حکیم نور الدین و محمد احسن امروہی سے بھی درمیان میں بیٹھ کر مباحثہ کرنے سے انکار کیا۔ اس پر چھاؤنی فیروز پور کے پچیس معتبر اہل اسلام کی شہادت سے مطبع صدیقی فیروز پور میں اشتہار شائع ہوا کہ واقعی مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں اور انبیاء کرام کے توہین کنندہ اور جواب دینے سے صریح

گریز ہے۔ اس پر جب ان کے سخت مخلص حافظ محمد یوسف مذکور کو یہ شکست فاش ناگوار معلوم ہوئی تو پھر وہاں جا کر دوسری مرتبہ مرزا صاحب کو مناظرہ میں شامل ہونے کے لئے آمادہ کیا اور امرتسر سے بنام مولوی محمد احسن امروہی اشتہار جاری کیا کہ مکفرین مرزا صاحب دسمبر کی تعطیلوں میں لاہور آ کر مناظرہ کریں۔ میں مشتہر یا حکیم نورالدین مناظرہ کریں گے۔ اس پر فقیر نے مرزا صاحب سے اقرار تحریری شمول جلسہ مناظرے کا بذریعہ خط رجسٹری لے کر دو روز قبل از تاریخ مقررہ وارد لاہور ہو کر دس دن برابر لاہور میں رہا۔ نہ مرزا صاحب آئے نہ دونوں مناظر حاضر پائے۔ حکیم نورالدین و برہان الدین مناظرہ کو آئے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ مرزا قادیانی کا مختار نامہ لے آئیں۔ فقیر حاضر ہے۔ پھر آج تک ان کی طرف سے صدائے برنخاست۔

اب اللہ تعالیٰ سے سرخرو ہونے کو یہ رسالہ شائع کیا گیا ہے۔ عنقریب اس کا دوسرا حصہ فتح اسلام و توضیح المرام وازالۃ الاوہام کی بعض سخت قباحتوں کی تردید جن کا ذکر اوپر گزرا ہے شائع ہوگا۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

المرقوم ۱۸ر صفر ۱۳۱۲ھ

محمد ابو عبدالرحمٰن فقیر غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری

رجم الشیاطین

بردّ

اغلوطات البراہین

(سن تصنیف: 1886ء / ۱۳۰۳ھ)

تصنیفِ لطیف

حضرت علامہ مولانا مفتی غلام دستگیر ہاشمی دائم الحضوری
قریشی صدیقی نقشبندی حنفی قصوری رحمۃ اللہ علیہ

الحمد للّٰہ وحدہٗ والصلوۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ وعلیٰ الہ و صحبہ الذین راعوعھدہ **اما بعد** فان مرزاغلام احمد القادیانی الفنجابی من العلماء الغیر المقلدین الف کتابا باللغۃ الھندیہ فی اظہار حقیقۃ الاسلام لفرق غیر الاسلامیۃ وسماہ بالبراھین الاحمدیۃ علی حقیقۃ کتاب اللّٰہ القرآن والنبوۃ المحمدیۃ وطبع حصہ الاربعۃ فی بلدۃ امرتسر وادعی فی الحصۃ الثالثۃ منہ ان الھام الکامل من الاولیاء یکون مفیدا للقطع والیقین و مرادفاً لوحی بالرسالۃ باتفاق السوادالاعظم من العلماء کما ان اصل عبارتہ الھندیۃ ھذہٖ علماء اسلام۔ وحی کوخواہ وحی رسالت ہو یا کسی دوسرے مومن پروحی اعلام نازل ہو، الہام تعبیر کرتے ہیں (صفحہ ۲۲۰)۔ جب کہ سوادِاعظم علماء کا الہام کو وحی کا مترادف قرار دینے میں متفق ہیں (صفحہ ۲۲۱)۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ الہام یقینی اور قطعی ایک واقعی صداقت ہے جس کا وجود افرادِ امت محمدیہ میں ثابت ہے (صفحہ ۲۲۴)۔

ثم اعلن فی الاشتھار المطبوع عشرین الفا انہ الف ھذا الکتاب بالھام اللّٰہ تعالیٰ وبامرہ لغرض اصلاح الدین وتجدیدہ وانہٗ ظھر صدق الدین الاسلام بصدق الھامات والخوارق وکرامات والاخبار عن الغیبات والاسرار وللذین والکسوف الصادقات والادعیۃ المستجابات التی اشھد علیھا اکثر اکفار الھند وغیرہ یتبع ادرجھا...... کتابہ البراھین الاحمدیہ وانہ یقیناً وان لکمالاتہ شدۃ مشابھۃ بکمالات مسیح بن مریم وانہ نموذج الخواص من الرسل والانبیاء ولہ فضیلۃ علی اکثر اکابر الاولیاء الماضین ببرکۃ متابعۃ سید المرسلین ﷺ واتباع اثارہ موجب

للنجاة والسعادة والبركة ومخالفته سبب البعد والحرمان يعنى من رحمة الرحمٰن ودلائل هذه الدعاوى تظهر بتلاوة كتابه البراهين الذى طبع خمس وثلثون جزءا منه يعنى الحصص الاربعة التى ادنى قيمتها خمس وعشرون ربية ثم قال وان احد من الناس لا يحضر عندنا لحل عقده بصدق طلبه وقلبه بعد هذا الاشتهار فاتممنا الحجة عليه وهو عند اللّٰه مسئول منه هذه ترجمة عبارات ذالك الاشتهار وكتب فى اخره المشتهر خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر پنجاب۔ انتهى فبسببه هذا الترغيب اشترى كتابه كثير من الناس وشاع واشتهر فى اكناف الفنجاب الهند شيوعاً كثيراً وهو ادعى فى ذالك الكتاب انه يلهم عليه ايات القرآن كثيرة ومتواترة من اللّٰه تعالىٰ والعبارات العربية ايضاً كما صرح به فى صفحه ۴۸۵. وصرح بان اكثر ايات فضائل الانبياء انزل عليه يخاطبه اللّٰه تعالىٰ وهو المراد منها وغالب الملهمات بل جميع مايوحى اليه غاية نعته التى تترشح منها ووصوله الى درجة الانبياء والمرسلين بل يفهم ويلزم ترقيه فى بعض ماانزل اليه من النبيين فنعوذ منه برب العلمين كما سنذكر نبذا من القسمين ههنا هدية للناظرين ونردهما ابتغاء لمرضات ملك يوم الدين وارضاء لجناب سيّد المرسلين صلوات اللّٰه عليه وعليهم اجمعين اما نموذج القسم الاول من الالهامات التي يزعمها مولف البراهين الهامات كاملة ومثل وحى الرسالة فهذهٖ (۱)ياحمد بارك اللّٰه فيك (۲)مارميت اذ رميت ولكن اللّٰه رمى (۳) لتنذر قوما ما انذر اباؤهم (۴)ولتستبين سبيل المجرمين (۵) قل انى

امرت وانا اول المومنين (۶) قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا(۷)قل ان افتريته فعلى اجرامى (۸)ومماانت بنعمة ربك بمجنون (۹)قل ان كنتم تحبون اللّٰه فاتبعونى يحببكم اللّٰه (ص ۲۳۸ و ۲۳۹) (۱۰)انا كفيناك المستهزءين (۱۱)وقل اعملوا على مكانتكم انى عامل فسوف تعلمون (۱۲) يريدون ان يطفئوا نور اللّٰه بافواههم واللّٰه متم نوره ولو كره الكافرون (۱۳)اذاجاء نصراللّٰه والفتح (۱۴)هذا تاويل رؤياى من قبل قد جعلها ربى حقا (ص ۲۴۰) (۱۵)قل اللّٰه ثم ذرهم فى خوضهم يلعبون (۱۶) ولن ترضٰى عنك اليهود ولا النصارى (۱۷)وقل رب ادخلنى مدخل صدق (۱۸) انا فتحنا لك فتحا مبينا (۱۹)و وجدك ضالا فهدى (ص ۲۴۱) (۲۰) قلنا يا نار كونى بردا وسلاماً علىٰ ابراهيم (۲۱) يا ايها المدثر قم فانذر وربك فكبر (۲۲)وامر بالمعروف وانه عن المنكر (ص ۲۴۲ ثم قال فى ص۴۸۶) نزل علىّ هذه الالهامات (۲۳) بوركت يا احمد وكان مابارك اللّٰه فيك حقا فيك وفى ص ۴۸۹) (۲۴) انت منى بمنزلة توحيدى وتفريدى وقال فى ترجمة ان اللّٰه تعالىٰ قال له هذا وقال المولوى فيض الحسن السهار نفورى احد مشاهير علماء الهندان مولف البراهين ادعى ان منكره منكرالتوحيد انتهى و فى ص ۴۹۱. (۲۵)اذاجاء نصراللّٰه والفتح وتمت كلمة ربك هذا الذى كنتم به تستعجلون وقال فى ترجمته خاصبنى اللّٰه تعالىٰ بانه اذا يجيئ المدد و فتراللّٰه تعالىٰ ويتم كلام ربك يخاطب الكفار بهذا الخطاب اى هذا الذى كنتم به تستعجلون انتهى بترجمة كلامه وفى ۴۹۳، ادعى انه

الهم الیه (۲۶) دنٰی فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی وفی ص ۴۹۲ صرح بانه خوطب بهذه الفقرات یا ادم اسکن انت وزوجک الجنة یا مریم اسکن انت وزوجک الجنة یا احمد اسکن انت و زوجک الجنة نفخت فیک من لدنی روح الصدق وقال فی ترجمتها ان المراد من ادم ومریم واحمد نفسه ومن الزوج رفقائه ومن الجنة وسائل النجاة انتہی ثم قال فی (ص ۵۰۳) انه الهم الیه (۲۸) انک علٰی صراط مستقیم (۲۹)فاصدع بماتؤمر واعرض عن الجاهلین وفی (ص ۵۰۴) (۳۰)تاللّٰه لقد ارسلنا الی امم من قبلک فزین لهم الشیطان وقال فی ترجمته ان المراد من کاف الخطاب نفسه والمراد من المرسلین اولیاء الامة انتہی وفی هذه الصفحة ادعی انه اهم الیه (۳۱) سبحان الذی اسرے بعبده لیلاً وفی (ص ۵۰۲) صرح بانه الهم الیه (۳۲) واذا سئلک عبادی عنی فانی قریب الأیة (۳۳) وما ارسلناک الا رحمة للعالمین وفی (ص۵۱۰) (۳۴) لعلک باخع نفسک الایکونوا مؤمنین (۳۵) ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انهم مغرقون (۳۶) یا ابراهیم اعرض عن هذا (۳۷) انه عبد غیر صالح (۳۸) انما انت مذکر وما انت علیهم بمصیطر وادعی فی ترجمة هذه الملهمات ان المخاطب هذه الأیات نفسه انتہی وفی (ص ۵۱۷) ادعی انه الهم الیه (۳۹)یااحمد فاضت الرحمة علٰی شفتیک (۴۰)انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر(۴۲)وضعنا عنک وزرک الذی انقض ظهرک ورفعنا لک ذکرک وصرح بان هذه الأیات انزلت علیه مثل السابقات ثم قال فی (ص ۵۵۲) انه الهم الیه

(۴۳)یاعیسٰی انی متوفیک ورافعک الی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامة وادعٰی بعد ترجمة هذه الأیة انه هو المراد من لفظ عیسی ایضاً وایضاً فی (ص ۵۵۲) (۴۴) قل عندی شهادة من اللّٰه فهل انتم مؤمنون وادعی فی ترجمة هذا الالهام ان المراد من الشهادة من اللّٰه هی التاییدت الالٰهیة والاطلاع علی المعارف والحقائق الالٰهیة والاسرارالغیبیة والاعلام علی الوقائع الأتیة قبل وقوعها واجابة الادعیة والالهام فی الالسنة المختلفة له فان کل هذه شهادة اللّٰه فی حقه فتجب علی المؤمنین قبوله وتصدیقه انتہی بترجمة کلامه وفی (ص ۵۲۱ و۵۲۲). (۴۵) قل جاء کم نور من اللّٰه فلاتکفروا ان کنتم مؤمنین وعنی ان لمهماته نور من اللّٰه ففی انکارها زوال الایمان انتہی وایضا فی هذین الصفحتین (۴۶) ففهمناها سلیمان (۴۷)فاتخذوا من مقام ابراهیم مصلی و عنی من سلیمان وابراهیم فی هذین الایتین نفسه کما صرح بان اللّٰه تعالٰی امر الناس باتباع اثر قدم ابراهیم یعنی مولف البراهین لان الطریقه المحمدیة فی هذه الایام اشتبه علی اکثر الناس وبعضهم یتبعون محض الظاهر مثل الیهود وبعضهم وصلوا الی عبادة المخلوق مثل المشرکین فعلیهم ان یعلموا الطریقة الحقة منه ای من مؤلف البراهین ویتخذوه سبیلا هذه ترجمة کلامه و اخر کتابه وملخص مرامه فظهر من هذه سبع واربعین الأیات القرانیة والفقرات العربیة التی ادعی صاحب البراهین انها الهمت علیه واوحیت الیه ان هذا المدعی اثبت لوازم الرسالة وخواص النبوة لنفسه لانه ایقن اولا بخلاف اهل السنة ان الهام الاولیاء ووحی الرسالة

مترادفان والالهام يكون قطعيا واتقن ثانياً بان المضامين التى تجب تبليغها انزلت عليه وهو مامور بالانذار والابشار للناس بان من كان يحب الله فيتبعه يحببه الله وان قبول ملهماته فرض عليهم وانكارها منهى عنه فمن امن به فهو مؤمن ومن انكره فهو من الكافرين كما هو مفاد الالهام الاربع والاربعين والخامس والاربعين اعنى قل عندى شهادة من الله فهل انتم مؤمنون وقل جاءكم نور من الله فلا تكفروا ان كنتم مؤمنين وما معنى الرسالة والنبوة الا الاتصاف بهذه الفضيلة العظيمة وما مفاد الشركة بالانبياء فى خصائصهم الا التشرف بهذه المزية الكريمة على انه اراد نفسه من الخطابات التى خاطب بها الله سبحانه فى القرآن المبين بانبيائه من سيد المرسلين وسائر النبيين صلوات الله عليهم اجمعين فليس هذا الا الالحاد فى آيات الله بداهة والتحريف المعنوى لكلام الله صراحة فانقلت انه يعد نفسه من تابعى الرسول الكريم عليه الصلوة والتسليم ويثبت هذه الفضائل لنفسه ببركة تلك المتابعة بالظلية كما صرح به فى الاشتهار المذكور نقله فيما سبق وايضاً اقرفى عدة مواضع من كتابه انه مورد حديث علماء امتى كانبياء بنى اسرائيل فكيف يظن فى حقه يثبت الرسالة والنبوة لنفسه الاترى انه يدعى بفضيلته على الاولياء وما قال قط انه من الانبياء قلت من المعلوم ان صاحب البراهين الف كتابه فى مقابلة النصارى واليهود وغيرهما من عبدة الاصنام ليظهر عليهم صداقة الدين الاسلام فما ذكر فيه من انه منعوت بنعوت الانبياء فى آيات القرآن وموصوف بخصائص الرسل على لسان الفرقان وينزل عليه الآيات

البينات لا فائدة فى هذه الحكايات لان من لم يؤمن بالقرآن فكيف يصدق بهذا البيان ويعده من عظيم الشان فعلم ان غرضه الاصلى من هذا اظهاره على المسلمين بانه افضل الاولياء ونموذج الانبياء وان قاديانه مهبط الوحى كبيت العتيق والله تعالىٰ امر الناس بان يقصدوه من كل فج عميق ومن لم يحضره بعد هذا الاشتهار المبين فيسئله يوم القيامة اسرع الحاسبين كمامر نقله وامثال هذه الدعاوى ما صدرت من اكابر الصحابة سيما الخلفاء الراشدين واهل البيت والتابعين الذين هم افضل الامة باليقين فهل هذا الااثبات مساواة صاحب البراهين بالانبياء والمرسلين وان لم يقل بلسانه انه من المرسلين خوفا من بلوى المسلمين لكن ينزل عليه فاصدع بماتؤمر واعرض عن الجاهلين لعلك باخع نفسك ان لا يكونوا مؤمنين قل انى امرت وانا اول المؤمنين . قل جاء كم نور من الله فلا تكفروا ان كنتم مؤمنين ومعهذا قد صرح فى ذالك الاشتهار انه نموذج الانبياء والرسل كما نقل سابقاً من اشتهاره والظاهران نموذج الشئ يكون عين ذلك الشئ لانه معرب نمونه ويقال فى الفارسية مشتے نمونه خروار يعنى ان قليلا من البر مثلا نموذج الكرفثبت من هذا الدعوى كون صاحب البراهين من الرسل والانبياء باقراره فى اشتهاره فليس هذا الاالمثلية لاالظلية وايضاً قال ص ٥٠٤ من براهينه انه الهم اليه هذه الفقرة جرى الله فى حلل الانبياء وفسرها بان منصب الارشاد والهداية وكون مورد وحى الالهية يكون فى الاصل حلة الانبياء ويحصل لغيرهم بالطريق المستعار انتهى فتحقق بتصريحه ان ورود الوحى من الله تعالىٰ من خواص

الانبياء فلما اثبت هذه الخاصة لنفسه فقد اثبت النبوة لها بوصفه واما قوله وهذه الحلة يستعار لغيرهم فباطل لان منصب ورود وحى الرسالة لا يحصل لغير الرسل والانبياء والهام الاولياء لايكون ترادفا بوحى الرسالة فانه يكون محفوظا بحفاظة الملائكة بحيث يحصل منه الاطلاع الذى لايجرى فيه الالتباس والاشتباه قطعا ولا يكون فيه احتمال الخطاء اصلاً فمن ثم يجب على المكلفين قبوله والايمان به ومن انكره فقد كفر بخلاف الهام الاولياء فانه وانكان يحصل منه العلم ببعض حقائق الذات والصفات و الوقائع الكونية ولكن لا يرتفع منه الا لتباس والاشتباه بجميع الوجوه فيبقى احتمال الخطاء فيه ولهذا لا يتحقق التكليف العام عليه كما صرح به فى تفسير فتح العزيز وغيره تحت قوله تعالىٰ عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضٰى من رسول فانه يسلک من بين يديه ومن خلفه رصداً على ماهو اعتقاد اهل السنة والجماعة ومنشاء غلط صاحب البراهين وغيره من غير المقلدين فى جعل الالهام حجة قطعية مثل وحى الرسالة قصة الهام خضر مع موسى وواقعة الهام اُمِّ موسى على نبينا و عليهم السلام بابقائه فى اليم كما هو منصوص القرآن الكريم وقوله ان خضر لم يكن نبيا كما فى (ص ۵۴۸) من كتابه السقيم جهل عظيم لتصريح علماء العقائد وغيرهم بان خضر كان نبيا عند الجمهور من العلماء الربانيين والقرآن ينطق باختلاف حال و مآل وحى موسى والهام امه فان ام موسى مع كونها المهلمة من الله تعالىٰ بسلامة ولدها ورده اليها كما قال عز من قائل فاذا خفت عليه فالقيه فى اليم ولا تخافى

ولاتحزنى انارادوه اليک وجاعلوه من المرسلين لم تكن مطمئنة على ذلک الالهام والا لما كانت حالتها مثل الحالة المنصوصة فى كلام الملک العلاّم كما قال تعالىٰ واصبح فؤاد ام موسى فارغا ان كادت لتبدى به لولا ان ربطنا على قلبها لتكون من المؤمنين وان سيدنا موسٰى كان مطمئنا وموقنا بوحيه تعالى لا تخاف دركا ولا تخشى فمن ثم لما تحيّر اصحاب موسٰى وقالوا وقت رؤية قوم فرعون كما اخبر عنهم الله تعالىٰ انا لمدركون قال فى جوابهم ماحكى الله سبحانه عنه كلا ان معى ربى سيهدين فاتضح الفرق بينها باليقين بشهادة القرآن المبين فالقول ترادفهما باطل عند المسلمين واما حديث علماء امتى كانبياء بنى اسرائيل لا اصل له كما قاله الدميرى والزركشى والعسقلانى كذافى المصنوع فى احاديث الموضوع لمولانا القارى عليه رحمة البارى ودعوى صاحب البراهين باتباع سيد المرسلين صلوات الله عليه واخوانه وعترته اجمعين مع انه بمحض اللسان وما صدر من الجنان كما يشهد عليه كتابه و سيجئ فى معرض البيان لا ينافى النبوة والرسالة لانه قال فى (ص ۴۹۹) من كتابه ان المسيح كان تابعاً و خادماً لدين نبى كامل وعظيم الشان يعنى موسٰى وكان انجيله فرع التوراة انتهى ترجماً فكما زعم صاحب البراهين ان المسيح مع متابعة موسٰى على نبينا و عليهما السلام كان نبيّا فكذلک يعد نفسه موصوفاً بخصائص الرسالة والنبوة مع ادعاء الاتباع وايضا الانبياء وان كانوايتفاضلون فيما بينهم لقوله تعالىٰ تلک الرسل فضلنا بعضهم على بعض الآية لكن يستوون فى الايمان بهم كما قال تعالىٰ لا نفرق بين

احد من رسله الأية فبالجملة ادعاء مساوات صاحب البراهين بالنبيين يعلم باليقين لمن تدبر و تعمق فی ملهماته المندرجة فی البراهين الاترى انه ادعى فی (ص ٥١١) بنزول اية قل انما انا بشر مثلكم يوحٰى الى الى انما الٰهكم الله واحد فی حقه و قال فی (ص ٢٤٢) انه الهم اليه واتل عليهم ما اوحى اليک من ربک انتهى فهذا صريح مقابلة صاحب البراهين بافضل النبيين صلوات الله وسلامه عليه وعليهم اجمعين فالحاصل ان مؤلف البراهين وان كان لا يدعى بلسانه انه نبی ورسول خوفا من بلوى المؤمنين لكنه ماترک خاصا من خواص الرسل والنبيين الا وقد اثبتها لنفسه باليقين فمثله كمثل احمد خان ينجرى العلى كدى فانه بدل شعائر الاسلام تبديلا واحل كبائر الدين تحليلاً كما يشهد عليه تفسيره الهندية للقران واخباره التهذيب للانسان والفقير الراقم لهذا التسطير ردهفواته بعون الملک النصير فی رسالة مستقلة مسماة "بالجواهر المضيّة" فی رد عقائد النيجرية فالحمد لله القدير فالينجرى مع ذالک التنسيخ لاحكام الشرع المتين والخلاف مع جميع العلماء المتقين يزعم انه من خواص الاولياء والصٰلحين ومن اجلة مؤيدی الدين فكذٰلک حال صاحب البراهين عند العلماء الراسخين كما قال فی حقه المولوی فيض الحسن سهار نفوری فی اخباره شفاء الصدور فانه ای صاحب البراهين كمثله ای مثل احمد خان النيجری يعنی فی اختلال الدين الاسلام و تضليل الخواص والعوام واما ادعائه بانه اعطى علما بفضيلته علٰى اكابر الاولياء فهذا ايضا مثل دعوى النموذجية بالانبياء باطل لان فضيلة

الصحابة والتابعين على سائر الامة المرحومة ثابتة بالقرآن المبين والاحاديث الصحيحة عند المحدثين كما حقق فی موضعه وباقی حال فضيلة هذا المدعى سنبينه فيما بعد باعلام الحق المبين هذا ومن عجائب ملهمات صاحب البراهين ماذكرها فی (ص٣٩٧) من انه الهم اليه انا انزلناه قريباً من القاديان وبالحق انزلناه وبالحق نزل صدق الله ورسوله وكان امر الله مفعولا و فسرها بما ترجمتها هذه قال تعالٰى انا انزلنا هذه الخوارق والامورالمعجبة والالهام المملومن المعارف والحقائق قريبا من القاديان وبالضرورة الحقة انزلناه وبالضرورة الحقة نزل وما اخبره الله ورسوله ظهر صدقه فی وقته وما شاء الله فهو كائن لا محالة فهذه الفقرة الاخيرة (ای صدق الله ورسوله الخ) تشير الى النبیﷺ اشار بظهور نفسی فی الحديث المذكور فی الصدر ای فی الصفحة السابقة والحديث لوكان الايمان معلقا بالثريا لناله والله تعالٰى اشار الیّ فی الأية التی ادرجتها فی الحصة الثالثة و تلک الاشارة فی هذه الأية هوالذی ارسل رسوله بالهدٰى ودين الحق ليظهر ه على الدين كله فهذه الأية اخبار بالغيب فی حق المسيح بحسب الجسمانيه والسياسة الملكية فالغلبة الكاملة الموعودة للدينَ الاسلام تظهر بوسيلة المسيح فاذا جاء المسيح عليه السلام مرة ثانية فينشر الدين الاسلام فی جميع الأفاق والاقطارولكنی اظهرت بانی فی غربتی وانكساری وتوكلی وايثاری واياتی وانواری نموذج المسيح فی حيوته الاولٰى وفطرتی وفطرة المسيح متشابهتان تشابهاتاما كاننا نصفان من جوهر واحد او ثمرتان من شجرة والاتحاد

بيننا بحد لا تكاد تمتازنى النظر الكشفى والمشابهة الظاهرية بيننا ثابتة ايضا بان المسيح تابع و خادم لدين نبى كامل عظيم الشان يعنى موسٰى و انجيله فرع لتورٰة وهذا العاجز ايضا من احقر خادمى سيدالرسل وافضل الانبياء فان كان اسمه حامدا فهو احمد وان كان محمود فهو محمد ﷺ فلثبوت المشابهة التامة لى بالمسيح اشركنى الله تعالىٰ فى الاخبار بالغيب عن المسيح من ابتداء الامر يعنى ان المسيح مصداق الأية بحسب الظاهروبالطور الجسمانى وهذا العاجز مورد تلك الأية ومحلها على طبق المعقول والروحانى فغلبة الدين الاسلام باقامة الحجج القاطعة والبراهين الساطعة مقدرة بوسيلتى سواء كانت فى حيٰوتى او بعد مماتى انتهى (ص۴۹۸ و ۴۹۹) يقول العبد الضعيف ان الانزال والتنزيل فى اصطلاح القران مستعمل فى الكتب السماوية والمنزلة من الله تعالىٰ الى رسله كما قال تعالىٰ فى ابتداء سورة البقرة والذين يؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك الأية وايضاً فى ابتداء سورة ال عمران نزل عليك الكتب بالحق مصدقا لما بين يديه وانزل التورٰة والانجيل من قبل هدى للناس الأية وهكذا الأيات الكثيرة فتعبير صاحب البراهين لملهماته بان الله تعالىٰ قال فى حقها انزلناه قريبا من القاديان فوصفها بالأيات القرانية التى انزلت فى وصف القران الكريم اعنى بالحق انزلنا ه وبالحق نزل تصريح بان ملهماته مثل الفرقان العظيم ثم فى ترجمة لفظ الحق الواقع فى الموضعين بالضرورة الحقة تنصيص بان الله تعالىٰ وجب عليه انزال هذه الملهمات وهذا مخالف لعقيدة اهل السنة لتصريحهم بان الله

سبحانه لا يجب عليه شئ كما فى شرح الفقه الاكبر وشرح العقائد للنسفى و غيرهما وايضا فى هذا الكلام اشارة الى ان الدين فقد عن اكناف العالم واطراف الدنياعرباً وعجماً فلهذا اختار الله تعالىٰ المقام القاديان لانزال الملهمات كما صرح به فى اخر الحصة الرابعة من كتابه بان الدين اشتبه على الاكثر والبعض صاروا كاليهود والبعض كالمشركين فارشدالله الناس بهذا الارشاد فاتخذوا من مقام ابراهيم مصلى كمامر على الصدر من (ص ۵۶۱ و ۵۶۲) مع تصريح صاحب البراهين بان المراد من ابراهيم نفسه والناس مامورون باتباعه فلا خفاء فى انه عيّن قرية قاديان مثل ام القرىٰ فى نزول الوحى كما قال تعالىٰ وكذٰلك اوحينا اليك قرانا عربيا لتنذرام القرىٰ ومن حولها الأية والحال انه لا حاجة الىٰ نزول شئ بعد تنزيل القران المجيد للمؤمنين فانه هدى للمتقين والشرع المحمدى كاف للامة المرحومة الىٰ يوم الدين فالقول بان الله عزوجل انزل الملهمات والمعارف على القاديان للضرورية الحقة افتراء على رب العلمين ومن الادلة الدالة عليه انه صرح فى ترجمة هذا الكلام بارجاع ضمير انزلناه المذكر الى المرجع المؤنث اى الخوارق والامور المعجبة بتأويل الجماعة ولا شك ان ضمير الواحد المذكر لايراجع الى الجمع فالكلام الصحيح على هذا التفسير انا انزلناها فاسناد هذا الكلام الغلط والالهام المخبط الى الله سبحانه كذب باليقين ثم انزل ايات القران المنزل على النبى ﷺ مما لا طائل تحته وهو تحصيل الحاصل فان قيل قال الله تعالىٰ لقد انزلنااليكم كتابا فيه ذكركم

افلا تعقلون وايضا ولقد انزلنا اليكم ايٰت مبيّنت الأية فثبت ان القران
انزل الى المسلمين فلم لايجوز ان ينزل الخوارق وغيرها بتوسل ايات
القران وغيره على صاحب البراهين قلت القران العظيم مانزل الاعلیٰ
الرسول الكريم لكن لما كان مشتملا على الاحكام التى امر بتبليغها النبى
ﷺ الى المؤمنين بل الى كافة الناس وغيرها اجمعين صح ان يقال مجازا
انه انزل اليهم وهو كما قال تعالىٰ وانزلنا اليک الذكر لتبين اليهم ولعلهم
يتفكرون على ان اسناد نزول القران المبين الى المؤمنين وقت نزوله الى
سيّد المرسلين ﷺ وعلى اخوانه وعترته اجمعين مع لقطع بانه ﷺ خاتم
النبيين وكتابه ودينه ناسخ الكتب والاديان الىٰ يوم الدين لا يستلزم ان
يكون صاحب البراهين منزلا مستقلا فى هذا الحين ويقال له انا انزلناه
قريبا من القاديان فما هذا الا بهتان وهذيان واما ادعاء صاحب البراهين
بان الله تعالىٰ اخبر بوجوده فى القران وكذا النبى ﷺ فى الحديث
صحيح العنوان فباطل قطعا لان المشار اليه من ذلک الحديث المذكور
فيما سبق الامام الاعظم والهمام الاقدم رضی اللہ عنہ كما صرح به غير واحد من
المحدثين والفقهاء بالاتفاق و بينت طرفا منه فى رسالتى توضيح الدلائل
وعمدة البيان فى اعلان مناقب النعمان رداً على اهل الطغيان من
غير المقلدين فى هذا الزمان وكذا اية هو الذى ارسل رسوله الأية ليست
فى حق المسيح وصاحب البراهين بل هى فى شان امام الانبياء وسيّد
المرسلين باليقين باتفاق جميع المفسرين بل بشهادة القرآن المبين
الايدى اخرهذه الأية قول الله سبحانه وكفىٰ بالله شهيداً محمد رسول

الله وقد قال محيى السنة فى تفسيره تحت هذه الأية يعنى قوله تعالىٰ
محمد رسول الله تم الكلام ههنا قال ابن عباس شهدله بالرسالة ثم قال
مبتدياً والذين معه انتهى فالقول بان هذه الأية فى حق غير النبى ﷺ مخالف
للقرآن و منافى لبيان جميع مفسرى الفرقان ليت شعرى ما اجهل هذا
القائل فى ادعائه بان هذه الأية اخبار عن الغيب فى حق المسيح ظاهرا
وفى حقه معنىً وما يشعربان هذا الخبربصيغة الماضى فكيف يرادبه
الاستقبال فنعوذبالله من هذه التحريفات فى الأيات البينات لما اراد نفسه
من لفظ رسوله الواقع فى هذه الأية وصرح بشركته مع المسيح فى انواره
واياته وغير ذلک من ابتداء الامرثبت انه يدعى برسالته وما يبالى من
اطلاق كلمة رسول الله على نفسه ولو مع غيره فهذا صريح ضيره واما
تصريحه بان الغلبة الموعودة اى فى هذه الأية تظهر بوسيلة المسيح الخ
فعلى القول القوى لجمهور المفسرين باطل لان هذه الغلبة حصلت
بظهور نبينا حبيب الله العلمين ﷺ وعلى عترته اجمعين واتمام النعمة
عليه كما فى القرآن المبين اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم
نعمتى الأية لما فى التفسير الكبير وغيره ويقول الفقير الراقم اىُ غلبة
تقابل فتح مكة التى بكت رقاب الجبائر من وضعها الى يوم ذلک الفتح
واىُ ظهور الدين توازى تطهير اول بيت وضع للناس من الارجاس
والادناس واما يقول الضعيف بان هذه الغلبة تحصل وقت نزول المسيح
من السماء فلا يلزم منه ان هذه الأية بشارة فى حق المسيح وغيره وان
المراد من قوله تعالىٰ ارسل رسوله غير النبى الامى ﷺ بل المراد منه ان

المسیح علی نبینا و عليه السلام لما ینزل من السماء یکون تابعاً للشرع المحمدی ویؤید هذا الدین فهو ایضا فرع غلبة سیّد المرسلین ﷺ وعلیٰ اخوانه وعترته اجمعین قال مولانا القاری فی شرح الفقه الاکبر فیجتمع عیسیٰ بالمهدی علیٰ نبینا وعلیهما السلام وقد اقیمت الصلوة فیشیر المهدی لعیسی بالتقدم فیمتنع معللاً بان هذه الصلوة اقیمت لک فانت اولی بان تکون الامام فی هذا المقام و یقتدی به لیظهره متا بعة لنبینا علیهم السلام کما اشار ﷺ الی هذا المعنی بقوله لو کان موسی حیا لما وسعه الا اتباعی وقد بینت وجد ذلک عند قوله تعالیٰ واذ اخذ اللّٰه میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمة ثم جاء کم رسول الأیة فی شرح الشفاء وغیره انتهی. وما افاده مولانا القاری علیه رحمة الباری هو المذکور فی عامة التفاسیر فالحاصل ان تلک الأیة الشریفة انما هی فی حق النبی ﷺ بحکم القراٰن فدعوی صاحب البراهین بدیهی البطلان واما قوله ولکنی فی الأیات والانوار وغیر ذلک نموذج المسیح فی حیٰوته الاولیٰ وفطرتی وفطرة المسیح متشابهتان تشابها تامًّا کاننا نصفان من جوهرة اوثمرتان من شجرة انتهیٰ فیشعر بدعوی مساواته بالمسیح علی ماهی مفاد لفظ نموذج وفقرة کاننا نصفان من جوهرة الخ. فی الاتقان فی علوم القراٰن قال حازم وانما تستعمل (ای کَاَنَّ) حیث یقوی الشبه حتی یکاد الرائی یشک فی ان المشبه به هو المشبه به اوغیره ولذلک قالت بلقیس ای کما اخبر اللّٰه سبحانه به کانه هو انتهی. وصاحب البراهین فی هذا القول کاذب البتة اما اولاً فلان دعوی المساواة بالانبیاء باطل لماتقرر من

عقیدة اهل السنة بان الولی لا یبلغ درجة النبی کما فی شرح الفقه الاکبر وشرح العقائد للنسفی وغیرهما واما ثانیاً فلان المسیح علی نبینا و عليه السلام کان من آیاته ان یبرء الاکمه والابرص ویحیی الموتی باذن اللّٰه واذا قال من انصاری الی اللّٰه قال الحواریّون نحن انصار اللّٰه کما هو منصوص القراٰن الکریم وهذا القائل ماظهر شئ من هذه الخوارق منه وما اٰمن به احد من النصاری والهنود الذین صنف کتابه فی مقابلتهم سیّما النصرانی الذی طبع ثلث حصص کتابه فی مطبعه مع انه قد دعا اللّٰه سبحانه بخلوص قلبه وکمال تضرعه وابتهاله لایمان جمیع النصاری خصوصاً وطبع هذا الدعاء منذ سنتین ونصف سنة فی اٰخر اشتهاره الذی مرالنقل منه فیما قبل والدعاء هذا. اللهم اهد للمستعدین من جمیع الاقوام سیما الحکام من النصاری فانهم یرحمهم واحسانهم الینا و امتنانهم علینا بلبلونا بلبالاً لندعوبخلوص القلب وخضوع الباطن لخیر دنیاهم ودینهم و نسئل اللّٰه تعالیٰ خیرهم فی الدنیا والاخرة اللهم اهدهم وایدهم بروح منک واجعل لهم حظا کثیرا فی دینک و اجذبهم بحولک وقوتک لیؤمنوا بکتابک ورسولک ویدخلوا فی دین اللّٰه افواجا امین ثم امین والحمد للّٰه رب العٰلمین المشتهر مرزا غلام احمد القادیانی.

فهذا الدعاء الذی دعا بکل خضوع قلبه وهلوع باطنه وسئل اللّٰه تعالیٰ ان یجذبهم بحوله وقوته لیدخلوا فی دین اللّٰه افواجا فما اٰمن رجل واحد من النصاری علی یده الی الاٰن فضلاً عن ان یؤمنوا جمیعا ویدخلوافی دین اللّٰه افواجا فظهر عدم المشابهة بین المسیح و بین

صاحب البراهين فى الأيات والانوار وغير ذلک و كذلک ليست المشابهة بينهما فى الفطرة لان المسيح ولد بغير اب من نفخة روح رسول كريم كما يشهد به القرآن والحديث واجماع الامة وصاحب البراهين ولد من نطفة غلام مرتضٰى القاديانى الحكيم كما يعلمه الا نام من الخواص والعوام بل صرّح هو فى كتابه ان والده هذا ايد الحكام وقت بلوى عساكر هم فى سوالف الايام فكيف يشبه من خلق من مآء مهين بمن قال اللّٰه سبحانه فى شانه وجعلناها وابنها اية للعالمين وقوله والمشابهة الظاهرية بيننا ثابتة ايضا بان المسيح تابع لدين موسٰى وانجيله فرع لتورٰة وهذا العاجز (اى صاحب البراهين) من احقر خادمى سيّد المرسلين ﷺ الخ هذا ايضاً باطل باليقين اما اوّلاً فلان المسيح ماكان تابعا لدين موسٰى بل كان من اولى العزم من الرسل اى صاحب الشريعة مستقلة وانجيله ماكان فرعا لتورٰة بل الانجيل ينسخ التورٰة فى بعض الاحكام كما سنبين دليله من كلام المَلِک العلام قال عز من قائل فاصبر كما صبر اولوا العزم من الرسل قال ابن عباس رضى الله عنهما اولواالعزم ذووالحزم وقال الضحاک ذووالجد. والصبر قال ابن عباس وقتادة هم نوح وابرٰهيم وموسٰى وعيسٰى اصحاب شرائع فهم مع محمد ﷺ خمسة قلت ذكر هم اللّٰه على التخصيص فى قوله واذ اخذنا من النبيين ميثاقهم ومنک ومن نوح وابراهيم وموسٰى وعيسٰى ابن مريم وفى قوله تعالى شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا والذى اوحينا اليک وما وصينا به ابراهيم وموسٰى وعيسٰى قاله البغوى فى معالم التنزيل وهكذا فى عامة التفاسير وفى شرح

الفقه الاكبر لمولانا القارى عليه وعلى المفسرين رحمة البارى وقوله تعالىٰ انا انزلناالتوراة فيها هدى ونوريحكم بهاالنبيون الذين اسلموا للذين هادوا والربا نيّون والاحبار بما استحفظوا من كتٰب اللّٰه وكانوا عليه شهداء فلا تخشواالناس واخشون ولا تشتروا بايٰتى ثمنا قليلاً ومن لم يحكم بما انزل اللّٰه فاولئک هم الكافرون وقوله تعالٰى بعد هذه الأية بايٰة واحدة وقفينا على اثارهم بعيسٰى ابن مريم مصدقا لما بين يديه من التورٰة واتيناه الانجيل فيه هدى ونور ومصدقاً لما بين يديه من التورة وهدى وموعظة للمتقين وليحكم اهل الانجيل بما انزل اللّٰه فيه ومن لم يحكم بما انزل اللّٰه فاولئک هم الفسقون . فثبت من هاتين الأيتين ان الشريعة الموسوية والعيسوية شريعتان مستقلتان ومن قال ان الانجيل فرع التورٰة يكذبه القرٰان و قوله تعالٰى حكاية عن عيسٰى على نبينا وعليه صلوٰة الرحمٰن ومصدقا لما بين يدى من التورٰة ولاحل لكم بعض الذى حرم عليكم اى فى شريعة موسٰى من الشحوم والسمک ولحوم الابل والعمل فى السبت وهو يدل على ان شرعه كان ناسخا لشرع موسٰى. قاله القاضى بيضاوى فى تفسيره وهكذا فى المدارک والجلالين والبغوى وغيرها فتحقق من القران المبين تكذيب صاحب البراهين فالحمد للّٰه رب العالمين. واماثانيا فلان قول صاحب البراهين بانه من احقر خادمى سيّد الرسل ﷺ صريح البطلان لانه يدعى مساواته فى كمالاته وينسب خصوصياته المنصوصة به ﷺالى غيره كيف لا و ان هذا المدعى صرف عنه ﷺ فضيلة الرسالة المشهورة عليها من اللّٰه تعالٰى فى اية هو الذى ارسل رسوله الأيه واثبت

تلک الفضيلة اولا فی حق المسیح لعله لتالیف قلوب حکام هذا الدیار واظهار المحبة معهم لجلب المنافع ودفع المضار وثانياً لنفسه ليظنه الجهال رئیس الاولیاء و نموذج الانبیاء ویغبنون غبنا فاحشا باشتراء کتابه بالثمن الغالی لیحصل له الدارهم والدینار زائد العدد والانحصار فالمدار علی حب الدنیا کمالا یخفی عند اولی الابصار وسنبین هذا الامر بزیادة الاظهار فثبت من المنقولات السابقة واللاحقة.

ان مؤلف البراهين محرّف لأيات القرآن المبين فليس له مشابهة ولا مماثلة باحد من المؤمنين المخلصين فضلاً عن الفضيلة علی الاولیاء الکاملین وکونه نموذج الانبیاء والمرسلین فنعوذ من هذه الدعاوی الباطلة برب العلمین ولا یخفی ان تحریفه القرآن لیس منحصرا فی التحریف المعنوی بل حرف کثیرا من الأیات تحریفا لفظیا ایضًا الا تری فی ملهماته المذبورة علی الصدر انه حرّف اية قل انی امرت ان اکون اوّل من اسلم واية تبت الیک وانا اوّل المؤمنین ورکب منهما اية ثالثة هذه قل انی امرت وانا اوّل المؤمنین وبدل اية انه عمل غير صالح وزاد فی اوّل اية ماانت بنعمة ربک بمجنون حرف الواو وکتب الحاء بدل الهاء فی اية وزهق الباطل وغیّر واواتخذوا من مقام ابراهيم مصلی بالفاء وترک فقرة ومطهرک من الذين کفروا من بين اية یا عیسی انی متوفیک ورافعک الأية کما نقلناه من (ص ۵۵۶) وکذلک فی (ص ۵۱۹) من کتابه ترک تلک الفقرة من هذه الأية وهکذا الحال فی کثیر من الآیات کما یظهربالتامل علی حافظ القرآن المبین معهذا جعل

القرآن حصین وذلک کثیر جداً فی ملهماته ولا یذهب علیک انه من سهو قلم الناسخ ان مؤلفه صرح فی (ص ۵۱۶) من کتابه انه طبع هذا الکتاب بتصحیحه وتنقیحه ومع ذلک ترجم تلک الأيات المحرفة جسب تحریفه هذا وقد قال انه الهم الیه وما کان الله لیعذبهم وانت فیهم وما کان الله لیعذبهم وهم یستغفرون (ص ۵۱۴) وفی القرآن بعد ماکان الله الثانی کلمة معذبهم فحرفها بلفظة لیعذبهم وقال فی(ص ۵۵۵) انه انزل علیه اية وکذلک مننا علی یوسف لنصرف عنه السوء والفحشاء ثم صرح فی اخرترجمتها ان المراد ههنا من یوسف نفسه فحرف اية وکذلک مکنا لیوسف بقوله و کذلک مننا علی یوسف ومن غرائب ملهماته المحرفة والمبدلة لأيات القرآن ماانزله فی وصف نفسه وکتابه فی (ص ۴۹۷ و ۴۹۸) وهی هذه ان الذين کفروا وصدوا عن سبیل الله رد علیهم رجل من فارس شکر الله سعیه عنی فی ترجمة هذا الالهام عن رجل من فارس نفسه لانه یدعی کونه من اولاد فارس فسمی نفسه فارسی الاصل وجعل الله سبحانه شاکره ثم کتب هذا الالهام کتاب الولی ذوالفقار علی وقال فی ترجمته ان الله تعالی شبه کتابه بسیف علی رضی الله عنه فی استیصال المخالفة فهذه ایضاً اشارة تدل علی تاثیرات عظیمة وبرکات عمیمة لکتابه البراهین انتهی. وکتب بعده هذا الالهام ولو کان الایمان معلقا با لثریا لناله وصرح فی ترجمته ان المراد من هذاالحدیث نفسه وبعده هذا الالهام یکاد زیته یضئ ولولم تمسسه نارو ترجم هذه الأية واوردها فی وصف کتابه و کتب بعدها هذا الالهام ام یقولون نحن

جميع منتصر سيهزم الجمع ويولون الدبر و ان يروا اية يعرضوا ويقولوا سحر مستمر و استيقنتها انفسهم وقالوا لات حين مناص فبما رحمة من الله لنت عليهم ولو كنت فظا غليظ القلب لا نفضوا من حولک ولو ان القرآن سيربه الجبال انتهى وصرح فى ترجمة هذه الأيات انها فى بيان ان المخالفين يعجزون عن جواب ذلک الكتاب والقيت عليّ هذه الأيات فى حق القوم الذين خيالهم و حالهم هكذا يعنى انهم مع روية الأيات والخوارق ينكرونها باللسان ويتيقنون بالجنان ولعل الناس ياتون بعدهم علی صفتهم هذه ترجمة عبارته ملخصة. فيقول العبد الضعيف انه حرّف ههنا تحريفا لفظيًا كثيراً وبهت بهتانا كبيراً لان الحديث الصحيح المتفق عليه الفاظه لو كان الايمان معلقابا لثريا لتنا وله رجال اورجل من فارس فزاد فى اوله الواو وبدل لتناوله بلفظ لناله وحذف فاعله براسه وهذا غيرجائز ثم حرف لفظة زينتها الواقعة فى القران بكلمة زينته لرعاية المرجع المذكر وهو كتابه وحرف اية فنادوا ولات حين مناص بقوله وقالوا لات حين مناص فى تبديل الواو بالفاء ونادوا بقالوا وحذف واو ولات فى ثلث مواضع من كتابه احدها فى هذا الهام وفى(ص٤٩٠ و٤٩٧) وترجمها ايضاً بحسب هذا التحريف و بدل اية ولو ان قرانا سيرت به الجبال بقوله ولو ان القران سيربه الجبال بازدياد اللام على قرانا وحذف تاء سيرت ومعهذا بدل ترتيب ايات سورة القمر اعنى كتب ايتين من اخرهذه السورة وهما ام يقولون نحن جميع منتصر سيهزم الجمع ويولون الدبر فى ابتداء الالهام وسطر اية ابتداء تلک السورة

بعدهما و ترجم على هذا التركيب فهذا تبديل فى ترتيب آيات سورة واحدة وقد قررفى الشرع ان ترتيب آيات السور توقيفى بامر الشارع بدلالة الا حاديث الصحيحة واجماع العلماء الاسلامية كما انعقد العلامة السيوطى فصلا مستقلا فى بيان هذه المسئلة فى تفسيرة الاتقان فى علوم القران بالبسط الوسيع وذكر ها مبسوطة المحدث الدهلوى فى شرحيه المشكوة المصابيح و نص صاحب تفسير فتح العزيز فى ابتداء سورة البقرة بعد تحقيق هذه المسئلة على حرمة مخالفة هذه الترتيب وكونها بدعة شنيعة من شاء الاطلاع على اصل العبارات لتكميل الاعتبار فلينظر فى هذه الا سفار فتبين ان هذه الالهامات المحرفة لأيات القران المبين والمبدلة ترتيبها المتين والجاعلة القران عضين ليست من القاء رب العٰلمين بل هى تسويلات نفسانية و تلبيسات شيطانية عند اهل الحق واليقين فان قيل هذه التحريفات و التبديلات وغيرها ان كانت من عند غير الله فلاشک فى حرمتها وكونها بدعة شنيعة واما اذا كانت من عندالله كما يدعيه صاحب البراهين فلا جناح عليه والله يفعل مايشاء ويحكم مايريد اقول قال الله فى سورة الانعام ولامبدل لكلمات الله وايضاً فيها وتمت كلمة ربک صدقا وعدلا لامبدل لكلماته اى لا احد يبدل شيئا منها بما هو اصدق واعدل ولا احد يقدر ان يحرفها تحريفا شائعا ذائعًا كما فعل بالتورة اولا نبى وكتاب بعدها ينسخها ويبدل احكامها قاله القاضى بيضاوى وغيره من المفسرين وقال تعالىٰ وانه لكتٰب عزيز كثير النفع عديم النظير او مليع لا يتأتى ابطاله وتحريفه

لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه من جهة من الجهات تنزیل من حکیم حمید یحمده کل مخلوق کذافی انوار التنزیل وغیرهما فعلم من القران ان الله تعالیٰ لم یشاء تبدیل القران بل اتمه بالصدق والعدل ویحفظه من التحریف والتبدیل ونظمه ورتبه فی اعلی درجات من البلاغة والفصاحة وغیرهما فلا یتصور کلام احسن منه بالنظم والترتیب وغیرهما ولایمکن تحریفه وتبدیله لا من جهة نبی وکتاب من الله تعالیٰ لانه خلاف الوعد والله لا یخلف المیعاد ولا من جهة غیرهما فتحقق ان هذه الملهمات المحرفة والمبدلة لأیات القران المبین لیست من الله المعین بل من نفسانیة صاحب البراهین ومن شیطانه الذی هو له قرین فنعوذبالله من الالحاد فی ایات الفرقان المتین قال عز من قائل ان الذین یلحدون یمیلون عن الاستقامة فی ایاتنا بالطعن والتحریف والتاویل الباطل والالغاء فیها لا یخفون علینا فنجاز لهم علی الحاد هم افمن یلقٰی فی النار خیر ام من یاتی امنا یوم القیمة اعملوا ماشئتم تهدید شدید انه بما تعملون بصیر وعید بالمجازاة کذافی انوار التنزیل ومدارک التنزیل وغیرهما وقال تعالی ومن اظلم ممن افتری علی الله کذبا اوقال اوحی الی ولم یوح الیه شی الأیة وقوله تعالی ومن اظلم ممن افتری علی الله کذبا کان اسند الیه مالم ینزله اونفی عنه ما انزله اولئک یعرضون علی ربهم فی الموقف بان یجبسوا او تعرض اعمالهم ویقول الاشهاد من الملائکة والنبیین او من یواریهم هولاء الذین کذبوا علی ربهم الا لعنة الله علی الظالمین تهویل عظیم مما یحیق بهم بظلمهم بالکذب علی الله کذافی انوار التنزیل

وغیره ومن اقسام الکذب علی الله الغلط فی نقل العلم والرؤیا الکاذبة والحکم فی الدین بمقتضی العقل یعنی خلاف الشرع والادعاء بالکشف اوالقرب من الله تعالیٰ قاله الشیخ عبدالقادر الدهلوی فی ترجمة المسماة بموضح القران قال مولانا القاری علیه رحمة الباری فی شرح الفقه الاکبر وهولاء الذین یفعلون هذه الافعال الخارجة عن الکتاب والسنة انواع نوع منهم اهل تلبیس وکذب وخداع الذین یظهر احدهم طاعة الجن له اویدعی الحال من اهل المحال کالمشائخ النصابین والفقراء الکذابین والطرقیة المکارین فهولاء یستحقون العقوبة البلیغة التی تردعهم وامثالهم من الکذب والتلبیس وقد یکون فی هؤلاء من یستحق القتل کمن یدعی النبوة بمثل هذه الخزعبیلات اویطلب تغیر شئ من الشریعة ونحوذلک انتهی و لیعلم ههنا ان صاحب البراهین کتب فی (ص ۵۲۰ و ۵۲۱) قصة الهامه بانی ذهبت یوما الی المولوی محمد حسین البتالوی للبحث به فی مسئلة اختلافیة بترغیب بعض الناس فلما سمعت تقریره علمته غیر قابل الاعتراض والبحث معه الله فاذا جن علیّ اللیل الهمنی الله بالمخاطبة بهذه الکلمات (الهک رضی عن فعلک هذا) مشیر ا الی ترک البحث مع ذلک المولوی وهو یعطیک برکة کثیرة الی ان السلاطین یاخذون البرکة عن ثیابک ثم رأیت فی الکشف هؤلاء السلاطین راکبی خیلولهم فی ذلک الحین انتهی. بترجمة کلامه فهذا المولوی الممدوح بنهایة درجة الکمال وسبب حصول البرکة من الله ذی الجلال لصاحب البراهین هوالذی رئیس غیرالمقلدین

وتلميذالمولوى نذيرحسين الدهلوى وقد كان هذا المولوى محمد حسين فى ابتداء الامر يبحث بالمكابرة مع المقلدين و يعد هم من المشركين و يسمى تقليد ائمة المجتهدين شركا و كفرا كما طبع فى هذا الباب اشتهارات و اخبارات و غيرها فلما رد اقواله بجهد العلماء المقلدين اعانهم الله المعين رجع من تلك الشدة قليلاً و عاد من ذلك الجدال ذليلا والأن يشتهر اهل الحرمين ظالمين باتباع استاذه نذير حسين بسبب حبس استاذه فى مكة المحمية سنة ۱۳۰۱ من السنين الهجرية لظهور كمال مخالفته بالشرع الشريف فهذا المولوى لنصرة استاذه يشكوعنهم عند حكام هذه الديار من النصرانيين كما يظهر من هامش رسالته المسماة باشاعة السنة نمبر ۹ جلد۷ ص ۲۵۶ وغيرها والله خير الناصرين والحافظين والعاقبة للمتقين فهذا محمد حسين يصف الكتاب البراهين اداء لشكر مؤلفه فى رسائله المجرية على راس الشهور المسماة باشاعة السنة وبالغ فى وصفه كثيراً كبيراً الى ان قال يجب على جميع المؤمنين من الشيعة واهل السنة والمقلدين واهل الحديث ان يشتروا الكتاب البراهين بادنى قيمة (وهى خمس وعشرون ربية) ويقرء ون فى شكر حصوله هذا البيت الفارسية ۔

جمادی چنددادم جان خریدم　　بحمد اللہ عجب ارزان خریدم

ووعى الله سبحانه بان يشرفه وجميع المسلمين بفيوض هذا الكتاب المستطاب كمافى (ص ۳۴۸ نمبر ۱۱ جلد۷) من اشاعة السنة شهر ذى القعدة وذى الحج (۱۳۰۲ سنہ) و فى هذه الرسائل ايد كلام

صاحب البراهين بتاويلات فاسدة و تسويلات كاسدة حاصلها ان ايات القرآن اذ انزلت فى خطاب نبينا او سائر الانبياء سميت قرانا واذا خاطب بها الله تعالىٰ غير الانبياء مثل صاحب البراهين لم تسم قرانا وانكانت بعينها ايات القران و غرضه من هذا الهذيان ان يخلص صاحب البراهين من تحريف القرآن والحاد ايات الفرقان ثم صرح بالتصريح التام بهذا المطلب الفاسد النظام فى (۲۶۳و۲۶۴و۲۶۵و۲۶۶) من رسائله المسطورة فالعبد الضعيف بتائيد العليم اللطيف ينقل اقواله بترجمة عباراته الهندية فى العربية مع ابطالها بالقران والحديث والاجماع حسبنا الله ونعم الوكيل وهو الهادى الى سواء السبيل قوله تسمية الكلام الواحد فى الوقت الواحد بسبب اختلاف المخاطب او المتكلم قرآناً و غير قرآن لا يستبعد عند اهل العلم ولا يرد الاعتراض عليه.

اقول يرد عليه اعتراضات ثلثة الاول انه لايتصور اختلاف المخاطب اوالمتكلم فى كلام واحد فى زمان واحد لان المتكلم الاوّل اذاتكلم بكلام فبمجرد تكلمه ينقضى ذلك الزمان فكيف يتصور تكلم المتكلم الاخر بذلك الكلام فى ذلك الزمان وكذلك الحال باعتبار اختلاف المخاطب عند اهل العلم من الاعيان والثانى وان سلمنا اختلاف المتكلم اوالمخاطب فى الكلام الواحد فى الزمان الواحد فتسمية الكلام الواحد فى الوقت الواحد قرانا وغير قران غير ممكن لان اثبات الشئ ونفيه فى الوقت الواحد غير جائز عقلاً والثالث ان القرآن قران من الازل الى الابد فلا يجوز ان يقال له غير قران شرعافان الله تعالىٰ سمى الأيات

البينات قرانا كما قال عز من قائل قرآناً عربياً غير ذى عوج الأية فمن سمى تلک الأيات بعينها غير قران فقد خالف الفرقان.

قوله والكلام يختلف اسمه دائما باختلاف المخاطب او المتكلم مع كونه بعينه فالكلام الواحد اذا اضيف تكلمه الى الله مثلاً فهوالكلام الرحمانى واذا اضيف تكلمه الى الشيطان او فرعون فهو الكلام الشيطانى او الفرعونى مثاله هذا الكلام المنقول من ابليس فى القران انا خير منه خلقتنى من نار و خلقته من طين والكلام الثانى نقل من فرعون وهو انا ربكم الاعلى فان اعتبرنا ان هذين الكلامين قالهما ابليس وفرعون فى لسانيهما فيقال لهما الكلام الشيطانى والكلام الفرعونى انتهى وقال فى هامش هذه الصفحة اذا جعل انا ربكم الاعلى كلام فرعون فى اى لسان قاله لا يسمى قرانا انتهى.

اقول الكلام لا يختلف باختلاف المتكلم فان الكلام كلام من قاله اولا الاترى ان من قرء الحمدلله رب العلمين وقل هو الله احد فلا يقال انهما كلام هذا القارى بل يقول كل مؤمن هاتان ايتان من كلام البارى ومن قال انما الاعمال بالنيات فيقال انما هو حديث الرسول عليه الصلوة ومن قال ۔

قفا نبک من ذکری حبيب ومنزل

فيقال هذا المصراع من شعر امرء القيس كذا فى شرح الفقه الاكبر لمولانا القارى عليه رحمة البارى ثم اضافة ايات القران العظيم الى غير الله الكريم وجعلها كلام الشيطان الرجيم وفرعون اللئيم ليست من داب

المؤمن الحكيم بل يقول المؤمن فى مقابلة هذا المقال سبحانه هذا بهتان عظيم لان مافى الدفتين من "الحمدلله رب العلمين الى من الجنة والناس" ليس الاكلام رب رحيم وقد كتب فى اللوح المحفوظ قبل خلق الارض والسماء والارواح وانما انزل هذا جبرائيل على الرسول الرؤف الرحيم عليهما الصلوة والتسليم كما قال تعالىٰ بل هو قران مجيد فى لوح محفوظ قال فى تفسير فتح العزيز بل هو قصة القرآن القديم التى كتب قبل و قوعها فى لوح محفوظ من الشياطين والجن والانس واخرج البغوى فى المعالم باسناده عن ابن عباس رضى الله عنهما قال اللوح لوح من درة بيضاء طوله مابين السماء والارض وعرضه مابين المشرق الى المغرب وحافتاه الدر والياقوت ودفتاه ياقوتة حمراء وقلمه نور و كتابه معقود بالعرش واصله فى حجر ملک انتهى كذافى المدارک والجلالين وغيرهما لكن اخرج هذا الحديث فى الاتقان عن الطبرانى عن ابن عباس مرفوعاً بتفاوت يسير وايضا قال تعالىٰ لا تحرک به اى بالقرآن لسانک لتعجل به بالقرآن و كان عليه السلام يا خذ فى القراء ة قبل فراغ جبرئيل كراهة ان ينفلت منه فقيل له لا تحرک لسانک بقراء ة الوحى مادام جبرائيل يقرء ه لتعجل به لتاخذه على عجلة ولئلا ينفلت منک ثم علل النهى عن العجلة بقوله ان علينا جمعه فى صدرک وقرانه واثبات قراء ته فى لسانک والقران القراء ة و نحوه ولا تعجل بالقران من قبل ان يقضى اليک وحيه فاذا قرأناه اى قرء ه عليک جبرائيل فجعل قرا ء ة جبرائيل قرا ء ته تعالىٰ فاتبع قرانه اى قراء ته ثم ان علينا بيانه اذا اشكل عليک

شئ من معانيه قاله فی مدارک التنزيل وهكذا فی عامة التفاسير ثم اوّل ايات نزلت عليه ﷺ من القران بالاجماع قوله تعالىٰ اقرء باسم ربک الذی خلق الی مالم يعلم وقال فی تفسير فتح العزيز انه ﷺ خرج يوماً من غارحرا للغسل وقام علی شط الماء اذناداه جبرائيل من الهواء ان يا محمد فنظر ﷺ الی العُلیٰ ولم يبصراحدافناداه ثلث مرات وهو ﷺ ينظر الی اليمين و الشمال فاذا شخص نورانی مثل الشمس وعلی راسه تاج من نور و لبس حلة خضراء علی صورة انسان جاء اليه ﷺ وقال له اقرء و فی بعض الروايات ان جبريل جاء بقطعة حرير اخضر قد كتب فيها شئ فراه ﷺ تلک القطعة وقال اقرء فقال ﷺ انا لا اعرف صورة الحروف وما انا بقاری الحديث وقال مولانا القاری فی شرح الفقه الاكبر فی الملحقات ومنها ما ذكره شارح عقيدة الطحاوية عن الشيخ حافظ الدين النسفی فی المنار ان القران اسم للنظم والمعنی جميعا وكذا قال غيره من اهل الاصول وما ينسب الی ابی حنيفة رضی الله عنه ان من قرء فی الصلوة بالفارسية اجزاه فقد رجع عنه وقال لا يجوز مع القدرة بغير العربية وقال لوقرء بغير العربية فاما ان يكون مجنونا فيداوی اوزنديقا فيقتل لان اللّٰه تعالیٰ تكلم بهذه اللغة والاعجاز حصل بنظمه ومعناه انتهی فثبت بالقران والحديث وتصريح علماء عقائد اهل السنة ان هذه الأيات البينات المسماة بالقران نزلت علی رسول اللّٰه ﷺ وبهذه الحروف والكلمات كانت مكتوبة فی اللوح المحفوظ هذا وقد قال الامام الاعظم فی الفقه الاكبر والقاری فی شرحه وما ذكره اللّٰه تعالیٰ فی القران ای المنزل والفرقان المكمل عن

موسی وغيره من الانبياء عليهم السلام ای اخباراً منهم اوحكاية عنهم وعن فرعون وابليس ای ونحوهما من الاعداء والاغبياء فان ذلک ای ماذكر من النوعين كله علی مافی نسخة ای جميعه كلام اللّٰه تعالیٰ ای القديم اخبارا عنهم ای وفق ما قد كتب الكلمات الدالة عليه فی اللوح المحفوظ قبل خلق السماء والارض والروح بكلام حادث عند سمعه من موسی و عيسٰی وغيرهما من الانبياء ومن فرعون وابليس وهامان وقارون و سائر اعداء فاذا لا فرق بين الاخبار من اللّٰه تعالیٰ عن اخبارهم و احوالهم و اسرارهم كسورة تبت واية القتال ونحوهما وبين اظهار اللّٰه تعالیٰ من صفات ذاته وافعاله و خلق مصنوعاته كاٰية الكرسی وسورة الاخلاص وامثالهما وبين الأيات الافاقية والانفسة فی كون كلها منها كلامه وصفته الاقدسية الانفسية ومجمل الكلام قوله علی مافی نسخة وكلام اللّٰه تعالیٰ ای ماينسب اليه سبحانه غير مخلوق ای ولاحادث وكلام موسٰی علی نبينا وعليه السلام ای ولوكان مع ربه وغيره ای وكذا كلهم غيره من المخلوقين ای كسائر الانبياء والمرسلين والملائكة المقربين مخلوق ای حادث بعد كونهم مخلوقين والقران كلام اللّٰه تعالیٰ ای بالحقيقة كما قال الطحاوی رحمه الله تعالى لابالمجاز كما قال غيره لان ما كان مجازاً يصح نفيه وههنا لا يصح واجيب بان الشرع اذا ورد باطلاقه فيما يجب اعتقاده لا يصح نفيه فهو قديم كذاته لا ككلامهم فانه حادث مثلهم اذا النعت تابع بمنعوته وانما يقال المنظوم العبرانی الذی هو التورة والمنظوم العربی الذی هو القران كلامه سبحانه لان كلما تهما واياتهما ادله كلامه

وعلامات مرامه ولان مبدء نظمهما من الله تعالیٰ الا تری انک اذاقرء ت حدیثا من الاحادیث قلت هو الذی قرء ته وذکرته لیس قولی بل قول رسول الله ﷺ لان مبدء نظم ذلک القول من الرسول علیه الصلوة والسلام ومنه قوله تعالیٰ افتطمعون ان یؤمنوا لکم و قد کان فریق منهم یسمعون کلام الله وقوله عزوجل وان احد من المشرکین استجارک فاجره حتی یسمع کلام الله ثم ابلغه مامنه انتهی وفی المشکوٰة عن نعمان بن بشیر قال قال رسول الله ﷺ ان الله تعالیٰ کتب کتابا قبل ان یخلق السموات والارض بالفی عام انزل منه ایتین ختم بهما سورة البقرة رواه الدارمی والترمذی وعن ابی هریرة ؓ قال قال رسول الله ﷺ ان الله تعالیٰ قرء طٰهٰ و یسٓ قبل ان یخلق السموات والارض بالف عام. الحدیث رواه الدارمی انتهی بقدر الحاجة فلما تبین من القران والحدیث و عقائد اهل السنة ان ایات القران باسمعها انما هی کلام الله تعالیٰ لا کلام غیره من المخلوقین فمافیه من قصص الانبیاء واقوال الاصدقاء واحوال الاعداء و مقال الاشقیاء انما هی کلام الله تعالیٰ قالها الله سبحانه اخباراً منهم قبل خلقهم ووجودهم فی دارالفناء فقول هذا المبتدع الی صاحب رسالة اشاعة السنة بان آیة اناخیر منه خلقتنی من نار وخلقته من طین کلام شیطانی وآیة انا ربکم الاعلی کلام فرعونی ولیست بقران انکار بمائة ایات الفرقان وجعل جمیع قصص القران وحکایات الفرقان من کلام المخلوق نعوذ بالله من هذا المنطوق قال مولانا القاری فی المنح الازهر شرح الفقه الاکبر تحت قول الامام الهمام وکلام الله تعالیٰ غیر مخلوق

بل قدیم بالذات قال الطحاوی فمن سمعه فزعم انه کلام البشر فقد کفر وقد ذمه الله واوعده بسقر حیث قال الله تعالیٰ ساصلیه سقر فلما اوعده الله بسقر لمن قال ان هذا الاقوال البشر علمنا و ایقنا انه قول خالق البشر ولا یشبه قول البشر انتهی وایضا فی ذلک الکتاب فان قیل قال الله تعالیٰ انه لقول رسول کریم وهذا یدل علی ان الرسول احدثه اما جبریل او محمد ﷺ فقیل ذکر الرسول معرف انه مبلغ عن مرسله لانه لم یقل انه قول ملک اونبی فعلم انه بلغه عمن ارسله به لا انه انشاء ه من جهة نفسه وایضا فالرسول فی احدی الأیتین جبریل و فی اخری محمد ﷺ فاضا فته الی کل منهما تبین ان الاضافة للتبلیغ اذلو احدثه احدهما امتنع ان یحدثه الاخر وایضا فان الله تعالیٰ قد کفر من جعله قول البشر فمن جعله قول محمد ﷺ بمعنی انه انشاء ه فقد کفرو لا فرق بین ان یقول انه قول البشر اوجن او ملک اذا الکلام کلام من قاله مبتدیا لا من قاله مبلغاً انتهی ولنعم ماقیل

گرچہ قرآن ازلب پیغمبرست — ہر کہ گوید حق نگفت اوکافرست

فان لم یطمئن قلب صاحب الاشاعة بهذه النقول لا نها من زبرالعلماء المقلدین و لعل قولهم عنده لیس بمقبول فاقول نقل هو ایضاً من شرح الفقه الاکبر فی (ص ۲۹۲و۲۹۳و۲۹۴) من اشاعة السنة وایضا نقل فیها بصفحه ۳۱۴ من مولانا شاه عبدالعزیز الدهلوی بوصف کثیر فی حقه و معهذا انقل هذا المطلب بعینه من سفار غیر المقلدین لیکون لقطع حجته اوّل دلیل و یعلم انه ای صاحب الاشاعة عند قومه ایضا ضل عن سواء

السبیل قال فی نهج مقبول من شرائع الرسول الذی صححه وامر بطبعه فی بلدة بهوبال المولوی صدیق حسن القنوجی ثم البهوبالی احد مشاهیر علماء غیر المقلدین مانصه القران الکریم کلامه تعالیٰ منه بدء والیه یعود ولفظه ومعناه کلاهما من اللّٰه تعالیٰ لیس جبرائیل الا ناقله وما محمد ﷺ الا مبلغه وما قرء منه الخلق و یقرؤن کله کلام اللّٰه تعالیٰ کلم اللّٰه سبحانه به وسمع منه جبرئیل صدقاً وانزل علی رسول اللّٰه ﷺ یقینا من قال انه کلام ملک او بشر فمسکنه سقر انتهی بترجمة عبارته الفارسیة وهذه الرسالة تالیف الولد الاکبر لمولوی صدیق حسن البهوبالی وما نقل منه هو فی ص ۵ المطبوع فی مطبع بهوبال فما ذا بعد الحق الا الضلال قوله فان اعتبرنا ان هذا الکلامین بعینیهما فی ضمن حکایة ابلیس و فرعون وجدا فی کلام اللّٰه فیسمیان کلاماً رحمانیاً و جزء ا من القران.

اقول لاحاجة لاعتبار معتبر فی جعل ایة انا خیر منه الأیة وایة انا ربکم الا علیٰ من الکلام الرحمانی وجزء من القران المبین بل هما فی الحقیقة والاصل کلام اللّٰه سبحانه قالها اللّٰه تعالیٰ وکتبنا فی اللوح قبل خلق ابلیس وفرعون بالاف سنین کما مرسنده من القران المبین واحادیث سیّد المرسلین ومعتقدات العلماء الربانیین فجعل هذا الکلام العربی المعجز العظیم الشان کلام ابلیس وفرعون ثم اعتبار النقل منهما فی القران لیس الا الهذیان والبهتان ابعد اللّٰه عزوجل من هذه العقیدة والقول بها جمیع اهل الایمان ولیعلم ان هذه الاقوال التی مبناها علیٰ اختلاف المتکلم قالها صاحب الاشاعة فی تمهید تائید صاحب البراهین

وفدی فی حبه دینه بشهادة الشرع المتین والان انقل اقواله التی مدارها علی اختلاف المخاطب وهی فی الاصل امداد محبه وارادها بادلة الدین المتین بمددالملک المعین قوله و کذلک یختلف الکلام بسبب اختلاف المخاطب اقول قد مر الکلام فیه وایضاً قد صرح علماء الفنون ان الکلام اما خبر او انشاء وما اعتبروا فی مفهو میهما هذا الاختلاف فلیت شعری من ای ماخذ اخذ هذا المبتدع ذٰلک القول بخلاف الاسلاف قوله والکلام الذی قاله اللّٰه تعالیٰ فی خطاب رسوله واندرج فی کتاب معروف یقرء ه المسلمون فذالک یسمی قرانا اقول الخطاب فی الکلام انما یکون بصیغة الحاضر قال فی تلخیص المفتاح مثال الالتفات من التکلم الی خطاب ومالی لا اعبد الذی الأیة ومثال الالتفات من الخطاب الیٰ الغیبة حتی اذا کنتم فی الفلک الأیة ومثال الالتفات من الغیبة الی الخطاب ملک یوم الدین ایا ک نعبد انتهی فاذا تمهد هذا فلیعلم ان حد القران الذی عرف به صاحب الاشاعة غیر جامع لخروج الاف ایات القران بحسب هذا التعریف من الفرقان لانه ﷺ لیس مخاطبا بجمیع ایات القران والقران کله لیس خطابا لسید الانس والجان علیه صلوات الرحمٰن بل ایات الخطاب مثل و علمک مالم تکن تعلم الأیة وقل ان کنتم تحبون اللّٰه الأیة وانا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفرلک اللّٰه ماتقدم من ذنبک وما تاخر و انا اعطینک الکوثر وامثالها حصة قلیلة من القران وخوطب غیره ﷺ کبنی اسرائیل و مومنی هذه الامة والکفار والجن وغیرهم فی ایات کثیرة وکثیرة من الأیات لیس فیها خطاب لاحد اصلاً

فعلى هذا التفسير خرج هذا المقد ارالكثير من القران عن كونه الفرقان فيا اسفى على هذا المؤيد لصاحب البراهين فانه فى وده و شكر و صفه يخرج الاف ايات القران من كلام رب العالمين فكفى به منتقماً العظمة لله يقول العوام الامثاله انهم علماء الدين وهو يسمى رسالته باشاعة السنة ويزعم نفسه من اكابر المصنفين و يشتهر صاحب البراهين الكاملين المكملين والحال انهما مع جميع غير المقلدين يحبون المال جامين ولتحصيل الدنيا من الحرام والحلال من المحتالين كما يبيعون حق تصانيف رسائلهم بكثير من الدراهم والدنانيرو يجمعون بنحو هذا الوجه المال الكثير وهذا صاحب الاشاعة حجم رسائله فى تمام السنة اربع و عشرون جزءا وفى ثمنه تكفى ربية او ربيتان و هو ياخذ من التوابين والرؤساء ثلثون ربية ومن دونهم من الاغنياء خمس عشر ربية ومن المتوسطين فى المال سبع ونصف ربية ومن المقلين ثلث و ثلث ربع ربية وذلک صاحب البراهين ضخم كتابه المطبوع ثلث و ثلثون جزء ا الذى قيمته فى السوق اثنان او ثلث ربية وهو قدر اقل قيمته خمس وعشرون ربية واعلى قيمته مائة ربية ومن اشترى كتابه فبالغ فى وصفه وانكان رافضيا او كان من عبدة الاصنام ومن لم يشتر فغلى فى توهينه وذمه غلواً حتى شبهه بقارون وجعله من عبدة الدنيا وانكان من رؤساء اهل الاسلام كما يظهر من مطالعة كتابه لاولى الافهام ايضاً واذا الهم عليه من خبر حصول المال الكثير فرح فرحا شديد او اذا اخبر بانه المال القليل فحزن حزنا كبيرا كما فى (ص ۵۲۲ الى ۵۲۴) من كتابه فليس ذلک الا

المدار على حب هذا الدار و غاية الجهد فى جمع الدراهم والدينار فاعتبروا يا اولى الابصار والله سبحانه اعلم بالظواهر والاسرار و ملخص الكلام فى هذا المقام ان التعريف الجامع المانع للقران المكرم والفرقان المعظم ماذكره علماء الاسلام سيما الامام الاعظم والهمام المفخم على ما فى الفقه الاكبر وشرحه والقران منزل بالتشديد اى نزل منجما على رسول الله ﷺ اى فى ثلثة وعشرين عاما وهو فى المصحف اى فى جنسه و فى نسخة فى المصاحف مكتوب اى مزبور ومسطور وفيه ايماء الى ان مابين الدفتين كلام الله على ما هو المشهور انتهى وفى مقام اخر من ذلک الكتاب والقران فى المصاحف مكتوب فى القلوب محفوظ وعلى الالسن مقرو و على النبى ﷺ منزل بالتحفيف والتشديد وهو الاولى لنزوله مدرجا ومكررا والمعنى انه نزل عليه عليه السلام بواسطة الحروف المفردات والمركبات فى الحالات المختلفات انتهى فانظروا يا اولى الالباب الى هذا الرجل العجاب الذى لا يمتازبين التنزيل والخطاب ويقول الأيات القران انها كلام فرعون والشيطان اللعين ومعهذا يدعى انه يظهر اغلاط المجتهدين ويؤيد الدين المتين فليس ذلک الا الرعونة والجهل المركب باليقين قوله وذلک الكلام اى المسمى بالقران ان قاله تعالى فى خطاب غير النبى وفى كتاب متقدم من التورة والانجيل وغير هما ادنى الهام ولى فلا يسمى قرانا وان كان ذلک اى مالهم من القران بعينه اقول فى هذا الكلام اغلوطات كثيرة ويكفى باظهار ما نحن فيه وهو هذا قد مرالكلام فى ان الخطاب لا دخل له فى كون ايات القران قرانا

انما القرآن ما انزل عليه واوحى الله ﷻ من كلامه تعالیٰ والقران كان قرانا قبل التنزيل ويكون قرانا بعد الانزال الى يوم القيٰمة وان الهمت اية من القران علىٰ احد من الاولياء فلا يخرجها عن كونها اية من القران بل القران فرقان من الازل الى الابد معناه هو الكلام النفسى القديم ونظمه ايضاً من الله الكريم وقد سماه الله سبحانه بالقران الحكيم فكيف يتصوران يكون القران غير قران وتقرر فى عقائد اهل السنة انه لا تغير على صفا ته كمالا تغير على ذاته تبارک وتعالیٰ وايضاً فى نهج مقبول الذى لغير المقلدين اصل الا صول مانصه ولا يجرى التغير على ذاته ولا على صفاته (ص ١٠ اس ١٦) انتهى بترجمته ثم العجب ان صاحب البراهين يسمى مايدعى القائه اليه من القران ايات قرانيه كمامر نقله من (ص٤٨٥و٤٩٨) وهذا صاحب الاشاعة بل الشناعة يلغوبابها غير قران وليست بفرقان ويتفوه فى حق الأيات البينات انها كلمات شيطانية وفرعونية وليت شعرى بان هذا الرجل ان لم يبال عن غضب الرحمٰن بسوء الادب فى حق حضرة القران افلا يعلم ان هذا توجيه القول بما لايرضى به صاحبه فنعوذبالله المعين من هذا الجهل المبين ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين واماما قال صاحب الاشاعة فى (ص٣٠٤) ان الهامات صاحب البراهين ليست من الشيطان اللعين مستدلا باية انما يامركم بالسوء والفحشاء واية الشيطان يعدكم الفقر والفحشاء لان تلک الالهامات غير مشتملة على السوء والفحشاء فاقول وبحول الله النصير احول قدمر على الصدران صاحب البراهين قد

ارتكب الكذب على الله الكريم والتحريف المعنوى واللفظى فى آيات القرآن العظيم وتزكية النفس الى حديترقى به الى درجة الانبياء عليهم الصلوٰة والثناء فهذا اسوء سوء وافحش الفحشاء وان لم يبصربه من على عينيه غشاء وعلى قلبه عماء نعم كيف يبصر من يخرج من سواد الاعظم شينه و فى ذلک الكتاب مدحه وزينه فذلک يدرجه فى الكاملين المكملين بادعاء الهام رب العلمين لاظهار كمال حاله ومآله على غير المقلدين ومن دونهم من الجاهلين ويويد هذا اقواله لباطلة بغاية اهانة القرآن المبين فالله خير حافظا و هو ارحم الراحمين.

بقى ههنا شى وهو ان صاحب الاشاعة قال فى (ص ٢٥٩) انه ان اشتبه على احد من لفظ النزول فى الهام صاحب البراهين بانا انزلناه قريبا من القاديان وبالحق انزلناه وبالحق نزل بنزول القرآن اووحى الرسالة فدفعه ان هذا اللفظ ليس مخصوصاً بنزول وحى الرسالة اوالقران بل يستعمل بمعنى الكرم والعطاء كما فى قوله تعالیٰ وانزل لكم من الانعام ثمانية ازواج اى اعطى لكم فكذالک عطاء الهام المعارف لصاحب القاديان عبر بالنزول فلا يشتبه بنزول القرآن ووحى الأيات.

اقول هذا باطل بوجوه احدها ان صاحب البراهين الذى انزل اليه انا انزلناه الخ لما ترجمه لفظ الانزال والنزول بالمعنى الحقيقى لهما وقد نقل هذه الترجمة صاحب اشاعة السنة فى هذه الصفحة فى السطر الثامن فتاويله على خلاف مراد المنزل عليه ليس الا توجيه القائل بما لايرضى قائله وثانيها ان انزال المعارف والالهام المعطوف باية وبالحق

انزلناه وبالحق نزل التى ليست هى الافى بيان انزال القران ونزوله ينكر هذا التاويل ويبطله بالف لسان وثالثها ان لفظ الانزال فى اية وانزل لكم من الانعام الأية محمول على معناه الحقيقى عند اكثر المفسرين بان الله تعالىٰ انزل الانعام من الجنة مع آدم ابى النبيين صلوات الله عليهم اجمعين كما فى المدارک والكبير والنيسابورى والخازن والحسينى واللباب وغيرها فسروها بان الانعام لا تعيش الا بالنبات والنبات لا تقوم الا بالماء وقد انزل الماء فكانه انزله كذافى المدارک والمعالم والكبير والنيسابورى وابى السعود والبيضاوى وغيرها فعلى هذين القولين لايجوز تفسير الانزال فى الأية الشريفة اى وانزل لكم من الانعام الأية بالعطاء وجمهور المفسرين فسروا الانزال فى الأية الشريفة بالخلق فالاية مثل اية والانعام خلقها لكم ومثل انا خلقنالهم مما عملت ايدينا انعاماً وهذا الوجه ايضاابى حمل الانزال على العطاء واماما زعم بعض المفسرين بان انزال الانعام غير ظاهر المراد فعبره بالعطاء فلا يلزم منه ان يفسر انزال القران ونزوله بالعطاء لانه لا يصار الى المجاز الاعند تعذر الحقيقة فقياسه على انزال الانعام قياس مع الفارق فالحاصل ان صاحب الاشاعة فى الحقيقة بصدد شناعة صاحب البراهين فانه يمده فى الاضلال ويمده فى الضلال المهين وماعلينا الا البلاغ المبين والله سبحانه هو الموفق والمعين واماما قال صاحب الاشاعة فى توجيه الهام يامريم اسكن انت وزوجک الجنة ان صاحب البراهين شبه بمريم لمناسبة روحانية بينهما وهى ان مريم كما حملت بلازوج كذالک صاحب البراهين بغير تربية الشيخ الكامل

والولى المكمل صار مورد الا لهامات غيبية ومهبطا لعلوم لدنية بمحض ربوبية من الغيب وادنى مثال هذا التشبيه۔

نظامی ضمیرم نہ زن بلکہ آتش زنست   کہ مریم صفت بکر و آبستن ست

انتہی

فباطل لان اركان التشبيه اربعة المشبه والمشبه به ووجه الشبه واداة التشبيه لفظا اوتقديرا كما فى المطول وغيره ففى فقرة يامريم الخ بدون ذكر المشبه كيف يتصور التشبيه بل خوطب صاحب البراهين بياأدم وياعيسٰى و يامريم وبغيرهم من اسماء الانبياء فمن المحال ان يكون الشخص الواحد ابا واما وابنا واما الربوبية الغيبة فلا يفيض تحريف القران ودعوىٰ المساواة بالانبياء وغيرهما من الامور الخارجة عن الشرع بالايقان فما ذلک الا الطغيان والعصيان والتعدى عن حدود الرحمٰن بما حصل الفراغ من بيان بعض الهامات القسم الاول وما يتعلق بها من جواب تاويلات مؤيده فلنذكر شيئا من القسم الثانى وهى التى تفهم منها فضيلة صاحب البراهين على الانبياء والمرسلين صلوات الله تعالىٰ وسلام عليهم اجمعين فنموذجها هذا كتب صاحب البراهين فى (ص ۲۴۰) ان الله تعالىٰ الهم اليه يحمدک الله من عرشه نحمدک ونصلى وفى (ص ۵۰۴) يحمدک الله ويمشى اليک ترجم هذا بان الله سبحانه قال له يحمدک الله ويمشى اليک شيئا استمرا ريا انتهى يقول الفقير كان له الحمد لا يكون الا بعد الاحسان كما فى التفسير الكبير والنيسا بورى وفتح العزيز وغيرها و فى مجمع البحار والحمد راس الشكر لان فيه

اظهار النعمة ولانه اعم فهو شكر وزيادة انتهى فى ردالمحتار على الدرالمختار فى تعريف الحمد وعرفا فعل ينبئ عن تعظيم المنعم بسبب انعامه الى قوله والحمد حيث اطلق ينصرف الى العرفى لما قاله السيد فى حواشى المطالع انتهى فمن المحال ان يحمدالله احدا من مخلوقاته ومعهذا لا يوجدفى القران ولا فى الحديث الصحيح التصريح بما حاصله يحمدالله حبيبه محمدا واحدا من الانبياء ﷺ بل قال تعالىٰ لجميع عباده قولوا الحمدلله رب العلمين فكيف يتصوران يقول الله سبحانه فى حق صاحب البراهين يحمدک الله من عرشه الخ اى يفضلک على جميع عباده الصالحين والشهداء والصديقين والانبياء والمرسلين صلوات الله تعالىٰ عليهم اجمعين ليت شعرى ما انعام صاحب البراهين على الله رب العلمين حتى استحق به حمد محمود الحامدين هل هذا الابهتان عظيم نشاء من غاية الكبر والحمق والغرور وغاية الكذب والزور على ان ركاكة هذا الكلام المنسوب الى الله العلام ليس بمخفى على العلماء العلام وماجاء فى القران المجيد من لفظ الحميد فى وصفه تعالىٰ فقد قرن بالغنى و العزيز وغيرهما ليدل على انه عزوجل محمود لا حامد وكما فى التفاسير والتراجم وان فرض ان الحميد بمعنى الحامد فهو سبحانه حامد لذاته وصفاته وفى مجمع البحار فيه الحميد تعالىٰ المحمود على كل حال انتهى وما نطق القران بانه تعالىٰ شاكر وشكور فالمراد منه انه تعالىٰ يجازى القليل من العمل بالكثير من الثواب كما فى عامة التفاسير وقال محى السنة فى المعالم والشكر من الله تعالىٰ ان يعطى فوق ما يستحق انتهى و

فى المجمع انه شكور تعالىٰ من يزكو عنده العمل القليل فيضاعف جزاء ه فشكره لعباده مغفرته لهم انتهى و فى القاموس الشكر من الله تعالىٰ المجازاة والثناء الجميل انتهى والفرق بين الحمد والمدح اى الثناء الجميل بيّن ثم من البين ان النبى ﷺ سرى وارتقى الى الله سبحانه ليلة المعراج كما فى القران والحديث وههنا يمشى وينزل الله سبحانه الى صاحب القاديان فسبحان الذى ليس كمثله شئ ثم فى (ص۵۵۸) ادعى صاحب البراهين بانه اُلهِمَ اليه هذا الالهام الم نشرح لک صدرک الم نجعل لک سهولة فى كل امر بيت الفكر وبيت الذكر ومن دخله كان امنا وصرح فى ترجمته ان الله اعطانى بيت الفكر وبيت الذكر والمراد من بيت الفكر علو بيتى الذى اشتغلت فيها بتاليف البراهين واشتغل والمراد من بيت الذكر المسجد الذى بينته فى جنب تلک العلوو وصف الله ذلک المسجد بالفقرة الاخيرة اى ومن دخله كان امنا انتهى بترجمة عبارته يقول الفقير كان الله له ان هذه الأية اى ومن دخله الأية نزلت فى شان بيت الله المبارک كما قال تعالىٰ اوّل بيت وضع للناس للذى ببكة مباركا وهدى للعلمين فيه اٰيٰت بينٰت مقام ابراهيم ومن دخله كان امنا وما مدح الله الكريم مسجد النبى ﷺ ولاالمسجد الاقصى الذى هو قبلة الانبياء بهذا النعت العظيم المختص بالبيت الكريم فادعاء صاحب البراهين بان هذه الأية انزلها الله سبحانه عليه فى وصف مسجده اقرار بفضله عليهما ظهر من هنا شئ وهو ان صاحب البراهين اشتهر فى ابتداء كتابه انه يملک العقار وغيرها التى قيمتها عشر الاف ربية وادعى انه

صاحب الالهام والمخاطبة الالهية فمع هذا القرب الاتم والطول المعظم ماحج الى اليوم بيت الله المكرم لان الحج لتحصيل تكفير الخطيات وامن يوم الجازات وهذان الامران حاصلان له فان الله تعالیٰ قال له اعمل ماشئت فانی قد غفرت لک (ص۵۶۰) والامن المطلوب قد حصل لمصلی مسجده وهو مع الخير امامه وبانيه وسبق من (ص۵۲۲) ان الدين المتين اشتبه على جميع الانام والله تعالیٰ امر الناس بان ياخذوا الطريقة الحقة من صاحب القاديان انتهى فما الحاجة الى اداء الحج بل بحسب ادعائه قاديانه اليوم مكة المحمية فنعوذ بالله من شر شر البرية فالانبياء وسيد المرسلين ﷺ كانوا يحجون و يطوفون البيت ولَم يحج من يمشى اليه ويحمده رب البيت ثم قال فی (ص۵۶۰) انه الهم الله سبحانه اليه هذا الكلام انت معى وانا معک خلقت لک ليلا ونهاراً انت منى بمنزلة لا يعلمها الخلق انتهى يقول الفقير كان الله له قال الله تعالیٰ وما محمد الا رسول الأية وايضاً محمد رسول الله الا ية فعلم منزلة حبيب الرحمٰن من القران ﷺ قدر عزه وكماله ولنعم ماقيل۔

فمبلغ العلم فيه انه بشر   وانه خير خلق الله كلهم

فيعلم هذه المنزلة الخلق ويشهدون انه رسول الخلق ويدعى صاحب البراهين انه يقول الحق فی شانه انت منى بمنزلة لا يعلمها الخلق فثبت من ظاهر هذا الكلام فضيلته عليه وعلى سائر النبيين صلوات الله وسلامه عليهم اجمعين وهو كاذب فيه باليقين ثم كتب صاحب البراهين فی ضميمة اخبار رياض الهند المجرية فی بلدة امرتسر الغرة مارج الشهر الانجليزى

۱۸۸۶ء المطبوعة فی بلدة هو شيار بور ان الله تعالیٰ قال فی حقه انت منى وانا منک (ص۱۴۸س۳) من كالم الثانى وقال تعالیٰ فی حق ولده المبشربه مظهر الاول والاخر مظهر الحق والعلا كان الله نزل من السماء (ص۱۴۷س۱۳و۱۴) من كالم الثانى يقول الفقير كان الله له الالهام الاول هو فقرة الحديث الصحيح المتفق عليه قاله ﷺ لعلى انت منى وانا منک اى انت متصل بى فی النسب والصهروالسابقة والمحبة وغيرها كذافی القسطلانى والكرمانى شرحى البخارى يعنى فی الاخوة والقرب وكمال الاتصال والاتحاد كذا فی المرقات واشعة اللمعات شرحى المشكوٰة وقال الكرمانى ومن هذه تسمى اتصالية انتهى فعلم منه ان صدور هذا الكلام بين القريبين من النسب والصهر وغيرهما صحيح لاشک فيه واما الله المنعوت بنعت لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد والموصوف بصفة لايتصل بشئ ولا يتحد ولايشبه مع شئ كما صرح به علماء العقائد فكيف يقول الله سبحانه لاحد من عباده انت منى وانا منک حاشاه فتحقق ان هذا بهتان بهة صاحب البراهين لغرض اثبات فضيلته من الانبياء والمرسلين صلوات الله عليهم اجمعين واما الا لهام الثانى فهو ايضاً كذب محض وبهتان عظيم لان المشابهة المعبرة بلفظة كان اشد مشابهة من غيرها كما مرّ من الاتقان فلما اشتبه ولد صاحب البراهين اشد مشابهة به سبحانه وتعالیٰ عما يقول الظلمون علواً كبيرا فوالده فی اعلیٰ العُلیٰ يعنى يعادل الا له اشتباه فسبحان من تازه عما يصفه الملحدون ونعوذ بالله من غضبه وعقابه وشر عباده ومن همزات الشياطين وان

يحضرون وليكن هذا أخر الرسالة المسماة برجم الشياطين برد اغلوطات البراهين والحمد لله رب العلمين وصلى الله تعالى على خير خلقه وحبيبه محمد وعترته كلما ذكره الذاكرون وكلما غفل عن ذكره الغافلون وبعد ختم هذه الرسلة يعرض المشتاق الى وفور كرم الخلاق محمد ابوعبدالرحمن الفقير غلام دستگير الهاشمى الحنفى القصورى كان الله له لساداتنا وموالينا حضرات علماء الحرمين الشريفين زادهم الله الكريم حرمة وكرامة فى الدارين وعزة وشرافة فى الملوين بانى عثرت فى الصفر المظفر سن ١٣٠٢ من هجرة سيد المرسلين صلوات الله وسلامه عليه وعلى سائر الانبياء اجمعين على اشتهار صاحب البراهين الذى مرنقله فى ابتداء هذا التحرير واشتهر بطبعه عشرين الفاً فى اقطار الارض غاية التشهير فلما رأت فيه ان مشتهره ادعى بتاليف كتابه بامره والهامه تعالى ووصف نفسه فيه باوصاف يتعدى بها حدود الله عزوجل كرهت ذالک وما طاب نفسى عما هنالک ثم رائت كتابه لكشف حقيقة الحال بالكمال فوجدت الهاماته مخالفة للشرع الشريف بتحريف كلام الله اللطيف وغير ذلک مما صرحته فى هذه الاوراق بعون الملک الخلاق فكتبت الى مؤلف البراهين بنية اداء حق اخوة الاسلام ان يرجع من هذه الدعاوى الكاذبة المرام ويبيع كتابه ببيان رد الاديان الباطلة النظام فما جابنى بذلک وماتاب عما هنا لک فذكرت بعد ذلک فى بعض مجالس تذكير المسلمين ان الهامات كتابه حرفت وبدلت كلام رب العلمين و شارک مؤلفه نفسه فى فضائل النبيين وجعل القران عضين فطلب منى

مؤيده صاحب الاشاعة الخلوة للكلام فى امرالالهام فلعلمى بان صاحب البراهين و مؤلف الاشاعة واصف احدهما للاخر فى الكتاب واظهر الثانى حقية الاول فى رسائله عند الاصحاب وبهذه المواصفة والممارحة امن بحقية صاحب البراهين اكثر العلماء وجميع العوام من غير المقلدين وبعض العلماء وكثير العوام من المقلدين وصارقاديانه مرجعا للخواص والعوام مثل بيت الحرام مارضيت بالمكالمة فى الخلوة بل طلبت البحث معه لاظهار الحق بمحضر من العلماء والاذكياء فما قبل صاحب الاشاعة هذا المدعا بل ماجابنى فى هذا المدعا فبعد ذلک فى شهر الجمادى الاخرى اعلنت بطبع الاشتهار ان اكثر الهامات صاحب البراهين مخالفة لاصول الدين الاسلام فانى اطلب منه ومن مؤيده صاحب الاشاعة المناظرة فى مجلس العلماء الاعلام حتى يظهر الحق ولا يختل عقائد الخواص والعوام فما اجابا بذلک ايضاً ثم كتبت فى شهر رمضان المبارک رسالة هندية لرد هفواتهما نصرة للدين وعرضتها على علماء الفنجاب والهند توافقوابى فى اعتبار مخالفة صاحبى البراهين والاشاعة للشرع المتين فبعد ذلک قال لى بعض رؤساء بلدة امرت سر بان المسلمة فى المناظرة الاظهار الحق اولا و باشتهار ماظهر من الحق ثانياً فقبلته وقلت له انى سعيت لهذا الامر منذ ثمانية عشر شهراً ولكن لا يقبله صاحب البراهين فقال لى انى اسعى للمناظرة واكتب الى صاحب البراهين ثم كتب الىّ ذلک الرئيس ان صاحب البراهين يقول فى كتابى تصوّف فاناظر بمحضر من العلماء الصوفية وسما ثلثة رجال فقبلتهم

وطلبت منه ان يجمع معهم العلماء الثلثة الاخرين ويعين اليوم للمناظرة عند القوم فما اجابانى الى الان وما انطبعت تلك الرسالة الهندية الى هذا الزمان رجاء ان تتزين بتصحيح حضرات علماء الحرمين المحترمين ليظهر لهاية اعتمادها عند المسلمين وينسد اختلال الدين المتين ويرجع الى الحق بعض العلماء من المقلدين المصدق لصاحب البراهين فترجمتها فى العربية فى شهر شوال ١٣٠٣ وما فعلت ماذكرت الا حماية للقران المبين ورعاية لحقوق حضرات الانبياء والمرسلين صلوات الله وسلامه عليهم اجمعين وصيانة لعقائد المسلمين وارسلها الى جنابكم المجى لمراسم الدين والمعاذ والملجاء للمؤمنين مع الكتاب البراهين ورسالة الاشاعة المشتملة على وصفه تاويل اقواله ومع اشتهارى صاحب البراهين لطلب التوجه من حضرتكم الى ملاحظة هذه الرسالة وتوافق النقل بالاصل فان كان ماكتبته حقا موا فقا بالكتاب والسنة واجماع الامة قرينوها بتصحيحكم الشريف وما كان فيها من الخطاء والسهو فاصلحوها باصلاحكم النظيف وبينوا بالبيان الشافى والشرح الكافى طلباً للاجر العافى حكم صاحبى البراهين والاشاعة ومعتقديهما وحكم كتابيهما شريعة وطريقة حتى يطمئن المسلمون ويرجون الى الحق كلهم اجمعون فجزاكم الله الشكور خير الجزا فى الدنيا والعقبى وسلمكم وابقاكم لتاييد دين سيد الانبياء عليه الصلوة والثناء وزادكم الله تعالىٰ بسطة فى العلم والجسم لاحقاق الحق وابطال الباطل عند الكرام وعليكم مدارالاسلام الى يوم القيام والسلام خير الختام مع الاكرام

ورزقنا الله المجيب الدعوات لقاء كم وزيارتكم الموصلة الى السعادات العظمٰى والبركات الكبرى بالامن والامان والسلامة والاسلام والحمد لله رب العٰلمين والصلوة والسلام على مظهر جماله ونور كماله واله وصحبه قدر جوده ونواله عدد جميع معلومات العليم العلام۔

تَمَّتِ الرِّسَالَةُ

وشرعت التقاريظ

حضرت سيدالعلماء سيدالاتقياء

مولانا مولوى **محمد رحمت الله** الهندى المهاجر

الذى اعزه حضرت سلطان الروم بتجويز شيخ الاسلام فى الروم
بخطاب "پایہ حرمین شریفین" وكتب له فى منشوه بالقاب عالية.

بسم الله الرحمٰن الرحيم

اما بعد فانى سمعت هذه الرسالة من اولها الى اخرها فوجدتها صحيحة العبارة والمضمون والنقول التى نقلها حضرت مؤلف هذه الرسالة جزاه الله خيرا مطابقة للاصل وقد سمعت قبل هذا ايضاً من الثقات المعتبرين حال صاحب البراهين الاحمدية فهو عندى خارج من دائرة الاسلام لايجوز لاحد اطاعته وجزى الله مؤلف هذه الرسالة عسى ان ينجو بمطالعتها كثير من الناس من ان يتبعوا صاحب البراهين الاحمدية عصمنا الله وجميع المسلمين من اغواء الشياطين ومكرهم وخديعتهم.

وانا الفقير الراجى رحمت الله ابن خليل الرحمن غفرالله لهما ولجميع المسلمين اجمعين.

محمدرحمت الله

حضرت مفتى مكة المكرّمة للاحناف

شيخ **محمدصالح** بن صديق كمال رحمة الله عليه

الحمد لمن هو به حقيق ومنه استمداد العون والتوفيق الحمد لله الذى تنزهت ذاته العلية عن الغفلة والنسيان وتقدست اسماء ه وصفاته عن ان يعتريها زوال او نقصان وجعل العلماء فى كل عصر وزمان قائمين بحفظ الشريعة وقواهم على اظهار الحق واخماد الباطل بلا مداهنة شنيعة واجرالهم بذلك اجراً وافراً وخيرات بديعة حيث بينوا ما هو صواب وما هو خطاء كسراب بقيعة والصلوٰة والسلام على سيدنا محمد الذى جمع فيه مولاه الفضل جميعه وعلى اله واصحابه ذوى النفوس السميعة المطيعة امابعد فقد اطلعت على هذه الرسالة الشريفة والنقول اللطيفة فرأيتها هى التى تقربها العينان وان غلام احمد القاديان قد هوى به الشيطان فى اودية الهلاك والخسران فجزى الله جامع هذه الرسالة خير الجزاء واجزل ثوابه واحسن يوم القيامة مابنا ومابه امين وصلى الله تعالىٰ على سيدنا محمد وعلى اله وصحبه.

امر برقمه خادم الشريعة راجى اللطف الخفى محمد صالح ابن المرحوم صديق كمال الحنفى مفتى مكة المكرمة حالاكان الله لهما حامداً مصليًا مسلماً۔

محمد صالح كمال

حضرت مفتی مكة المكرمة للشوافع

شيخ **محمد سعيد** بن محمدبابصيل رحمة الله عليه

الحمد لله الذى يسر بهذا الدين من يقوم بحقه من خفض كل زنديق ضال مضل وردعه وقمعه ونصر كل عالم هاد مهتد واعانته ورفعه وبعد فقد نظرت فيما نسب لغلام احمد القاديانى الفنجابى فان صح ما نسب اليه عنه كان من الضالين المضلين ومن الزنادقة الملحدين ومثله فيما ذكر محمد حسين المؤيدله برسالته المسماة باشاعة السنة فكل منهما يجب على ولى الامر وفقه الله لما يحبه ويرضه ان يعزرهما التعزير البليغ الذى يحصل به ردعهما وردع امثالهما واما ما الفه الامام الفاضل والهمام الكامل الشيخ محمد ابو عبدالرحمن غلام دستگير الهاشمى الحنفى القصورى فى بيان ضلال المذكورين وابطال اقوالهما وسماه برجم الشياطين برد اغلوطات البراهين فتاليفه المذكور هو الحق الذى لاشک فيه فجزاه الله عن الاسلام والمسلمين الجزاء الجميل واحله فى القلوب المحل الجليل والله سبحانه وتعالى اعلم

قاله بفمه ورقمه بقلمه المرتجى من ربه كمال النيل محمد سعيد بن محمد بابصيل مفتى الشافعية بمكة المحمية غفر الله له ولوالديه ولجميع المسلمين .

محمد سعيد

حضرت مفتى مكة المكرمة للمالكية

شيخ **محمد** بن شيخ حسين رحمة الله عليه

الحمدلله رب العلمين رب زدنى علما اللهم هداية للصواب من يهدى الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له اما صاحب هذا المقال فقد انغمس فى ابحر الخواطر الشيطانية والهواجس النفسانية فما اكذبه واشقاه حيث ادعى ما ادعاه من الدجل المنصوص عليه يكون فى اخر الزمان دجالون كذابون ياتونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا انتم ولا اباؤكم الحديث واما المؤيدله بالرسالة المسماة باشاعة السنة فهو اشقى منه لقوله تعالى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان الأية فكل منهما يجب على ولى الامر تعزير هما التعزير البليغ واما ماالفه الفاضل العلامة الشيخ محمد ابوعبدالرحمٰن غلام دستگير الهاشمى الحنفى القصورى فى بيان ضلال المذكورين وابطال اقوالهما فقد اجاد فيه بماذكره من الحث البليغ على اتباع الدين الحق القويم والله اعلم اللهم لا تجعلنا ممن اتبع هواه وسلک طريق الشيطان فاغواه وحسن له سوء المقال فارواه امين بجاه الامين۔

كتبه الراجى العفو من واهب العطية محمد ابن المرحوم الشيخ حسين مفتى المالكية ببلد الله المحمية مصليا ومسلما .

محمد بن حسين

حضرت مفتی مکة المکرمة للحنابلة

شیخ **خلف** بن ابراهیم رحمة الله علیه

الحمد للّٰه الذی انزل علی عبده الکتاب الصادق فی قیله القائل فیه وان هذا صراطی مستقیما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله والصلوٰة والسلام علی سیدنا محمد نبیه وحبیبه وخلیله وعلی اله واصحابه وانصاره وتابعی سبیله امابعد فقد اطلعت علی هذه الرسالة الشریفة المشتملة علی النقول الصحیحة الصریحة المنیفة فرأیتها محکمة مویدة شافیة کافیة مفیدة تقربها اعین الموحدین اهل السنة والجماعة وتعمی بها امین المعتزلة والخوارج والملحدین والمبتدعة المارفین من الدین کما یمرق السهم من الرمیة کما اخبر بذلک خیر البریة وهی التی اظهرت زیغ احمد القادیانی وانه مسیلمة الکذاب الثانی واظهرت تلبیس ابلیسه الشیطانی فجزی اللّٰه مؤلفها عن المسلمین خیراً کثیراً واجراً جزیلاً جمیلاً کبیراً وصلی اللّٰه علی سیّدنا محمد خاتم النبیین والمرسلین وعلی اله وصحبه اجمعین۔

امر برقمه الحقیر خلف بن ابراهیم خادم افتاء الحنابلة بمکة المشرفة حالاً حامداً مصلیاً مسلماً .

خلف بن ابراهیم

حضرت مفتی المدینة المنورة للاحناف

شیخ **عثمان** بن عبدالسلام رحمة الله علیه

بسم اللّٰه الرحمن الرحیم

اسأل اللّٰه سبحانه المولی الکریم ذا الطول التوفیق والاعانة فی الفعل والقول الحمد للّٰه الواحد الفرد الصمد المنزه عن الشریک والولد الذی بعث الرسل الکرام بالحجج الواضحة والأیات البینات وایدهم بالارهاصات الخارقة بالمعجزات المنزل علی خاتم انبیائه وسیداصفیائه کتابا معجزا مبینا القائل فیه جل شانه الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام کتابا هادیاً الی صراط المستقیم وناطقًا بکل امر رشید لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید والصلوة الدائمة والسلام التام علی النبی الداعی الی سبیل النجاح والاستقامة المبنی عن کل کذاب ومبیر الی یوم القیامة فیما رواه مسلم عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه یکون فی اخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا ابائکم فایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم والقائل فیما رواه مسلم عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه من دعا الی هدی کان له من الاجر مثل اجور من تبعه لا ینقص ذلک من اجورهم شیئًا ومن دعا الی ضلالة کان علیه من الاثم مثل اثام من تبعه لاینقص ذلک من اثامهم شیئًا والقائل فیما رواه احمد والنسائی والدارمی عن عبداللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه عنه خط لنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خطا ثم قال

هذا سبيل الله ثم خط خطوطاعن يمينه وعن شماله وقال هذه سبل على كل سبيل منها شيطان يدعو اليه وقرء هذا صراطى مستقيماً فاتبعوه الأية والقائل فيما رواه ابن ماجة عن انس ؓ اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فى النار والقائل فيما رواه احمد عن معاذ بن جبل ؓ ان الشيطان ذئب الانسان كذئب الغنم يا خذالشاة القاصية والناصية واياكم والشعاث وعليكم بالجماعة والعامة والقائل فيما رواه مالك فى المؤطا عن مالك بن انس ؓ تركت فيكم امرين لن تضلوا ماتمسكتم بهما كتاب الله و سنة رسوله والقائل فيما رواه مسلم عن محمود بن لبيد ؓ ايلعب بكتاب الله وانا بين اظهر كم والقائل فيما رواه ابويعلى عن ابى هريرة ؓ ان احبكم الى واقربكم منى الذى يلحقنى على العهد الذى فارقنى عليه والقائل فيما رواه البيهقى فى الشعب عن جابر لتهوكون كما تهوكت اليهود النصارى لقد جئتكم بها بيضاء نقية لو كان موسٰى حيا ماوسعه الا اتباعى والقائل فيما اتفق عليه الشيخان ورواه ابوداؤد والترمذى عن عائشة رضى الله تعالى عنها من احدث فى امرنا هذا ماليس منه فهو رد والقائل فيما رواه احمد و مسلم والاربعة عن ابى سعيدؓ من راى منكم منكراً فليغيّره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان وعلى اله واصحابه نجوم الحق وعترته واحزابه هداة الخلق اما بعد فقد سرحت طرف الطرف فى جنات طروس هذا التاليف الشائق وارتعت شدينة الفكر الفاتر فى اريض روض سطور هذا المصنف الفائق فوجدته متكفلا للرد بالا دلة القاطعة المزهقة لباطل هذا

المارق من الدين الشقى الخب اللئيم كافيا لتزييف اقواله الباعثة لاضلال كل ذى فهم سقيم فلقد اجاد حتى بلغ غاية المرمى والمرام من الاجادة وافاد اثابه الله الاجر الجزيل وانا له الحسنٰى وزيادة و صلى الله على سيدنا محمد النبى الامى واله وصحبه وسلم۔

نمقه الفقير الى عفو ربه القدير عثمان بن عبدالسلام داغستانى مفتى المدينة المنورة الحنفى عفى عنه ٥ذيقعده ١٣٠٤ھ۔

عثمان بن عبدالسلام

حضرت مفتی المدینة المنورة للشوافع

شیخ السید **جعفر** بن السید السماعیل البرزنجی

شیخ السید **احمد** البرزنجی رحمهما الله تعالیٰ

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذى ارسل رسوله محمداً بالهدى ودين الحق وانزل عليه الكتاب معجزة باهرة واية مستمرة على تعاقب العصور دالة على كمال الصدق وجعله خاتم النبيين وسيّد المرسلين ورحمة للعلمين وعمم بعثته الى الثقلين الى يوم الدين ونسخ شرعه جميع الشرائع الماضية وشرعه لاينسخ وحكمه لا يفسخ وسد بانتقاله ﷺ الى الرفيق الاعلٰى باب الرسالة والنبوة الى اخر الزمان فليس لاحد بعده الا اتباع شريعته الغرذات النور والبرهان ﷺ وعلى اله واصحابه ائمة الهدى

ومصابيح الدجى والتابعين لهم باحسان ماكر الجديدان اما بعد فاننا قدتاملنا هذه الرسالة فوجدنا ها واضحت الدلالة براهينها قاطعة الرقاب شبه الملحدين وانوارها ساطعة ماحية لظلمات وساوس الشياطين قد اتت بالقول الفصل الذى ليس بالهزل واوضحت طريق الحق ومنهاج الصدق واشتملت على النصوص الموافقة لما هو معلوم من الدين بالضرورة وفضحت تلبيسات احمد القادیانی وزوره ولاريب ان احمد المذكور ليس احمد الاعند اخوانه الشياطين بل هو اجدر بان يسمى اذم عند اهل الايمان واليقين وان ماتى به من الاباطيل فهو ضلال مبين والوحى الذى افتراء وحى الشياطين لا وحى الانبياء والمرسلين وعند التامل فى زخرفه وضلاله تجده مصداق قوله تعالىٰ كذلک جعلنا لكل نبى عدوا شياطين الانس والجن يوحى بعضهم الى بعض زخرف القول غروراً ولو شاء ربک مافعلوه فذرهم وما يفترون ولتصغىٰ اليه افئدة الذين لايؤمنون بالاخرة وليرضوه وليقترفوا ماهم مقترفون الى قوله لا مبدل لكلمات الله وهو السميع العليم و فى الحقيقة شانه كشان مسيلمة الكذاب ذى الضلال والارتياب بل هو اضر كيدا من ابليس فى التدليس والتلبيس لان امر ابليس قد ظهر وانذر الله بنى آدم كيده وحذره وهذا قد لبس الباطل بصورة الحق وموه الكذب والافتراء على الله فى مثال الصدق فاراح الله منه البلاد والعباد بتدميره ومحو ماثبه فى الارض من الفساد فوجب على كل مؤمن التمسک بمادل عليه مضمون هذه الرسالة والتجنب من مزخرفات براهين احمد القاديانى وافتراه من السفاهة والضلالة وصلى

الله على سيدنا محمد خاتم النبيين المنزل عليه الكتاب المبين المحفوظ من القاء ات الشياطين وعلى اله وصحبه وسلم اجمعين والله اعلم بالصواب۔

امر برقمه السيد جعفربن السيد اسمٰعيل البرزنجى مفتى الشافعية بالمدينة المنورة ووكيل مفتى الشافعية المدرس بالحرم الشريف النبوى السيد احمد البرزنجى .

سيد جعفر البرزنجى	سيد احمد البرزنجى

حضرت مدرس المسجد النبوى المدينة المنورة

شيخ **محمد على** بن طاهر الوترى الحسينى الحنفى رحمة الله عليه

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى خلق جميع عبيده لاجل معرفته وتوحيده وليفرقوا بين وجود هم ووجوده ويعلموا مزية انعامه وجوده احمده ان اقام لنا الدين واوضح طريقه للمهتدين واشكره ان ارسل الينا رسولا ختم به النبوة والرسالة وحسم به ابواب الشبه والضلالة ايده بالمعجزات الباهرات والأيات البينات ونسخ بشريعته جميع الشرائع والاحكام وجعلها باقية الى يوم البعث والقيام وانزل عليه الذكر الحكيم والصراط المستقيم والنور المبين والحبل المتين وتكفل جل وعلا بحفظه على ممرالسنين من تغيير المضلين والحاد الملحدين۔ ﷺ واصحابه الذين

من اقتدى بهم فبهداه اقتدى ومن حاد عن طريقهم فقد جار واعتدى وبعد فلما اجلت طرف الطرف فى فيافى هذه الرسالة الغر المشتملة على الحث البالغ على اقتفاء الدين الحق وانتداب اليه والولوع به والاغراء وكان ذلك فى حال استعجال مع غال من كثرة الاشتغال وهجوم البلبال على البال الفيت انوار التحقيق عليها رائحة ودلائلها بينة محكمة واضحة حافلة لما هو معلوم بالضرورة من الدين كافلة بردشبه الملحدين المضلين فاضحة عوار هذا الدعى الزنديق المدعو باحمد القاديانى حفيد ابى مرة الذى ناف على جده ابليس فى الضلال والاغواء بالف مرة فاثاب الله مؤلفها الثواب الجزيل حيث حمى حمى هذا الدين المتين بابطال ما لبسه المبير الكذاب من البراهين وادخل به الشك على قلوب جهلة العوام والمغفلين فيجب على كل مؤمن يؤمن بالله و يصدق بكتبه ورسله ان يعتقد ويجزم بان ماردبه صاحب هذه الرسالة هو الحق الموافق لقواعد الايمان وان ماقاله صاحب البراهين الاحمدية والاشاعة زور و بهتان فما ذا بعد الحق الا الضلال ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه وهو فى الاخرة من الخاسرين ان ربک هو يعلم من يضل عن سبيله وهو اعلم بالمهتدين قد جاء كم بصائر من ربكم فمن ابصر فلنفسه ومن عمى فعليها بصرنا الله والمسلمين بطريق الاستقامة والهداية وجنبنا اجمعين طرق الضلالة والغواية انه على مايشاء قدير وبالاجابة جدير وصلى الله على سيدنا و مولانا محمد ﷺ القائل من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلاهادى له وعلى اله و صحبه والتابعين له وعلينا معهم برحمة الله . امين

قاله بفمه ورقمه بقلمه العبد الاحقر محمد على بن طاهر الوترى الحسينى الحنفى المدنى خادم العلم والحديث بالمسجد الشريف النبوى وذلک فى اليوم الحادى والعشرين من ذى القعدة الحرام سنة اربع بعد الثلث مائة والالف.

محمد على بن طاهر الوترى

احد المشاهرى علماء البتنه(پٹنہ)

شيخ **محمد** بن عبدالقادر باشه الحنفى رحمة الله عليه

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله الذى انزل الفرقان على سيد الانس والجان واخمد به الباطل والشرک والطغيان والصلوٰة والسلام على رسوله محمد واله وصحبه والتابعين لهم باحسان مد الدهور والازمان وبعد قد طالعت بعض هفوات غلام احمد مقيم القاديان فى كتابه البراهين الاحمدية و فى الاعلان فوجدته من تلبيسات الشيطان وليس من الهامات الرحمن بل ماذلک الا بهتان هذيان فمن اتبعه عد من اهل الخسران وهذه الرسالة نظرت ايضاً فى لطائف ردها فاطمئن بها الجنان فعسٰى ان ينجو بمطالعتها كثير من الاخوان من اهل السنة والجماعة وغيرهم بفضل الكريم المنان فجزى الله المؤلف اعلٰى الجنان نمقه الحقير محمد ابن عبدالقادر باشه الفتنى الحنفى عفى الله عنه و عن والديه واحسن اليهما واليه .

محمد بن عبدالقادرباشه

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتحِ رحمانی
بہ دفعِ
کیدِ کادیانی

(سنِ تصنیف: 1896ء / ۱۳۱۴ھ)

تصنیفِ لطیف

حضرت علامہ مولانا مفتی غلام دستگیر ہاشمی ذاتم الخفوی
قریشی صدیقی نقشبندی حنفی قصوری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لانبی بعدہ وعلی الہ وصحبہ الذین راعوا عہدہ اما بعد عبدہ الحقیر محمد ابوعبدالرحمٰن فقیر غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری کان اللہ لہ برادران دین اسلام کی خدمت میں اعلام کرتا ہے کہ فقیر ابتداء ۱۳۰۲ھ ہجری مقدسہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو دنیا پرست اور دین فروش جانتا ہے چنانچہ محض ابتغاء لمرضات اللہ اس کی تردید میں حتی الامکان مصروفیت کر کے حضرات علماء حرمین محترمین زادہما اللہ تعالی حرمۃً وشرفاً سے اس کی کتاب براہین احمدیہ اور اشاعۃ السنہ ذی قعدہ وذی الحجہ ۱۳۰۱ء ومحرم ۱۳۰۲ھ جس میں اس کی تاویلیں تھیں بھیج کر استفتا کیا تھا کہ ایسا شخص جو اپنے الہام کو مترادف وحی انبیاء یعنی قطعی ویقینی جانتا ہے اور انبیاء سے کھلی کھلی برابری بلکہ بعض جگہ اپنے آپ کو انبیاء سے بڑھاتا ہے اس کا کیا حکم ہے اس پر حضرت مولانا مولوی محمد رحمت اللہ (کیرانوی) علیہ الرحمۃ نے (جو منجانب حضرت سلطان روم بتجویز حضرت شیخ الاسلام کے ملقب بخطاب پایہ حرمین شریفین ہیں) فقیر کے رسالہ رجم الشیاطین بر داغلوطات البراھین کی نقول کو مطابق اصل براہین کر کے لکھ دیا تھا کہ مرزا قادیانی دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ پھر حضرات مفتیان حرمین شریفین نے بھی اس کے بارہ میں قادیانی شیطانی اور مسیلمہ کذاب وغیرہما الفاظ کو استعمال فرما کر رسالہ موصوفہ کی کمال تصدیق فرمائی ۱۳۰۵ھ میں واپس آیا جس کو فقیر نے بعد مدت دراز اس کی توبہ کے انتظار کے ۱۳۱۲ھ

کے صفر میں شائع کر کے اپنی سبکدوشی حاصل کر لی تھی پھر آخیر رجب ۱۳۱۴ میں مرزا جی نے رسائل اربعہ فقیر کو بھیج کر بشمولیت بہت سے علماء دین متین کے فقیر کو بھی مباہلہ کے واسطے قسمیں دے کر بلایا اور مباہلہ نہ کرنیوالوں کو ملعون بنایا فقیر نے بنظر صیانت عقائد عوام اہل اسلام مرزا جی کو قبولیت مباہلہ لکھ کر ۱۵/شعبان تاریخ مقرر کر کے معہ اپنے دونوں فرزندزادوں کے ۲ شعبان کو وارد لاہور ہوا جس پر مرزا جی کی طرف سے حکیم فضل الدین لاہور میں آیا اور ایک مجمع عظیم کر کے مسجد ملا مجید میں فقیر پر معترض ہوا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے آپ کی یہ غلطی نکالی ہے کہ مباہلہ قرآنی میں صیغہ جمع ہے آپ تنہا کیونکر مباہلہ کر سکتے ہیں فقیر نے اسی مجمع میں اپنے رقعہ قبولیت مباہلہ سے اپنے فرزندوں کی شمولیت سے اپنا جمع ہونا ثابت کیا بلکہ اس وقت دونوں کو روبرو دکھلا دیا۔ جس پر مدعی مسیح موعود اور اس کے حواریوں کی غلطی مانی گئی تھی پھر ظہور اثر مباہلہ کے لئے جو مرزا جی نے ایک برس کی میعاد رکھی تھی اس کو فقیر نے بدلیل قرآن وحدیث اٹھانا چاہا اس پر حکیم مذکور اور مرزا جی نے ہٹ کیا۔ جس پر فقیر نے ۱۶ شعبان کو اشتہار شائع کر کے میعاد ۲۵/شعبان ایزادی اور آخیر شعبان تک منتظر رہا بلکہ پانچ روز امرتسر میں جا کر مرزا جی کو بلایا وہ مباہلہ کے لئے نہ آئے اور اشتہار مورخہ ۲۰ شعبان بجوب اشتہار فقیر اس مضمون کا شائع کیا کہ تمام احادیث صحیحہ سے ظہور اثر مباہلہ کی میعاد ایک سال ثابت ہے اور میں مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں اور میری تکفیر کرنے والے تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتے اور مجھ کو باوجود کلمہ گو اور اہل قبلہ ہونے کے کافر ٹھہراتے ہیں الخ۔ اس کے جواب میں فقیر نے پندرہ اکابر علمائے اہل سنت لاہور وقصور وامرتسر سے بدلیل قرآن وحدیث تصدیق کرایا کہ مباہلہ شرعی میں کوئی

میعاد سال وغیرہ نہیں ہے مرزا قادیانی نے محض بغرض دھوکہ دہی جو اس کا جبلی وطیرہ ہے قید ایک سال لگائی ہے الخ اور فقیر نے رمضان مبارک میں اس کے اشتہار کی تردید میں بہت سی تصانیف مرزا قادیانی سے اس کے کھلے کھلے دعویٰ نبوت کے اور نیز توہین انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جو سبب ہے اس کی تکفیر کا ثابت کر دیئے ہیں اور ان شآء اللہ العزیز وہ تمام مضمون ایک کتاب موسوم بنام ”تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام“ میں شائع ہوں گے جس سے سب پر ظاہر وباہر ہو جائے گا کہ مرزا جی باوصف ان دعویٰ نبوت وتوہین انبیاء کے ہرگز کلمہ گو اور اہل قبلہ متصور نہیں ہیں نعوذ باللہ من الحور بعد الکور جب فقیر اخیر شعبان میں قصور میں آیا تو ابتدائے رمضان مبارک میں حضرت صاحبزادہ حافظ حاجی مولوی سید محمد شاہ صاحب قصوری نے ایک سال کی میعاد ظہور اثر مباہلہ کے واسطے قبول کر کے مرزا جی کو بہ ثبت دستخط قریب ایک سو مسلمانوں کے لکھ بھیجا کہ ایک عذاب تین قسم عذاب مباہلہ سرور عالم ﷺ سے مقرر کر دیں کہ ایک سال میں یہ معین عذاب ہوگا تو ہم سب لوگ آپ کے ساتھ مباہلہ کرنے کے واسطے مولوی صاحب کو ہمراہ لے کر لاہور میں آ جائیں گے تا کہ قطعی فیصلہ ہو جائے اور روزمرہ کی اشتہار بازی ختم ہو اس پر بھی مرزا جی نے کچھ جواب نہ دیا اور حکیم فضل الدین نے سخت زبانی اور دریدہ دہانی سے سب کو منافق وغیرہ لکھ کر آخیر میں درج کیا کہ بدون شائع کرنے اشتہار کے مسیح موعود کوئی جواب نہ دیں گے جس سے بخوبی ثابت ہوا کہ مرزا جی اشتہاری ہیں اور مباہلہ سے بالکل فراری اور ہر تحریر میں دام تزویر پھیلاتے ہیں اور خدا تعالیٰ پر افترا کر کے سادہ لوحوں کو پھنساتے ہیں فالی اللہ مشتکی طرفہ تر یہ ہے کہ اسی مرزا نے اپنی الہامی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۹۵ تا ۵۹۷ میں

مباہلہ کے عدم جواز کو بڑی شدومد سے ثابت کیا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر بسبب درخواست مباہلہ کے سخت زبان درازی کی ہے اور ثمرہ مباہلہ کا مسلمانوں کا گھٹانا اور کافروں کا بڑھانا بیان کر کے مباہلہ کی درخواست کرنے والے مولویوں پر بے حیائی اور فتنہ انگیزی کا فتویٰ دیا ہے اب برخلاف اس کے مباہلہ کے لئے الہامی اشتہار جاری ہو رہے ہیں اب غور کرو کہ وہ پہلا الہام غلط تھا یا یہ دوسرا الہام غلط ہے اور باوصف اس کے مباہلہ کے میدان میں آنا اور راستبازی کا نمونہ دکھانا کہاں اور مرزاجی کہاں۔ سچ ہے ''بے حیا باش ہرچہ خواہی کن''۔ الغرض رمضان مبارک کے اخیر عشرہ کے اخیر بحالت اعتکاف فقیر ایک چار ورقہ اشتہار مطبوعہ زنکاری پریس لودیانہ منجانب مرزا حکیم رحمت اللہ[1] و جماعت مرزائیان لودیانہ معرفت مرزا فضل بیگ مختار قصور کے فقیر کو پہنچا۔

جس میں بڑے زور وشور سے مرزا قادیانی کے بالقاء ربانی مسیح موعود و مہدی مسعود ہونے کو آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت مان کر منکرین کو بے علم مولوی وغیرہ وغیرہ ناشائستہ کلمات سے موصوف کر کے اس کی پیشانی پر (اشتہار صداقت آثار) لکھا ہے اور فی الواقع بتقلید ازالہ اوہام قادیانی کے از سرتاپا محض کذب وافترا سے کارروائی کی ہے چونکہ اس اشتہار میں اولاً واصالتاً علما امرتسر ولودیانہ مخاطب ہیں اور اس کے جواب کی ان سے درخواست کی ہے اس لئے فقیر نے اس کے جواب میں تعویق کی اور کئی دوستوں کو اس کے بعضے بہتانات پر مطلع کر کے اصل واقعہ پر اطلاع دی تھی اب ۱۲ شوال ۱۳۱۴ھ میں جو فقیر

[1] یہ رحمت اللہ نہ کوئی حکیم ہے اور نہ ملا ہے بلکہ ایک معمولی حیثیت کا بازاری جاہل بے علم محض اردو خواندہ ہے غالباً یہ اشتہار خود مرزا کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے جو اس کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ ۱۲ منہ۔

ایک دینی کام کے انجام کو لودیانہ میں وارد ہوا تو سنا گیا کہ حضرات علماء لودیانہ کی طرف سے کسی مصلحت کے واسطے اس کا جواب نہیں دیا گیا اس پر غیرت دینی نے جوش دلایا کہ ان جعلسازوں اور افترا پردازوں کا بقدر ضرورت ضرور ہی جواب شائع کرنا بلکہ مرزا کے تین سو تیرہ (۳۱۳) حواری مندرجہ ضمیمہ رسالہ انجام آتھم کو پہنچانا لازم ہے تاکہ ان کی بواقعی تبکیت اور عجز ثابت ہو اور یہ عذر نہ رہے کہ کسی نے اس مسیح کاذب کے دلائل کو نہیں توڑا۔ واللہ ھوالھادی یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ عرباً وعجماً مرزاجی کی بواقعی تردید شائع ہو رہی ہے اور مرزائی یہ کہتے جا رہے ہیں کہ کسی نے ان کے دلائل توڑ کر نہیں دکھائے لیجئے اب آپ کے دلائل اشتہار جو تمام دلائل کا خلاصہ ہیں اور جس کے جواب کی مرزائی کمال اصرار سے طلبگار ہیں بطور قال اقول کے توڑ کر دکھلاتا ہوں اور دانشمندوں کے لئے تبصرہ بناتا ہوں اگر ہادی حقیقی نے چاہا تو کوئی مرزائی بھی راہ راست پر آجائے گا واللہ ھوالموفق.

قولہ: اور آنے والے مسیح اور مہدی کا ایک ہی ہونا جیسا کہ حدیث **لامھدی الا عیسٰی** سے ثابت ہے صفحہ (۱) سطر ۸، ۹)

اقول: خود مرزاجی نے بھی رسالہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۶۸ کی سطر ۵ میں لکھا ہے کہ **لامھدی الا عیسٰی بن مریم** اور نیز صفحہ ۵۸۱ کی سطر ۱۲ میں اسی ازالہ کے لکھا ہے اس حدیث کے معنی کہ **لامھدی الاعیسٰی** یہ کئی ہیں الخ پس مرزاجی اور مرزائیوں کی اس حدیث کا جواب ہم ان کی ہی مسلمہ بڑی معتبر اہل حدیث کی کتاب **مجمع بحار الانوار**

[1] اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا کرے خواجہ احمد شاہ صاحب تاجر لدھیانہ کو جنہوں نے اس امر خیر کی کفالت کی حق تعالیٰ انجام بخیر کرے آمین ۱۲ منہ عفی عنہ

سے ہی لکھتے ہیں جس کی تعریف و مستند ہونا اس کے اسی اشتہار کے صفحہ ۲ سطر اخیر میں تحریر ہے اور وہ جواب یہ ہے کہ صاحب مجمع بحار الانوار اس کے خاتمہ کے صفحہ ۵۱۹ سطر ۲ میں لکھتے ہیں الصغانی لامهدی الاعیسیٰ ابن مریم موضوعٌ یعنی مرزائیوں کے معتبر محدث نے ایک اور کمال معتبر محدث کی سند سے لکھا ہے کہ یہ حدیث کہ مہدی اور مسیح ایک ہی ہے موضوع یعنی بناوٹی ہے اب یہ امر سب پر ظاہر ہے کہ موضوع حدیث کی سند سے کوئی حکم ثابت کرنا حرام اور بالکل ناروا ہے اور موضوع حدیث بنانے والا جہنمی ہوتا ہے علاوہ اس سے سنن ابن ماجہ کے حاشیہ ۳۰۲ میں ذہبی کی میزان سے اس حدیث کا منکر ہونا اور تہذیب سے غریب ہونا اور حضرت امام شافعی استاذ محدثین کا رویا میں فرمانا کہ یونس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے میں نے ہرگز اس حدیث لامهدی الا عیسیٰ ابن مریم کی روایت نہیں کی ہے یہ تمام مراتب نقل کر کے یہ بھی تصریح کی ہے کہ حضرت امام مہدی کے تشریف لانے کی حدیثیں اصح الاسناد ہیں اور اخیر میں زجاجہ حاشیہ ابن ماجہ کا نام لکھا ہے پس سخت افسوس ہے مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کی ہمت پر کہ ایسی موضوع و منکر وغیرہا حدیث سے استناد کر کے حضرت مہدی کے وجود مسعود سے جس کے تمام اولیاء و علماء ربانیین بلکہ جمیع مومنین معتقد ہیں منکر ہو کے مہدی اور عیسیٰ کو ایک ہی بنا کر مرزا قادیانی کی جعلی مہدویت وعیسویت پر ایمان لے آئے اور جمہور کیا جمیع اہل اسلام خاص و عام سب کے برخلاف ایک نیا عقیدہ گھڑ لیا اور مصداق **من شذ شذ فی النار** کے ہو گئے **والعیاذ باللہ من ذلک** پھر اسی اشتہار کے صفحہ ۲ سطر ۱۰ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی سند آیت سورۂ مائدہ کے اخیر کی بدیں عبارت نقل کی ہے

قولہ: کہ جب اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام سے پوچھے گا کہ کیا تو نے اپنی امت کو شرک کی تعلیم دی تھی تو وہ کہیں گے یا الٰہی جب تک میں ان میں زندہ رہا تو توحید ہی سکھاتا رہا لیکن فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ یعنی جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے جب ہی تو ان کی امت بگڑی انتہی بلفظہ

اقول: اس جگہ آیت قرآنی میں مشتہرین نے سخت بے ایمانی کی ہے کہ اپنی طرف سے لفظ زندہ رہا قرآن مجید کے ترجمہ میں بڑھا دیا ہے دیکھو فرقان حمید میں فرمان ہے **و کنت علیهم شهیداً مادمت فیهم** یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حکایت ہے کہ اور میں ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا۔ پس زندہ کا لفظ بڑھانا قرآن محفوظ کی تحریف نہیں تو اور کیا ہے پھر **مادمت فیهم** کے پیچھے جو فقرہ (تو توحید ہی سکھاتا رہا) جو لکھا ہے تو یہ بھی تحریف قرآنی ہے کیونکہ **علمتهم التوحید فقط یا ماعلمتهم الا التوحید** قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں ہے۔ جس کا یہ ترجمہ لکھا ہے پھر لیکن کا لفظ بڑھانا اور توفیتنی کے ترجمہ میں تو نے مجھے وفات دی لکھنا یہ سب قرآن مجید میں تصرف بیجا نہیں تو اور کیا ہے کیونکہ کسی تفسیر یا ترجمہ قرآن مجید میں توفیتنی کے معنی موت کے نہیں لکھے بلکہ آسمان کی طرف اٹھانے کے لکھے گئے ہیں اور اگر برخلاف تصریح تفاسیر و تراجم مان بھی لیں کہ اس کے معنی فوت کرنے کے ہیں تب بھی حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کے اس وقت فوت ہونے پر ہرگز دلیل نہیں بن سکتی ہے کیونکہ یہ واقعہ سوال و جواب کا بروز قیامت ہوگا چنانچہ خود مشتہرین نے اسی ترجمہ میں پوچھے گا اور وہ کہیں گے مستقبل کے لفظ لکھے ہیں پس قیامت کے دن سے پہلے تو حضرت

عیسیٰ ابن مریم علی نبینا وعلیہما السلام آسمان سے اتر کر دنیا میں اپنی عمر پوری کر کے وفات پا ہی چکے ہوں گے تو قیامت کو ان کا یہ لفظ توفیتنی کا فرمانا اس وقت کی ان کی موت پر دلیل لانا نری دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے اب جائے غور ہے کہ ایسے سخت بے علم قرآن مجید میں تحریف کرنے والے اگر اپنے مخالف دیندار باوقار فاضلوں کو بے علم مولوی وغیرہ لکھ دیں تو کیا بعید ہے۔

گز ار بسیط زمیں عقل منعدم گردد   بخود گماں نبرد ہیچکس کہ نادانم۔

رہا یہ جو ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۰۲ میں لکھا ہے کہ آیت فلما توفیتنی سے پہلے یہ آیت ہے واذقال اللہ یعیسی انت قلت للناس الخ اور ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا الخ تو اس کا جواب یہ ہے کہ **اولاً**: یہ مجددیت اور مہدویت اور عیسویت کا ادعا کرنے والا سخت بے علم ہے جس نے فقرہ آیت یاعیسی ابن مریم ء انت قلت للناس الآیۃ میں چار فاحش غلطیاں کی ہیں **اول** یعیسی موصول کو یاعیسے مفصول لکھدیا ہے **دوم** لفظ ابن مریم کو درمیان سے سقط ہی کر دیا ہے **سوم** ءانت جو بہمزہ مقدم بالف سے مرسوم ہوتا ہے اس کو اانت دونوں الفوں سے لکھ دیا ہے **چہارم** الایۃ کی جگہ یہ قرآن مجید کے فقرہ آیات کے پیچھے لکھا جاتا ہے الخ لکھ دیا ہے۔ **ثانیاً**: قال اور اذ کی دلیل سے زمانہ ماضی کا قصہ بنانا قرآن مجید کی سخت مخالفت ہے کیونکہ واذقال اللہ یعیسی ابن مریم سے اوپر کا رکوع یوم یجمع اللہ الرسل الآیۃ (یعنی جس دن خدا رسولوں کو جمع کرے گا ۱۲۔) سے شروع ہوتا ہے اور مابعد اس کے قال اللہ ھذا یوم ینفع الصدقین صدقھم الآیۃ (کہے گا خدا یہ دن ہے کہ فائدہ دے گا سچوں کو سچ ان کا) وارد ہے جو صاف اور صریح دلیل ہے اس پر کہ یہ واقعہ قیامت کے دن کا ہے اسی واسطے سواء سدی مفسر کے جمیع مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا اور لفظ اذ کا بھی شافی جواب مفسرین نے دیا ہے کہ اذ بمعنی اذا قرآن مجید

میں موجود ہے ولو تری اذ فزعوا بمعنی اذا فزعوا (اور تو دیکھے جب ڈریں گے ۱۲۔)
پھر راجز نے کہا ہے ثم جزاک اللہ عنی اذ جزی جنات عدن فی السموٰت العلی (پھر خدا میری طرف سے تجھے بدلہ دے جب بدلہ دے گا بہشتوں عدن کا اونچے آسمانوں میں۔) اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں اذ مستقبل کے واسطے ہیں تفسیر خازن وغیرہ میں دیکھو۔ **ثالثاً**: مرزا جی نے اپنے منہ سے دعویٰ تو کر دیا کہ زمانہ ماضی کا واقعہ ہے مگر یہ تو نہ لکھ سکے کہ وہ ماضی کا زمانہ کونسا تھا افسوس پر افسوس ہے کہ اس مدعی مسیحیت کو قرآن کی مخالفت اور معتبر مفسرین کی معاندت سے کچھ بھی خوف وحیا نہیں ہے سچ ہے الحیاء من الایمان۔

رابعاً: پھر اسی ازالہ کے صفحہ ۶۰۲ کے اخیر جو تحریر ہے کہ اور حدیثیں بھی اس کی مُصَدِّق ہیں کہ موت کے بعد قبل از قیامت بھی بطور باز پرس سوالات ہوا کرتے ہیں انتہی بلفظہ تو یہ بھی اس شخص کی دھوکہ دہی ہے جس پر یہ مجبول ہے بندہ خدا حدیثوں کا لفظ جمع لکھنا اور ایک حدیث بھی سنداً بیان نہ کرنی یہ بھی کچھ لیاقت کی بات ہے آپ کا مطلب تو ایسی ویسی ہی حدیثوں سے نکلتا ہے کہ لامھدی الا عیسی ابن مریم پھر اس سے بھی لفظ ابن مریم کو سقط کر دینا اور حضرت مسیح ابن مریم علی نبینا وعلیہما السلام کے نزول کی صحیح وصریح حدیثوں کی تاویلات بعیدہ اور تسویلات غیر سدیدہ لکھ کر حق تعالیٰ پر افترا اور جھوٹ باندھ کر برخلاف عقیدہ تمام اولیاء وعلمائے وصلحاء کے خود مسیح موعود ومہدی مسعود بن جانا اور بے دین وبے علموں کو دام فریب میں پھنسانا اور مال حرام کمانا پناہ بخدائے لایزال قیامت کے عذاب الیم سے علاوہ یہ کس قدر دنیاوی رسوائی ہے کہ عرباً وعجماً تکفیر تک نوبت پہنچ رہی ہے اور یہ شخص دنیا پرستی سے باز نہیں آتا ہے نعوذ باللہ من غضبہ وعقابہ۔

قولہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے بگڑے جانے نے صاف ظاہر کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے کیونکہ حضرت عیسیٰ نے اللہ تعالیٰ کو یہی جواب دیا کہ میری امت میرے مرنے کے بعد بگڑی ہے الخ

اقول: یہ بھی مرزا اور مرزائیوں کی دھوکہ دہی ہے اور محض افترا پردازی کیونکہ اس آیت سے یہ ہرگز ہرگز پایا نہیں جاتا نہ صراحتاً نہ کنایۃً کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو یہ جواب دیا کہ میری امت میرے مرنے کے بعد بگڑی ہے دیکھو وہ آیات قرآنی یہ ہیں **واذقال اللہ یعیسی ابن مریم ء انت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ قال سبحٰنک مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم مافی نفسک انک انت علام الغیوب ماقلت لھم الا ماامرتنی بہ ان اعبدواللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شئی شھید** (سورۃ المائدہ آیت ۱۱۷) ترجمہ:۔ اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہراؤ مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود سواء اللہ کے کہے گا عیسیٰ تو پاک ہے مجھ کو نہیں بن آتا کہ کہوں جو مجھ کو نہیں پہنچتا اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تو جانتا ہے برحق تو ہی ہے جانتا چھپی بات میں نے نہیں کہا ان کو مگر جو تو نے حکم دیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا اور میں ان سے خبردار رہا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے بھر لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا ان کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے۔

اب غور کرو کہ اس میں تو یہی مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حق تعالیٰ کو یہ جواب دیں گے کہ میں تو تیری بندگی کے واسطے لوگوں کو کہتا رہا تھا اور جب تک ان میں رہا ان سے خبردار تھا پھر جب آپ نے مجھے آسمان پر اُٹھا لیا تو آپ ان سے خبردار تھے یعنی مجھے اس وقت کی کیا خبر ہے اہل عقل سوچیں کہ اس میں یہ کہاں مذکور ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرگئے تو ان کی امت بگڑ گئی تھی **ماھذا الاھذیان وجنون** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا ان کی امت کے عقیدہ توحید کو ہرگز مستلزم نہیں ہے وہ تو یہ فرمائیں گے کہ میں جب تک ان میں رہا ان کو عبادت الٰہی کے واسطے کہتا رہا یعنی صرف آپ کا عبادت الٰہی کیواسطے امت کو امر کرنا ثابت ہے خواہ وہ آپ کی موجودگی میں عبادت الٰہی کرتے رہے ہوں یا نہ **فاعتبروا یااولی الابصار** ہرچند اس اشتہار میں وہ آیت نہیں لکھی جس میں مرزا جی کو بڑا زور شور ہے کہ صحیح بخاری میں بروایت ابن عباس متوفیک کے معنی ممیتک کے لکھے ہیں اور یہ نص ہے موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مگر فقیر اس کا بھی جواب لکھ دیتا ہے شائد کوئی گمراہ راہ پر آجائے سورۂ آل عمران میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے کا اور بتعلیم الٰہی تورات وانجیل وغیرہما کے عالم ہونے کا اور صاحب معجزات باہرہ وعالم علم غیب بعض علوم میں ہونے کا اور بعض احکام توریت کے منسوخ کرنے کا پھر یہود کے کفر کے ذکر کے بعد حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **اذ قال اللہ یعیسی انی متوفیک ورافعک الیّ** الآیۃ.

ترجمہ: کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھ کو لینے والا ہوں اور اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں۔

اگرچہ بہت سے مفسرین نے متوفیک کے معنی موت کے نہیں کئے مگر اس میں شک نہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی یہ کئے ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجھے مارنے

والا ہوں تاہم مرزاجی کی دلیل اس سے ہرگز نہیں ثابت ہوتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے ہیں اس لئے کہ انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت یہ بھی ہے کہ ان دونوں لفظ **متوفیک** اور **رافعک** میں تقدیم وتاخیر ہے یعنی معنی اس آیت مبارک کے یہ ہیں جب کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھے اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں اور تیری موت کے وقت بعد نزول آسمان کے مارنے والا ہوں دیکھو تفسیر عباسی اور مدارک وابوالسعود وغیرہا میں اور اتقان فی علم القرآن میں ایک فصل باندھ کر علماء سلف سے تقدیم تاخیر والی آیات بیان کی ہیں جس میں یہ آیت مبارک بھی مذکور ہے تو اب بمقابلہ اتنے معتبر مفسرین کے مرزاجی کے شذوذ کا کیا اعتبار ہے یہاں مختصر ذکر ہے اور کتاب " **تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام**" میں اس کو بقدر ضرورت بسط سے لکھا ہے قولہ اور صحیح بخاری کی کتاب التفسیر کے صفحہ ۶۶۵ میں یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آئی ہے یعنی قیامت کے دن بعض لوگ میری اُمت میں سے آگ کی طرف لائے جائیں گے تب میں کہوں گا اے میرے رب یہ تو میرے اصحاب ہیں تب کہا جائے گا کہ تجھے ان کاموں کی خبر نہیں جو تیرے پیچھے ان لوگوں نے کئے ہیں سو اس وقت میں وہی بات کہوں گا جو ایک نیک بندے نے کہی تھی یعنی مسیح ابن مریم نے جب کہ اس کو پوچھا گیا تھا کہ تو نے یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے ماننا اور وہ بات جو میں ابن مریم کی طرح کہوں گا یہ ہے کہ میں جب تک ان پر تھا ان پر گواہ تھا لیکن **فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم** یعنی پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو اس وقت تو تو ہی ان کا نگہبان تھا اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ رسول ﷺ نے اپنے حق میں اور نیز عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں کلمہ **فلما توفیتنی** کو استعمال

فرمایا پس جب کہ رسول ﷺ وفات یافتہ سمجھے جاتے ہیں تو پھر کیا سبب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ تصور نہ کیا جائے انتہی بلفظہ اقول صحیح بخاری کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ **وانه یجاء برجال من امتی فیؤخذ ذات الشمال فاقول یارب اصحابی فیقال انک لاتدری مااحدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیهم شهیدا مادمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم** پس قطع نظر اس سے جو اس حدیث میں مرزا اور مرزائیوں نے تصرف بیجا کیا ہے یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ وعلی اخوانہ وعترتہ وسلم نے وفات یافتہ تصور فرمایا ہے حاشا وکلا اس حدیث سے تو صرف اتنا ہی ثابت ہے کہ جیسا حضرت مسیح علیہ السلام قیامت کو یہ عذر کریں گے کہ جب تک میں ان میں رہا ان سے خبردار تھا ویسا ہی سرور عالم ﷺ مرتدوں کے بارہ میں یہی عذر پیش کریں گے پس اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فی الحال وفات یافتہ ثابت کرنا نری ہٹ دھرمی ہے پھر آنحضرت ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درود کو اختصار کرنا کمال ہی بے سعادتی ہے جو اپنے محل پر مبین ہے اور فقیر نے رسالہ " **تصریح ابحاث فرید کوٹ** " میں اس کا مکرر ذکر کیا ہے۔

قولہ اور امام شعرانی کتاب "الیواقیت والجواهر" کے صفحہ ۱۷۴ میں یہ حدیث لکھتے ہیں لو کان عیسی وموسی حیین ماوسعهما الا اتباعی یعنی حضرت نے فرمایا کہ اگر بالفرض حضرت عیسیٰ اور موسیٰ دونوں زندہ ہوتے تو نہیں جائز ہوتا ان کو مگر اتباع میرا انتہی۔ اور مرزاجی نے جو صفحہ ۱۱۱ رسالہ انجام آتھم میں آنحضرت ﷺ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے خبر دینا لکھا ہے تو یہی حدیث "یواقیت والجواهر" کی مراد لکھی ہے۔

اقول: فقیر جب بمقام لاہور شعبان میں مرزا جی کے مباہلہ کے انتظار میں تھا تو شب برات میں مولوی بغدادی صاحب کے گھر میں دو ایک نوجوان مرزائیوں نے یہ حدیث یواقیت والی فقیر کے روبرو پڑھی تھی جس کے جواب میں کہا گیا تھا کہ اس حدیث میں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نہیں ہے اگر یواقیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام درج ہے تو اس کی تصدیق میں کسی حدیث کی کتاب میں دکھلا دو اس پر وہ بولے کہ ہم مشکوٰۃ سے دکھا دیں گے تب فقیر نے کہا کہ اگر مشکوٰۃ کی حدیث میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کا لفظ دکھا دو تو آپ کو ایک سو روپیہ انعام ملے گا ورنہ وزیر خاں کی مسجد کے چوک میں بٹھلا کر آپ کو ایک سو جوتہ لگے گا کہ ایسی موضوع حدیث بیان کرتے ہو۔ تب انہوں نے تین دن میں مشکوٰۃ سے حدیث کے دکھلانے کا وعدہ کر کے پھر اخیر شعبان تک شکل نہ دکھلائی سو اب اس اشتہار میں یہ حدیث درج پائی اور یواقیت قلمی کے ۱۵۲ ورقہ کے دوسرے صفحہ کی سطر ۵ میں یوں نکلی لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین ماوسعھا الا اتباعی جس سے پایا گیا کہ سہو کاتب سے موسیٰ کے پیچھے عیسیٰ کا لفظ لکھا گیا تھا جس میں مرزائیوں نے تقدیم تاخیر کی تحریف کر کے اپنی سند بنالی ہے دلیل اس غلطی کاتب کی یہ ہے کہ ۱۳ سطر اوپر اس سے اسی یواقیت والجواہر قلمی ومطبوعہ میں بنقل باب ۳۳۷) ''فتوحات مکیہ'' کے یہی حدیث بلفظ لو کان موسیٰ حیاً ما وسعہ الا ان یتبعنی[1] درج ہے اور مشکوٰۃ کے باب الاعتصام بالکتاب والسنہ کی فصل ۲ و ۳ میں دو جگہ یہ

[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تورات سے نقل کرنے اور کچھ پڑھنے پر آنحضرت ﷺ نے ناراضگی سے ارشاد فرمایا کہ باوجود اس شرع غرا کے تم کیوں تورات کی طرف جاتے ہو حالانکہ صاحب تورات اگر زندہ ہوتا میری اتباع کرتا۔ ۱۲ منہ

حدیث درج ہے جس میں عیسیٰ کا لفظ نہیں ہے پہلی جگہ مسند امام احمد وشعب الایمان بیہقی سے یوں ہے ولو کان موسیٰ حیًّا ماوسعہ الا ان یتبعنی (ترجمہ: اور اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو میری اتباع کرتا۔) دوسری جگہ سنن دارمی سے یوں ہے ولو کان موسیٰ حیا وادرک نبوتی لا تبعنی (اگر موسیٰ زندہ ہوتا اور میری نبوت کو پاتا تو میری اتباع ہی کرتا) کیونکہ تورات میں سے نقل کرنے اور پڑھنے کے ذکر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیا تعلق تھا یواقیت کے دوسرے موقعہ پر جو لفظ عیسیٰ کا درج ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اوپر یہ بیان ہے کہ سارے نبی آنحضرت ﷺ کے نائب ہیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر الانبیاء حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تو اب اس کے نیچے اس حدیث میں بھی کاتب نے از خود موسیٰ کے لفظ سے پیچھے عیسیٰ کا لفظ درج کر دیا جیسے کہ کسی ایسے[1] کاتب نے قرآن مجید کی آیت وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا کو وَخَرَّ عِیْسٰی صَعِقًا بنا دیا تھا ہر چند یہ یقینی امر تھا کہ غلطی کاتب کی قلمی میں ہوگئی جس سے مطبوعہ میں بھی درج ہو گیا کہ پورا عالم تصحیح کرنے والا نہ تھا مگر تاہم جب اس حدیث کے اوپر کا مضمون دسویں باب ''فتوحات مکیہ'' سے یواقیت میں منقول ہے تو فتوحات کے دسویں باب سے جب دیکھا تو اس میں یوں درج پایا۔ **فکانت الانبیاء فی العالم نوابہ ﷺ من ادم الی اخر الرسل وھو عیسی علیہ السلام وقد ابان ﷺ عن ھذا المقام بامور منھا قولہ لو کان موسیٰ حیًّا ماوسعہ الا ان یتبعنی وقولہ فی نزول عیسیٰ ابن مریم انہ یومئذ منا ای یحکم بسنۃ نبینا**

[1] یعنی قرآن مجید کی آیت وخر موسیٰ کو دیکھ کر کاتب نے خیال کیا کہ خر تو عیسیٰ کا تھا خر موسیٰ غلط ہے خر عیسیٰ چاہئے اس لئے خر عیسیٰ لکھ دیا تھا ۱۲ منہ عفی عنہ۔

علیہ السلام ویکسر الصلیب ویقتل الخنزیر الخ ترجمہ: پس تمام نبی جہاں میں آنحضرت ﷺ کے نائب ہیں حضرت آدم سے اخیر انبیاء حضرت عیسیٰ تک اور آپ نے بھی اس مقام سے خبر دی ہے چنانچہ حدیث اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو میری اتباع ہی کرتا اور یہ حدیث کہ عیسیٰ بن مریم جب آسمان سے اتریں گے تو شرع محمدی پر حکم کریں گے صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔

دیکھو صفحہ ۴۷۱ کی سطر ۱۷ سے ۲۱ تک دسویں باب فتوحات مکیہ مطبوعہ میں جس سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک عین الیقین ہوگیا کہ عیسیٰ کا لفظ کاتب کی غلطی سے ہے دوسرا یہ کہ مرزا جی کے مستند عارف شعرانی اور شیخ اکبر ابن عربی قدس سرہما اس کے معتقد ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی جسد عنصری سے آسمان پر ہیں اور قریب قیامت کے زمین پر اتر کر شرع محمدی پر عمل و حکم کریں گے جیسا کہ اس امر کو عنقریب ''یواقیت والجواہر'' و ''فتوحات مکیہ'' سے مفصل ذکر کروں گا اور نیز اس جگہ بھی یواقیت میں اسی حدیث کے پیچھے چھٹی سطر میں لکھا ہے وممّا یشهد لکون الانبیاء نوابا ﷺ کون عیسیٰ علیہ السلام اذا نزل کان له بالاصالة لما کان یحکم اذا انزل الی الارض الابه. ترجمہ: (یعنی تمام انبیا کے آنحضرت ﷺ کے نائب ہونے پر یہ بھی شہادت ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے تو آپ کی شریعت پر ہی حکم کریں گے۔) پس مرزا اور مرزائیوں کی دھوکہ بازی بالکل باطل ہوگئی۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد خمیر مایۂ دکان شیشہ گر سنگ ست

سخت افسوس تو یہ ہے کہ مرزا اور مرزائیوں کو اپنی کم علمی اور دھوکہ دہی پر اس قدر

غرور ہے کہ جان چکے ہیں کہ دنیا میں کوئی محقق عالم موجود نہیں کہ ان کی پردہ دری کریگا حاشا وکلا ابھی خدا کے بندے موجود ہیں اور یہ فقیر کان اللہ لہٗ تو اسی کام کے واسطے پیدا ہوا ہے کہ ایسے ناحق پرستوں کی دھوکہ دہی سے اپنے مسلمان بھائیوں کی حفاظت کرکے سرخروئی دارین حاصل کرے اس سفر لدھیانہ میں بھی یہ دونوں کتابیں موجود ہیں جس کا جی چاہے دیکھ لے

قولہ: اور کتاب ''مجمع بحار الانوار'' جو ایک معتبر اہل حدیث کی کتاب ہے اس کے صفحہ ۲۸۶ میں لکھا ہے وقال مالک ان عیسیٰ مات یعنی امام مالک نے کہا کہ عیسیٰ مرگیا ہے انتہی اور نیز رسالہ انجام آتھم کے صفحہ ۸۶ سطر ۱۳ سے ۱۸ تک خود مرزا نے لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ جو جلیل الشان اماموں سے ہے معتقد موت عیسیٰ کا ہے اور ایسا ہی بہت سے صالحین اس مذہب پر ہیں انتہی مترجما۔

اقول: اس جگہ بھی مرزا اور مرزائی اپنی دھوکہ دہی سے باز نہ آئے ''مجمع بحار الانوار'' میں اسی صفحہ محولہ میں یوں لکھا ہے وفیه ینزل حکماً ای حاکماً بهذه الشریعة لا نبیاً ولا کثر ان عیسیٰ علیہ السلام لم یمت وقال مالک مات وهو ابن ثلث وثلثین سنة ولعله اراد رفعه الی السماء او حقیقة ویحییٰ اٰخر الزمان لتواتر خبر النزول انتهی بلفظه. اب دیکھو کہ اسی ''مجمع بحار الانوار'' کے اسی حوالہ کے مقام سے صاف درج ہے کہ اکثر علما کا مذہب یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور مالک قائل ہے کہ آپ تینتیس (۳۳) برس کی عمر میں فوت ہوئے اور امید ہے کہ مراد اس موت سے آسمان پر اٹھائے جانے کے ہے یا حقیقت موت مراد ہو اور قریب قیامت آپ زندہ ہوں

کیونکہ آپ کے نزول کی حدیث متواتر ہے۔ اب ہم مرزا جی اور مرزائیوں سے پوچھتے ہیں کہ اس عبارت سے آپ کو کیونکر یقین ہوا کہ مالک سے مراد امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ ہیں دیکھو قاموس میں لکھا ہے کہ نوے (۹۰) صحابی مالک کے نام سے موسوم تھے اور ایک جماعت محدثین کی بھی اس نام سے نامزد ہے اور مالک بن انس امام مدینہ ہیں اور تقریب التہذیب میں اکتالیس ۴۱ شخص مالک کے نام والے محدث لکھے ہیں۔ پس مرزا اور مرزائیوں کی یہ سخت دھوکہ دہی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو قائل موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنا دیا ہے امام مالک بن انس کی جب خود کتاب موجود ہے تو اس سے اس مطلب کو ثابت کرنا لازم ہے البتہ واقعی تحقیق دینداروں کا کام ہے اور دھوکہ باز دین اسلام کو خراب کرنے والے اور مسلمانوں کو مرتد بنانے والے سچی بات پر کیونکر قائل ہو سکتے ہیں خدا تعالیٰ ہی اپنے دین کا اس سخت غربت کی حالت میں حافظ و ناصر ہو۔ **اللھم تقبل منی انک انت السمیع العلیم** پھر یہ کس قدر مرزا کا بہتان عظیم ہے کہ بہت سے صالحین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے معتقد ہیں کسی اور سند سے اس کی تکذیب کی کیا حاجت ہے جب خود ان کی کمال معتمد کتاب ''مجمع بحار الانوار'' میں ہی درج ہے کہ اکثر علما کا مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے **کما مر نقلہ** تو اب اس جگہ یاد رہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد **اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار** ترجمہ (اتباع کرو بہت صالحین کی جو ان سے نکلے گا دوزخ میں پڑے گا)۔ (جس کو مرزا جی نے بھی (صفحہ ۵۷۹ سطر ۱۱) ازالہ اوہام میں حدیث مان کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی کج فہمی سے یہ فتویٰ (یعنی بہت صالحین سے نکل کر دوزخی ہونے کا) لگا رہے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ فی الحقیقت مرزا اور مرزائی اکثر علما کی

مخالفت سے دوزخ میں اوندھے ہو کر گر پڑے ہیں۔ **نعوذ باللہ من ذلک**۔ اس جگہ مناسب ہے نقل کرنا اس شہادت کا جو بعضے ذی علم مسلمانان قصور و لاہور نے بعد دیکھنے کتاب ''یواقیت والجواہر'' اور ''فتوحات مکیہ'' اور ''مجمع بحار الانوار'' اور قاموس و ''تقریب التہذیب'' کے ادا کی ہے اور وہ یہ ہے۔

راقم نے ان کتابوں کو دیکھا جن کا ذکر اشتہار مرزا حکیم رحمت اللہ وغیرہ میں درج ہے اگر یہ کتابیں نہ دیکھی جاتیں تو عبارت اشتہار مذکور نے سخت دھوکہ دیا تھا۔ مگر دروغ کو کہاں تک فروغ ہوا ایسے اشتہار کیوں مشتہرین کی ندامت کا وسیلہ نہیں ہوتے العبد حکیم غلام محمد خان ڈپٹی انسپکٹر پنشنر ساکن قصور بقلم خود العبد عبد القادر وکیل بقلم خود العبد حافظ وہاب الدین مدرس عربی قصور بقلم خود العبد فضل الدین مدرس فارسی قصور بقلم خود العبد حافظ سید محمد عبد الحق قصوری بقلم خود العبد منشی غلام حسین خان میونسپل کمشنر قصور العبد حافظ عبد اللہ معروف گورا میونسپل کمشنر قصور العبد بابو گل محمد لاہور بقلم خود العبد غلام نبی ملازم سول و ملٹری گزٹ پریس لاہور بقلم خود العبد نبی بخش مصنف تفسیر حلوائی بقلم خود العبد فضل الٰہی طالب علم دینیات مدرسہ نعمانیہ لاہور العبد خواجہ جھنڈو وائیں بقلم گل محمد۔ اب یہاں پر یہ بھی واجب ہے کہ ''یواقیت والجواہر'' اور ''مجمع بحار الانوار'' دونوں مقبولہ و معتمدہ کتاب مرزائیوں سے ان کے عقیدہ وفات حضرت مسیح علیہ السلام اور مرزا کے مسیح موعود ہونے کی واقعی تردید لکھی جائے کہ یہ بہ نسبت دوسری دینی کتابوں کے ان پر بہت موثر اور ان کی تکبیت کے لئے کافی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ''یواقیت والجواہر'' کے مبحث[1] ۶۵ میں لکھتے ہیں کہ تمام قیامت کی شرطیں جن کی

[1] المبحث الخامس والستون فی بیان ان جمیع اشراط الساعة التی اخبر بها الشارع ﷺ حق لابد ان تقع قبل قیام الساعة وذلک کخروج المهدی ثم الدجال ثم نزول عیسی الخ

سرور عالم ﷺ نے خبریں دی ہیں وہ قیامت کے پہلے ضرور ہی واقع ہوں گی۔

جیسا کہ حضرت مہدی علیہ السلام کا تشریف لانا پھر دجّال کا آنا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول فرمانا الخ۔ پھر اسی یواقیت[1] میں فتوحات مکیہ کے باب (۳۶۶) سے یہ نقل کیا ہے اور یقین کرو کہ حضرت مہدی ضرور ہی آئیں گے لیکن تب جب ساری زمین جور وظلم سے پُر ہو جائے گی تو آپ اس کو انصاف وعدل سے بھر دیں گے اور اگر دنیا سے ایک ہی دن

[1] قال الشيخ فی الباب الثالث والثلثين وثلثماية من الفتوحات واعلم انه لابد من خروج المهدی علیہ السلام لكن لايخرج حتى تمتلئ الارض جوراً وظلماً فيملاها قسطاً وعدلاً ولولم يكن من الدنيا الا يوم واحد لطول الله ذلک اليوم حتى يلى هذه الخليفة وهو من عترة رسول الله صلى الله عليه وسلم من بنى فاطمة تاقول وى ثم قال واعلم ان المهدى اذاخرج يفرح بجميع المسلمين خاصتهم عامتهم وله رجال الهيون يقيمون دعوته وينصرونه هم الوزراء له يتحملون اثقال المملكة ويعينونه على ماقلده تعالى له ينزل عيسى ابن مريم عليهما السلام بالمنارة البيضا شرقی دمشق متكا على ملكين ملكاً عن يمينه وملكاً عن يساره والناس فى صلوة العصر فيتنحى له الامام عن مقامه فيتقدم فيصلى بالناس يوم الناس بسنت محمد صلى الله عليه وسلم يكسر الصليب ويقتل الخنزير الخ بانقيل فما الدليل على نزول عيسى من القرآن فالجواب الدليل على نزوله قوله تعالىٰ وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به قبل موته اى حين ينزل يجتمعون عليه وانكرت الفلاسفة والمعتزلة واليهود والنصارىٰ عروجه بجسده الى السماء قال تعالىٰ فى عيسیٰ علیہ السلام وانه لعلم الساعته تاقول وى معناه ان نزوله علامة القيامة و فى الحديث فى صفة الدجال فبينما هم فى الصلوٰة اذبعث الله المسيح ابن مريم تاقول وى فقد ثبت نزوله بالكتاب والسنه وزعمت النصارىٰ ان ناسوته صلب ولاهوته رفع والحق انه رفع بجسده الى السماء والايمان به واجب قال تعالىٰ بل رفعه الله اليه ۱۲ اليواقيت والجواهر من عن۔

باقی رہ جائے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ ایسا لمبا کر دیں گے کہ مہدی کی حکومت ہو جائے گی اور وہ آنحضرت ﷺ کی ذریت بنی فاطمہ سے ہوں گے الی قولہ اور جان لے کہ حضرت مہدی تشریف لائیں گے اور سب مسلمان خاص وعام خوش ہو جائیں گے اور آپ کے ساتھ خدائی بندے ہوں گے جو آپ کی دعوت کو قائم کریں گے اور آپ کی مدد فرمائیں گے وہ آپ کے وزیر ہوں گے جو آپ کی بادشاہت کے کاروبار میں مددگار خدمت گار ہوں گے تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ پر اتریں گے سفید منارۂ شرقی دمشق سے دو فرشتوں کے اوپر تکیہ کئے ہوئے ایک فرشتہ آپ کے دائیں ہوگا دوسرا بائیں اور لوگ عصر کی نماز کے پڑھنے کی فکر میں ہوں گے تو حضرت مہدی اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام شرع اسلام کے طور پر جماعت کرائیں گے صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ الخ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد آپ کے وقت وفات اور کیفیت وفات کا حال فتوحات مکیہ کے باب تین سو انہتر ۳۶۹ سے بیان کر کے پھر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی دلیل آیت قرآنی وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به قبل موته[1] (ترجمہ: اور کوئی اہل کتاب سے نہیں مگر عیسیٰ کے مرنے سے پہلے ان پر ایمان لائیں گے۔) لکھ کر کہا ہے کہ فلاسفہ اور معتزلہ اور یہود ونصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھنے کے منکر ہیں حالانکہ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا

[1] اس آیت کے فائدے میں موضح القرآن میں لکھا ہے۔ حضرت عیسیٰ ابھی زندہ ہیں جب یہود میں دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں آکر اس کو ماریں گے اور یہود ونصاریٰ ان پر ایمان لائیں گے کہ یہ نہ مرے تھے۔ وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به يعنى بعيسى علیہ السلام وانه عبدالله ورسوله و روحه و كلمته هذا قول ابن عباس واكثر المفسرين ۱۲ تفسير خازن من عن۔

ہے کہ وہ یعنی عیسیٰ قیامت کی علامت ہے یعنی ان کا اترنا آسمان سے قیامت کی نشانی ہے اور حدیث صفت دجال میں واقع ہے کہ جب حضرت مہدی علیہ السلام اور آپ کے رفقا نماز کی فکر میں ہوں گے تو ناگہاں حق تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم کو بھیج دے گا جو سفید منارہ شرقی دمشق کے پاس سے اتریں گے الی قولہ پس بتحقیق حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان سے اترنا قرآن وحدیث کی دلیل سے ثابت ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ آپ کا جسم پھانسی دیا گیا تھا اور روح آسمان پر چڑھ گیا تھا اور حق یہ ہے کہ حضرت مسیح اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور اس پر ایمان لانا واجب ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے بل رفعه الله اليه[1] یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ کسی نے مارا ہے نہ سولی پر چڑھایا ہے بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھایا ہے یہ ترجمہ ہے عبارت ''یواقیت والجواہر'' و''فتوحات مکیہ'' نقل سے اور اصل عبارت بھی حاشیہ میں مرقوم ہے اور اس امر کو بھی یواقیت والجواہر وفتوحات مکیہ میں بخوبی ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر تسبیحات وتہلیلات کی غذا سے زندہ ہیں جیسے کہ فرشتے اور آپ کو روح اللہ ہونے کی وجہ سے فرشتوں سے کمال مشابہت تھی ''یواقیت والجواہر'' قلمی کے ورق ۲۴۱ سے ۲۴۴ تک میں دیکھو اور واضح رہے کہ امام شعرانی وشیخ اکبر مرزا جی کے کمال معتقد فیہما ہیں جن سے ازالہ اوہام وغیرہ میں سند لی ہے اور ان پر مرزا کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ سے حدیثوں کی صحت دریافت کر لیتے ہیں ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۹ سے ۱۵۲ تک دیکھو

[1] وماقتلوه يقينا بل رفعه الله اليه والمعنى وما قتلوا المسيح يقينا كما ادعوا انهم قتلوه وقيل ان قوله يقينا يرجع الى مابعده تقديرة وماقتلوه بل رفعه الله اليه يقينا والمعنى انهم لم يقتلوا عيسى ولم يصلبوه ولكن الله عز وجل رفعه اليه وطهره من الذين كفروا وخلصه من اراد بسوء وقد تقدم كيف كان رفعه فى سورة ال عمران (بمافيه كفاية ۴۱۲ تفسير خازن من عن)

پس جب ان دونوں حضرات مستند مرزا نے صاف فرمادیا کہ حضرت مسیح کا اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا اور پھر قریب قیامت کے زمین پر اترنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس پر ایمان واجب ہے اور منکر اس کے یہود ونصاریٰ وفلاسفہ ومعتزلہ ہیں تو اب مرزا جی اور مرزائیوں کو یہود ونصاریٰ وغیرہما سے نکل کر مسلمانوں میں داخل ہونا منظور ہے تو توبہ نصوح کے اشتہار شائع کریں اور حضرت مہدی ومسیح کے ایک ہونے اور حضرت مسیح کی موت کے اعتقاد سے سچی توبہ کر کے اشتہار دیں ورنہ بموجب شہادت اپنے کمال معتقد فیہ امام شعرانی وشیخ اکبر قدس سرہما کے خسر الدنیا والآخرۃ ہو چکے ہیں ۔

من آنچہ شرط بلاغست با تو میگویم | تو خواہ پندازاں در پذیر وخواہ ملال

اب سنیئے ''مجمع بحار الانوار'' کی شہادت جو دوسری مرزا اور مرزائیوں کی نہائیت مستند کتاب ہے اس میں بصفحہ ۴۷۹ لفظ ہدی[1] کے معنی میں لکھتے ہیں کہ حضرت مہدی اسی سے نام رکھے

[1] وبه سمي المهدى الذى بشر ﷺ بمجيئه فى اخر الزمان من يريد به المهدى الذى يجتمع مع عيسى علیہ السلام ويفتح القسطنطينه ويملك العرب والعجم ويقتل الدجال وغيرذلك مماورد به الاخبار صفحه ۴۷۹. ومنه مهدى اخرالزمان من اى الذى فى زمن عيسى علیہ السلام ويصلى معه ويقتلان الدجال ويفتح القسطنطنئه ويملك العرب والعجم ويملأ الارض قسطًا ويولد بمدينة ويكون بيعتهٔ بين الركن والمقام كرهًا عليه ويقاتل السفياني ويلجاء اليه ملوك الهند مغلغلين الىٰ غيرذلك واقل حياءً واسخف عقلاً واجهل ديناً ودياناً قوم اتخذوا دينهم لهواً ولعباً كلعب الصبيان بالخزف والحصى فجعل بعضها سلطاناً ومنها فيلا وافراسًا وجنوداً فهكذا هؤلاء المجنونون جعلواواحداً من غرباء المسافرين مهدياً بدعواه الكاذبة بلاسند وشبهة جاهلاً متجهلاً وبلاخفاء لم يشم نفحة من علوم الدين والحقيقة فضلا من فنون الادب يفسر لهم معانى الكلام الربانى ويتبؤ به مقاعد فى الناروبسفهم (جاری)

گئے ہیں جن کی آنحضرت ﷺ نے بشارت دی ہے کہ آخر زمانہ میں تشریف لائیں گے اور یہ وہ مہدی ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مل کر قسطنطنیہ کو فتح کریں گے اور عرب وعجم کے بادشاہ ہوں گے اور دجال وغیرہ کو قتل کریں گے جیسا کہ حدیثوں میں وارد ہوا ہے پھر اسی ''مجمع بحار الانوار'' کے خاتمہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام باہم نماز پڑھیں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور قسطنطنیہ کو فتح کر کے عرب وعجم کے بادشاہ بن جائیں گے اور زمین کو انصاف سے بھر دیں گے مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے اور بیت اللہ کے طواف میں رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان باکراہ آپ سے بیعت ہوگی اور ہند کے بادشاہ آپ کی طرف ملتجی ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔ اور سخت بے حیا اور نہایت کم عقل

(بقیہ) بالاحتجاج بآیات المثانی بحسب مایاولها لهم فیما شرع لهم عن عقائد ظهرت فسادها عند الصبیان واذااقیم الحجج النبویة الدالة علی شروط المهدی یقول غیر صحیح ویعلل بان کل حدیث یوافق اوصافه فهو صحیح ومایخالفه فغیر صحیح ویقول ان مفتاح الایمان بیدی فکل من یصدقنی بالمهدویة فهو مؤمن ومن ینکرها فهو کافرویفضل ولایته علی نبوة سیدالانبیاء وینسبه الی الله عزوجل ویستحل قتل العلماء واخذ الجزیة وغیرذلک من خرافاتهم ویسمون واحداً ابابکر الصدیق واخرباٰخروبعضهم المهاجرین ولانصار وعائشه وفاطمة وغیرذلک وبعض اغبیائهم جعلوا شخصًا واحداً من السند عیسیٰ فهل هوالا العبد الشیطان لولا ان لزمهم من الخلوفی العذاب السرمد ولنیران وکانوا علی ذلک مدذا کثیرًا وقتلوا فی ذلک من العلماء عدیلاً الی ان سلط الله علیهم جنودا لم یروها فاجلی اکثره وقتل کثیرًا وتوب اُخریٰ توبة وفیراولعل ذلک بسعی هذا الحقیر واستجابة لدعوة الفقیر والله الموفق لکل خیر فالحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات ۱۲ خاتمه مجمع صفحه ۱۷۹، ۱۸۰۔

اور دین کے بالکل جاہل ہیں وہ لوگ جنہوں نے دین کو لہو ولعب بنالیا ہے جیسے اطفال خورد سال مٹی سے کوئی بادشاہ کوئی امیر کوئی ہاتھی کوئی گھوڑا کوئی لشکر بنالیتے ہیں ایسا ہی ان دیوانوں نے ایک غریب مسافر کو اس کے جھوٹے دعویٰ پر مہدی موعود مان لیا جس پر کوئی بھی دلیل نہیں ہے اور بالکل نادان ہے دینی علوم سے اس کو بوتک نہیں پہنچی چہ جائیکہ فنون ادب سے واقف ہو اپنی رائے سے آیات قرآنی کے معانی کر کے دوزخ میں جگہ بنا رہا ہے اور اپنے عقائد پر جن کا فساد اطفال مکتب پر ظاہر ہے آیات قرآنی کو ماول کر کے دلیل لا رہا ہے۔ جب دلائل شرعیہ احادیث نبویہ سے جس میں مہدی کی شرطیں ہیں اس پر قائم کیجاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہیں اور اس کا ادعا یہ ہے کہ جو احادیث میرے اوصاف سے موافق ہیں وہ صحیح ہیں اور جو اس کے مخالف ہیں وہ غیر صحیح ہیں ایمان کی تالی میرے ہاتھ میں ہے جس نے میری تصدیق کی وہ مومن ہے اور میرا منکر کافر ہے اور مخبر صادق ﷺ پر اپنی فضیلت ثابت کر کے اس کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے اور علماء کے قتل کو حلال جانتا ہے اور جزیہ کا لینا وغیرہ اس کی خرافات سے ہے کسی کا نام ابوبکر کسی کا کچھ اور بعضے مہاجرین وانصار وعائشہ وفاطمہ وغیرہ ڈلک رکھا ہے اور بعضے ان کے نادانوں نے ایک شخص سندی کو عیسیٰ بنادیا پس یہ بالکل شیطانی کھیل ہے اور ہمیشہ کے عذاب و دوزخ کا لزوم ہے بہت مدت تک اس حالت میں رہے اور کئی علماء دین کو قتل کیا تھا کہ حق تعالیٰ نے ان پر غیبی شکر بھیج دیا جس نے اکثر جلاوطن اور بہتوں کو قتل اور بعضوں کو تائب کرایا اور امید ہے کہ اس گنہگار حقیر کی کوشش اور اس فقیر کی دعا کی قبولیت سے یہ ہوا ہو۔ اور خدا ہی توفیق خیر دینے والا اور تمام حمد باری تعالیٰ کے لئے ہے جس کی نعمت سے اعمال نیک پورے ہوتے

ہیں۔ یہی ترجمہ ہے عبارت ''مجمع بحارالانوار'' کا اور اصل عبارت بھی حاشیہ میں منقول ہے جس سے مرزاجی اور مرزائیوں کا قدم بقدم ہونا پہلے کاذب مہدی و جعلی مسیح سے ثابت ہوکر ان کے دعویٰ مہدویت و مسیحیت کی بواقعی تردید و بطالت متحقق ہوگئی۔ **اللھم یا ذالجلال والاکرام یامالک الملک** جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف ''مجمع بحارالانوار''[1] کی دعا اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غارت کیا تھا ویسا ہی دعا و التجاء اس فقیر قصوری کان اللہ لہ سے (جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے) مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق فرما اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا **فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمدللہ رب العلمین انک علی کل شئی قدیر وبالاجابۃ جدیر. امین.**

ہرچند اب دوسرے ہفوات ان مشتہرین کے رد کی کچھ حاجت نہیں رہی ابن قیم وغیرہ تو مسلم الثبوت نہیں ہیں شاہ ولی اللہ محدث پر تو نرا بہتان اگر ان کی کسی تصنیف کا حوالہ ہوتا تو ہم اس کی بھی تردید کرکے مرزائیوں کی کج فہمی و دھوکہ دہی ثابت کردکھاتے مگر تفسیر حسینی کی سند کا جواب سن لو۔

---

[1] مجمع بحارالانوار کے جھوٹے مہدی اور جعلی عیسیٰ اور مرزا قادیانی کے ادعا میں بہت وجوہ سے کمال مطابقت ہے صرف اتنا ہے کہ اس سے پیشتر مہدی اور عیسیٰ دو علیحدہ علیحدہ شخص تھے مرزاجی نے سب کے برخلاف ان دونوں کو ایک بناکر خود مہدی و عیسیٰ بن گئے پہلوں نے علماء دین کے قتل کرائے تھے مرزا کو یہ طاقت نہیں اس نے علماء کو مغلظ گالیاں دیں اور یہود سیرت اور بے ایمان وغیرہا اپنی کتابوں میں لکھنا شروع کردیا ہے اور اس پر جاء افسوس نہیں ہے جب یہ شخص مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی انبیاء اولوالعزم کو خاص گالیاں دینے سے نہیں شرماتا تو علماء دین اسکے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

قولہ اور تفسیر حسینی میں آیت **فلما توفیتنی** کی تفسیر میں لکھا ہے پس اس وقت کہ لیا تو نے مجھ کو یا مارا تو نے مجھ کو پس اس مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب تفسیر حسینی بھی حیات پر مصر نہیں بلکہ وفات کا قایل ہے[1]۔ الخ۔

اقول صاحب تفسیر حسینی کو قائل وفات حضرت مسیح کہنا محض افترا پردازی اور دھوکہ دینا ہے۔ دیکھو تفسیر حسینی میں آیت **وان من اھل الکتب الالیؤمنن بہ قبل موتہ** کے ذیل میں لکھا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے تو سب اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے اور یقین کریں گے کہ وہ پیغمبر تھے انتہی مترجما اور آیت **وانہ لعلم للساعۃ** کے معنی میں لکھا ہے بدرستیکہ عیسیٰ علیہ السلام است مرساعت رالیعنی بدو بدانند کہ نزد است قیامت چہ یکے کہ از علامات قیامت نزدل عیسیٰ ست علیہ السلام کہ بعد از تسلط دجال از آسمان بر اہل زمین فرود آید نزدیک منارۂ بیضا در طرف شرقی دمشق الخ اب غور کرو کہ کیسا صاف صاف اسی تفسیر حسینی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا اور قریب قیامت آسمان سے اترنا ثابت ہے جو عقیدہ اہل اسلام ہے اور **فلما توفیتنی** جو قیامت کو کہا جائے گا اس کے معنی میں موت کے لفظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فی الحال موت پر دلیل لانی سراسر کذب اور دھوکہ بازی ہے ہم اوپر تفسیر خازن وغیرہ سے نقل کرچکے ہیں کہ سوائے محمد بن مروان سدی صغیر کے جمیع مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ سوال و جواب جسمیں **فلما توفیتنی** مذکور ہے قیامت کو ہوگا اور ''مجمع بحارالانوار''

---

[1] قائل کے لفظ کے نیچے دو نقطے یا کے لکھنے مرزائیوں کی سخت بے علمی کی دلیل ہے جس کا مختصر ذکر فقیر نے رسالہ ظہور اللمعہ کے اخیر درج کیا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ۔

مرزائیوں کی نہایت معتبر کتاب کے صفحہ ۵۰۹ میں دیکھ لو کہ امام سیوطی کی سند سے سدی صغیر کے سلسلہ کو سلسلۂ کذب لکھا ہے جس کی اصل[1] عبارت حاشیہ میں منقول ہوتی ہے۔

اب رہا جواب اس کا جو اس اشتہار میں درج ہے کہ جب کسی مولوی سے بمقابلہ مرزا قادیانی کے وفات مسیح کے بارے کچھ نہ بن پڑا تو مرزا پر فتویٰ کفر کا تیار کیا الخ سو یہ بھی نرا جھوٹ ہے کیونکہ مرزا کے پاس تو کوئی بھی دلیل شرعی نہیں ہے نہ مسئلہ وفات مسیح علیہ السلام نہ اس کے مورد الہام ربانی ہونے کے بارے میں جس کو اس امر پر یقین کرنا منظور ہو فقیر کے رسالہ ''رجم الشیاطین برد اغلوطات البراھین'' کو بغور مطالعہ کرے اور خود اسی تحریر میں دیکھ لو کہ اسی کی مقبولہ اور مستند کتابوں سے اس کی بواقعی تردید کردی ہے کہ یہ ''الیواقیت والجواہر'' و''فتوحات مکیہ'' و''مجمع بحار الانوار'' سے ہی مرزا اور مرزائیوں کی بخوبی تبکیت وتکذیب ہوگئی ہے کسی دوسری دینی کتب سے نقل کرنے کی حاجت نہیں رہی ورنہ تمام کتب عقائد اسلامیہ وکلامیہ اس کی تردید میں موجود ہیں اور واقعہ تکفیر مرزا جی کو ہم عنقریب مدلل بیان کرتے ہیں اس جگہ اتنا اور بھی سن لو کہ جو اس اشتہار میں بسند مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ امام ربانی مرزا کی تائید کی ہے اور نیز خود مرزا جی نے اپنے الہام وغیرہ میں ان کے مکتوبات سے اپنی تائید چاہی ہے سو یہ بھی محض دھوکہ دیا ہے اولاً تو یہ مکتوبات کیا کسی بھی دینی کتاب یواقیت وغیرہ میں درج نہیں ہے کہ علماء دین حضرت مہدی یا حضرت مسیح کی تکفیر کریں گے۔ ثانیاً انہیں مکتوبات کی جلد ثانی میں افادہ فرماتے ہیں علامات قیامت کہ مخبر

[1] قال السیوطی واوھی طرف تفسیر ابن عباس طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فاذا انضم الیہ محمد بن مروان السدی الصغیر فھی سلسلة الکذب ۱۲ مجمع من عن.

صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام ازاں خبر دادہ است حق است احتمال تخلف ندارد کہ طلوع آفتاب از جانب مغرب وظہور حضرت مہدی علیہ الرضوان ونزول حضرت روح اللہ علیہ السلام وخروج دجال الخ دیکھو صفحہ ۱۳۲ میں پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ اہل ہند سے مہدی کا ہونا جھوٹ ہے اور احادیث صحیحہ جو بحد شہرت بلکہ بحد تواتر پہنچی ہیں ان سے علامت مہدی کی اہلبیت نبوت سے ان کا ہونا اور ان کے باپ کا نام موافق آنحضرت ﷺ کے ہونا ثابت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے زمانہ میں اتریں گے۔ اور نیز ان کے ظہور سلطنت کے زمانہ میں چودہ رمضان کو سورج گرہن ہونا اور ابتدا میں چاند گرہن ہونا برخلاف عادت زمانہ اور برخلاف حساب منجمین کے وارد ہے الخ۔ اب دیکھو کہ بسند مکتوبات حضرت قدس سرہ امام ربانی کے مرزا قادیانی کے ادعاء مہدویت ومسیحیت کا سارا دفتر گاؤ خورد ہوگیا ہے اور یہ دعویٰ بھی جو سال گذشتہ رمضان شریف میں خسوف وکسوف معمولی کو اپنے ظہور کی دلیل بنا کر نامے کے نامے سیاہ کردیئے تھے وہ سب کے سب باطل ہوگئے والحمد للہ علی ذلک پھر یہ جو اسی اشتہار میں لکھا ہے کہ مکفرین مرزا جی کے باہم ایکدوسرے کی تکفیر کررہے ہیں تو ان کا کیا اعتبار ہے سو اولاً تو اس کا جواب یہ ہے کہ مقلدین وغیر مقلدین میں غالباً اختلاف جزئیات میں ہے جو موجب تکفیر ہرگز نہیں ہوسکتا ہے۔ ثانیاً علماء عجم سے پہلے حضرات مفتیان حرمین محترمین نے مرزا قادیانی کی تکفیر کی ہے جس کا مختصر ذکر ہم ابتدا اس تحریر کے تسطیر کرچکے ہیں اور رسالہ رجم الشیاطین کے دیکھنے سے وہ تمام احوال مفصلاً معلوم ہوسکتے ہیں رہا یہ جو اخیر صفحہ اس اشتہار مفقود التاریخ میں لکھا ہے کہ امام اعظم علیہ السلام[1] کے مذہب میں

[1] حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے پیچھے علیہ السلام لکھنا اگر مسخری سے ہے تو حق تعالیٰ منتقم کافی ہے اور نہ مرزائیوں کی سخت جہالت کی دلیل ہے ۱۲ منہ عفی عنہ۔

نا نوے وجہ کفر کی ہو اور ایک وجہ اسلام کی تو کافر لکھنا منع ہے۔

سو یہ بھی ان مرزائیوں کی دھوکہ بازی ہی ہے بندۂ خدا مرزا قادیانی کی تکفیر اہل حق کے نزدیک دو سبب سے ہے ایک یہ کہ وہ مدعی نبوت و رسالت ہے دوم انبیاء علیہم السلام کی اس نے سخت توہین کی ہے۔ دعویٰ نبوت کی ایک مثال تو اسی اشتہار کے صفحہ ۵ کے اخیر اور صفحہ ۶ کے ابتدا میں سورہ یٰسٓ مبارک کی آیت)(یاحسرة علی العباد ما یاتیهم من رسول الا کانوا به یستهزءون [۱] یعنی کیا افسوس ہے بندوں پر کوئی رسول نہیں آیا ان کے پاس جس سے ٹھٹھا نہیں کرتی) لکھی ہے

اب اس میں کیا شک ہے کہ مرزائیوں نے مرزا کو رسول بنا دیا اور علماء ربانیین کو جو مرزا کے مخالف ہیں رسول سے ٹھٹھا کرنے والے جان لیا ہے۔ اب آگے مرزا جی کے دعویٰ رسالت و نبوت کا نمونہ ان کی کتابوں سے سنئے صفحہ ۲۳۹، ۴۴۹، دو جگہ براہین احمدیہ میں پھر صفحہ ۱۹۲، ۱۹۳، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۸، ۶۷۹ میں پانچ جگہ ازالہ اوہام کے اور نیز انجام آتھم وغیرہ میں دعویٰ کیا ہے کہ آیت هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله مرزا قادیانی کے حق میں پیشگوئی ہے مرزا کے زمانہ سے پہلے اس پیشگوئی کا ظہور ممکن نہ تھا اور سیفی فتح (یعنی جو زمانہ نبوت و خلافت میں واقع ہوئی ہے) وہ کچھ چیز نہیں چندروزہ اقبال کے دور ہونے سے وہ فتح بھی معدوم ہو جاتی ہے سو وہ فتح اب

[۱] بے تمیزی کہ یٰحسرة موصول کو مفعول بصورت یاحسرةً مفعول لکھ دیا ہے جو خلاف رسم قرآنی ہے البتہ جب خود مرزا کو یہ تمیز نہیں جیسا کہ اس نے یعیسی ء انت قلت الآیہ میں تین غلطیاں کی ہیں جن کا اوپر ذکر گزرا ہے تو جب جعلی مسیح خود غلط کار ہے تو اس کے حواری غلطی کیوں نہ کریں گے نعوذ باللہ منہ ۱۲ منہ۔

مرزا کے زمانہ میں حاصل [۱] ہوئی ہے۔ اور یہ پیشگوئی قرآن میں مرزا کے زمانہ کے لئے لکھی گئی ہے اور اس سے پہلے اس کے ظہور کا وقت ہرگز نہ تھا یہ حاصل مراد ہے۔ ان مقامات [۲] محولہ کا جس کا جی چاہے غور سے تمام مقامات کو دل لگا کر دیکھے یا فقیر کے پاس آئے کہ عین الیقین کرادوں کہ دعویٰ نبوت کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے حق میں اس آیت مبارک کے نازل ہونے سے صریح انکار ہے جو یقیناً برحق رسول اور اس آیت کا مورد آپ ہی ﷺ قدر فضلہ وکمالہ۔ پھر توضیح المرام کے صفحہ ۸ کی سطر ۳ سے ۱۳ تک جمیع لوازم نبوت کو مرزا جی نے اپنی محدثیت میں اپنے لئے ثابت کر لیا ہے زبانی دعویٰ نبوت جزئی کیا ہے مگر نبوت تامہ سے کوئی دقیقہ فروگذار نہیں چھوڑا ہے یہ کتابیں فقیر کے پاس بجنس موجود ہیں جو چاہے دیکھ لے۔ پھر انجام آتھم کے صفحہ ۲۷ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو لفظ رسول و نبی و مرسل سے بار بار مخاطب کیا ہے اور میں (یعنی مرزا) ان کے ظاہر کرنے پر مامور ہوں (یعنی مرزا) کو ۱۲، اور اخیر میں جو یہ تاویل کی ہے کہ یہ الفاظ اپنے حقیقی معنی پر مستعمل نہیں ہیں تو یہ محض دھوکہ دہی عوام اہل اسلام اور ان کی زبان بندی ہے اس لئے کہ شرع اسلام میں ہرگز روا نہیں کہ کوئی رسول یا نبی ہونے کا خواہ مجازی معنی سے دعویٰ کرے اور اللہ تعالیٰ کسی کو بھی رسول یا نبی یا مرسل کے لفظ سے بعد سرور خاتم ﷺ کے مخاطب فرمائے کہ یہ مناقض ہے حکم ولکن رسول الله وخاتم النّبیین، لانبوة ولانبی بعدی کے جس سے ہر قسم

[۱] اور یہ کہ اس مرزا کے مقابلہ میں عیسائیوں اور آریوں نے اپنی کتابوں اور اخباروں اور خطوں میں آنحضرت ﷺ کو سخت ناشائستہ لفظوں اور مغلظہ گالیوں سے یاد کیا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ۔

[۲] یہ بعضے مقامات مسلمانان لدھیانہ کو جمعہ کے وعظ میں دکھلائے گئے تھے جس پر مشہور تھا کہ کئی لوگ مرزا قادیانی سے منحرف ہو گئے ہیں والحمد لله علی ذلک ۱۲ منه عفی عنه.

اور ہر نوع نبوت ورسالت کا دروازہ بند ہو چکا ہے قابل غور یہ ہے کہ زمانہ اصلی محدث[1] حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے تیرہ سو برس سے زائد مدت تک حق تعالیٰ نے کسی کو بھی رسول ونبی ومرسل کے خطاب سے نہ فرمایا اب یہ مرزاجی جو فی الحقیقۃ عبدالدنیا وبندۂ درہم ہیں کیونکر ان خطابات کے مورد ہوگئے حاشا وکلا۔

اب ان دنوں ۱۷ فروری ۱۸۹۷ء کا مرزاجی کا ایک اشتہار ہے کہ ہم کو مکان فراخ کرنے کا دوبارہ الہام ہوا ہے دو ہزار روپیہ جماعت مخلصین جلد بہم پہنچائیں اور پہلے سے سابق قدم ہو جائیں الخ فاعتبروا یااولی الابصار اور جب فقیر شعبان میں وارد لاہور تھا تو ایک خط میں مولوی محمد احسن امروہی نے فقیر کو خط لکھا تھا آپ کے چند خیالات مندرجہ خطوط ونیز اشتہار مباہلہ بحضور حضرت امام مہدی یعنی مسیح موعود مصداق امامکم منکم علیہ الصلوٰۃ والسلام جو عاجز کے روبرو پڑھے گئے الخ اور یہ بھی مشہور ہے کہ اس نئے مولوی نے ایک رسالہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے پس اب کونسی بات رہ گئی دعویٰ نبوت ورسالت سے اور تاویل معنی مجازی کی محض عوام اہل اسلام کے بلوے کے خوف سے ہے

اب سنو نمونہ توہینات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کا رسالہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۷ سطر ۶ میں ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی[2] پیشگوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہیں نکلیں۔ صفحہ ۸ میں ہے

[1] جن کے اصل محدث ہونے کا مرزا قادیانی کو بھی اقبال ہے دیکھو رسالہ فتح اسلام کے صفحہ ۱۶ کے حاشیہ میں سطر ۹ سے ۱۵ تک ۱۲ عفی عنہ

[2] چونکہ مرزا کی پیشگوئیاں سب جھوٹا دعویٰ اور نری دام تزویر ہے جس کے راست ہونے کی قطعی ناامیدی ہے اس لئے مرزاجی نے یہ چالاکی دکھلائی کہ پہلے انبیاء کی پیشگوئیاں بہت غلط نکلی ہیں سو معاذ اللہ یہ محض کذب ہے بھلا خدا کا رسول کیا اور اس کی پیشگوئی غلط کیا جابجا انبیاء کے صدق وراستی پر قرآن وحدیث گواہ ہیں جس کا شمہ کتاب ''تقدیس الوکیل'' میں مذکور ہے ۱۲ منہ عفی عنہ۔

حضرت موسیٰ کی بعض پیشگوئیاں بھی اسی صورت پر ظہور نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں اُمید باندھ لی تھی غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں زیادہ غلط نکلیں صفحہ ۳۰۲ میں مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا۔ جو شعبدہ بازی کی قسم سے ہے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے صفحہ ۳۰۳ میں ہے حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام کرتے رہے الخ صفحہ ۶۲۹ میں ہے کہ ایک[1] بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی الخ

پھر صفحہ ۴۱ رسالہ انجام آتھم میں ہے اور مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا اھ پھر صفحہ ۳ ضمیمہ رسالہ انجام آتھم سے صفحہ ۸ تک حضرت یسوع کو نادان، شریر، مکار روح والا، گالیاں بدزبانی کرنیوالا، موٹی عقل والا، جھوٹا، چور، شیطان کے پیچھے چلنے والا، اس کے ہاتھ میں سوائے مکر اور فریب کے اور کچھ نہ تھا۔ آپ کی تین دادیاں، نانیاں زناکار اور کسبی عورتیں تھیں۔ آپ جدی مناسبت سے کنجریوں سے میلان اور صحبت رکھتے تھے[2]۔

[1] یہ قصہ تورات سے نقل کیا ہے جس کا محرف ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور صحیح حدیث میں وارد ہے لاتصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم حضرت عمر سچے محدث کو تورات سے نقل کرنے پر زجر ہوئی تھی جس پر لو کان موسیٰ حیا الحدیث ارشاد ہوا تھا اب اس جھوٹے محدث کو تورات سے نقل کرنا کیونکر جائز ہو گیا ۱۲ منہ عفی عنہ۔

[2] براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۹ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ میں حضرت مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہوں جیسے کہ ایک درخت کے دو پھل یا ایک جوہر کے دو ٹکڑے پس واضح رہے کہ حضرت مسیح علی نبینا علیہ السلام جن کا نام نامی یسوع بھی ہے وہ تو باتفاق اہل اسلام تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں سے پاک اور مکارم اخلاق کے پتلے تھے مثل تمام انبیاء علیہم السلام کے مگر جب مرزا قادیانی ان کو ان صفات ذمیمہ سے موصوف جانتا ہے تو مرزاجی خود بھی نادان، شریر، مکار روح والا، گالیاں بدزبانی کرنے والا، موٹی عقل والا، جھوٹا، چور، شیطان کا تابع۔ اس کے ہاتھ میں سوائے مکر اور فریب کے کچھ نہیں جس کی تین دادیاں، نانیاں زناکار تھیں۔ خود جدی مناسبت سے کنجری باز ثابت ہو گیا کیونکہ وہ اسی جوہر کا ٹکڑہ اور اسی درخت کا دوسرا پھل ہے یہ اس کو کسی نے نہیں کہا بلکہ وہ اپنے الہام سے ایسا ثابت ہو چکا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ۔

یہ سب کچھ لکھ کر اخیر میں مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے کہ یسوع کا حال قرآن میں کچھ درج نہیں ہے کہ یہ کون ہے سو یہ محض جھوٹ ہے کیونکہ یسوع عیسیٰ کا ملقوب حضرت مسیح ابن مریم کا نام مشہور ہے کوئی ادنیٰ دانشمند بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا ہے۔ پھر ازالہ کے صفحہ ۴۷ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کا معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا اب یہ ظاہر ہے کہ کلمات توہین انبیاء میں کسی طرح سے بھی کفر سے مخلصی نہیں ہوتی دیکھو شفاء اور اس کی شرح مولانا قاری میں اور تمام مبسوطات عقائد اسلامیہ میں یہ مسئلہ درج ہے۔ پس مرزا قادیانی اور اسکے حواری اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ یہ کس قدر سخت درجہ کے کافر ہیں چونکہ یہ مبحث کتاب ''تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام'' میں مفصل بیان کیا گیا ہے اس لئے یہاں پر اسی قدر مختصر پر کفایت کیجاتی ہے یہ بھی واضح رہے کہ مرزا جی جو اپنی پیشگوئیوں کے راست ہونے میں اشتہارات کے ذریعے سے عوام اہل اسلام کو دھوکہ دے رہے ہیں تو اولاً معلوم ہو کہ پیشگوئیوں کا معاملہ مسلمان ہونے کے بعد پرکھا جاتا ہے مرزا جی اول مسلمان بن لیں پھر پیشگوئی وغیرہ کا نام لیں۔ ثانیاً مرزا جی ہمیشہ کاذب ہوتے رہے اگر سارا ذکر کروں تو ایک دفتر مرتب ہوجائے گا بہت لوگوں نے اس کی بابت بہت کچھ لکھا ہے فقیر اس میں اپنا قیمتی وقت رائگاں نہیں کرتا مگر نمونہ ظاہر کئے بغیر نہیں رہتا دیکھو بڑی پیشگوئی لیکھرام کی موت ہے جس پر مرزا اور مرزائیوں کو سخت ناز ہے اس کی بابت مرزائی اخیر ورق سبز رنگ رسالہ ''برکات الدعا'' کے حاشیہ پر لکھا تھا کہ ۲ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴ رمضان ۱۳۱۰ھ میں ایک فرشتہ غلاظ شداد لیکھرام کی سزادہی کے لئے مامور کیا گیا ہے اھ ملخصاً غور کرو کہ چارسال سے زائد مدت تک فرشتہ کو لیکھرام نہ ملا جواب چارسال

سے زائد مدت کو وہ مقتول ہوا هل هذا الاهذيان۔ پھر جلسہ تحقیق مذاہب میں پسندیدگی مضمون مرزا جی کا الہام جس اضغاث احلام کو وہ خود اور عبدالقادر لدھیانوی اپنے خط میں مشتہر کرتا ہے سو باوصف تخلف مکانن جلسہ وایزاد تاریخ جلسہ کے اس مضمون سے کون سے آریہ یا عیسائی وغیرہ ایمان لے آئے۔ جسے پسندیدگی مضمون معلوم ہوئی۔ معہذا

گاہ باشد کہ کودک ناداں   بغلط برہدف زند تیرے

مشہور ہے اللهم یا کریم یا رحیم یاارحم الراحمین. جیسے کہ تیرے فضل وکرم سے پیشتر ماہ شعبان مدت انتظار مباہلہ میں لاہور میں بارش ہوکر آٹھ سیر گیہوں کی گیارہ سیر ہوگئی تھی ویسے اب مذنب فقیر قوی امید بلکہ یقین رکھتا ہے کہ اس عمل خیر تحریر تردید مرزا اور مرزائیوں میں بھی ہم عاجز بندوں پر رحم فرما اور ہمارے گناہ معاف کر اور سچی توبہ کی توفیق رفیق فرما۔ اللهم ربنا اغفرلنا وتب علينا انک انت التواب الرحيم وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وعترته وسلم اجمعين. شہر لدھیانہ میں ۱۶ شوال ۱۳۱۴ھ میں حسن اختتام پایا۔

حضرت علامہ مولانا مفتی پیر **غلام رسول** نقشبندی

حنفی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

○ حالاتِ زندگی

○ ردِّ قادیانیت

حالات زندگی

حضرت علامہ مولانا مفتی غلام رسول نقشبندی حنفی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت امرتسر میں ہوئی ہے۔ سن ولادت معلوم نہیں مگر چونکہ آپ کی عمر شریف ۶۳ سال کی تھی اور وصال ۱۳۲۰ھ میں ہوا ہے، اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی ولادت ۱۲۵۷ھ میں ہوئی ہوگی۔ آپ کے والد ماجد جناب پیر امیر الدین صاحب قاسمی آپ کے زمانہ طفولیت ہی میں انتقال فرما گئے تھے اس لئے اپنی صالحہ وعابدہ والدۂ محترمہ کے سایۂ عاطفت اور اپنے برادر اعظم مولانا پیر محمد عبدالعزیز صاحب قاسمی کے زیر نگرانی تربیت و پرورش پاتے رہے۔

روحانی تعلقات و مشاغل:

یوں تو مولانا ابتداء ہی سے تقویٰ وطہارت کے پتلے تھے اور عفت و پاکیزگی گویا آپ کی سرشت میں داخل تھی لیکن بیعت کی جکڑ بندی نے آپ کی روحانیت میں نمایاں خصوصیت پیدا کردی تھی۔ ذکر و فکر اور مراقبہ سے آپ غافل نہ رہتے تھے۔ مقررہ ومتعینہ اوقات اور تنہائی میں اپنے مالک کو یاد کرتے تھے۔ پس پھر کیا تھا، خوابوں میں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے دیدار رحمت آثار سے مشرف ہونے لگے، لیکن ان روحانی تعلقات کو جو مولانا بزرگان دین سے رکھتے تھے بہت کم بیان فرماتے، کبھی کسی خاص وقت میں اپنے اخص المتعلقین سے ان باتوں کا تذکرہ ہو بھی جاتا تھا، چنانچہ ایک دفعہ آپ نے اپنے عزیز بھتیجے اور شاگرد مولانا مفتی پیر غلام مصطفیٰ صاحب سے بیان فرمایا کہ:۔

”میں نے خواب میں ایک بڑا عالیشان مکان دیکھا اس کے دروازہ پر ایک دربان بیٹھا تھا میں نے اس سے کہا کہ اس مکان میں جا کر میں حضور غوث اعظم حضرت شیخ

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ دربان نے جواب دیا کہ اس مکان میں فضلاء کے سوا کسی دوسرے کو جانے کی اجازت نہیں، خیر! ٹھہریئے میں اندر جا کر اجازت طلب کرتا ہوں۔ یہ کہتا ہوا اندر گیا اور واپس آ کر مجھے اندر جانے کی خوشخبری سنائی، میں مکان میں داخل ہوا اور حضور شیخ رضی اللہ عنہ کے دیدار کا لطف اٹھایا‘‘۔

اسی طرح ایک دفعہ فرمایا کہ:

’’مجھے خواب میں بتلایا گیا کہ فلاں مکان میں حضور سرور کائنات ﷺ تشریف رکھتے ہیں میں سن کر اس طرف چلا، راستہ میں دو غیر مقلد ملے ان سے دریافت کرنے پر میں نے ان کو بتلایا کہ میں رسول محترم ﷺ کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں، انہوں نے کہا کہ حضرت ﷺ سے یہ دریافت کیجئے گا کہ تقلید شخصی کے متعلق کیا حکم ہے؟ غیر مقلد تو وہیں رہے اور میں نے آگے بڑھ کر اس متبرک مکان کو پالیا، اجازت ملنے پر میں مکان میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ بہت سے صحابہ و اہلبیت رضی اللہ عنہم کی مجلس میں رونق افروز ہیں میں نے مؤدبانہ سلام عرض کرنے کے بعد پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! تقلید شخصی کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا **ھذا طریق اسلم** یعنی یہ بہت مضبوط طریقہ اور محفوظ راستہ ہے‘‘۔

غرض کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرات انبیاء اولیاء کی زیارتوں سے مشرف ہوتے رہتے تھے جس سے اس امر کا صاف طور پر پتہ ملتا ہے کہ مولانا کو مقربان بارگاہِ الٰہی سے ایک خاص تعلق تھا، آپ کے وصال کے بعد بھی بڑے بڑے متقی اور پرہیزگار حضرات نے خواب میں آپ کو مراتب عالیہ پر متمکن اور اولیاء کرام کی مجلسوں میں جلوہ گر دیکھا۔

تصانیف

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مشغلۂ تالیف وتصنیف کو زمانہ تعلم ہی سے شروع کر دیا تھا، آپ کی تصنیفات میں

ا۔ رسالہ ’’تحقیق المرام فی منع القراء ۃ خلف الامام‘‘

یہ کتاب آپ نے غیر مقلدین یعنی اہلحدیث حضرات کے رد میں لکھی۔ یہ کتاب عربی میں ہے اور اس کا ترجمہ ان کے شاگرد حضرت علامہ نور بخش توکلی مصنف سیرت رسول عربی ﷺ نے کیا۔

۲۔ ’’اتفاق البررۃ التقی علی ان سنۃ الجمعۃ لاتقضی‘‘

۳۔ رسالہ ’’امتناع نظیر‘‘

یہ حضرت نے اسمٰعیل دہلوی اور وہابیہ کے رد میں لکھی۔

٤۔ ’’حاشیہ قاضی مبارک‘‘

٥۔ ’’حاشیہ شرح ملا جامی‘‘

ردّ قادیانیت

دجّال مرزا قادیانی کے نزدیک ’’وفات مسیح‘‘ ایک ایسا مسئلہ تھا جس کے ثابت ہونے پر اس کی دجالی مسیحیت ثابت ہوتی تھی وفات مسیح کا مسئلہ سب سے پہلے سرسید احمد خان نیچری نے نکالا تھا اور اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش مرزا نے کی۔ ۱۸۹۳ء میں جبکہ مرزا قادیانی اور اس کی ذریّت وفات مسیح پر اپنا زور لگائے ہوئے تھے تو علامہ غلام رسول امرتسری صاحب نے مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام پر یہ معرکۃ الآراء کتاب **’’الالہام**

الصحیح فی اثبات حیات المسیح" لکھی جس میں دلائل عقلیہ وبراھین نقلیہ سے ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علی نبینا وعلیہ السلام بجسد عنصری آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ کتاب کے آخر میں مرزائیوں کو چیلنج دیا گیا تھا کہ اگر اسکا جواب باصواب لکھو گے تو تمہیں ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔ یہ کتاب بزبان عربی تحریر کی گئی ہے اس کا اردو ترجمہ حضرت کے شاگرد وبرادرزادے مولوی مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی حنفی صاحب نے کیا۔ جو کہ اسی جلد میں شامل ہے۔

محمد امین قادری حنفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ○
الآیة (۸۱) سورة الاسراء

اَلْاِلْهَامُ الصَّحِیْح فِیْ اِثْبَاتِ حَیَاةِ الْمَسِیْح

(عربی)

(سن تصنیف: 1893ء / ۱۳۱۱ھ)

تصنیفِ لطیف

حضرت علامہ مولانا مفتی پیر **غلام رسول** نقشبندی حنفی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله الذى هدى لمن الى هداه مال وهادوارشد الى فهم الحقائق لمن فى تحقيق الحق اشتد واد واشاد بذكر من جاد بالوصول الى الدقائق القرانيه وفى رضاه دجا ومن خاض فى اياته خوض من لم ينب اليه فهو ممن اناب اليه صادو عن سبيله صاذ وفى بواد الحيرة كا لحمار الحيدى حاد وذيد عن خطيرة قدسه اشد الذياد ومن تنحى بسواده عن سواد عباده الصالحين فهو احرى بان يسود وجهه بالسواد لا بان يسود اوساد ومن عاد لعصيانه من اى عاد كان كما اعتاد عاد فقد عاد الى شر معاد والصلوٰة والسلام الاتمان الاكملان على حبيبه وصفيه محمدﷺ سيدالانبياء والاولياء من الاقطاب والاوتاد الذى تخضع دون سرادقات دولته القياصرة والاكاسرة وكل منهم فى جنابه تادوانقادومن تكبر واعرض عنه وفادوعن استماع مواعظه اضفاد فقد اباده الله فبادوكاد ان يكاد دارالبوار يوم التناد وعلى اله وصحبه الذين هم خزئة اسرار الدين المتين وباتباعهم ساد من سادوبشقاقهم وخلافهم زاغ عن الصراط السوى من زاغ ووقع فى الالحاد وفسد قلبه اشد الفساد كفساد طعام داد وبعد فيقول الراجى للترقى الى اوج القبول محمد غلام رسول الحنفى المجددى النورى القاسمى حفظه الله عن شر كل لئيم غبى وغوى انه لما كثرالضلال والطغيان والبغى والعدوان فى هذا الزمان من اجل الذى خرج من قاديان وادعى انه المسيح الموعود به الأتى اخرالزمان وانه مات نبى الله عيسٰى بن مريم على نبينا وعليه السلام مادام الملوان وتعاقب القمران وانه لم يرفع بجسده الى الخضراء فلا ينزل الى الغبراء واظهر عقائد الزنادقة

ومكائد الملاحدة كل مطالبه و مطالب من يخدوه حذو النعل بالنعل الافساد فى البلاد وجل مآربهم افشاء التزنديق واشاعة العقائد الخبيثة الكفر ية بين العباد واذاعة الارتداد يدعون انهم هم المهتدون والحال انهم عن الصراط لناكبون وانهم الذين اٰمنوا ثم كفروا فطبع على قلوبهم فهم لا يفقهون فان ماتوا علىٰ ذلک فهم فى جهنم خٰلدون تلفح وجوههم النار وهم فيها كالحون ويقال لهم الم تكن اياتى تتلىٰ عليكم فكنتم بها تكذبون يخنعون بالسلف الصّٰلحين خنعا ويحسبون انهم يحسنون صنعاً ونحن بين اظهرقوم يسبون العلماء ويبغضون الفضلاء صناعتهم السب والشتم والطغيان وفى تفضيح الاٰمرين النّاهين اطالة اللسان ليس لهم من العقل سهم ولا بالدين فهم لا يميزون بين القشر و بين اللباب ولا بين الدر و بين التراب ولا يفرقون بين الشمال واليمين ولا بين الشيخ والجنين فهم حائرون فى اودية الظلم وضلال مبين الايعلمون ان لعنة اللّٰه على الظالمين ولما بلغ الامرالى مارايت وانتهى الفساد الى ما تلوت ودريت التمس منى بعض الاحباب وخلص الاحباب ان اظهر فساد دلائل القاديانى على دعواه من موت عيسٰى صلى الله وسلم على نبينا وعليه حين مارفعه اللّٰه اليه واثبت حيٰوته بالاٰيات القرانية واكتفى بها من غير تعرض لذكرالاحاديث النبوية على صاحبها الف الف تحيه لان القاديانى واتباعه لايعتقدونها ولا يدينون بها ومن غير تعرض لسائر عقائدهم الفاسدة الكاسدة والمزخرفات الواهية لعدم اشتهارها كاشتهار المسئلة الاولى ولعدم الفراغ لكثرة الاشتغال بمطالعة الكتب السالفة المتداولة والافتاء

للمستفتين وتعليم الطلبة ولتنفر الطبيعة عن التوجه الى امثال هٰذه الخرافات ولكرهتها الالتفات عن اشباه هٰذه المزخرفات التى هى كفريات صرفة وارتدادات محضة اعاذنا اللّٰه تعالىٰ واعاذ سائر المسلمين من شرور هٰذه الطائفة الباغية الملاحدة خذلهم اللّٰه علىٰحده فاعتذرت منهم تارة بانصرا ف البال الى كثرة الاشغال و تارة بالتنفر عن صرف الاوقات فى الالتفات الى الزور الصريح من هٰذا المقال فقد مت رجلاً واخرت اخرىٰ ومع ذلک لم يتركوا لى عذراً وحكموا به على جبرا فاجبت مسئولهم حسب ما التمسواوانجحت مامولهم علىٰ ما اقترحوا فكتبت هٰذه الوريقة المختصرة وسميتها بالا لهام الصحيح فى اثبات حيٰوة المسيح وذكرت فيها دلائل القاديانى مهذبة ومنقحة اولاً ثم ازحتها ثانياً فوضح الحق الصريح وبطل ماكان يعمل الكائد والمكيدون فكبكبوا و نكسوا على رؤسهم هم والغاوٗن وجنود ابليس اجمعون فها انا اشرع فى المقصود متمسكا بحبل اللّٰه الودود واقول ان الكائد استدل على موت عيسٰى عليه السلام بقوله تعالىٰ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات اوقتل انقلبتم على اعقابكم تقرير استدلاله وتهذيبه ان خلت بمعنى ماتت والرسل جمع معرف بلام الاستغراق فلذا فرع عليه افائن مات الخ اذلو لم يكن الخلو بمعنى الموت اولم تكن الرسل جمعا مستغرقالما صح التفريع اذصحته موقوفة على اندراج نبينا ﷺ فى لفظ الرسل المذكور قطعا وذلک بالاستغراق وكذا صحته موقوفة على كون الخلو بمعنى الموت اذ على تقدير التغائر وعموم الخلو من الموت يلزم

تفريع الاخص على الا عم مع ان التفريع يتعقب استلزام ما يتفرع عليه للمتفرع ومن المعلوم عدم استلزام الاعم للاخص فالتفريع الواقع فى قوله تعالىٰ يستدعى تحقق كلا الامرين من كون الخلو بمعنى الموت ومن كون الجمع مستغر قا وبعد كلتا المقدمتين يقال ان المسيح رسول وكل رسول مات وينتج هذا القياس المؤلف من المقدمتين القطعيتين ان المسيح مات وهو المطلوب والدليل على الصغرى قوله تعالىٰ ورسولاً الى بنى اسرائيل وقوله تعالىٰ ما المسيح بن مريم الا رسول وامثالهما من الأيات وتسليم جميع الفرق الاسلامية برسالته عليه السلام والدليل على الكبرىٰ المقدمتان الممهدتان المذكورتان لانه متى كان الخلو بمعنى الموت وقد اسند الى الرسل وثبت كونه جمعاً فيندرج فيه المسيح عليه السلام قطعا فيلزم ثبوت الموت له فى ضمن الكبرىٰ فثبت ما بصدده الكيديون ويزاح بمنع كلتا المقد متين وبمنع لزوم استحالة عدم صحة التفريع على تقدير ارتفاع كليتهما اواحدهما حقيقة كما فهموا وزعموا وبكونها مشترک الورود مطلقا بحسب الظاهر سلمت المقدمتان كلتاهما اومنعتا وسند المنع الاول ان الخلو هو المضى كما فسره ارباب اللغة واطالة الكلام بالنقل من كتب اللغة لا يليق بهذا المختصر ولتيسرالاستغناء بمطالعتها ولم يفسر احد من ارباب اللغة لفظ الخلو بالموت فعلم ان حقيقة اللغوية انما هى المضىٰ لاغير كيف لاوقدتايد باسناد الخلو الى المنا فقين فى قوله عزوجل واذا خلوا الى شياطينهم وفى قوله تعالىٰ واذا خلا بعضهم الى بعض وعدم ارادة موتهم بهذا اللفظ ظاهر واسند الخلو

الى السنن وقيل وقد خلت من قبلكم سنن والى الايام كما فى سورة الحاقة فى قوله عزوجل كلوا واشربوا هنيئا بما اسلفتم فى الايام الخالية ولايتصوران يراد بخلو السنن والايام موتها بل مضيها وهذا ظاهر لايخفى على احد فتفسير الخلومابلوت تعريف له بالا خص والا خفى فان الموت نوع منه والخلو يشمل على الانتقال المكانى بجميع اصنا فه سواء كان ذلک الانتقال من الاعلىٰ الى الاسفل ويسمىٰ ذلک خفضا اومن الاسفل الى الاعلىٰ ويسمىٰ ذلک رفعاً او من القدام الى الخلف اوبالعكس ويشمل على الموت بالجرح الذى هو القتل وعلى الموت بلاجرح فلايلزم موت المسيح عليه السلام وان سلم الاستغراق فان ثبوت الاعم كالخلو مثلاً وان كان لكل فرد فرد من نوع ما كنوع الرسل مثلاً لا يستلزم ثبوت كل ما يندرج فيه من انواع ذلک الاعم لكل فرد فرد من ذلک النوع كمالا يخفى على من له ادنىٰ دراية والتمسک على تفسيره بالموت دون المضى بلزوم استحالة تفرع الاخص على الاعم مزيف بان المتفرع فى الحقيقة انما هو استبعاد الانقلاب وانكار جواز الارتداد على تقدير فقدان وجود الرسول ﷺ من بين اظهر القوم بعداداء الرسالة و تبليغ الاحكام الا لهية وكان تقدير الكلام وما محمد الا رسول قد خلت اى مضت من قبله الرسل فهل يجوزلكم الا رتداد بعد ما اقام لكم الدين المتين واظهر بينكم الشرع المبين ان نقل بالرفع كما رفع عيسىٰ (هذا بالاجماع) او ادريس او بالموت كما حكمنا به فى سابق علمنا او بالقتل كما صاح به الشيطان واستقرفى قلوبكم والتصريح بالثانى موافقة للواقع ومطابقة

لتقدير الله تعالیٰ وذكر الثالث وان لم يطابق الواقع والتقدير مراعاة لزعمهم وتوسيعا لنفى جواز الا رتداد على كلا الشقين وان كان هذا الثالث مزعوما محضاً وجهلا مركبا الا انه لما كان قوى الاحتمال وكثروقوعة بين الانبياء السابقين كما دل عليه قوله عزوجل يقتلو ن النبيين بغير الحق فكان ذكره ضروريا وعدم التصريح بالاول وان كان مقدراً مراداً لانتفاء مايوجب ذكره من الموجبات المذكورة لظهور عدم توافقه القضاء والواقع ولعدم استقراره فى قلوبهم وشذوذ تقدمه فظهر ان المتفرع فى الحقيقة هو نفى جوا ز الارتداد على تقدير احد الشقوق الثلثة المصدرة وذلک الامرالدائر بين الثلاثة مساو للخلو بمعنى المضى فلايلزم تفريع الاخص على الا عم على تقدير كون المعنى الحقيقى مراداً من لفظ الخلو بل يلزم تفريع احد المساويين على الأخر وذا جائز كما يقال رايت زيداً انه جسم نام حساس متحرک بالارادة مدرک للكلى والجزئى فيفرع علیٰ هذا المفصل انه انسان ولا ارتياب فى تساوى هذا المجمل وذلک المفصل وفى صحة تفريع احدهما على الأخر والامران اللذان حكمنا بمسا واتهما وكون احدهما متفرعاً والأخر متفرعا عليه هو ثبوت خلو كل رسول ونفى جواز الا رتداد على تقدير تحقق واحد من الشقوق فان النسب انما تقتضى المفهومين مطلقا اعم من ان يكونا وجوديين اوسلبين اويكون احداهما وجود يا والا خر سلبيا ٗ ولايلزم توافقهما فى الثبوت اوالعدم والدليل على لزوم ذلک النفى للخلو ان المقصود من البعثة وارسال الرسل التشريع مطلقا وتعيين الطريقة

الموصلة الى الله تعالیٰ لا التشريع الى زمان وجود الرسول بين اظهر قومه ولم يخل زمان من الرسل وذا باطل باتفاق من اهل الملل فوضح بطلان زعم لزوم استحالة تفريع الا خص على الاعم على فرض ارادة المضى من الخلو واما استدلال الصديق الا كبر على موت سيدنا محمد ﷺ بهٰذه الأية فليس موضع استشهاده رضي الله عنه فى هٰذه الأية كلمة خلت بل قوله تعالیٰ افائن مات لما انكر الفاروق العادل رضي الله عنه موته ﷺ وقال ما مات رسول ﷺ ولا يموت وكان ذلک جزما منه بامتناع موته ﷺ فردالصديق رضي الله عنه ذلک الا متناع بقوله تعالیٰ افائن مات فان مدخول ان بحسب اصل الوضع لا يكون الا من الامور التى يجوز تقررها ويمكن وجودها لا من الامور التى تابى عن التكون والتقرر وهٰذه واضح على من طالع بحث معانى الحروف فاذا ثبت جواز تقرر الموت عليه ﷺ ارتفع الا متناع الذى هو نقيضه ويدل على كون موضع استشهاد سيدنا الصديق رضي الله عنه قوله تعالیٰ افائن مات لا كلمة خلت قراءته رضي الله عنه حين الاستدلال قول الله عزوجل انک ميت وانهم ميتون۔ وتقرير ازاحة استدلالهم بمنع المقدمة القائلة ان كل جمع عرف باللام فهو مستغرق للافراد كلها بان يقال ان هٰذه المقدمة ممنوعة كيف لا وقد صرح المحققون بذلک فى اسفارهم الا ترى الى قوله عزوجل واذ قالت الملئكة يا مريم ان الله يبشرک الأية والى قوله تبارک و تعالیٰ واذ قالت الملائكة يا مريم ان الله اصطفک الأية فقد ذكرت صيغة الملائكة وهى جمع معرف باللام ولم يرد الاستغراق وقال تعالیٰ فسجد الملائكة كلهم اجمعون فلو كان كل جمع

محلی باللام مستغرقاً لكان ذكر كلهم مستدركا ولو اردنا ان نجمع
الامثلة المثبتة لنقيض المقدمة الممنوعة لجمعنا دفاتر كبيرة ولكن العاقل
الحازم يكفيه ماذكرنا من البيان والجاهل الهائم النائم لا يستيقظ بضرب
السنان ومنع تلك المقدمة يودی الٰی منع الكبرى الكلية من مقدمتی
القياس الفاسد الكاسد للقاديانی فلانتفاء شرط الانتاج لاينتج ذٰلک
القياس قوله ان المسيح مات واما قولنا ان استحالة عدم صحة التفريع
علی منع الا ستغراق غير وارد فی الحقيقة لان المراد من قوله تعالٰی
ومامحمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل ان محمداﷺ ليس الا بشرا
رسولا و جنس الرسل قد خلا ومن المعلوم ان ماوقع وثبت لبعض افراد
الجنس بالنظرالی ذاته وما هيته يمكن ان يثبت لسائر افراده فالثابت
للبعض بالنظر الی ما هيته كما يستلزم امكان الثبوت لذٰلک البعض
يستلزم امكانه لباقی الافراد فهٰذه المهملة اعنی قد خلت من قبله الرسل
وانكانت بالنظر الی الفعل والا طلاق بمنزلة الجزئية غير صالحة لكبروية
الشكل الا ول الاانها بما تستلزم من الممكنة الكلية صالحة لها فغاية
ماينتجه القياس علی هٰذا ان المسيح ميت بالامكان بان يقال المسيح
رسول وجنس الرسل قد خلا بالفعل والا طلاق وقد عرفت انه يلزمه قولنا
كل رسول خال وميت بالا مكان فهٰذا القول اللازم يجعل كبرٰی منضمة
الی الصغرى فينتج النتيجة المذكورة فصح التفريع ولم يلزم الاستحالة
العقلية ولا المحذور الشرعی من ثبوت موته عليه السلام فی الزمان الماضی
لكونه مخالفاً لظاهر القران والاحاديث واجماع الامة وهٰذا مع منع كون

لفظ الرسل جمعاً مستغرقاً فاذا لم يثبت مطلوب الكيديين على تقدير منع
احدی المقدمتين فقط فعدم ثبوت مطلوبهم علی تقدير منعهما معاً اجلی
واولی وهٰذه ظاهر لمن له ادنی دراية وما قلنا من اشتراک ورود عدم
صحة التفريع ظاهرا علی تقدير تسليم المقدمتين ايضاكما علی منعهما
فلان صيغة الرسل وان سلمت انها مستغرقة وسلم ان الخلو بمعنی
الموت لا تستغرق نبينا محمداً ﷺ لان الكلام وقع فی خلو الرسل قبله
عليه وعليهم السلام ومن الضروريات ان خلو هم قبله معناه انهم سابقون عليه
فی وصف الخلو وهو لا حق بهم فی ذٰلک الوصف وهٰذا السبق واللحوق
زمانيان اللذان لا يجتمع فيهما القبل البعد ولاالبعد القبل فحين كون
الرسل واجدين لوصف الخلو كان نبينا ﷺ فاقدا له اذلو كان مثلهم فی
ذٰلک الحين للزم فی قوله تعالٰی قد خلت من قبله الرسل الاخبار بقبلية
الشی علی نفسه ومع فقدانه عليه السلام ذٰلک الوصف وتحلی سائر الرسل به.
كان مستعداً له يمكن له ان يخلو كما خلوا فاذا ثبت كونه عليه السلام فاقداً
لوصف الخلو حين خلت الرسل فلم يندرج فی تلک الرسل الخالية حين
فقدان ذٰلک الوصف ويلزم علی عدم اندراجه ﷺ بالنظر الی ذٰلک
الوصف فيهم عدم صحة التفريع بحسب الظاهر لانه اذالم يكن مندرجاً
فی جملتهم فيكف يتعدی الحكم منهم اليه فان التعدی فرع الاندراج
وعدم المتفرع عليه يوجب عدم المتفرع فلم يجدهم تخصيص الخلو
بالموت ولا ادعاء الاستغراق كيف والتمسک بالحشيش لاينفع الغريق
فما يجيبون به عما ورد عليهم نجيب بمثله مع فضلنا عليهم بما اجبنا

ولايمكن لهم التشبث بجو ابنا لد لالته على مايعم مدعا هم ونقيض منا هم فان امكان شئ كما يقارن ثبوته يقارن عدمه و ثبوت الا عم من المطلوب غير نافع للمعلل وان نفع المانع السائل واختفاء هذه القاعدة عليهم من كمال جهلهم ونهاية حمقهم مع كونهافى غاية الا نكشاف وغاية الظهور من لم يجعل الله له نوراً فماله من نور على انه لودل قوله تعالىٰ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل على موت ما عدانبينا ﷺ من الرسل جميعهم لدل قوله تعالىٰ ما المسيح بن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل على موت ما عدانبى الله عيسىٰ (عليه السلام) من الرسل جميهم ويندرج فى ذلك العام المحكوم عليهم بالموت نبينا ﷺ وهذا محال فان نزوله لم يكن الا فى حياته وهذا المحال لم ينشا الا من تسليم استغراق الرسل فى الأية الا ولى فيكون محالاً لان ما يلزم منه المحال محال البتة فاذا لم يثبت اندراج المسيح (عليه السلام) تحت الاكبر الموقوف على تسليم الا ستغراق المستلزم للمحذور والمحال الشرعى لم تصدق النتيجة فى استدلالهم العاطل اللاطائل والأية الثانية تدل دلالة صريحة على حيٰوة المسيح بن مريم حين نزولها اذلو كان من المتبين فى ذلك الحين لقال تعالىٰ ماالمسيح بن مريم الا رسول قد خلا مع الرسل اوقال تعالىٰ قدخلا وقدخلت الرسل اوقال عزوجل قد خلا كماخلت الرسل اوا كتفىٰ بقوله قدخلت الرسل ولم يقل وقد خلت من قبله الرسل وهذا بناء على انحصار الجمع المعرف باللام فى الاحاطة والشمول كما زعم الكائد ومقلدوه المكيدون فالتقييد بقوله من قبله صريح فيما قلنا ودلالة هذه الأية على

حيٰوة المسيح لا تتوقف على استغراق الرسل ليلزم ذلك المحذور من ثبوت الموت للنبى ﷺ حين نزول تلك الأية بل يكفى فيها كون الرسل جنساً فيقال فى توجيهها ان جنس الرسل وانكان تحققه فى الموارد الخاصة قد خلا من قبل المسيح والمسيح وان لم يخل الى الأن فسيخلو كما خلت الرسل جنسهم فيكون مفادها ان الموت له على نبينا و(عليه السلام) لم يوجد الى الأن ولكنه سيموت كما ان مفاد الأية الا ولى نفى موت نبينا ﷺ فيما مضىٰ و ترقيبه له فيما ياتى ومتى دلت هذه علىٰ حيٰوة المسيح (عليه السلام) فلو دلت تلك على موته كما تخيل وتخيلو اللزم الاختلاف بين هذين القولين جل قائلهما والقول بوقوع الاختلاف فى القران حكم بوقوع ماحكم الله بامتنا عه وهذا كفر قال الله عزوجل ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الكٰفرون والدال على امتناع الا ختلاف فى القران قوله تعالىٰ ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً فبطلت ارادة استغراق الرسل وعمومه والدليل على ان الحيٰوة والموت مختلفان ان الموت ان فسر بعدم الحس والحركة عما من شانه كلا هما فيقابل الحيٰوة بتقابل العدم والملكة وان بانحياز الروح عن البدن وهو الحق الثابت بالنصوص الشرعيه والفصوص العقلية فبينهما تضاد وكل منهما اختلاف فاستقر على عرش التحقيق ماقلنا من حيٰوة المسيح (عليه السلام) فى الازمنة الماضية وموته فيما ياتى وهذا ماذهب اليه الا سلاميون باجمعهم بخلاف النصارى القائلين بوقوع موته ثم احيائه ورفعه بجسده وبخلاف من هم اسوء حالاً واشرمالاً وهم الكائد القاديانى والمكيدون القائلون

بوقوع موته وبعدم رفعه الجسدی ثم استدل الکائد القادیانی علی مطلوبه بقوله تعالیٰ وماجعلنا هم جسداً لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین وتهذیب استدلاله انه لو کان المسیح علیه السلام حیاً فی السماء لزم کونه جسداً لایاکل الطعام وکونه خالداً وقد نفی الله تعالیٰ ذلک فان مفاد الآیة سلب کلی ای لا شئ من الرسل بجسد لایاکل ولا احد منهم بخالد ومن المقرران تحقق الحکم الشخصی مناقض للسلب الکلی والدلیل علی کون المفاد سلبا کلیا قوله تبارک وتعالیٰ وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افائن مت فهم الخٰلدون فانه صریح فی السلب الکلی فاذا ثبت الرفع والسلب کلیا بالنص ارتفع الحکم الشخصی المستلزم للایجاب الجزئی المناقض لذلک السلب المدلول بالنص فان احدالمتنا قضین لایجامع النقیض الآخر کما لایرتفع معه وهذ بدیهی اقول بتوقیف الله وحسن توفیقه ان فی قوله تعالیٰ وما جعلنا هم جسداً الخ انما ورد النفی علی الجعل المولف المتخلل بین المفعولین ومفعوله الثانی المجعول الیه هو قوله جسداً لا یاکلون الخ فمدخول النفی هو الجعل المقید بهٰذه القیود وظاهر ان المقید ولو بالف قید لا یتصور تحققه الا بتحقق کل من تلک القیود والقیود التی ههنا هی تالیف الجعل وکون المجعول الیه جسدًا مع تقییده بعدم اکل الطعام فلابد لتحقق هٰذا المقیدمن تحقق تلک القیود الثلثة بخلاف الانتفاء فانه متصور بانتفاء جزء ای جزء کان ولایتوقف علی انتفاء جمیع الاجزاء فینتفی ذلک المد خول للنفی بوقوع غیر الجعل موقعه وبانتفاء تالیفه بان یتعلق الجعل المفرد باحد المفعولین اما بالاول

فقط واما بالثانی فحسب و برفع خصوص المجعول الیه و وضع امراخر فی محله وبانتفاء قید عدم الاکل ولو سلم تحقق کل قید ماعدا مافرض انتفائه وبانتفاء مجموع القیود بمعنی انتفاء کل قید وبانتفاء المقید اعنی ذاتا مامع تسلیم القیود باسرها فهذه المواد والمواقع لیست الابالامکان لا بالفعل والا طلاق الارفع القید الاخیر فانه واقع بالفعل ومراد بقوله تعالیٰ وما جعلنا هم جسدًا وتحقق ماعدا ذلک القید مسلم بل مثبت بالبراهین النقلیة والعقلیة القطعیتین وعدم الاکل الذی هو امر عدمی متصور بوجهین بعدم اکل شئ ما اعم من ان یکون طعاماً او غیره وبعدم اکل الطعام خاصة وان وجد معه اکل غیر الطعام وعدم ذلک الانتفاء الذی اضیف الی الامرالعدمی انما یتحقق بتحقق نقیض ما اضیف الیه الانتفاء فیستلزم انتفاء ذلک العدم الذی هو فی قوة السالبة ثبوت الاکل الذی هو فی قوة الموجبة المحصلة اذعموم الا ولی من الثانیة انما هو بامکان تحققها بعدم الموضوع وعدم امکان تحققها حین عدمه لضرورة استدعا ئها وجود الموضوع ومن البد یهیات ان الموضوع فیما نحن فیه موجود وقد تقرر فی مدارک العقلاء التلازم بین السالبة السالبة وبین الموجبة المحصلة عندوجود الموضوع فلزم من قوله تعالیٰ وَ مَا جَعَلْنٰهُم جَسَداً لَایَاکُلُوْنَ الطَّعَامَ الذی هو بمنزلة السالبة السالبة تحقق قضیة موجبة محصلة اعنی کل رسول یاکل الطعام فیقال لمن یدعی به علی اثبات موت المسیح بن مریم ان نسبة الاکل الی کل رسول فی هذه القضیة هل هی بالضرورة بحسب الذات او بحسب الوصف اوفی وقت

ماوفى وقت معين او بحسب الدوام ذاتا او وصفا او بالاطلاق اوبالامكان مع قيدا للادوام فى ماعدا الاول والخامس او مع قيد اللاضرورة فى ماعدا الاول فقط على راى اوفى ماعدا الخامس ايضاً كما على راى آخروان لم يكن بعض التراكيب منها متعارفاً اولا يعتبر قيد اللاضرورة ولا قيد اللادوام الاول والخامس بديهى البطلان لوجود نقيض كل منها وهو امكان عدم الاكل للاول واطلاقه للخامس وكذا الثانى والسادس لعدم مدخلية وصف الرسالة فى ضرورة الاكل او دوامه كما لامدخل فيهماملعنون ذلك الوصف وكذالا تكون ضرورية بحسب الوقت مطلقاً لا بحسب وقت ماولا بحسب وقت معين لان غاية الامر ان يكون الاكل ضرورياً بشرط الجوع والجوع لما لم يكن واجباً فى وقت مالم يكون المشروط به ضرورياً فى وقت ما كما صرح به فى كتب المنطق من ان الكتابة ليست بضرورية فى حين من الاحيان فما ظنك بالمشروط بها والضرورة بشرط الشئ غير الضرورة فى وقت ذلك الشئ والاول لايستلزم الثانى كما فى تحرك الاصابع بشرط الكتابة فان التحرك بشرطها ضرورى وليس فى وقتها بضرورى فكذلك ضرورة الاكل بشرط الجوع امروضرورته فى وقت الجوع امر آخر لاتلازم بينهما فضلاً عن الاتحاد فاذا لم يكن الاكل ضرورياً فى وقت مالم تكن القضية وقتية مطلقة ولامنتشرة مطلقة فلم يكن وقتية ولامنتشرة لاستيجاب انتفاء الاعم انتفاء الاخص وكون الاكل ضرورياً بشرط الجوع لايقتضى ان تكون القضية مشروطة ايضاً اذالمشروطة ما يوجد فيه الضرورة بشرط

الوصف العنوانى لا بشرط اى وصف كان ومن الظاهران الوصف العنوانى فى القضية انما هو وصف الرسالة دون وصف الجوع فلم يبق الا ان يكون بالاطلاق اوالامكان مع قيدا للادوام اواللاضرورة اوبدونه والاول من كل منهما متعين بدليل قوله تعالىٰ وما ارسلنا قبلك من المرسلين الاانهم لياكلون الطعام ويمشون فى الاسواق فيكون وجودية احد جزئيها ثابت بهٰذه الاٰية وثانيهما بما مر من البيان وهى وانكانت مستلزمة لما عداها لكنها لكونها اخص احق بالاعتبار وينحل الىٰ قولنا كل رسول يا كل الطعام بالفعل ولا شى من الرسول ياكل الطعام بالفعل وهٰذه القضية لاتناقص ماذهب اليه الاسلاميون لا نه يصدق قولنا المسيح بن مريم آكل للطعام بالفعل وليس بآكل بالفعل وماقررنا قبل من ان الجوع ليس بضرورى لان الجوع خلو الباطن واقتضاء الطبيعة بدل مايتحلل منه وذلك فرع التحلل ولاارتياب فى تنوع مراتب التحلل باختلاف الاسباب الداخلية والخارجية ولاتحديد لمراتبه فالتحلل الذى فى مرتبة ناقصة غير التخلل الذى فوقه يجوز سلب كل منهما عن الأخر وكذلك يقال فى جميع مراتبه ان كل مرتبة عينا ها فهى مسلوبة عما تحتها وعما فوقها من المراتب وهما مسلوبان عنها فهٰذا حكم اجمالى على كل مرتبة بامكان سلبها عن جميع المراتب الأخر كامكان سلب المراتب الاخر عن تلك المرتبة وهٰذا فرع امكان السلب فى نفس الامر اذسلب مرتبة معينة فى مرتبة اخرى سلب مقيد والسلب فى نفس الامراعم من ان يكون ذلك السلب مقيداً بكونه فى مرتبة اخرى اولا سلب مطلق ولاريب فى

ان امكان المقيد فرع امكان المطلق ومتاخر عنه واذاكان الامر كذٰلک
امكن سلب التحلل راساً فامكن انتفاء الجوع اصلامع بقاء الشخص بل
حكم الله تعالٰی بتحقق انتفاء الجوع فی القران ولم يكتف بمحض امكانه
وقال وعزمن قائل مخاطباً لأدم ان لک الاتجوع فيها ولا تعری وانک
لاتظمئوفيها ولا تضحٰی وليس ذلک الالعدم التحلل كما ان عدم
الضحی لعدم الشمس وحمله علی عدم دوام الجوع او علی عدم اشتداده
غير صحيح والاصح حمل جميع الافعال المدخولة بحرف النفی علٰی
نفی دوامها اوعدم اشتدادها وامثال هٰذالا تصح ولا تستقيم الا لوجود
ضرورة داعية وای ضرورة احوجنا الی صرف اللفظ عن الظاهر وحمله
علی غير الظاهر بحيث لا ينتقل اليه الذهن اصلا والتمسک علی وجود
تلک الضرورة بقوله وقلنا يادم اسكن انت وزوجک الجنة وكلامنها
رغداحيث شئتما ولا تقربا هٰذه الشجرة فتكونا من الظٰلمين غير مستقيم
فان اطلاق الاكل واباحته لهما لا يقتضی الجوع اذ كما ان الفواكه فی
الدنيا لا توكل الا لحصول اللذة لا لدفع الجوع كذا طعام الجنة ولاافتقار
اليه لحصول بدل التحلل ودفع الجوع بل لا جوع ولا تحلل وانما يكون
اكله لحصول اللذة فقط فان لم تقنع بما قلنا فطالع التيسير والوجيز
وكيف لا مع انه قد تاكد و تايد بما صح ان فی الجنة باباً يقال له الريان من
دخل شرب ومن شرب لا يظما ابداً ولا فرق بين الجوع والظمأ
فكمالاامتناع فی عدم التعطش لا امتناع فی عدم الجوع ولا يرد علی
ماقلنا من انه اذاامكن سلب التحلل امكن انتفاء الجوع انه احتجاج

بلادليل اذانتفاء العلة لايستلزم انتفاء المعلول بدليل ماتقررعندالاصوليين
من جواز تعدد العلل علی معلول واحد فلايلزم انتفاء المعلول بانتفاء
واحد منها لجوارتحققه بتحقق علة اخری منها كعدم صحة الاحتجاج
علی الحكم بان زيدا لم يمت بانتفاء واحد من علل الموت كما يقال لانه
لم يسقط من اعلی الجبل فهٰذا الاستدلال غير صحيح اذالموت كما
يتحقق بالسقوط من اعلی الجبل كذٰلک به من اعلی سطح البيت ومن
فوق الشجرة الطويلة وبضرب من السيف والحجر وامثاله وبنحوامراض
يستصعب احصائها فبانتفاء واحد منها كيف يجزم بانتفاء الموت اصلا
لامكان تحققه بتحقق واحد اخر من تلک الانواع و عدم وروده لان
التحقيق ان المعلول اذاانحصر فی العلة وتكون العلة لا زمة له وهی
مفسرة فی كتب القوم بما لو لاه لامتنع الحكم المعلول فانتفائها يستلزم
انتفاء المعلول اذلا يتصور تعدد العلل بهٰذا المعنی حتی يمكن عند انتفاء
احدهما ثبوته باخری منها فاذا لم يجز تعدد العلة وانحصر المعلول
الواحد فی العلة الواحدة اللازمة له فلو تحقق المعلول مع ارتفاع العلة
بهذا المعنی لزم تحقق الملزوم بدون اللازم فالاستدلال علی عدم
المعلول بانتفاء العلة بهٰذا المعنی استدلال بانتفاء اللازم علی انتفاء
الملزوم ولا ريب فی صحته والتحلل بالنسبة الی الجوع كذٰلک لانه
المتوقف عليه الجوع بمعنی لولاه لامتنع لابمعنی الامرالمصحح لدخول
الفاء فيصح الاستدلال علی امكان انتفاء الجوع بامكان انتفاء التحلل نعم
الجوع علة للاكل بالمعنی الاخير ولذالايلزم من انتفاء الجوع انتفاء

الاكل لجواز تحققه بدونه بعلة غير الجوع كا ستحصال اللذة وقصد علاج ونحوه وهذا واضح على من له ادنى تامل واستدل ايضاً ببعض هذه الأية وهو قوله تعالىٰ وما كانواخلدين وبقوله تعالىٰ وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افائن مت فهم الخلدون وتحرير استدلاله هذا انه لو كان المسيح عليه السلام حياً لزم ان يكون خالداً وقد نفى الله الخلودعن كل افراد البشر فى هاتين الأيتين وجوابه ان الخلود المنفى فى كلتا الأيتين هو الخلو د بمعنى دوام الحيوٰة فى الدنيا لا بمعنى طول العمر بل لاحقيقه للخلود الا دوام الحيوٰة كمالايخفى على من هم ما هرفى معانى اللغة ومفاهيم نظم القران قال تعالىٰ فى حق اهل الجنة اولٰئك اصحاب الجنة هم فيها خلدون وفى حق الكفار اولٰئك اصحٰب النار هم فيها خلدون وعلى هذا فمعنى الأيتين نفى دوام الحيوٰة فى الدنيا لفرد من افراد البشر وهو نقيض الدائمة المطلقة الموجبة الجزئية اعنى قولنا بعض البشر حى دائما وهذه قضية كا ذبة قطعا ويلازم ذلك النقيض الصريح قولنا لاشئ من البشر بحى بالفعل وهى قضية صادقة لصدق ملزومها الثابت بقول الله عزوجل المذكور لاستلزام تحقق الملزوم تحقق اللازم فهذه المطلقةالعامة السالبةلاتستوجب موت المسيح فى الزمان الماضى خاصة اذ لااختصاص للاطلاق العام بزمان دون زمان بل تقتضى موته فى الجملة والمسلمون باجمعهم قائلون بوقوع موته فى مبادى الساعة فمالزم وثبت بالأيتين غيرمناقض ولا مناف لاعتقاد كون المسيح حياً الأن ومايناف لذلك الاعتقاد الصحيح الحق الصريح من دوام الحيوٰة فى الدنيا وعدم الموت

عدماً مؤبداً غير ثابت بالأيتين فالثابت غيرمحال والمحال غيرثابت وحمل الخلود فى الأيتين علىٰ معنى طول العمر مجازاً لا يصح اذ حمل اللفظ على المعنى المجازى بغير قرينة صارفة عن معناه الموضوع له غير جائز اذ ليس للعمرحد معين حتىٰ يصح حمله عليه والقول بان العمرالطبعى مائة وعشرون قول مشهورى لايوجد عليه دليل لانقلى ولاعقلى والمشاهدة شاهدة عادلة والنقول متعاضدة بوجود الذين تجاوزوا من مائة وعشرين فى السلف والخلف ولولا خوف الاطالة لادريت بعد مااستقريت الاترى انه قد صرح محققواالا طباء بعدم وجود الدليل على هذا القول المشهور وكذا لم يوجد دليل شرعى عليه بل ورد الدليل على خلافه قال تعالىٰ فى حق نوح فلبث فيهم الف سنة الاخمسين عاماً فحمله على ماحمله الكائد يفضى الى التناقض بين الأيتين وبين قوله تعالىٰ المارانفاً فى حق نوح عليه السلام فهل هذا الاسفاهة وجهالة اوزندقة وضلالة اعاذنا الله تعالىٰ من سفاهة السفهاء وجها لة الجهلاء وادخلنا فى زمرة العلماء العاملين وجعلنا من الائمة المتقين الهادين المهدين بجاه خير النبيين والہٖ وصحبه اجمعين واستدل ايضاً بقوله تعالىٰ ومنكم من يتوفى ومنكم من يرد الى ارذل العمر لكيلا يعلم بعد علم شيئًا وتهذيبه ان هذا التقسيم حاصر لجميع افراد البشر كحصر الزوج والفرد لجميع افراد العددبحيث لايجتمع وصفا التوفى والردالى ارذل العمر فى فرد من البشر ولا يخلو فرد من كليهما كما لايجتمع الزوج والفرد فى عدد ولايخلو العدد من كليهما فالقضية منفصلة حقيقية فاذالم يمت المسيح

ولم يعرضه ارذل العمر لزم ارتفاع كلا جزئى الحقيقة وذا غير ممكن فهٰذا المحال انما لزم من فرض عدم موته فيكون باطلاً فيثبت نقيضه وهو موت المسيح فذلك هو المطلوب والجواب انه يمكن التقسيم بين ظاهر مفهومى من يتوفى ومن يرد لا ن من يرد بحسب مفهومه يندرج فى من يتوفى لانه اخص منه فان من يرد الى ارذل العمر لامحالة يدركه التوفى والتوفى متحقق بدون الرد ايضاً كما هو معه فالمتوفى اعم ممن يرد وتقسيم الشئ الى نفسه والى ماهواخص منه غيرصحيح بل غير متصور لانه عبارة عن جعل الشئ الواحد بالوحدة المبهمة متعدداً بضم قيود متعددة مختلفة فان كانت القسمة اعتبارية كتقسيم كل ماهية الى حصصها وافراد ها الاعتبار ية يكون التقييد بها داخلاً فى عنواناتها دون الحقائق والمعنونات والقيود غير داخلة اصلاً لا فى هٰذه ولا فى تلك وان كانت حقيقية فامابالمقومات المحصلة والفصول الممنوعة فيكون القيود داخلة فى المعنونات وان بالعوارض المخصصة فالقيود داخلة فى العنوانات دون المعنونات وظاهر ان الانسان لوكان منقسماً الى المتوفى والى من يرد لكان انقسامه بهٰذين الوصفين انقسام الشئ بالعوارض المخصصة المميزة لبداهة خروج وصفى التوفى والردعن الانسان والتميز لقسم انمايحصل بوصف يختص بذلك القسم ولايوجد فى قسميه والتوفى ليس كذٰلک لتحققه فيما زعمه المستدل قسيماً للمتوفى ايضا فاذا انتفى الاختصاص والتمييز انتفى التقسيم وان تاملت حق التامل تيقنت بالتقسيم بين من يتوفى من غيران تعرضه حالة الرد وبين

من يتوفى مع عروضها ويد ور حينئذالمتوفى مطلقاالمتلازم للانسان بين قسميه كما يدورالحيوان المنقسم الى قسميه من الناطق وغيرالناطق فمحل التقسيم ومورد القسمة هو المتوفى مطلقا والقسمان اللذان ينقسم اليهما هماالمتوفى المعروض للرد والمتوفى الذى ليس كذٰلک فهٰذا التقسيم صحيح وحاصروبحصر المتوفى المطلق اللازم ينحصر الانسان الملزوم ولايلزم التنافى بين القول بعد م مضى موت المسيح عليه السلام وبين ذلک الحصر لكفاية القول بوقوع موته فى الأتى لصحة ذٰلک الحصر وهو عليه السلام داخل فى الشق الاول من الحصر وليس من لوازم دخوله فيه مضى موته البتة فان الشق الاول مذكور بصيغة المضارع دون صيغة الماضى ولعل المستدل الكائد اشتبه عليه لفظ يتوفى المضارع المجهول بصيغة توفى الماضى المجهول فتفوه بما تفوه ولم يات بشئ معقول نعم انما يلزم ابطال الحصر لوقيل بتا بيد حيوته وخلوده فى الدنيا فحينئذٍ لارتفع كلا الشقين ولو جد قسم اخر من الانسان لم يوجد فيه التوفى مطلقاً فكان محلاً لان يورد عليه بانه اما ان يوجد فى ذٰلک القسم الخارج من القسمين الذى فرض مؤبداً ومخلداً مطلق التوفى وهٰذا مع كونه بديهى الاستحالة لتنافى ابدية الحيوٰة والتوفى يقتضى ابطال الحصرلوجود المقسم بدون ماانقسم اليه من القسمين واما ان لا يوجد فيه بسبب انتفاء جميع موارده وارتفاع ماانحصر فيه وهٰذايفضى الى القول بعدم لزوم التوفى للانسان وذلک باطل بدليل قوله تعالىٰ كل نفس ذائقة الموت واما الى القول بجواز حصر اللازم فى شئ بدون حصر

الملزوم فى ذلک الشئ وهو ايضاً باطل للزوم انفکاک اللازم عن الملزوم وهٰذه المحالات انما هى لا زمة على القول بتابيد حيوته عليه السلام فيكون باطلاً ولاتلزم للقول بطول حياته مع وقوع موته فى المستقبل وبينهما بون بعيد وعد ذلک الكائد هٰذه الاستدلات من الاستدلال بالعمومات ثم استدل علىٰ زعمه بالخصوصات منها حديث المعراج الدال على ملاقات نبينا ﷺ مع ابنى الخالة يحيىٰ وعيسٰى عليهما السلام فى السماء الثانية وتنقيحه انه لم لم لکن ميتا لمااجتمع عيسٰى مع الاموات من النبيين فى مقارارواحهم اقول ان هٰذاالاستدلال مما يضحک عليه البله والصبيان فانه لوكان الاجتماع معهم يستلزم موت من يجتمع معهم لزم كون نبيناﷺ ميتا حين اجتماعه معهم وهل هٰذا الاخبط او جنون ولوادعى طول اجتماعهماوكون الاجتماع الكذائى داعياً للاتحاد بينهما فى وصف الموت وان هٰذاالنوع من الاجتماع لم يوجد لنبيناﷺ مع ارواح النبيين فلايلزم كو نه مثلهم بخلاف عيسٰى ويحيىٰ عليهماالسلام فانهمامعاً مستقران فى تلک السماء فيلزم ان تكون حال احدهماكحال الأخريقال منعنا المقد متين من كون السماء الثانية مقرالكليها ومن كون هٰذاالنوع من الاجتماع علة لا تحاد حالتى المجتمعين وسند المنع الاول انه لا يلزم من ملاقات رسول اللّٰه ﷺ مع نبى اللّٰه يحيىٰ كون يحيىٰ عليه السلام مستقرامقيمافى تلک السمآء بل يجوز ان تكون ملاقاتهما كملاقاته مع جميع الانبياء فى الاقصٰى بان يكون مقرهم العليين وامروا بالذهاب الى المسجد الاقصٰى اوالى السمٰوٰت المختلفة من مقرهم الاصلى باجسادهم

بعينها او بارواحهم بالتمثل بامثال اجسادهم وكل ذلک ممكن او يكون مقرهم القبور كما رئى موسٰى عليه السلام يصلى فى قبره فامروا بالذهاب الى الاقصٰى اوالى السمٰوٰت كذلک فان قيل ان هذا القول قول بعروجه ﷺ بالعروج المثالى قلت كلا فان عروجه عليه السلام عروج عينى واقعى بجسده الطاهر الاشرف ولايلزم من رويته المثل رويته بالمثال فان رويته الاشياء فى ليلة المعراج تنوعت فقد راى بعض الاشياء انفسها وبعضها بامثالها كما يظهر لمن طالع مورد فى بيان معاملة الاسراء ذهاباً واياباً وفرق بين كون المثال مرئيا وبين كونه رائيا فلم يلزم المحذور وبهذاوضح انه لايلزم من اجتماع المسيح ويحيىٰ فى السماء كون كليهما مقيمين فيها فضلا عن كو نهما مشاركين فى وصف الموت كما زعمه وسند المنع الثانى ظاهر فان اتحاد المكان ولو على سبيل القرار لايستلزم اتحاد المتمكنين فى الاوصاف كلها فتامل يظهرلک حقيقة ماقلنا ومن دلائله الخاصة على حسب زعمه قوله تعالىٰ انى متوفيک وقوله عزوجل فلما توفيتنى وما هذافى الحقيقة الا تمويه للباطل وايهام جهلة الناس وايقاعهم فى الضلالة والحيرة وازاحته ان هٰذين القولين الكريمين لايدلان على مزعومه اذالتوفى عبارة عن اخذالشئ وافياء وما دته الوفاء ومن الاصول المقررة والقواعد المسلمة ان اصل الماخذ بمفهومه معتبر فى جميع تصاريفه وان اختلفت الصيغ والابواب واعتباره فيها اعتبار الجزء فى الكل الاترى الى لفظ العلم فان معناه حصول صورة الشئ عندالعقل والاضافة بين العالم والمعلوم او نسبة ذات اضافة كذائية اوالصورة

الحاصلة او الحالة الا دراكية او تحصل صورة الشئ على حسب تنوع ارائهم وهذا المعنى يكون داخلاً فى معانى جميع ما اخذ من لفظ العلم سواء كان ذلك الماخوذ من تصريفات المجرد ا والمزيد فان علم مثلاً بصيغة الماضى المعلوم معناه انه حصل للفاعل صورة الشئ المعلوم فى الزمان الماضى وهذا على الاصطلاح الاول او حصلت له الاضافة بينه وبين ماعلمه وهذا على التفسير الثانى وقس على ما مثلنا ك به باقى الاصطلاحات فبا شتمال مفهوم علم الماضى على مفهوم المصدر ونسبة الى الفاعل والزمان يكون مفهومه كلاً ومفهوم المصدر جزءًا ففيه التركيب من ثلثة اجزاء وكون النسبة الى الفاعل والزمان جزئين عام فى جميع ماشتق من المصدر المجرد اواشتق من الماخوذ من ذلك المجرد من الافعال ولا يلزم ان يكون كل ماشتق من ذلك المجرد او ماخذ منه او اشتق من الماخوذ منه سواء كان فعلا اوغيره كذلك فان من مشتقات الغلم العالم والنسبة الى الزمان لاتوجد فيه ومن الماخوذ منه الاعلام وكلتا النسبتين لاتوجدان فيه لانسبةالفاعل ولانسبة الزمان بل فيه مفهوم الاصل المجرد وما اقتضاه خصوص هذا الباب الذى بذاك تعدى الان الى مالم يتعد اليه فى صورته الا صلية لمادته ففيهما التركيب من جزئين ومن المشتقات من الماخوذ منه اعلم بصيغة الماضى ايضاً مثلاً ففيه التركيب من اربعة اجزاء اثنان منهما الجزءان اللذان تضمنهما الاعلام من مفهوم المصدر المجرد ومن خصوص مقتضى الباب والأخران هما النسبتان المذكور تان ففى التوفى لكونه ماخوذًا من الوفاء

احتواء على معنى الوفاء باعتبار كونه ماخذاً له وعلى الاخذ باعتبار خصوص الباب وفى ماشتق من التوفى من الصيغ الدالة على الزمان كتوفيت مثلاً احتواء على اربعة اجزاء ومن الصيغ الغير الدالة على الزمان كصيغة المتوفى الظواء علىٰ ثلثة اجزاء لعدم اشتمالها على الزمان فاحاطة كل صيغة من هذه الصيغ المشتقة على مفهوم اصل الماخذ سواء كان تركيب معنا ها من تلك الاجزاء تركيباً حقيقيا كما هو المشهور او تركيباً تحليليا كما هوالحق الحقيق بالتامل الدقيق احاطة الكل على الجزء وانكانت هذه الاحاطة على الاحتمال الثانى الراجح يؤل الى الاحاطة بمعنى صحة انتزاع الجزء التحليلى من الكل كذلك فاذن المعنى الذى يراد من التوفى اومما اشتق منه فهو على تقدير كونه مجردا عن معنى الوفاء لايكون معنى حقيقتاللفظ التوفى او المشتق منه لان التجريد عن بعض اجزاء الموضوع له تجريد عن كله والا يلزم تحقق الكل مع انتفاء الجزء او تحقق ما هو فى حكم الكل مع انتفاء ما هو فى حكم جزئه وذاباطل بالبداهة فاذالم يكن ذلك المعنى المراد معنى حقيقيا لذلك اللفظ لا بدان يكون معنى مجازياً اذ اللفظ المستعمل فى المعنى لا يخلو عن الحقيقة و المجاز ولا يختص ذلك الحكم بارتفا ع مفهوم الماخذ فحسب بل يحكم بالمجاز ية فى كل صيغة بانتفاء كل جزء اى جزء كان من الاجزاء المعتبرة فى تلك الصيغة سواء كان دخول ذلك الجزء فيها بالوضع الشخصى او بالوضع النوعى يمثل الاول باللبنات فى الجدران والثانى بدخول جزء المشتق فى المشتق فان وضع

المشتقات وضع نوعى كما يقال كل لفظ على وزن مفعول فهو يدل على من وقع عليه الفعل فاذاً لم يكن بدلكون المعنى معنى حقيقياً حال كونه مركبا من تحقق كل جزء من اجزائه ويكفى فى ارتفاعه وتحقق المعنى المجازى انتفاء واحد من تلك الاجزاء لانه كما ينتفى الكل بانتفاء جميع الاجزاء ينتفى بواحد منها وذٰلک ظاهروهذاالتحقيق يدل دلالة واضحة بينة على ان المتوفى هو الأخذ بالوفاء والتمام وذٰلک معناه الحقيقى لتحقق جميع مالا بدمنه للمعنى الحقيقى بهٰذا اللفظ من مدلول الوفاء والاخذ ونسبة الى الفاعل ففى قوله تعالىٰ خطابالعيسى بن مريم عليه السلام يٰعيسٰى انى متوفيک ورافعک يكون معنا ه على الحقيقة ان ياعيسٰى انى ا خذک بالكلية وبالتمام وكذاالمراد فى قوله تعالىٰ حكاية عنه فلما توفيتنى كنت انت الرقيب عليهم هو الاخذ بالتمام وذا لايوجد الافى الرفع الجسدى لانحصارالاخذ بتما مه فى هٰذا الرفع دون الرفع الروحى لانه اخذه ببعضه دون كله فاطلاق التوفى مع كونه محمولاً على الحقيقة على الرفع الروحى غير جائز نعم لواريد بالتوفى اخذالشئ مجرداً عن معنى الوفاء والتمام بان يكون عدم الوفاء ماخوذافيه اوبان لايكون الوفاء معتبراً فيه سواء قارنه اولم يقارنه و اعتبار عدم الوفاء يغائر عدم اعتبار الوفاء فحينئذ يصح اطلاقه على الرفع الروحى لكن على الاول يكون اطلاقه عليه من قبيل اطلاق الكل على الجزء وعلى الثانى من قبيل عموم المجاز والفرق بين اعتبار عدم الشئ وبين عدم اعتبار ذٰلک الشئ انما هو بالخصوص والعموم وكل من هٰذين الا طلاقين اطلاق مجازى

لايصار اليه الابقرينة صارفة عن ارادة معناه الحقيقى الاصلى والقرينة غير موجودة فلا بدمن ان يحمل على الحقيقة دون المجاز ومن المعلوم ان مدار كون اللفظ حقيقةً ومجازاً انما هو الوضع مطلقااعم من ان يكون الوضع وضعاً شخصياً اووضعاً نوعياً فان استعمل اللفظ فى المعنى الموضوع له الشخصى او النوعى كان حقيقة والا كان مجازاً والمشتقات لتركبها من مادة وهيئة موضوعتين اولٰهما بالوضع الشخصى وثانيتهما بالوضع النوعى تكون دلالتها على معنى اصل المبدء بمادتها بالوضع الشخصى وعلىٰ مفهومها التركيبى بوضعها النوعى ولكونها مركبة بهٰذه الصفة لابد لكونها حقيقة من تحقق كلا الوضعين ولا يكفيها فى كونها حقيقة تحقق احدهما فقط بخلاف مجازيتها فانها تتصور بانحاء ثلثة بانتفاء الوضع الشخصى فقط كمجازية الناطق فى معنى الدال بصرف لفظ النطق الموضوع بالوضع الشخصى عن معناه الحقيقى الىٰ معنى الدلالة وبانتفاء الوضع النوعى فقط كاطلاق لفظ القائلة على المقولة مع بقاء اصل المعنى المصدرى وبا نتفاء كليهما كمالو اطلق الناطق واريدبه المدلول فلفظ مُتَوَفِّيكَ اولفظ تَوَفَّيْتَنِيْ ان حمل علىٰ معنى الاخذ بالتمام الذى لا يكون الابرفع الروح والجسد يكون حقيقة لتحقق مدار الحقيقة من كلا الوضعين وان حمل علىٰ معنى لم يندرج فيه معنى الاخذ بالتمام سواء جرد عنه بان يكون عدمه قيدا للاخذ اوبان يرسل الاخذ ولم يعتبر معه قيد التمام وجد فيه التمام اولم يوجد يكون مجازاً لصرفه عن معناه الموضوع له بالوضع الشخصى ومن المقررات والمسلمات ان المصير

الی المجاز بلا قرینة صارفة غیر جائز فتعین المصیر الی الحمل علی الحقیقة ودعویٰ تبادر التوفی فی معنی الا ماتة وجعل التبادر قرینة لکونه حقیقة فی اللاماتة غیر مسلم لانه لو ارید بتبادره فی هٰذا المعنی التبادر مع عدم القرینة فذلک اول النزاع ولم یوجد فی القران فی موضع من موارد هٰذا اللفظ استعماله فی هٰذا المعنی بغیر قرینة وان ارید به التبادر مع القرینة فذاک مسلم ولکن علامة الحقیقة هی تبادره مع العراء عن القرینة لا مع انضمامها والایکون کل مجاز مستعمل حقیقة فلم یصح تقسیم اللفظ الی الحقیقة والمجاز لعدم امکان وجودالمجاز علیٰ هٰذاالتقدیر وانما ادعینا ان لفظ التوفی حیث وقع فی القران بمعنی الاماتة فانما وقع مع القرینه لابدونها فان حمل التوفی علی الموت فی قوله تعالیٰ ثم یتوفٰهن الموت بقرینة اسناده الی الموت وفی قوله عزوجل قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم وفی انّ الّذین توفّٰهم الملٰٓئکةُ ظالمی انفسهم وفی تتوفهم الملائکة ظالمی انفسهم وفی تَتَوفٰهم الملٰئکة طیّبین وفی توفته رسلنا وفی رسلنا یَتوفّونهم وفی یتوفی الذین کفروا الملٰئکة وفی قوله تعالیٰ فکیف اذاتوفتهم الملئکة یضربون وجوههم اسناده الی الملک الموکل فی الاول وفی الباقیة من اقواله الشریفة اسناده الی الملئکة القابضة للارواح قرینة صارفة وفی قوله تعالیٰ وتوفنا مع الابرار سوال المعیة بالابرار وفی قوله عزوجل توفنا مسلمین سوال حسن الخاتمة قرینة کذلک وفی فامانرینک بعض الذی نعد هم اونتو فینک فالینا یرجعون قرینة التقابل اذما یعتبر فی احدالمتقابلین یعتبر عدماً فی المتقابل الأخر

کم اعتبر الانتقال التدریجی فی الحرکة وجوداً وعدمه فی ضدها اعنی السکون ولاریب ان الحیٰوة معتبرة فی نرینک اذالارائة بدون حیٰوة الرائی غیر متصور فیعتبر عدمهافی مقابله وهونتوفینک وفی قوله تعالیٰ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشراً قرینتان احدهما ویذرون ازواجاً والاخری یتربصن وکذافی قوله تعالیٰ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً وصیة لازواجهم الآیة قرینتان اولٰهما هی اولٰهمافی الایة السابقة وثانیتهما لزوم الوصیة وکذاالتقابل فی ومنکم من یتوفی وقید حین موتها فی قوله تعالیٰ اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها قرینة علی المعنی المجازی وفی هٰذه الأیة الاماتة والانامة کلتا هما مراد تان لا بطریق الجمع بین الحقیقة والمجاز لما تقررمن امتناعه فی الاصول ولا نه لیس شئ من الاماتة والا نامة معنی حقیقیاً للفظ التوفی حتی یلزم ذٰلک من اجتماعه مع الأخر ولابطریق عموم المجاز کما فی قول القائل لا یضع قدمه فی دار فلان فانه یحنث سواء دخل من غیر وضع القدم کما اذا دخل راکبا اومع الوضع کما اذادخل ماشیا حافیا وسواء دخل فی الدار المملوکة لفلان اوالدار المستعارة والمستاجرة لفلان ولا یخصص هٰذا القول بمعناه الحقیقی حتی ینحصرحنثه فی الدخول حافیاً وفی الدخول فی الدار المملوکة لفلان ولا بالمعنی المجازی حتی ینحصر حنثه فی الدخول فی غیر الدار المملوکة لفلان وفی الدخول غیر حاف بل یعم بالدخول مطلقا فی دار فلان بان کانت مسکونة له سواء کانت تلک السکونة بالملک

اوبالعارية اوالاجارة وليس ذلك الاعلى سبيل ارادة معنى اعم يشتمل
على المعنى الحقيقى والمجازى كليهما وهذاهو عموم المجاز وارادة
كلتيهما لا بهذا الطريق لعدم اعتبارمعنى عام يشتمل على المعنى الحقيقى
من الاخذ بالكلية والاخذ بالبعضية فاذن كو نهما مراد تين ليس الامن
حيث ارادة الاخذ بالبعضية بان يراد بالتوفى سلب تعلق الروح بالبدن
تعلقايوجب الادراك الاحساسى اوتعلقا يوجب الحيوة فانكان الاول
مسلوبا بدون الثانى فهذاهوالانامة وانكان الثانى ومن لوازمه كونه متضمنا
لسلب الاول فهذا هوالاماتة ودوران ذلك التعلق بين الاحساس وبين
الحيوة ليس كدوران الشئ بين النقيضين بل كدو رانه بين امرين يكون
احدهما اخص والأخراعم ولذا امتنع وجود التعلق الاول بدون الثانى
ويقال وجوباً كل حساس حى بدون عكس كلى فلا تنافى فى اجتماع
الاحساس والحيوة فى الحيوان بل فى ارتفاعهما عنه وتضمن رفع التعلق
الثانى لرفع التعلق الاول لا يقتضى نفى سماع الاموات اذسما عهم الذى
نحن مثبتوه هو بمعنى ادراك ارواحهم وذلك ثابت بالادلة القطعية
لامجال لاحدفى انكاره وهذا لا يرتفع فى ضمن ارتفاع الحيوة وما يرتفع
فى ضمن ارتفاعها وهو السماع العادى الذى لا يمكن الابقوة جسمانية
عصبانية ولايقول احد بتحققه مع انتفاء الحيوة فالسماع الثابت بالادلة
الشرعية والعقلية غير مرتفع وما هو مرتفع غير ثابت وبهذا يظهران
التقابل الذى بين الموت والحيوة هو التقابل بالتضاد لكون كليهما
وجوديين فان كون الحيوة امراًوجودياً ظاهرواماالموت فلا نه اثر للاماتة

والا ماتة لما كانت عبارة عن قطع تعلق الروح بالبدن وايقاع الفصل
بينهما وتخريب البدن كان الموت الذى هو مطاوعهاعبارة عن انقطاع
ذلك التعلق والانفصال والتخريب وكل ذلك وجودى ويدل على كونه
وجودياً قوله تعالى خلق الموت والحيوة لان الموت لوكان عدمياً لما
تعلق به الخلق اذلا يقال للعدمى انه مخلوق فان الخلق هو الجعل
والايجادو عدمية عدم الحيوة عدما ثابتاً اللازم للموت لا تصير الموت
عدمياً لظهور عدم استلزام عدمية اللازم عدمية الملزوم الاترى الى
الفلك فانه ملزوم لعدم السكون عندالفلاسفة ولا يلزم يكون لا زمه هذا
عدمياكون الفلك عدميا ونظائره اكثر من ان تحصر وهذا ما قلنا من ان
التوفى ليس حقيقة فى الاماتة لا ن الاماتة لايوجدفيها الاخذ بالتمام بل
الاخذ فى الحملة بخلع صورة نوعية عن الجسم الحيوانى وليس اخرى
منها و بفصل الروح عن البدن فباعتبار وجوب حمل اللفظ على الحقيقة
يكون قوله عزوجل يٰعيسىٰ انّى مُتَوَفِّيكَ دليلا لنا لاله ويؤيده العطف بقوله
وَرَافِعُكَ اِلَيَّ اذ المرادبه الرفع الجسمانى والافما وجه تخصيصه بعيسى
عليه السلام لعموم الرفع الروحانى كل مومن وحمله على هذا الرفع العام
مستدلاً بقوله عزوجل يرفع الله الذين امنوامنكم والذين اوتواالعلم درجات
غير صحيح لان المذكور فى تلك الأية هو رفع المسيح نفسه وفى هذه
الأية رفع الدرجات ولا يخفى الفرق بين رفع الشئ نفسه وبين رفع
درجاته كما هو بين قولك رفعت زيداً وبين رفعت زيداً ثوبه اوبيته اوشيًا
اخرممايتعلق به ومع ثبوت التغائر بين الرفعين لابتم التقريب فعلى هذا

يقال ان من نودى وخوطب بالضما ئر هو عيسٰى عليه السلام فيكون المنادى والمتوفى والمرفوع والمطهر من الكفرة وفائق الابتاع اياه عليه السلام فيتركب القياس من الشكل الاول من ان عيسٰى هو المصداق للمتوفى المفهوم من الأية والمصداق له هو المصداق لصيغة من وقع عليه فعل الرفع فينتج ان عيسٰى هو المصداق للمرفوع وهٰذا عين ما ادعينا ه من ان المرفوع هو شخصه لاروحه فقط وايضالوكان روح عيسٰى مرفوعاً دون جسده الاطهر لوقع جسده فى ايدى الكفرة ولحصل مراد هم ولاهانوه فلم يصح قوله تعالىٰ ومطهرک من الذين كفروا فان الاماتة ليس تخليصاً وتطهير من الاعداء بل تحصيلاً لمرادهم وايصالالهم الى مناهم وغاية متمناهم فهل يصح لمن له فهم مستقيم وعقل سليم ان يفهم من الرفع فى هٰذه الأية الرفع الروحانى فى وهل لا يعد ذلک المستنبط من ارباب الجهالة ولعمرى ان هٰذا الشئ عجيب بتعجب منه كل لبيب واستدل ايضاً بقوله تعالىٰ وقولهم انا قتلنا المسيح بن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفى شک منه مالهم به من علم الاتباع الظن وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزاحكيما . وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً حيث حمل الرفع على الرفع الروحانى وقال برجوع الضمير المجرور المتصل بالباء فى قوله تعالىٰ ليومنن به الى كونهم شاكين غير متيقنين بكون عيسٰى مقتولاً مصلوباً وبرجوع الضمير المتصل بقوله موته الى الكتابى ثم وجهه بتوجهين اخرين وحكم على كليهما بالصحة والصواب

الاول ان لفظ الايمان مقدر فى قوله تعالى قبل موته اى قبل الايمان بموته فيكون معنى الأية ان كل كتابى يؤمن بان قتل عيسٰى مشكوک فيه قبل ان يؤمن بموته الطبعى الذى وقع فى الزمان الماضى والتوجيه الثانى ان كل كتابى كان يؤمن ويعلم قطعاً بانهم شاكون فى قتل عيسٰى وليس قتله الاعلىٰ سبيل الشک والظن وذلک اى ايمانهم بكونهم شاكين كان قبل ان مات عليه السلام والحاصل انهم والحال ان عيسٰى حى اى قبل ان مات كانواشاكين فى قتله ولم يكن حصل لهم قطع لقتله بل كانوا قبل ان مات يوقنون بمشكوكية قتله وفى هٰذا الاستدلال انظار شتى امااالنظر الاول على التوجيه الاول فلان حمل الرفع فى الأية على الرفع الروحانى غيرصحيح اذالكلام وقع بطريق قصر الموصوف على الصفة على نحو قصر القلب و هٰذا مشروط تبنا فى الوصفين كما اذا خاطب المتكلم رجلابعكس مايعتقد مثل ماقام زيد بل قعد لمن يظن بقيامه وظاهر ان القيام والقعود متنا فيان واشتراط التنافى اعم من ان يكون شرطا لحسنه اولا صله ومن ان يكون التنافى تنافيافى نفس الامراوفى اعتقاد المخاطب على حسب تعدد الأراء وانما كان قوله تعالى وَمَا قَتَلُوهُ يَقِيناً بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ عَلىٰ نحو قصر القلب لا نهم كانوايد عون ان عيسٰى مقتول فخاطبهم الله تعالىٰ بعكس مازعموا من انه مرفوع لا مقتول كما زعمتم فيجب التنافى بين وصفي القتل والرفع وذلک لا يتصور الا اذاكان مرفوعاً حال كونه حياً اذمنا فاة الرفع حال الحيوة اى الرفع الجسمانى للقتل ظاهر بديهى لا يحتاج الى تنبيه فضلاعن دليل واما اذاكان الرفع رَفعاً روحانيا

فلو جوب اجتماع الرفع مع القتل لا يتحقق التنافى بين الرفع والقتل لان كل احد يعلم قطعا ان من قتل فى سبيل اللّٰه فهو مرفوع بالرفع الروحانى باجماع المذاهب فحينئذٍ يجب اجتماعهما ومع ثبوت الاجتماع النفس الامرى بل والاعتقادى ايضاً ارتفع التنافى راساً فلم يصح القصر اولم يحسن فاماان يقربكون هذاالكلام نزل ردًا لزعم اهل الكتاب فيلزمه الاقرار بكونه قصر القلب و وجوب تنافى وصفى القتل والرفع باحدالوجهين وبكون الرفع رفعاً جسمانيا واما ان يقربعدم وجوب التنافى بين الوصفين فى قصرالقلب وهذا هدم للقواعدالعربية وبالجملة لا بدله اما من القول برفعه عليه السلام حياً واما من الخروج عن العربية فايهما شاء فليختر والنظر الثانى ان ارجاع الضمير الاول الى مشكوكية قتل عيسٰى دون عيسٰى ليس باولى من ارجاعه اليه فاختياره عليه مع لزوم مخالفة السلف والخلف ترجيح بلامرجح بل ترجيح للمرجوع وهذا افحش من ذلک مع انه يكون المعنى علٰى هذا ان كل كتابى يومن بان المسيح مشكوک القتل وان قتله ليس بقطعى كما اوضحه بنفسه وهذا المعنى لايستقيم لان اتيانهم بمضمون قتل عيسٰى فى عنوان الجملة الاسمية وتاكيده بان صريح فى كونهم مذعنين بقتله ولذارد اللّٰه عزوجل ادعائهم هذا بقوله عزوجل وماقتلوه يقيناً اذلولم يكن لهم الاذعان لكفى فى ردهم وما قتلوه ولم يزد عليه قيد يقيناً فالقول بانهم لم يكونوامذعنين بل كانواشاكين فى قتله قول بالغاء قيد يقيناً فى قوله تعالٰى وما قتلوه يقينا لخلوه عن القائدة على هذا التقدير وادعاء ان قيد يقينا قيد للقتل المنفى

فى وما قتلوه فيكون النفى وارداً على القتل المقيد بهذا القيد والنفى على هذه الوتيرة كما يتحقق ويصح بانتفاء القيد كذلک يصح بانتفاء المقيد والقيد كليهما وههنا كذلک فان القتل مع التيقن منتف لا ينفعه ولا ينجيه من لزوم الغاء القيد لكفاية نفى اصل القتل فى ردهم مع انه يخالف القاعدة الا كثرية من ان النفى الوارد على المقيد يتوجه الى القيد فحسب على انه لم يوجد دليل على انهم قالوا بهذه الجملة من غير صميم القلب كما وجد علىٰ كون قول المنافقين لرسول اللّٰه ﷺ نشهد انک لرسول اللّٰه من غير صميم القلب فكيف يصح ان هذا القول منهم مع كونهم شاكين من قبيل اظهار خلاف ماكانوا عليه لئلا يتوجه ايراد لزوم الالغاء على الكائد المستدل بل وجد الدليل على انهم كانو ابقتله مذعنين كما يدل عليه صريح عبارة القران ان النصارى قديماً وحد يثاً يدعون بذٰلک ويدعون الناس الى الايمان بذٰلک ويزعمون ان وقوعه له عليه السلام كان كفارة لذنوب امته مع انه كان ذلک مكتوباً فى انجيلهم وان كان بطريق التحريف لكنهم لا يمانهم بالا نجيل وزعمهم عدم التحريف فيه كيف يجوز ويمكن منهم الشک فى قتل عيسٰى عليه السلام ومع وجود هذا الدليل لايتصور ان ينسب الىٰ جميعهم الشک فى قتله وقول اللّٰه عزوجل وان الذين اختلفوا لفى شک منه مالهم بذلک من علم الا اتباع الظن مؤل بان المراد بالشک ليس مايتساوى طرفاه كما اصطلح عليه المنطقيون بل المراد من الشک المذكور ما يقابل العلم ومن العلم الحكم الجازم الثابت المطابق لنفس الامروعلى هذا لاتنا فى بين شكهم واذعانهم فى

قتل عيسى عليه السلام فيكون معناه وان الذين اختلفوا لفى شك منه اى لفى حكم غير مطابق للواقع وانكان حكمهم بذلك حكماً جازماً ولكن لعدم مطابقته لنفس الامرلا يعد علماً بل شكا وليس لهم بذلك علم اذلابد فيه من المطابقة فى نفس الامر فهم انما يتبعون الظن اى الحكم الغير المطابق لنفس الامر فيكون مال الشك والظن واحداً ولو اريدا بالمعنى المصطلح لاهل المعقول لم يتحد مصداقهما المتبائن بينهما لوجوب رجحان احد طرفى الظن اى الطرف الموافق وعدمه مطلقا فى الشك وهذا ظاهر واطلاق الشك والريب على غير المعنى المصطلح لهم مما يقابل العلم اليقينى شائع وفى القران واقع قال عزوجل وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا اطلق الريب على انكارهم وقولهم الجازم بانه كلام البشر وبانه شعر او كهانة يدل على ذلك قوله تعالٰى فلا اقسم بما تبصرون وما لاتبصرون انه لقول رسول كريم وما هو بقول شاعرقليلاً ماتؤمنون ولابقول كاهن قليلا ماتذكرون تنزيل من رب العٰلمين فلو كانوا شاكين فى كونه كلام الله تعالٰى بالشك المصطلح لما وقعت هٰذه التاكيدات من كون الجملة اسمية و تاكيدها بان وبالقسم فهذه دلالة بينة علٰى شدة انكارهم لكونه كلام الله تعالٰى البالغ الى حدالجزم بانه كلا م غير الله وكذا اطلاق الظن عليه قال تعالٰى ان يتبعون الا الظن وان هم الايخرصون وخلاصة الاشكال الذى ورد عليه على تقدير ارجا ع الضمير الاول الى الشك اما لزوم الغاء القيد فى الأية واما حمل قولهم انا قتلنا المسيح بن مريم على خلاف الظاهر مع وجود ما يوجب حمله على

الظاهر فمن التزم الاول فقد تكافر وان الثانى فقد تحامر فايهما شاء فليختر و ثالث الانظا ر ان فى هذا التوجيه تكلفا بحيث لايتبادر الذهن الى رجوع الضمير الى ما ادعى رجوعه اليه مع انتشار الضمير وذلك مخل لكمال فصاحة القران والرابع ان المعنى علٰى هٰذا التقدير يؤل الى انهم يصدقون بمشكوكية قتله ولما كان الشك والمشكوكية متحلين لزم كون التصديق متعلقا بالشك الذى هو تصور سواء اريد بالشك مفهومه العنوانى او مصداقه لان كلا منهما تصور لامحالة وسواء اريد بالتصديق الادراك الاذعانى الذى هو من جنس الادراك اوالحالة الادراكية الاذعانية التى هى من لواحق الادراك وتعلقه بالتصور مطلقا باطل كما تقرر فى مقره ولكن تعلقه بالشك حال كون التصديق من جنس الادراك افحش من تعلقه به على تقدير كونه من لواحقه لانه على هٰذا يكون الشك معلوماً والتصديق ادراكاً وعلماً به وقد ثبت بالبر هان عندهم اتحاد العلم بمعنى الصورة العلمية بالمعلوم فلزم اتحاد التصديق والشك مع انهما متبائنان والنظر الخامس ان الشك المصطلح عبارة عن التردد بين طرفى النسبة من الوجود والعدم على التساوى اى ادراك النسبة مع تجويز طرفها من غير اذعان باحد جانبيها فالمعنى الذى اراد الكائد من ان اهل الكتاب يؤمنون بشكهم فى قتل عيسٰى قبل الايمان بموته الطبعى يرجع الى ان شكهم فى قتله حاصل من غير اذعان بموته الطبعى لان من لوازم القبلية ان لايوجد البعد حين حدوث القبل ولان الشك فى قبل الشخص مع الايمان بموته الطبعى مما يستحيل ولاخفاء

ايضاً فى ان لقتله عليه السلام طرفين وجوده وعدمه فاذا كان مشكوكاً يجب ان لايذعن باحد جانبيه مطلقاً ولابما يندرج فى ذلک الجانب وظاهر ان الموت الطبعى يندرج فى عدم القتل اندراج الاخص تحت الاعم لشموله الحيوٰة والموت الطبعى كليهما فتجريد الشک فى قتله من الاذعان بموته الطبعى من اجلى البديهيات لان تساوى طرفى الشک مع رجحان احدهما غير ممكن وهذا مما يعلم كل من له ادنىٰ فهم فلو كان مراد هذه الأية ما قاله فاى علم حصل بنزولها واى فائدة من فوائد الخبر ترتبت عليها فتدبر على ان حملک هذه الأية علىٰ ماحملت قول بان هذه الأية مبينة لبعض اجزاء الماهية للشک وهذا كانه ادعاء ان القران يبين المعانى المصطلحة للقوم كما ان الكافية والشافية والتهذيب وامثالها كذلک فهل يتفوه به عاقل واما على التوجيه الثانى فيرد عليه ما عدا الخامس من الانظار المذكورة كلها ويرد عليه خاصة ايضاً ان سلب الاوصاف بتمامها عن فرد فرد من افراد شئ ثم اثبات صفة معينة لها كما يقتضى انحصار ذلک الشئ فى تلک الصفة وهذا انحصار حقيقى كذلک سلب وصف معين عنها سواء كان مقدراً او ملفوظاً ثم اثبات منافى ذلک الوصف يقتضى انحصار الشئ فى المنافى للوصف المسلوب وهذا انحصار اضافى وكلا هذين الحصرين نوعا حصر الموصوف فى الصفة واما انحصار الصفة فى الموصوف بالانحصار الحقيقى فبوجودها فى الموصوف وانتفائها عن جميع ماعداه وبالانحصار الاضافى فبوجودها فيه وانتفائها عن بعض ماعداه فقط ومن المعلوم

بالبداهة صدق المحصور فيه على المحصور الكلى كليا وفى الأية انحصاراضافى لانحصار اهل الكتاب فى الايمان بالنسبة الى وصف الكفردون سائر الاوصاف فلكون المراد من الأية سلب الكفر عن جميعهم واثبات نقيضه من الايمان لجميعهم كذٰلک وحصرهم فى ذٰلک النقيض يجب صدق الايمان على الكتابى صدقاً كليا بان يقال كل كتابى يؤمن بهٖ فهذه قضية موجبة محصورة كلية فاذا حمل قوله عزوجل وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته على ماحمله فى هذا التوجيه يكون معناه كل كتابى يؤمن بمشكوكية قتله عليه السلام قبل ان مات ومع قطع النظر عن لزوم حمل المضارع على الماضى والاغماض عن مفاد النون الثقيلة من معنى الاستقبال اما ان يخص هذا الحكم ببعض اهل الكتاب الموجودين فى زمانه قبل رفعه وهذا مناف للقاعدة المارة انفا واما ان يعم للموجودين منهم قبل رفعه وبعده الى يوم القيامة وهذا يؤدى الى تجويز وجود من لم يوجد حال عدم وجوده لامتناع تقرر الصفة بدون موصوفها وفيه تجويز لمعية النقيضين وكذا يرد عليه ان حمل موته الذى هو مصدر على الماضى من غير داع مخصص تكلف لايرتضيه ارباب الفهوم ويرد على تصويبه كلا المعنيين ونسبة كلا منهما الى الكشف والالهام ان احد المعنيين باطل لامحالة اذ التوجيه الثانى قوى الاحتمال فى الخصوص لاهونية خلاف القاعدة من اجتماع النقيضين والاول لايتمشى فيه سوى العموم والعموم والخصوص مما يتغائران فان سلم التوجيه الاول انتفى التوجيه الثانى وان الثانى ارتفع الاول فاحد الكشفين لو فرض بالهام من

الرحمٰن يكون الأخر بالهام من الشيطان اذ لو كان كلاهما بالهام اللّٰه تعالى لما وقع التخالف بينهما فالحق ان كلا الكشفين من الكشوف الكاذبة الشيطانية لا من الكشوف الصادقة الرحمانية والا لم يرد على كل منهما نقوض شرعية قاطعة وايرادات عقلية ساطعة فالذى من شانه امثال هذه الدعاوى ومن خصائله انه اذا اخذ بالقرآن تمسک بالانجيل واذا الزم بالانجيل رجع الى القرآن واذا بهما تشبث بالعقل وان بكل منها تذيل بالكشف والالهام فان طولب بدليل يدل على صدق كشفه تبهت وتحير وتنكس او هو مثيل للمريض مرض الموت ليس بحى فيرجى ولاميت فيلقى او نظير للنعامة اذا استطير تباعر واذا استحمل نظائر فاقول بفضل اللّٰه تعالى ان المعنى الصحيح للآية المذكورة الذى لايرد عليه شئ من تلک الانظار هو انهم قالوا انا متيقنون بقتل المسيح بن مريم فردهم اللّٰه عزوجل بانهم ماقتلوه وماصلبوه فكيف يتصور تيقنهم بقتله لانه لابدللعلم اليقينى من مطابقة لنفس الامر واذا لم توجد المطابقة لم يتحقق التيقن بقتله فحكمهم بهذا النحو من القطع وادعاء اليقين مع انتفاء العلم اليقينى به شبهة صرفة وجهل مركب يفسر بالحكم الغير المطابق الثابت فى نفس الامرفهم فى شک منه اى فى حكم لم يطابق الواقع وليسواعلى اليقين بل هم يتبعون الظن والجهل المركب لانهم ماقتلوه اى انتفى قتله انتفاءا يقينياً بان يكون قوله يقينيا قيداً للنفى لا للمنفى بل رفعه اللّٰه اليه بالرفع الذى ينافى القتل وهو الرفع الجسمانى دون الرفع الروحانى لاينافى القتل بل يجامعه فى نفس الامرو فى اعتقاد المخاطب وكان اللّٰه

عزيزاً لايعجزه شئ عن رفعه مع جسده حكيما فى صنع رفعه وليس احد من اهل الكتاب الا ليؤمنن به اى بعيسى قبل موته اى قبل موت عيسٰى سواء كان ايمانه نافعا له كالايمان فى حالة غير الباس اولم يكن نافعا له كايمانه فى حالة الباس والايمان فى غير حالة الباس اعم من ان يكون قبل نزول عيسى اوحين نزوله فهذا المعنى قد روعيت فيه صيغة المضارع والنون الثقيلة التى تدل على استقبالية مد خولها بالاجماع من اهل اللغة ولم يرد عليه شئ من النقوض فالذى ذكرنا ه من المعنى هو المحكوم عليه بالصحة الصافى عب شوائب الايرادات كاف لدفع الاشكالات يؤمن به المنصف المناظرو ان اعرض عنه الجاهل المجادل المكابر واستدل ايضا بطريق الالزام على اهل السلام القائلين بحيوٰة المسيح عليه السلام بان كل من يؤمن بوجود السمٰوٰت يؤمن بتحركها على الاستدارة فلوكان عليه السلام على السماء للزم بتحركها تحركه فلم تتعين له جهة الفوق بل على هذا قد يصير تحتا وقد يصير فوقا فلا يتعين له النزول ايضا اذالنزول لايكون الامن الفوق وايضاً يلزم كونه فى الاضطراب وعدم القرار دائما مادام هو فى السماء وهذا نوع من العذاب وجوابه ان جهة الفوق تطلق حقيقة على منتهى الحظ الطولانى من جانب راس الانسان بالطبع من محدب فلک الافلاک وجهة التحت على منتهى ذلک الحظ مما يلى رجليه من مركز العالم وهاتان الجهتان لاتتبدلان عوض ويطلق الفوق والتحت على الحدود التى بين المركز و بين المحدب ايضا لكن اطلاقا اضافيا لاحقيقيا وكل من هذه الحدود المتوسطة يمكن اتصافه

بكلا الوصفين من الفوقية والتحتية مثلا محدب فلك القمر متصف بالفوقية بالاضافة الى مقعره وما عداه من الحدود المتقاربة الى المركز ومتصف بالتحية بالنسبة الى سائر الافلاک فهذا الحد المعين فوق وتحت لكن بوجهين والحاصل ان كل حدين فرضا بين المركز و بين محدب الفلک الاعلى فما كان منهما اقرب الى المركز وابعد من المحدب فهو تحت وما بالعكس فهو فوق بخلاف الحقيقيتين فان مايتصف منهما بالفوقية لايمكن ان يتصف بالتحتية وما يتصف بالتحتية لايمكن اتصافه بالفوقية لان محدب الفلک الاعلى محدب دائما ومركز العالم مركز دائما لاتغير ولاتبدل فيهما وعلى هذا يقال ان المسيح عليه السلام لما كان فى السّماء الثانية فلاريب فى انه ابعد من المركز واقرب الى المحدب بالنسبة الى من هو على وجه الارض فيكون فوق من هم على الارض وان سلمنا تحركه بتحرک السموت فلايلزم عدم تعين جهة الفوق له عليه السلام بل مادام هو فى السّماء متصف بالفوقية بالنسبة الى سكان الارض جميعًا فاذا اراد الله تعالى نزوله انتقل من مقره السّماوى من محدب السمآء الثانية بحيث يتزائد البعد فيما بينه وبين محدب فلک الافلاک آنا فانا من البعد الذى كان بينهما ويتناقص كذالک البعد فيما بينه وبين مركز العالم من البعد الذى كان حيث هو فى مقره الى ان يصل الى سطح الارض وانت تعلم ان الحركة من المحدب الاعلى اومما يقربه الى جانب مركز العوالم هوالنزول كما ان الحركة من جانب ذٰلک المركز الى جانب ذلک المحدب هو العروج فلم يلزم من تحركه

بتحرک السموٰت على الاستدارة عدم تعين النزول له وايضاً لايلزم من تحركه بتحرک السموٰت كونه مضطرباً وفى نوع من العذاب الاترى الى الذى ذهب اليه اهل الهيئة اليوم من الافرنج ان الشمس فى وسط الكواكب التى تدورحولها وقالوا انها ليس لها حركة حول الارض بل للارض حركة حولها وان الارض احدى السيارات عندهم وهى عطارد والزهرة والارض والمريخ وسنة وقال بعضهم ان الارض هى التى تتحرک هذه الحركة السريعة اليومية من المغرب الى المشرق وبسببها ترى الكواكب طالعة وغاربة لانها اذا تحركت كذلک وكانت الكواكب ساكنة اومتحركة الى تلک الجهة ايضاً لكن بحركة ابطاء من حركتها ظهرلنا فى كل ساعة من الكواكب ما كانت محتجبة بحدبة الارض فى جانب المشرق واحتجبت عنا بحدبتها فى جانب المغرب ماكانت ظاهرة لنا فيتخيل ان الارض ساكنة وان الكواكب هى متحركة بتلک الحركة السريعة الى خلاف الجهة التى تتحرک الارض اليها كما يتخيل ان السفينة الجارية فى الماء ساكنة مع كون الماء متحركاً الى خلاف جهة السفينة وهذا القول وان كان مردوداً بان الارض ذات مبدء ميل مستقيم طبعاكما يظهر من اجزائها المنفصلة فيمتنع ان تتحرک على الاستدارة وبانها لوكانت كذلک لما وصلت الطيور الى ما توجهت اليه من جهة المشرق عند طيرانها من المغرب الى المشرق وان كانت المسافة التى بين مبدء مسير الطيور وبين منتهاه مسافة قليلة الابعد مضى اكثر من يوم وليلة وبانه على هذا كان يجب ان يتخيل جميع ما فى الجو من الطيور

متحركاً الى جانب المغرب سواء كان ذلک الطائر متحركاً بحركة نفسه الارادية الى المشرق اوالمغرب وذلک لبطوء سير الطيور وسرعة حركة الارض وبوجوه اخرى تركنا ذكرها وبقوله تعالیٰ شانه والقى فى الارض رواسى ان تميدبكم وبقوله الكريم ام من جعل الارض قراراً وجعل خلالها انهارا وجعل لها رواسى الآية فمع بطلان هذا القول نقول انهم مع كونهم عقلا لم يجزموا ببطلان مذهبه هذا بظهور استلزامه عذاب من هو على الارض ولم يورد عليهم احد ممن يخالفهم من المسلمين وسائر اهل المعقول هذا الايراد نعم اوهام العامة الجهلة الذين لاحظ لهم من العلوم العقلية تتزلزل بامثال هذا وكل هذا على تقدير تسليم حركة فلک الا فلاک على الاستدارة ثم بتسليم حركة سائرالافلاک بتحريكه اياها ولنا ان نمنع حركة فلک الافلاک المعبر بالعرش فى لسان الشرع على الاستدارة لا نه لم يوجد فى الشرع دليل قطعى يوجب الظن بذلک فضلا عن ان يوجب العلم القطعى كيف ولم يثبت ذلک فى خبر قوى بل ولاضعيف ان العرش يتحرک على الاستدارة ويحرک ماتحته من الافلاک بل قد ثبت فى اخبار صحيحة ان له قوائم وهذا بظاهره يابى ان يكون الفلک الذى يصفونه على ما يصفونه ولايابى ماصح من انه مقبب كالخيمة وقد ورد انه يحمل اليوم العرش اربعة من الملئكة وثمانية منهم يوم القيامة قال عزوجل ويحمل عرش ربک فوقهم يومئذ ثمانية اى يوم القيامة وعلى هذا كيف يستقيم كون الفلک متحركا بالحركة المستديرة وما ورد فى القرآن انما هو سير الكواكب كما قال تعالیٰ

لاالشمس ينبغى لها ان تدرک القمر ولاالليل سابق النهار وكل فى فلک يسبحون وقال كل يجرى الى اجل مسمى وقال ماعظم شانه فلااقسم بالخنس الجوار الكنس وفسر بالنجوم الخمسة زحل والمشترى والمريخ والزهرة وعطارد ولئن سلم كون ذلک الفلک متحركا فلانسلم انه يلزم بتحركه تحرک سائر الافلاک لان الشرع لم يرد باتصال الافلاک فيما بينها بل ورد على انفصالها كما يظهرلمن تتبع الاحاديث ولم يثبت كونها كروية بل ورد ان الارض بالنسبة الى السماء الدنيا كحلقة فى فلاة وهكذا سماء الدنيا بالنسبة الى السماء الثانية والثانية بالنسبة الى الثالثة وهكذا والكل من الكرسى وما تحته بالنسبة الى العرش كحلقه فى فلاة وظاهر انها لوكانت كروية لما صح هذا التمثيل واذا لم يثبت كروية الافلاک لم يثبت حركتها على الاستدارة ولما لم يثبت الاتصال فيما بين الافلاک فمع تسليم تحرک فلک الافلاک لايلزم تحرک ما تحته من الافلاک بل عرفت ان نفس حركة الفلک الاعلى ايضالم تثبت فلم يرد مازعمه المستدل بطريق الالزام تقليداً للاوهام العامة وحاصل كلامنا هذا كله وورود منوع متعاقبة مترتبة على استدلاله بانا لانسلم كون الفلک الاعلى متحركا ولئن سلم فلانسلم انه متحرک على الاستدارة ولئن سلمناه فلانسلم ان بتحركه يلزم تحرک باقى الافلاک لتوقفه على اتصالها ولااتصال فلايلزم تحركها حتى يتحقق مزعومه ولئن سلم كل ذلک فلزوم المحذورات الثلث من عدم تعين جهة الفوق له وعدم تعين النزول له وكونه فى العذاب

الدائمی ممنوع مطلوب دلیله وانی له ذلک وقد عرفته مفصلا وتامل فیه بالنظر الصائب یظهرلک مبلغ انکشافه فی علم الهیئة ودرکه فی القواعد الهندسیة لینکشف لک حقیقة دعواه من المجددیة والمحدثیة وتقوله المفتری فی ادعاء المسیحیة واعترض علی العلماء الاسلامیة علی قولهم بان الفلسفة القدیمة تشهد بان الجسم العنصری للانسان لایمکن ان یبلغ الی الطبقة الزمهریریة وبان اهل فلسفة الیوم قد حققوا بتوسط الصعود علی بعض الجبال ان اهویة رؤس تلک الجبال مضرة منافیة لصحة البدن بحیث لایمکن ان یبقی حیا حین وصوله فی تلک الاهو یة فاتفاق سوابق الفلاسفة ولواحقهم علی ذلک یحیل ارتفاع المسیح علیه السلام الی السماء اذلابد لارتفاعه الیها من الوصول الی الطبقة الزمهریریة ونفوذه فیها فی اثناء الصعود الی السماء والوصول الی تلک الطبقة لما کان غیر ممکن امتنع صعوده الی السماء لاستلزام عدم امکان المعد لعدم المکان المعدله ولایخفی علیک ان کل ذلک سفسطة وتزئین للباطل وتمویه للفاسد العاطل لایستتر وهنه علی اللبیب العاقل فان ماترتب علیه امتناع صعوده علیه السلام من عدم امکان وصول البدن الانسانی الی الطبقة الزمهریریة معللابمعنا فاتها لحیوٰة الانسان غیر مسلم لان عدم امکانه الیها یتوقف علی عدة امورمنها استواء جمیع اجزاء الطبقة فی هٰذه الکیفیة المضرة وهٰذا ممنوع لابد له من دلیل بل باعتبار اختلاف نسبة اوضاع الشمس الی العوالم العنصر یة یشهد الوجدان بخلافه ومنها کونها ثابتة لتلک الطبقة فی مرتبة ذاتها ثبوت الذاتیات للذات بحیث یستحیل انسلاخ

تلک الکیفیة عن هٰذه الطبقة فی مرتبة ذاتها وهوایضاً ممنوع فان نسبة الکیفیة الی الطبقة لو کانت بهٰذه المثابة لکانت ذاتیة لها وقد ثبت فی مقرها ان لاتشکیک فی الماهیة ولا فی ذاتیاتها والتشکیک فی المتکیفات انما یکون بالشدة والضعف ومن المعلوم بالبداهة العقلیة ان تلک الکیفیة تشتد وتضعف حسب مسامتة الشمس کما فی النهار وعدم مسامتتها کما فی اللیل ولاختلاف اجزاء الطبقة فیها صیفا وشتاء وشمالاوجنوباً فاختلافها کذلک ادل دلیل ینفی کونها ذاتیة لها واما کونها لا زمة لتلک الطبقة فذلک اماباعتبار ذاتها واصلها وهی نفس البرودة وظاهرانها لاتنافی لحیوٰة الانسان واما باعتبار مرتبة معینة من مراتبها المنافیة لها فهی غیر متعینة بعد وبعد تسلیم تعینها فدوامه غیرمسلم فاین اللزوم ولئن سلم اللزوم فذلک اللزوم عادی لاعقلی یمتنع انفکاکه عن ملزومه کما یمتنع انفکاک الزوجیة عن الاثنین واللازم العادی یجوز انفکاکه عن ملزومه کلزوم السکرللخمر فانه لازم عادی للخمر ولذا ینفک عن الخمر بالملح وبالخل والحرارة للنارکذلک لازم عادی ولذا خاطبها اللّٰه تعالیٰ فی حق ابراهیم علیه السلام بقوله عزوجل قلنا یا نارکونی برداً وسلاماً علی ابراهیم فانقادت وتبردت کما اخبر به عزوجل فما کان جواب قومه الا ان قالوا اقتلوه اوحرقوه فانجه اللّٰه من النار کیف ولو کانت الحرارة لازمة لها باللزوم الذاتی لانتفت النار بزوال الحرارة وذکر المؤرخون ان النار تبردت علی ابی مسلم الخولانی حین امر مسیلمة الکذاب بنار عظیمة حتی اشتعلت وتوقدت

فامر بالقاء ابى مسلم فيها فالقى فلم تضره النار فاذا كان حال الحرارة بالنسبة الى النار كذالک مع ان حرارتها بذاتها فمابال البرودة بالنسبة الى الطبقة الزمهريرية من الهواء مع كون برود تها بالتبع وبالعرض لان عنصرالهواء بحسب ذاتها حار رطب كما هو محرر فى كتب الطب ولما تكن الكيفية ذاتية لها ولا لازماً عقلياً يمتنع انفكاكها عنها مجاز انفكاكها عنها حين صعود المسيح عليه السلام الى السمآء لامكان وجود مايقتضىٰ كسر سورة البرودة عن مسيره من تلک الطبقة من مجاورة الادخنة الغليظة المشتعلة التى ترى منها صور مختلفة كالنيازک والرماح والحيوانات ذى القرون وغيرها سواء كانت الادخنة المشتعلة ممتدة متصلة بالارض التى تسمى بالحريق اوغير متصلة بها فلم يمتنع صعوده عليه السلام الى السماء من اجل البرودة المفرطة التى فى تلک الطبقة الكائنة فى مسافة ذهابه اليها ومنع حرارة كرة النار لمسيره اليها كذلک لما عرفت من ان الحرارة للنار لازم عادى يجوز انفكاكها عنها ولواينا ومن الامور المتعددة التى قلنا بتوقف عدم امكان وصول البدن الانسانى الى الطبقة الزمهريرية عليها استقرار البدن واقامته فيها مدة يتاثر فيها ببرودتها ومن الضروريات ان استقرار البدن فيها غيرلازم للذهاب الى السماء المتضمن للوصول اليها لان الذهاب الى السماء انما يكون اما بالانتقال الدفعى او التدريجى وكل منهما لايستلزم الاستقرار فى مسافة الانتقال حتٰى يتاثر البدن فى مسيره بكيفية متضادة لصحته وظاهر ان احد المتضادين بالذات مع كونه اشد انفعالا واسرع تاثراً من الضد الاخر

يشترط لتاثره منه الاجتماع بينهما مدة يتحقق فيها تاثير احدهما فى الأخر وتاثر الأخر به فالامران اللذان ليس بينهما التضاد بالذات بل بالتبع اولى بان يشترط لتاثر احدهما بالأخر الاجتماع فيما بينهما فى زمان معتدبه وعلىٰ هذا يقال ان مزاج بدن المسيح عليه السلام وان كان ينافيه هواء الطبقة الزمهريرية لكن لما يلزم لذهابه وصعوده الى السماء الاستقرار فى تلک الطبقة سواء كان فى الواقع انتقاله وذهابه بطريق الدفع اوبطريق الحركة يلزم تضرره المشروط بالاستقرار لعدم لزوم شرطه فلم يمتنع صعوده الى السماء ولم يلزم عدم امكان المعد حتى يتفرع عليه عدم امكان المعدله كما زعمه الاترى انک اذا نفذت يدک فى الشعلة واسرعت فى تنفيذ واخراجها منها لاتتاثر يدک بحرارتها وكذا ان اوقدت نارا عظيمة بحيث يشتدو يرتفع شعلتها ورميت السهم من القوس الى هدف تحول تلک النار بينک وبين الهدف فهو حين نفوذه فى الشعلة مع كونه من الخشب لايتاثر من حرارتها وذلک لسرعة خروج اليد والسهم وذهابهما منها وعدم الاستقرار وهذا على تقدير منع محض الاستقرار مع تسليم الامرين الاولين من كون كيفية البرودة ذاتية اولازماً عقليا ومن كون جميع اجزاء الطبقة متساوى الكيفية البردية فكيف اذا انتفى كل من هذه الامور الموقوف عليها اعتراضه واستلزام انتفاء الموقوف عليه لانتفاء الموقوف من المعلومات بالضرورة واستدل ايضاً بقوله تعالىٰ فيها تحيون وفيها تموتون ومنها تخرجون وتهذيبه ان فى الأية تقديم الجار والمجرور المتعلق بالفعل اعنى تحيون وذلک لافادة

الحصر فيؤل معناه الى انه لاحيوٰة لاحد من بنى اٰدم الا فى الارض فلوكان المسيح عليه السلام حياً فى السماء للزم بطلان هٰذا الحصر المستفاد من قول الله عزوجل فالاذعان بقوله تعالٰى وفيها تحيون لايجتمع مع القول بكونه حياً فى السماء فلابد من القول بكونه ميتا كسائر الانبياء عليهم السلام وكونه مرفوعاً بالرفع الروحانى دون الجسدى اقول بتوفيق الله عزوجل حصر التقديم فى افادة الانحصار مخدوش بل التقديم قد يكون لاغراض اخركرعاية القوافى والفواصل واهتمام البيان وامثالهما فيتحمل التقديم فى الأية توافق الفواصل فلم تتعين افادة الحصرو لئن سلمنا ذٰلك فباعتبار الاكثر لاباعتبار الكل ولو باعتبار الكل ايضاً فبخصوص الحيٰوة فى عالم الناسوت الذى هو محل الكون والفساد دون الحيٰوة المطلقة التى من جملتها الحيٰوة السماوية اذ لو تعلق الانحصار بالحيٰوة مطلقا انتقض بحيٰوة اصحاب الجنة فى الجنة وبحيٰوة اهل النار فى النار ولابد لاعتبار الحيٰوة الناسوتية ايضاً من التقييد بغالب الاحوال والا انتقض بمن سار فى الهواء بواسطة الطيران علٰى طريق خرق العادة كما وقع لبعض الكبراء او بواسطة الركوب على البابور الدخانى الهوائى كما شاهده كثير من ابناء الزمان فلامنافاة حينئذٍ بين التصديق بقوله تعالٰى المذكور وبين التصديق بكون المسيح بن مريم حياً فى السماء كما لايخفى علٰى من له ادنٰى تامل ومن استدلالاته المزخرفة الواهية ان لوكان عيسٰى حيًا فى السّماء ونازلاً قبيل قيام الساعة فلايخلو اما ان يكون حين نزوله معزولاً عن وصف الرسالة وفى مثل هٰذا النزول تنزيل لشانه وتحقير

لمكانه ولايليق ذٰلک بشان الرسل اوينزل وهو رسول متصف بوصف الرسالة كما كان قبل رفعه الى السّماء وهٰذا يخالف قول الله عزوجل فى حقّ نبيّنا المطهرالمكرم ﷺ وشرف وعظم ماكان محمّد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النّبيين الأية وخاتمهم من لايكون بعده نبى كما قال عليه الصلوٰة والسلام لانبى بعدى فاذا لم يكن بعده نبى فكيف ينزل عيسٰى وهو رسول نبى وجوابه بالنقض بان ماعدا النبى ﷺ من الانبياء كلهم حال كونهم فى البرزخ بعد بعث نبينا ﷺ اوحال مايكونون فى عالم المعاد هل هم معزولون عن وصف الرسالة اوالنبوة وفى هٰذا تحقير لهم ولايناسب ذٰلک لعلوحالهم وقد تقرر فى كتب العقائد ان الانبياء بعد انتقالهم من دار الدنيا لايعزلون عن مناصب النبوة بل صرح فى بعضها بتكفير من قال هٰذه الجملة اوهل هم متصفون بوصف النبوة وهٰذا يخالف قول الله ولكن رسول الله وخاتم النبيين لان خاتميته تقتضى ان لايكون بعده نبى فكيف يصح ان يكونوا موصوفين بالنبوة بعد كون نبينا ﷺ مبعوثاً وكيف لايعزلون عن منصب النبوة فى المعاد فما هو جوابک عن هٰذا النقض الوارد فهو جوابنا عن اعتراضک المزخرف والحل ان المسيح عليه السلام حين تمكنه فى السماء وحين نزوله وكذا هو وسائر الانبيآء فى البرزخ وفى المعاد متصفون بوصف النبوة والرسالة غيرمعزولين عن مناصبهم وقول الناقص ان هٰذا يخالف قول الله عزوجل ماكان محمد الأية غيرمتوجه اذ النبى ﷺ اخر الانبياء بعثاً بمعنى انه اوتى النبوة بعد ما اوتيها سائر النبيين عليهم من الصلوٰة اتمها ومن التسليما ت

اكملها وليس بآخرهم بقاءابمعنى ان كلهم مما عداه ﷺ وعليهم بعد ارساله صاروا معزولين عن مناصب نبواتهم ورسالاتهم ولامنافاة بين كونهﷺ خاتم النبيين واخرهم وبين بقاء نبواتهم ورسالاتهم لان المعية بين الشيئين بقاءا لاينافى بعدية احدهما و اولية الأخر حدوثا كما ترى فى البناء والبنّاء وفى الابن والاب فان حدوث البنّاء بعد حدوث البناء و حدوث الابن بعد حدوث الاب مع تحقق المعية بينهما بقاءا وامثلته كثيرة لاتحصٰى ثم اكد ذٰلک المعترض هٰذا الاعتراض المزخرف فى موضع اخر من كتابه بان المسيح لوكان حياً فى السماء منتظرا نزوله الى الارض فاذا نزل والحال انه لايعرف العربية فيحتاج الى علم القران ولايتيسرله ذٰلک لعدم معرفته العربية ويتعسرله التعلم فى تلک الحالة لشيخوخته فيحتاج الى ان ينزل عليه كتاب جديد بلسانهٖ فيقرء الناس كتابه ويقرء فى صلوٰته من ذٰلک الكتاب ويعلم الناس الكلمة بلسانه وفى هٰذا استيصال لدين الاسلام اقول متمسكا بلاحول ولا قوة الابالله العلى العظيم ومستعيذا بالله من الشيطٰن الضال المضل الرجيم ان كل ذٰلک سفسطة من سفسطاته ولاادرى انه كيف حصل له العلم اليقينى بان المسيح لم يكن يعرف العربية مع كون العبرية كثيرا لتوافق كالفنجابية والاردوية فهل يتعسر لمن يعرف احدى اللغتين معرفة اللغة الاخرٰى منهما واما شاهد الذين يعرفون السنة مختلفة يقدرون على اداء مضامينهم بلغات متنوعة اليس فى نفسهٖ اٰية انه مع كونه من خمسة ماء يعرف لغتها ويعرف اللغة الفارسية فاى شئ اعجز المسيح من تعلمه العربية امابتعليم

الله تعالٰى اوبتعليم معلم من البشر لسبق التقدير الازلى على كونه مجدداً لهٰذا الدين ولم يعجز الكائد عن معرفة اكثر من لغة واحدة فباى شئ يتيسر ذٰلک لغير النبى ولم يتيسر للنبى الذى تكلم حال كونه صبيا وقال انى عبدالله اٰتانى الكتاب وجعلنى نبياً مباركاً ولو سلم عدم علمه العربية قبل رفعه الى السماء فمن اين جزم بانه له يتعلم فى الملكوت ولئن سلم عدم تعلمه هناک فمن ابنائه انه لايمكن له او لايتيسر له العلم بها حين نزولها فمن علم الاسماء كلها لأدم وعلم نبينا المكرم علم ما لم يعلم يعلم المسيح بن مريم وليس ذٰلک على الله بعزيز اما قرع صماخ اذنه ان صاحب القوة القدسية تصير النظريات كلها بديهية عنده وهٰذا مجمع عليه عند اهل المعقول فكيف يستبعد ذٰلک ولم يستبعد هٰذا ولئن سلمنا استبعاده اواستحالته فلانسلم ان تبليغ احكام الشريعة وتفهيم معانى القراٰن وتادية مفاهيم كلمات التوحيد بلغة غير العرب تبديل للاسلام ونسخ للاحكام واستيصال للدين المتين لانه لوكان كذٰلک للزم كون المسلمين كلهم من غير العرب مبدلا للاسلام وللزم كون الكائد لما انه يؤدى العقائد ومعانى القراٰن وكلمات التوحيد حسب مايرتضيه بالهندية مبدلا للاسلام ومعرضا عنه وتوجب ان من ايقن بان الله عزوجل متصف بصفاته الكما لية التى دلت عليها النصوص و واحد لايماثله شئ ولالشبهه احد لا فى ذاته ولا فى صفاته وان اكرم الموجودات واشرف المخلوقات سيدنا محمدا النبىﷺ العربى الهاشمى صادق فى دعواه النبوة حق ماجاء به من عندالله تعالٰى وتلفظ بهٰذه المعتقدات الحقة الثابتة بلغة

يعرفها من غير العربية ودام على هذا التيقن والاقرار ومات على ذلك لايكون مؤمناً فهل هذا الا نفى لعموم دعوة القران واثبات لخصوص رسالة رسول الانس والجان وقد قال تعالىٰ وتبارك تبارك الذى نزل الفرقان على عبده ليكون للعلمين نذيراً وقال عزوجل وما ارسلناك الارحمة للعلمين وقال وعز من قائل وما ارسلناک الاکافة للناس وامره الله تعالىٰ بقوله ياايهاالناس انى رسول الله اليكم جميعاً افلم يعلم انه كما ان انكار اصل نبوة نبينا محمدﷺ كفر كذلک انكار عموم نبوته ﷺ كفر لكون كل منهما متساوى الاقدام فى ردالنصوص القطعية وايضاً استدل على عدم كونه فى السماء بقوله تعالىٰ واوصانى بالصلوٰة والزكوٰة مادمت حياً وبراً بوالدتى وتحريره بانه لوكان حياً للزم كونه ماموراً فى السماء باداء الزكوٰة وباحسان والدته وظاهران امتثاله بهذين الامرين وهو فى السماء غير متصور والجواب ان المراد بالزكوٰة ههنا معناها الحقيقى وهى الطهارة دون معناها المنقول الفقهى المعرف فى كتب الفقه كماارید بقوله تعالىٰ ومن تزكى فانما يتزكىٰ لنفسه وبقوله تعالىٰ فاردنا ان يبدلهما ربهما خيراً منه زكوٰة واقرب رحماً وبقوله تعالىٰ عبس وتولى ان جاء ه الاعمىٰ وما يدريک لعله يزكى او يذكر فتنفعه الذكرىٰ اما من استغنىٰ فانت له تصدىٰ وما عليک الا يزكىٰ وبقوله عزوجل قد افلح من زكٰها وبقوله تبارک وسيجنبها الاتقى الذى يؤتى ماله يتزكى وبغير ذلک من الأيات وعلىٰ هذا فعدم تصور امتثاله بهذا الامر خفى غاية الخفاء وتصوره ظاهر كمال الظهور وان خفى على من عمى عمى المبتدع الفجور واما

لزومه ايتمار المسيح عليه السلام ببر والدته حال كونه فى السمآء بهذه الأية فغير ظاهر لان قوله تعالىٰ براً بوالدتى ليس معطوفاً على مدخول الجار المتعلق بقوله اوصانى حتىٰ يلزم ذلک اذ لوكان كذٰلک لكان مجروراً مثل معطوفه ولم يكن منصوباً ولقرء قوله برٍاً بكسرا لباء لا بفتحها لئلايلزم كون من يقوم به البر ماموراً به كما ان الصلوٰة والزكوٰة مامور بهما مع كونه بديهى البطلان لضرورة ان ما يؤمربه او ينهى عنه انما هوالافعال دون الذوات فاجماع القراء على فتحها يابى كل الاباء عن كونه معطوفا على ذلک المدخول والا لاحتيج لتصحيح للكلام والاحتراز عن المحذورالمذكور الى تكلف حمل الصفة المشبهة على المصدر مع ان الضرورة غير داعية الى هذا التكلف لامكان تصحيح ذلک الكلام من غير تكلف بعطف براً علىٰ قوله نبياً فيكونان مفعولين بقوله تعالىٰ وجعلنى من قبيل عطف المفرد على المفرد وبعطف جعلنى المقدر قبل قوله براً علىٰ قوله وجعلنى الملفوظ صريحاً فيكون من قبيل عطف الجملة على الجملة وتمام الأية قال انى عبدالله اتانى الكتاب وجعلنى نبياً مباركاً اين ماكنت واوصانى بالصلوٰة والزكوٰة مادمت حيا وبراً بوالدتى وعلىٰ هذا التوجيه الصحيح الخالى عن المحذور والتكلف لم يلزم توجه هذا الامر اليه عليه السلام وجوب امتثاله به حال كونه فى السماء ايضاً على انا وان سلمنا التوجيه الذى ذكره ذلک وقطع النظر عن لزوم المحذور والتكلف فلانسلم ان ايتماره بهذا الامر فى تلک الحال غيرمتصور اذ البر كما هو متصور فى زمان حياة البار والمبروراليه كليهما

كذٰلک يتصور فی زمان ممات المبرور اليه بالاستغفار له واهداء ثواب الطاعات اليه فجزم المستدل بعدم امكان بر المسيح عليه السلام بوالد ته فی تلک الحالة جزم فی غير محله وجملة المرام وخلاصة الكلام ان المسيح رسول الله حی الی الأن ومرفوع الی السماء بجسده وهٰذه المسئلة ثابتة بالدلائل من الأيات القرانية والاحاديث النبوية واجماع الامة المحمد ية علی صاحبها الوف صلوات وتسليمات والأيات الدالة عليها قول الله تبارک وتعالٰی ماالمسيح بن مريم الارسول قد خلت من قبله الرسل وقوله جل وعلا واذ قال الله ياعيسٰی انی متوفيک ورافعک الیّ وقوله تعالٰی وما قتلوه يقينابل رفعه الله اليه وقوله الكريم وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته وتقرير دلالة هٰذه الأيات علی حيٰوته مر باكمل وجه واحسن تفصيل ومنها قول الله عز برهانه لقد كفرالذين قالوا ان الله هوالمسيح بن مريم قل فمن يملک من الله شيئا ان اراد ان يهلک المسيح بن مريم وامه ومن فی الارض جميعاً وتقريرالدلالة ان كلمة ان الداخلة علی كلمة اراد من ادوات الشرط التی وضعت لوقوع الجزاء بوقوع الشرط فی المستقبل والشرط ههنا ارادة اهلاک المسيح والجزاء انتفاء قدرة الدفع لغيرالله المدلول عليه التزاماً بقوله تعالٰی فمن يملک من الله شيئا فان الاستفهام قائم مقام النفی ونفی الملک من الله شيئاعلی تقدير ارادة الله تعالٰی اهلاكه يوجب ويستلزم انتفاء القدرة لاحد غير الله عن دفع اهلاكه علٰی ذلک التقدير فيجب كون كليهما ای الاهلاک وانتفاء القدرة متوقعی الوجود فی المستقبل والا لزم خلاف

وضع كلمة ان وتوقع وجودهما فی الأتی لايمكن الا اذا كان المسيح عليه السلام حياً حين نزول هٰذه الأية لانه لولم يكن حياً فی ذلک الحين وكان وقوع موته فی الزمان الماضی بالنسبة الٰی ذلک الحين لادت الأية معنی توقع ارادة اهلاک الهالک وازالة الزائل وامتناعه غيرخفی كامتناع ايجاد الموجود وتحصيل الحاصل وحمل الكلام لضرورة تصحيح المعنی علی حكاية حال حيٰوته فی الدنيا مع كونه حقيقة فی الاستقبال اواستعمال كلمة ان فی معنی لوالدالة علٰی انتفاء الجزاء بانتفاء الشرط فی الماضی رجوع الی المجاز من غير قرينة وقوله عزوجل وامه ومن فی الارض ليس نصاً فی المعطوفية علی قوله المسيح بن مريم ليصلح قرينة علٰی ذلک الحمل اوالاستعمال لانه يحتمل ان يكون مفعولاً لفعل مقدر وهو لفظ يساوی ويكون جملة حالية فيؤل حاصل معنی الأية الی ان الله قادر علی ان يهلک المسيح بن مريم والحال انه يساوی امه ومن فی الارض فی عدم الالوهية فكما ان الله قادر علی مريم ومن عداهم فكذٰلک هو قادر علی المسيح لاستواء كلهم فی نفی الالوهية بل ان حكم بتعين هٰذا الاحتمال بالارادة لكان اجدرواحری لان المقصود بهٰذه الأية ردقولهم ان الله هو المسيح بن مريم وذا لايكون الا بايقاع المساوات بين المسيح وبين امه ومن الارض فی انتفاء وصف الالوهية وثبوت وصف العبودية ومعهٰذا كيف يصح كونه عطفا و قرينة لصرف الكلام عن حقيقته علی ان فی اختيار استعمال كلمة ان بمعنی لومع قطع النظر عن لزوم المحذور ثبوت المدعی من حيات عيسٰی عليه السلام اظهر

واجلی لانه علی هٰذا یؤل الی ان اللّٰه تعالٰی لم یرد اهلاکه علیه السلام فی الزمان الماضی وهٰذا هو المطلوب الذی نحن بصدده فیقال ان حملت کلمة ان علی معنا ها الحقیقی الوضعی فالدلیل ثابت ومدلولنا متحقق وان علی معنی لوالذی هو معناها المجازی فالمدعی علی هٰذا التقدیر ایضاً ثابت وعلٰی کل تقدیر فالأیة دلیل لنا وشاهد علی حیٰوة عیسٰی علیه السلام کما لایخفی علٰی من له ادنیٰ درایة واما الاجماع علٰی حیاته الی الأن فلعدم وجود النقل فی کتاب من کتب الشریعة علی خلافها من لدن زمان الصحابة الی یومنا هٰذا اذ لو لم یکن الاجماع منعقداً علٰی حیٰوته وکان القول بمماته مذهباً لاحد من المسلمین لنقله الناقلون ولم یطبقواعلی عدم نقله وتفسیر حبرالامة ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنهما قوله عزوجل انی متوفیک بقوله انی ممیتک لیس نصا فی مضی اماتته لان اسم الفاعل لکونه اسماً لا اختصاص له بزمان دون زمان کما یدل علیه ماحدوا الاسم به وما رواه النسائی وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنهما لما اراد اللّٰه ان یرفع عیسٰی خرج علٰی اصحابه وفی البیت اثنا عشررجلا فقال ان منکم من یکفربی من بعد ان اٰمن ثم قال ایکم یلقی شبهی فیقتل مکانی فیکون له الجنة فقام شاب احدهم سنّا فقال انا فقال اجلس ثم اعاد فعاد فقال اجلس ثم اعاد فعاد الثالثة قال فصلب بعد ان رفع عیسٰی الی السماء وجاء الطلب من الیهود فاخذوالشاب اھ کما لین ومانقل عن وهب فغیر مستند ولئن سلمنا استناده فلایضر اجماع المسلمین لاحتمال انه نقل ذلک من اهل الکتاب ویؤید هذا الاحتمال نسبة محمد بن اسحاق

وصاحب الوجیز والبیضاوی القول بوقوع موته الی النصاری وانه قال فی الوجیز حیٰوة المسیح مما اجمع علیه المسلمون واخبر الحافظ ابن القیم والفاضل الکهنوی نقلا عنه بتحقق اجماع المسلمین کلهم علٰی حیاته علیه السلام فلم یبق للمنقول عن وهب محمل سوی ذٰلک الاحتمال ولئن تاملت فی رسائل الکائد الکادیانی ماوجدت دلیلاً لا شرعیاً ولا عقلیاً بیده علی ما ادعاه ووجدت اقوی دلائله ما لایعده اولوالعقول دلائل بل استبعادات عادیة واستیحاشات بعدم موانسة کما هو داب ارباب الجهالات من عدالاستبعاد استدلالاً کاستدلال بعض کفره ایام الجاهلیة باستبعاد احیاء العظام وهی رمیم وقد اخبر منه اللّٰه الحمید فی کتابه المجید حیث قال عزوجل اولم یرالانسان انا خلقناه من نطفة فاذا هو خصیم مبین وضرب لنا مثلاً ونسی خلقه قال من یحی العظام وهی رمیم وکاستدلال بعضهم کما حکی اللّٰه تعالٰی اجعل الألهة الٰها واحداً ان هٰذا لشئ عجاب وکثیر من هٰذه الامثال مذکور فی کتابه المستطاب وقد حصل الفراغ من تحریر هٰذه الرسالة النافعة سنة الف وثلثما ته واحدی عشر من الهجرة النبویة علی صاحبها الوف الوف صلوة وتحیة والمرجو من المطالعین لها ان لاینسونی من ادعیتهم فی خلص اوقاتهم بالعافیة والانسلاک بمسلک اهل السنة والاختتام بحسن الخاتمة ولیکن اختتام الرسالة بهٰذا الکلام وعلی اللّٰه التوکل وبه الاعتصام واخر دعوٰنا ان الحمد للّٰه رب العٰلمین وصلی اللّٰه علی خلیفته وخیر خلیقته محمد واله و صحبه وعشیرته ومن تبعهم الی یوم الدین اجمعین۔

بسم الله الرحمن الرحيم

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝

الآية (۸۱) سورة الاسراء

اَلْاِلْهَامُ الصَّحِيْحُ فِیْ اِثْبَاتِ حَيَاةِ الْمَسِيْحِ (اردو)

المسمّٰی بہ

آفتابِ صداقت

مترجم

مولوی ابوالحسن پیر غلام مصطفٰی نقشبندی حنفی امرتسری

سب تعریفیں ثابت ہیں خاص پروردگار کو کہ جس نے راستہ دکھایا اس کو کہ جس نے اس کی راہ نمائی کی جانب میلان کیا اور وہ رہنمائی کی اس نے حقائق کی سمجھنے کی طرف اس شخص کو جو حق کی تحقیق میں مضبوط اور قوی ہوا اور دقائق قرآنیہ میں کامل الوصول اور اس کی رضامندی میں جان نثار کرنے والے کا مرتبہ بلند کیا۔ جس نے اس کی آیات میں خوض کیا مانند انکے خوض کہ جنہوں نے خدا کی طرف رجوع نہیں کیا پس وہ شخص ان لوگوں میں سے ہے کہ جنہوں نے خدا کی جانب رجوع کیا ہے سرکش اور متکبر ہے۔ خدا کی راہ سے مانع ہے حیرت گمراہی کی میدانوں میں وحشی گدھے کی طرح دوڑ پڑا ہوا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی پاک بارگاہ سے مردود ہوا۔ جس شخص نے اپنے آپکو خدا کے نیک بندوں کے جم غفیر سے الگ کیا اور وہ روسیاہی کا مستحق ہے سرداری کے قابل نہیں۔ جو شخص گناہوں پر خوگر ہوا گو کسی قوم سے ہو جیسا کہ خوگر ہوئی تھی قوم عاد پس بلاشبہ برے انجام کی طرف لوٹا۔ اکمل اتم درود وسلام ہو جو خداوند تعالیٰ کے برگزیدہ پیارے پر جن کا اسم شریف محمد ﷺ ہے جو سردار ہیں انبیاء اولیاء کے اقطاب۔ اوتاد میں سے وہ نبی ﷺ کہ جن کی سلطنت کے پردوں کے نیچے شہنشاہ عاجزی کرتے ہیں۔ ہر ایک نے ان میں سے ان کی جناب میں نرمی کی جس نے ان سے منہ پھیرا اور متکبرانہ ناز کیا۔ جو ان کی نصائح کے سننے، غصہ سے پھولا۔ بلاشک اسکو اللہ نے ہلاک کر ڈالا۔ پس ہلاک ہوا۔ قریب ہے کہ جہنم میں قیامت کے دن گریگا۔ درود وسلام ہو جو آپکی قوم اور یاروں پر جو محکم دین کے اسرار کے خزانچی ہیں۔ انھی کی تابعداری سے سرداروں نے سرداری پائی۔ انکے خلاف کرنے سے جو کجرو راہ مستقیم سے پھرا انہی کے خلاف سے ہے۔ بہمیں سبب الحاد میں گرفتار ہوا کرم خوردہ طعام کی طرح اس کا دل فاسد ہوا۔ بعد حمد وصلوۃ کے فرماتے ہیں جو امیدوار ہیں قبولیت کی بلندی پر چڑھنے کے جن کا نام نامی محمد غلام رسول ہے۔ مذہباً حنفی طریقۃً نقشبندی، مجددی، نوری عرفاً اور نسباً قاسمی ہیں۔

بچاوے ان کو پاک پروردگار ہر لیئم کند فہم کج عقل اور بہکے ہوئے کے شر سے کہ جبکہ گمراہی، حق سے تجاوز، گردن کشی، ظلم اس زمانہ میں بسبب اسکے جو قادیان سے ظاہر ہوا ہے زیادہ ہوا۔ اسنے دعویٰ کیا کہ جس مسیح علیہ السلام کی آمد کا آخری زمانہ میں وعدہ دیا گیا ہے وہ میں ہوں دعویٰ کیا اس نے کہ مسیح علیہ السلام مر چکے ہیں۔ نہ وہ بجسدہ آسمان پر چڑھائے گئے ہیں۔ اسلئے وہ زمین پر بھی نہیں اتریں گے۔ اس نے برے عقائد ظاہر کئے۔ نہیں ہے اسکا ان لوگوں کے جو اس کے مطابق ہیں مانند مطابقت فعل کے فعل کے ساتھ مقصود مگر آبادیوں میں بگاڑ، فساد ڈالنا، تزندق پھیلانا، پلید کفریہ عقائد کا درمیان بندگان خدا شائع کرنا انکا اعلیٰ مطالب ہیں مع ہذا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ہدایت یاب ہیں حالانکہ وہ سیدھی راہ سے برگشتہ ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان لایا انہوں نے پھر کفر کیا انہوں نے پس خداوند تعالیٰ نے انکے دلوں پر مہر کر دی ہے جس لئے سمجھتے نہیں ہیں اس عقیدہ پر اگر وہ مر گئے تو وہ جہنم میں ہمیشہ رہینگے انکے مونہوں کو آگ جلاویگی اس میں ترش رو رہیں گے کہا جائے گا ان سے کیا تم پر نہیں پڑھی گئی تھیں ہماری آیتیں پس تھے تم ان کو جھٹلاتے۔ بدگمانی سلف صالحین کی نسبت کرتے ہیں پھر گمان کرتے ہیں کہ ہم یہ کام اچھا کرتے ہیں ہم ایسی قوم کے درمیان ہیں کہ سب علماء اور بعض فضلاء جن کا پیشہ ہے سب وشتم، طغیان انکا حرفہ ہے۔ ان لوگوں کے حق میں جو نیکی کا امر۔ برائی سے منع کرتے ہیں فصیحت کرنے کے لئے زبان درازی کرنا انکا کام ہے۔ نہ تو ان کو عقل سے حصہ نہ دین کی سمجھ ہے۔ پوست، مغز، موتی، مٹی میں امتیاز نہیں کرتے شیخ جنین و آہنی باآہنی میں فرق نہیں کر سکتے۔ ظلم، ظاہر گمراہی کے میدانوں میں وہ حیران ہیں کیا نہیں جانتے ہیں کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ جبکہ اس درجہ پر فساد پہنچا تو ہم سے بعض محبوں، دوستوں نے التماس کی کہ ہم کادیانی کے دلائل کا جو اس نے اپنے دعوے (کہ مسیح علیہ السلام مر گئے ہیں اور صرف ان کی روح مرفوع ہوئی ہے) پر پیش کئے ہیں۔ فاسد ہونا

ظاہر کریں۔ ہم ان کی حیات آیات فرقانیہ کے ساتھ ہی صرف استدلال کر کے ثابت کریں اور احادیث نبوی ﷺ کو اسکے ثابت کرنے کے لئے[1] نقل نہ کریں گے۔ اس لئے کہ دراصل کادیانی اور اسکے متبعین حدیث کو مانتے نہیں ہیں۔ بغیر اسکے کہ ہم بجز اس عقیدہ کے اس کے اور عقائد فاسدہ اور ملمعات واہیہ کی جانب التفات کریں۔ کیوں کہ وہ عقائد اس قدر مشہور نہیں ہوئے جیسا کہ پہلا مسئلہ شہرت پا گیا ہے۔[2] چونکہ ہم کو بسبب اسکی کہ ہم کو کتب متداولہ قدیمہ کا مطالعہ، افتاء و تعلیم کا بہت شغل ہے فراغت نہیں ہے۔ نیز ہماری طبیعت کادیانی وامثال کے خرافات کہ جانب توجہ کرنے سے متنفر ایسے جھوٹ کلمات کی طرف (جو کفریات اور ارتدادات صرفہ ہیں) ملتفت ہونے کو مکروہ سمجھتی ہے ہم کو اور باقی مسلمانوں کو سرکش ملحد طائفہ کے ضرر سے خداوند تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ اسواسطے ہم نے ملتمسین سے عذر بیان کئے اولاً کہ ہم بہت اشغال میں مصروف ہیں ثانیاً کہ ہم ایسے کلمات کی طرف جو صریح جھوٹ ہیں التفات نہیں چاہتے ہیں۔ پس ہم ایک پاؤں کو آگے بڑھاتے دوسرے کو پیچھے ہٹاتے[3] باوجود اسکے ملتمسین نے کوئی عذر مسموع نہیں کیا۔ انہوں نے ہم کو حیات مسیح علیہ السلام کی ثابت کرنے پر مجبور کیا۔ لہٰذا ہم نے ان کے سوال کو قبول کیا جس طرز پر کہ انہوں نے التماس کیا تھا ہم نے ان کی امید براری کی جس طریق پر انہوں نے چاہا تھا یہ چند ورقہ مختصر طور پر ہم نے لکھے اس کتاب کا نام **"الالہام الصحیح فی اثبات حیات المسیح"** رکھا۔ اول ہم نے کادیانی کے دلائل کی حتی الوسع اصلاح اور تہذیب اور اچھی

---

[1] کیونکہ اگر احادیث رسول اکرم ﷺ کا بھی ذکر فرماتے تو زیادہ ہی طول ہو جاتا اس واسطے صرف قرآن کی آیات کے ساتھ مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت فرمایا ۱۲ مترجم۔

[2] واضح رہے کہ دراصل ایسے مسائل کے بانی اور مجتہد سر سید صاحب ہیں مگر کادیانی صاحب نے انہیں کچھ تبدل و تغیر دیکر ظاہر کیا اور اپنا ہی اختراع جتلا کر ان کی شہرت سے حصہ لیا ہاں انا مسیح کا دعویٰ بھی اس پر زیادہ کیا۔ ۱۲ مترجم

[3] عرب کا محاورہ ہے کہ جب کسی کام کا کرنا کبھی چاہتے ہیں اور کبھی نہیں چاہتے تو یہ جملہ کہہ دیتے ہیں۔ ۱۲ مترجم

تنقیح کی بعدازاں اسکے دلائل کی تردید، تکذیب عمدہ طور پر لکھی۔ پس صریح طور پر حق واضح ہوا مکاروں، فریب زدوں کا کام باطل ہوا۔ لہٰذا وہ لوگ اور ان کے گروہ جو کجرو ہے۔ شیطان کے لشکر ہیں تمام سرنگوں ہوئے۔ خبردار ہو کہ ہم پروردگار کی مہربانی پر بھروسہ کر کے مطلب شروع کرتے ہیں کہتے ہیں کہ کادیانی حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر اس آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں **ومامحمد الارسول قدخلت من قبله الرسل افائن مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم** ط (آل عمران ۱۴۴) ترجمہ ''نہیں کہ ہیں حضرت محمد ﷺ مگر اللہ کے فرستادہ بلاشبہ آپ سے پہلے پیغمبر گزرے ہیں کیا اگر آنحضرت ﷺ مرجائیں یا مارے جائیں تو تم دین اسلام سے پھر جاؤ گے۔ کادیانی کی استدلال کی تقریر اور اصلاح[۱] یوں ہے کہ بتحقیق خلت کا معنی "مرگئے" ہیں الرسل کا لفظ الف لام استغرائی کے ساتھ معرف ہے اسی واسطے اسپر افائن مات متفرع ہوا۔ کیونکہ اگر خلو کا معنی موت نہ لیا جائے یا الرسل جمع مستغرق نہ ہو تو افائن مات کا اس پر متفرع ہونا صحیح نہیں ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ اس تفریع کی صحت آنحضرت ﷺ کے الرسل میں داخل ہونے پر موقوف ہے اس میں شبہ نہیں اور ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کا لفظ الرسل میں داخل ہونا تب ہی درست ہوگا جبکہ الرسل کا الف لام استغراقی ہوگا۔ ایسا ہی اس تفریع کی صحت اس پر موقوف ہے کہ خلو بمعنی موت ہو۔ اس لئے کہ اگر موت اور خلو کے درمیان غیریت سمجھیں۔ خلو کو موت سے عام لے لیں تو خاص کی تفریع عام پر لازم آویگی۔ حالانکہ یہ غلط ہے کیا معلوم نہیں کہ تفریع تب ہی درست ہوتی ہے کہ جب متفرع علیہ کو متفرع لازم ہو لاغیر۔ پر ظاہر ہے کہ خاص عام کو لازم نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ جو تفریع کلام الٰہی میں واقع ہے اسکے لئے دو چیزوں کا ہونا

[۱] جہاں کہیں حضرت مصنف علام مدظلہم نے تہذیب کا ذکر کادیانی کے استدلال میں فرمایا ہے اس سے اسکی طرف اشارت ہے کہ کادیانی کو گو دلیل پیش کرنیکا ڈھب نہیں آیا ہے مگر ہم اس کے بدلہ اسکی دلیل کو سواریں گے ۱۲ مترجم

ضروری ہے ایک خلو بمعنی موت ہو۔ دوم الرسل کا جمع مستغرق ہونا۔ ان ہر دو مقدمتین سے ایک کو شکل اول کا صغریٰ دوسرے کو کبریٰ بنائیں گے شکل یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام بے شک رسول ہیں۔ ہر رسول مرگئے ہیں۔ اب اس شکل سے جو وہ دو یقینی مقدمتین سے مؤلف ہے یہ نتیجہ نکلے گا کہ بے شک مسیح علیہ السلام مرگئے۔ یہی مطلوب تھا صغریٰ[۱] پر دلیل یہ کلام الٰہی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف فرستادہ ہیں نیز یہ کلام ربانی جس کا معنی یہ ہے کہ نہیں ہیں مسیح بن مریم علیہما السلام۔ مگر خداوند تعالیٰ کے فرستادہ۔ ان کی مانند اور آیات بھی ہیں جن سے مسیح علیہ السلام کا رسول ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور آپکا رسول ہونا کل اہل اسلام کے اجماع سے ثابت ہے۔ کبریٰ کے لئے دلیل وہ دو مقدمہ ہیں جن کی تمہید اور اصلاح ہو چکی ہے۔ کیونکہ جب خلو بمعنی موت ہوا اور اسکی نسبت الرسل کی جانب کی گئی اور الرسل کا جمع ہونا ثابت ہوا تو مسیح علیہ السلام کا الرسل میں داخل ہونا یقیناً سمجھنا پڑیگا جب ہی مسیح علیہ السلام کی موت کا کبریٰ کی ضمن میں ثابت ہونا لازم آویگا۔ پس کادیانیوں کا مطلب بپایہ ثبوت تک پہنچا۔ اس استدلال کی تردید وازالہ یوں ہے کہ یہ دونوں مقدمہ جو کبریٰ کے لئے تھے دلیل بنائے گئے ہیں۔ مسلم نہیں ہیں۔ عدم صحت تفریع کا استحالہ اس صورت میں کہ دونوں مقدمہ یا ایک نہ پایا جائے نیز مسلم نہیں۔ ہم اس استدلال کو اسطرح پر بھی توڑینگے کہ یہ استحالہ بہر حال لازم آویگا خواہ وہ دونوں مقدمہ مان لئے جائیں یا نہ اب پہلے منع کی سند سنتے جائیں کہ خلو کا معنی گذرنا ہے۔ چنانچہ کتب لغات میں خلو کی بھی تفسیر موجود ہے ہم ان کی نقلیں اسواسطے پیش نہیں کرتے کہ وہ باعث طول ہے۔ اور یہ کتاب مختصر ہے۔ نیز جس کو علم سے کچھ تھوڑا بھی مس ہو وہ بھی کتب لغات کا ملاحظہ کرسکتا ہے۔ لیکن یہ تو ضرور کہدیں گے کہ خلو کا معنی کسی اہل لغت

[۱] صغریٰ یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام رسول ہیں۔ کبریٰ یہ ہے کہ ہر رسول مرگیا۔ الرسل کا جمع مستغرق ہونا یہ معنی ہے کہ اس سے تمام پیغمبر آدم علیہ السلام سے جناب رسول اکرم ﷺ تک مراد رکھ لئے جائیں۔ ۱۲ مترجم

نے موت نہیں لکھا ہے پس اس سے معلوم ہو گیا کہ اصلی اور حقیقی معنی خلو کا بجز گزرنے کے اور کچھ نہیں ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو حالانکہ یہ مرجح ہے اس سے کہ قرآن شریف میں خلو کو منافقین کی طرف اس آیت میں نسبت کی گئی ہے۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ جب منافقین اپنے شیاطین کے پاس گزرتے اور جاتے ہیں نیز جب منافقین میں سے بعض لوگ دوسرے منافقین کے پاس گزرتے اور جاتے ہیں اسی طرح پر خلو کو قرآن شریف میں سنین کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ دیکھو اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ تم سے پہلے سنن گزرے ہیں۔ اور دوسری آیت میں دونوں کی طرف ان کو نسبت ہے۔ دیکھو سورۃ الحاقہ میں ارشاد ہے کہ کھاؤ پیو بسبب اسکے کہ تم نے گزرے ہوئے دنوں میں آخرت کے لئے آگے ہی نیک اعمال کئے ہوئے تھے۔ پس قرآن سے بھی ثابت ہوا ہے کہ خلو کا معنی موت نہیں ہے بلکہ اسکا معنی گزرنا اور جانا ہے۔ لہٰذا اب متصور نہیں ہے کہ خلو کا معنی موت لیا جائے بلکہ بالضرور اس کے معنی گزرنا ہے اور جانا ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے پس خلو کو موت کے ساتھ تفسیر کرنا یہ بعینہ اخص کے ساتھ تعریف کرنا ہے اسلئے کہ موت خلو کا ایک قسم ہے۔ گزرنا ہر ایک قسم کے انتقال مکانی پر صادق آتا ہے اگر بلندی سے پستی کی جانب انتقال ہو تو اس گزرنے کا نام خفض۔ اگر پستی سے بلندی کی طرف انتقال ہو تو اس گزرنے کا نام رفع ہے۔ یا قدام سے خلف کیجانب یا برعکس اسکے ہو۔ سب کو شامل ہے۔ موت کے ہر قسم کو خواہ جرح سے یا بلا جرح ہو پس گو ہم الرسل کے جمع مستغرق ہونے کو مان بھی لیں تو بھی مسیح علیہ السلام کا مرجانا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ خلو اور گزرنا جو ایک عام چیز ہے گو نوع رسول کے ہر ہر فرد کو ثابت ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس امر عام کا ہر ہر قسم بھی نوع رسول کے ہر ہر فرد کو ثابت ہو۔ رہی یہ بات کہ اگر خلو کی تفسیر موت سے نہ کی جائے تو اخص کی تفریع اعم پر لازم آویگی۔ نیز مردود ہے۔ اس واسطہ کہ انقلاب کا بعید سمجھنا اور ارتداد کے جواز کا انکار دراصل متفرع ہے۔ مگر آنحضرت

ﷺ کی قوم کے درمیان بعد اداء رسالت موجود نہ ہونے کی تقدیر پر۔ پس ماحصل اس آیت کا یہ ہوا کہ نہیں ہیں آنحضرت ﷺ مگر اللہ کے رسول بلاشبہ آپ سے پہلے رسول گزرے ہیں۔ پھر کیا جائز ہے تمہارے لئے دین سے پھر جانا۔ اگر وہ منتقل کئے جاویں اسطرح پر کہ آسمان پر اٹھا لئے جائیں جیسا کہ مسیح علیہ السلام (یہ بات بالاجماع ثابت ہے) یا جسطرح ادریس علیہ السلام آسمان پر چڑھائے گئے۔ یا اگر آپکا انتقال موت سے ہو چنانچہ یہی ان کی نسبت علم ازلی میں مقرر تھا۔ یا آپکا انتقال شہادت سے ہو چنانچہ اس قسم کی آواز شیطان نے دی تھی[1] اور تم نے اس پر یقین کر لیا تھا۔ ہاں یہ بات ضرور البیان ہے کہ آیت میں موت اور قتل کا صریح ذکر کیا گیا ہے نہ رفع کا سو واضح رہے کہ موت کی تصریح کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہی آپکے حق میں تقدیر اللہ اور واقع کے مطابق تھی۔ قتل کی تصریح صرف ان کے زعم فاسد کی رعایت سے ہے۔ نیز تا کہ وہ دونوں تقدیر پر (موت اور قتل) سمجھ جائیں کہ دین سے پھر جانا ناجائز ہے آپکا مقتول ہونا۔ گو ان کا زعم ہی زعم تھا لیکن چونکہ انبیاء سابقین بہت سے مقتول ہو چکے تھے (دیکھو خداوند فرماتا ہے کہ انہوں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کر دیا ہے) تو رسول کے حق میں بھی یہ گمان قوت پکڑ گیا تھا۔ اسلئے آیت مذکورہ میں قتل کا ذکر کرنا ضروری تھا۔ رہا یہ کہ رفع کا ذکر نہیں ہوا باوجود یہ کہ عبارت میں مقصود ہے۔ سو واضح ہو کہ اسکی تصریح بچند وجہ ضروری نہیں تھی۔ اولاً کہ آپکا مرفوع ہونا تقدیر اور واقع کے مطابق نہیں تھا۔ دوم یہ کہ اس قسم کا خیال مخالفین کو نہیں تھا۔ سوم آپ سے پہلے رفع نادر الوقوع تھا۔ بناء علیہ ثابت ہوا کہ ہر تینوں تقدیروں پر "موت، قتل، رفع" جواز الارتداد کا انکار ہی متفرع ہے لاغیر۔ اس میں شک نہیں ہے کہ انتقال جو تینوں میں دائر ہے خلو کے ساتھ (جب اس کا حقیقی معنی گزرنا ہو)

[1] ایک جنگ میں شیطان نے آواز دی تھی کہ "ان محمدا فقد قتل" حضرت مصنف علامہ نے اس طرف اشارہ فرما دیا ہے۔ مترجم

مساوی ہے اس لئے اب استحالہ لازم نہیں آیا۔ وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں ایک مساوی کی دوسرے مساوی پر تفریع ہوگی۔ اور یہ جائز ہے نہ اخص کی تفریع عام پر جو نا جائز ہے۔ دیکھو کہتے ہیں کہ ہم نے زید کو نشو و نما پانے والا بالارادہ حرکت کرنے والا کلیات و جزئیات کا ادراک کرنے والا جسم پایا ہے۔ پس اسپر تفریعاً کہہ سکتے ہیں کہ وہ انسان ہے کیونکہ وہ مفصل اور یہ مجمل (انسان) آپس میں مساوی ہیں۔ جن میں سے ہم نے ایک کو متفرع اور دوسرے کو متفرع علیہ کہا ہے وہ یہ دو ہیں "ہر رسول کا گزرنا ہر ایک تقدیر پر جواز الارتداد کی نفی" سبب یہ ہے کہ نسبتوں کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ دونوں وجودی یا دونوں عدمی یا ایک وجودی اور دوسرا عدمی ہو۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ دونوں عدمی یا دونوں وجودی ہوں۔ باقی ماندہ کہ ارتداد کی نفی خلو بمعنی گزرنے کو کسطرح پر لازم ہے تو اس پر یہ دلیل ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے پیغمبروں کو صرف اس واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ تا مطلقاً شریعت کو بیان کریں اور طریقہ کو جو اللہ تک پہنچانے والا ہے معین کردیں اس واسطے مبعوث نہیں فرمایا کہ وہ اسی زمانہ تک شریعت کو ظاہر کریں کہ جب تک کہ وہ قوم کے درمیان موجود رہیں ورنہ لازم آویگا کہ کوئی زمانہ بھی رسول سے خالی نہ ہو۔ حالانکہ یہ صریحاً اور بالاتفاق باطل ہے۔

اس سے واضح ہوگیا ہے کہ اخص کی تفریع عام پر (گو خلو سے گزرنا ہی مراد ہو) لازم نہیں آتی۔ ہاں یہ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جناب آنحضرت محمد ﷺ کی موت پر آیت مذکورہ دلیل کے طور پر پیش فرمائی ہے انہوں نے تو لفظ خلت (گزرے اور گئے) [1] سے مدعا ثابت نہیں کیا۔ بلکہ اَفَائِنْ مَاتَ (کیا پس اگر رسول کریم ﷺ مر جائیں) سے

[1] حضرت مصنف علام مدظلہم کی تقریر ہی حق ہے اس لئے بھی کہ اگر خلت سے صدیق اکبر استدلال فرماتے ہیں تو لازم آتا ہے کہ دعویٰ خاص اور دلیل عام ہو۔ حالانکہ یہ باطل ہے عام اس لئے کہ خلو کا معنی لغۃ وہ ہے جو موت اور غیر موت کو شامل ہے۔ ۱۲ مترجم

استدلال فرمایا ہے۔ سبب یہی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بعد موت رسول اکرم ﷺ کے فرمایا تھا کہ آپ نہیں مرے اور نہ مریں گے اور یہ اس خیال سے فرمایا تھا کہ رسول کریم ﷺ کی موت جائز نہیں اور غیر ممکن ہے اس لئے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے اس خیال کو اٹھانے کے لئے اس آیت کو پڑھ کر اَفَائِنْ مَاتَ سے استدلال فرمایا۔ وہ اسطرح ہے کہ دراصل مدخول اِنْ کا وہ ہوتا ہے کہ جس کا پایا جانا واقع میں ممکن اور جائز ہو لا غیر۔ چنانچہ یہ بات ان لوگوں پر واضح ہے جو بحث معانی حروف پر آگاہ ہیں پس جبکہ رسول کریم ﷺ کے واسطے موت کا ہونا ممکن اور جائز ہوا تو حضرت فاروق اعظم کا خیال جو اسکے ناممکن ہونے پر جما ہوا تھا بالکل اٹھ گیا۔ یہ بات کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اَفَائِنْ مَاتَ سے استدلال فرمایا ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت بھی پڑھی تھی جسکا مضمون یہ ہے کہ "اے رسول اکرم ﷺ تم اور وہ موت کا مزہ چکھنے والے ہیں" انکا یہ قول ہر جمع جو معرف باللام ہو وہ تمام افراد کو شامل ہوتا ہے مسلم نہیں ہے چنانچہ یہی محققین کی کتابوں میں مصرح ہے۔ اسی کی تائید قرآن حمید میں ہے۔ ان آیات کا ماحصل یہ ہے کہ کہا فرشتوں نے مریم رضی اللہ عنہا سے کہ اے مریم خداوند تعالیٰ بلاشبہ تم کو خوشخبری دیتا ہے۔ مریم (علیہا السلام) سے فرشتوں نے کہا کہ اے مریم خداوند تعالیٰ نے تجھ کو برگزیدہ کیا ہے۔

اب دیکھو کہ ان آیات میں ملائکہ کا لفظ جمع اور معرف ہے مع ہذا تمام فرشتہ مراد نہیں ہیں۔ ہمارے مدعا کو یوں بھی تائید ملتی ہے کہ حق سبحانہ فرماتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اس میں بھی لفظ الملئکۃ سے تمام فرشتے مراد نہیں لئے گئے۔ بلکہ یہ فائدہ لفظ کل اور اجمعون نے دیا ہے۔ ورنہ یہ لفظ بے فائدہ ٹھہریں گے۔ العیاذ باللہ ایسے ہی بہت قرآنی مثالیں ہیں کہ جن سے مخالف کے برخلاف جمع معرف

باللام استعمال کیا گیا ہے لیکن چونکہ ان سب کا ذکر کرنا طول کا باعث ہے۔ اسی پر اکتفا کیا۔ نیز عاقل کو اتنا ہی کافی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ جب یہ مقدمہ غیر مسلم ہوا تو شکل مذکور کے کبریٰ کی کلیت بھی غیر مسلم ٹھہری۔ پس یہ نتیجہ کہ " مسیح علیہ السلام مر گئے "اس سے حاصل نہیں ہوگا اس لئے کہ شکل اول میں کبریٰ کی کلیت شرط ہے اور کلیت تو جاتی رہی۔ لہٰذا نتیجہ جو مشروط ہے وہ بھی جاتا رہا۔ اس پر یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اگر الف لام استغراقی نہ لیا جاوے تو دراصل تفریع کا ناجائز ہونا لازم نہیں آویگا سو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس آیت کا یہ مضمون ہے کہ نہیں ہیں آنحضرت ﷺ مگر خداوند تعالیٰ کے رسول بلاشبہ آپ سے پہلے گزرے اور گئے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت ﷺ صرف خدا کے مقرب بندے اور سچے رسول ﷺ ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ پیغمبروں کی جنس گزری اور گئی ہے۔ ظاہر ہے جو چیز (مثلاً موت) جنس کے بعض افراد کو باعتبار ذات کے ثابت ہو اسکا باقی افراد کو بھی ثابت ہونا جائز ہے۔ پس جیسا کہ اس چیز کا ثبوت بعض افراد کے لئے ملزوم الامکان ہے ویسے ہی باقی افراد کے لئے۔ واقع میں یہ مہملہ اگرچہ بمنزلہ جزیہ ہے[1] اس لئے شکل اول کا کبریٰ نہیں بن سکتا (کیونکہ اس میں کبریٰ کی کلیت شرط ہے) لیکن اس مہملہ کو ممکنہ کلیہ لازم ہے۔ اسواسطے وہ کبریٰ بن سکتا ہے۔ جیسا کہ کہدیں کہ مسیح علیہ السلام رسول ہیں اور بلاشبہ جنس رسول بالفعل گزرا اور گیا۔ پھر ممکنہ کلیہ کو جو اس مہملہ کو لازم ہے کبریٰ بنائیں گے۔ پس شکل اول حاصل ہوگی۔ دیکھو مسیح علیہ السلام رسول ہیں۔ ہر رسول بالامکان میت ہے اس لئے یہ شکل یہ نتیجہ دیگی کہ مسیح

[1] مہملہ وہ ہی ہے جس میں افراد کی مقدار بیان نہ کی گئی ہو یعنی اس قضیہ میں نہ یہ ہوگا کہ یہ حکم تمام افراد پر ہے اور نہ یوں ہوگا کہ یہ حکم بعض افراد پر ہے چونکہ قد خلت من قبلہ میں بھی نہ تو تمام افراد رسول اور نہ بعض افراد رسول کو حکم لگایا گیا ہے تو حضرت استاد مصنف علام مدظلہم نے اس کو قضیہ مہملہ فرمایا۔ ۱۲ مترجم

علیہ السلام بالامکان میت ہے۔ پس اس صورت میں ایک تو تفریع درست ہوئی اور نہ کوئی محال عقلی اور شرعی عائد ہوا (یعنی مسیح علیہ السلام کا مرنا جو قرآن واحادیث واجماع سے مخالف ہے) اب دیکھئے کہ صرف ایک ہی مقدمہ کے تسلیم نہ کرنے کی حالت میں یہ کیفیت ہوئی تو پھر جس حالت میں دونوں مقدموں کو تسلیم نہ کرینگے تو کادیانی کے مدعا کا کہاں ٹھکانا ہے۔ چنانچہ جن لوگوں کو کچھ بھی سمجھ ہے وہ بھی اس بات کو جانتے ہیں۔ ہاں یہ بھی یاد رہے کہ ہم پہلے یہ بھی بیان کر آئے ہیں کہ اگر دونوں مقدموں کو (الف لام کا استغراقی ہونا اور خلو کا بمعنی موت ہونا) مان بھی لیں تو پس ظاہراً تفریع کی عدم صحت کا الزام نہیں جاتا جیسا کہ دونوں مقدموں کے تسلیم نہ کرنے کی تقدیر پر نہیں جاتا سو اس لئے کہا جاتا ہے کہ الرسل کا لفظ گو ہم اسکو جمع مستغرق اور خلو کو بمعنی موت ہی لیں۔ ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ کو شامل نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کلام ربانی (قد خلت من قبله) میں آپ سے پہلے رسولوں کا خلو بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ انکا خلو آپ سے پہلے بمعنیٰ ہے کہ وہ آپ پر وصف خلو میں سبقت لے گئے ہیں۔ آپ ان سے اس وصف میں متاخر ہیں۔ ظاہر تر ہے کہ ان کی پیشدستی اور آپ کا تاخر یہ دونوں زمانی ہیں۔ اس میں متقدم متاخر کے ساتھ موصوف ہوتے تھے اس لئے لازم ہوا کہ جس زمانہ میں اور رسول علیہم السلام وصف خلو کے ساتھ موصوف ہوتے تھے اسوقت میں رسول اکرم ﷺ اس وصف کے ساتھ موصوف نہیں تھے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر ہم مان لیں کہ رسول کریم ﷺ بھی ان پیغمبروں کے ساتھ خلو سے موصوف ہو چکے تھے تو بریں تقدیر لازم آویگا کہ آیت میں ایک چیز کے اپنے آپ پر مقدم ہونے کی خبر دے گئی ہو۔ حالانکہ نادان تک اسکے بطلان کو جانتے ہیں۔ البتہ جب یہ اعتقاد کر لیں کہ جس زمانہ میں اور پیغمبروں کو خلو عارض ہو گیا تھا تو تب جناب رسالت مآب ﷺ کو یہ وصف لاحق نہیں تھا تو بلاشبہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے لئے خلو اور گزرنا ممکن تھا۔ جیسا کہ اور انبیاء گزرے اور گئے بنابراں کہہ سکتے

ہیں کہ جب یہ ثابت ہوا کہ رسول کریم ﷺ اس زمانہ میں دوسرے انبیاء اس میں وصف خلو سے موصوف ہوگئے تھے۔ خلو کے ساتھ موصوف نہیں ہوئے تھے تو پھر یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ آپ رسل ماضیہ میں (اس سبب سے کہ وہ اس وصف سے خالی تھے) داخل نہیں ہوئے۔ پس جس حالت میں یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ انبیاء سابقین میں داخل نہیں تو ظاہراً تفریع کی عدم صحت کا پھر بھی اقرار کرنا پڑے گا کیونکہ رسول کریم ﷺ تو ان میں داخل ہی نہیں ہوئے ہیں پھر کیونکر خلو کا حکم جوان پر لگایا گیا ہے آنحضرت ﷺ کی طرف منتقل ہوگا آخر یہ تو صریح الفہم بات ہے کہ انتقال موقوف اور داخل ہونا موقوف علیہ ہے۔ پس جہاں پر موقوف علیہ ہی نہیں پایا گیا ہو موقوف کیسے پایا جاوے گا۔ لہٰذا کادیانیوں کو خلو کا صرف موت ہی میں مستعمل سمجھنا۔ الرسل کو جمع مستغرق ٹھہرالینا بالکل نافع نہیں ہے۔ کیا غریق کو گھاس کو چنگل مارنا کچھ فائدہ دیتا ہی نہیں۔ اب ہم کہتے ہیں کہ جو کادیانی اس الزام کے وضعیہ میں پیش کریں گے وہی ہماری طرف سے بھی حاضر ہے مگر مع ہذا ہمارا ہی پلہ بھاری ہے کیونکہ ہم تو ماسوا اسکے بھی جواب دے چکے ہیں چنانچہ ماسبق سے ظاہر ہے شاید کادیانی ہمارے ہی جواب کو اپنی طرف سے بھی جواب سمجھ۔ لیکن یہ تو ان کے لئے نافع نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ ہمارا جواب ایسی چیز پر دلالت کرتا ہے جو کادیانیوں کے مدعا اور نقیض کو شامل ہے کیا دیکھتے نہیں کہ کسی چیز کا امکان جیسا کہ اس چیز کے وجود کو مقارن ہے ویسے ہی اس کے عدم کو مقارن ہے۔ پر بدیہی ہے کہ مدعا اور غیر مدعا کو جو ثابت ہو اسکا پایا جانا گو مانع اور تسلیم نہ کرنیوالے سائل کو نافع ہو۔ مگر دلیل پیش کرنیوالے کو ہرگز نافع نہیں ہے۔ یہ قاعدہ بالکل مسلمات سے ہے اور ظاہر ہے گو کادیانیوں پر ان کی کم علمی سے پوشیدہ ہو۔ اس سے علاوہ اور لیجئے کہ اگر مان لیں کہ وہ آیت جس کا مفاد یہ ہے کہ "نہیں ہے حضرت ﷺ مگر خداوند تعالیٰ کا رسول بلاشبہ آپسے پہلے پیغمبر گزرے اور گئے" اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کے

ماسوا جتنے بھی رسول تھے وہ سب مرگئے ہیں تو اس صورت میں وہ آیت جس کا معنی یہ ہے کہ "نہیں مسیح بن مریم علیہما السلام مگر خداوند تعالیٰ کا رسول بلاشبہ ان سے پہلے پیغمبر گزرے" چاہئے کہ اس پر دلالت کرے کہ مسیح علیہ السلام کے سوا جتنے رسول ہیں سب مرگئے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے اس لئے کہ مسیح علیہ السلام کے ماسوا رسولوں میں ہمارے سردار مفخر موجودات ﷺ بھی داخل ہیں تو اس سے لازم آویگا کہ آنحضرت ﷺ بھی اس آیت کے اترنے سے پہلے مرگئے ہوں اور یہ صریح جھوٹ ہے اس لئے کہ یہ آیت آپکی حیات میں نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا الف لام کا استغراقی لے لینا بھی محال ہوا وجہ یہ ہے کہ جسکے مان لینے سے کوئی محال لازم آوے اسکا ماننا بھی محال ہوتا ہے اس لئے یہ نتیجہ کہ "مسیح علیہ السلام مرگئے ہیں" صادق نہیں ہے لو جی اس کا صدق اس صورت میں تھا کہ اگر مسیح علیہ السلام اکبر میں مندرج ہوتے لیکن وہ تو مندرج نہیں ہیں۔ سبب یہ ہے کہ انکا اندراج الف لام کے استغراقی ہونے پر موقوف ہے اور وہ خود ہی باطل ہے۔ پس نتیجہ مذکورہ بھی کاذب ہوا۔ نیز دوسری آیت (جسکا معنی ابھی بیان کیا گیا ہے) صراحۃً مسیح علیہ السلام کے (آیت کے نازل ہونے کے وقت) زندہ ہونے پر دلالت کرتی ہے دیکھو اگر مسیح علیہ السلام اس آیت کے نازل ہونے کے وقت اموات میں داخل ہوتے تو خداوند تعالیٰ کو یوں فرمانا چاہئے تھا کہ نہیں ہیں مسیح علیہ السلام مگر خدا کے رسول۔ بلاشبہ رسولوں کے ساتھ ہی مرگئے ہیں یا بلاشبہ مسیح علیہ السلام مرگیا درحالیکہ اور رسول مرگئے۔ یا بلاشبہ مسیح علیہ السلام مرگئے۔ جیسے کہ اور رسول مرگئے۔ یا بلاشبہ رسول مرگئے اور نہ فرماتا بلاشبہ مسیح علیہ السلام سے پہلے رسول مرگئے۔ مگر یہ سب کچھ اس تقدیر پر ہے کہ جب الرسل کو جمع مستغرق مراد رکھ لیں گے جیسا کہ کادیانی اور اسکے مقتدی کا گمان فاسد ہے۔ پس خلو کو من قبلہ (آپ سے پہلے) سے مقید کردیتا اسی لئے ہے جو ہم بیان کرآئے ہیں۔ رہی یہ بات کہ یہ آیت مسیح علیہ السلام کی حیات پرتب ہی دلالت کریگی جبکہ الف لام استغراقی لیں۔ اس سے مسیح علیہ السلام کی موت آیت کے

نازل ہونے کے وقت پر لازم آویگی۔ سو یہ غلط ہے کیونکہ لفظ الرسل سے جنس رسول مراد ہے۔ اس لئے اسکی توجیہہ یوں ہوگی کہ "جنس رسول کسی زمانہ میں اس کا وجود ہو" گو مسیح علیہ السلام اب تک نہیں مرے۔ مسیح علیہ السلام سے پیشتر مر گیا لیکن مسیح علی علیہ السلام بھی اس جنس کی طرح مریں گے۔ بناء علیہ اس آیت کا ماحصل یہ ہوگا کہ مسیح علیہ السلام اگرچہ اب تک نہیں مرے ہیں مگر آخر مریں گے یہ ایسا ہوا جیسا کہ پہلی آیت سے ہمارے سید ﷺ کے انتقال کے زمانہ ماضی میں نفی اور آئندہ انتظار ثابت ہوا تھا۔ اب اگر باوجود اسکے کہ اس آیت نے مسیح علیہ السلام کی حیات پر دلالت کی ہے۔ اس آیت سے ان کی موت سمجھ لیں گے تو بھی بداہۃً قرآن میں تخالف اور تعارض پایا جاوے گا۔ حالانکہ ایسے امر کا قائل کافر ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ الرسل کا الف لام استغراقی نہیں ہے۔ شاید اس موقعہ پر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ چونکہ موت اور حیات آپس میں مخالفت نہیں رکھتی ہیں تو اگر ایک آیت سے زندگی دوسری آیت سے موت مراد رکھ لیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ سو واضح رہے کہ یہ بات مضحکہ خیز ہے سبب یہ ہے کہ اگر موت کے معنی اس چیز کا حساس ہونا کہ اس کی شان سے حساس ہوتا ہے مقصود ہے تو موت وحیات میں بطور تقابل عدم وملکہ کے تخالف ہوگا۔ اگر موت کے معنی بدن سے روح کا جدا ہونا ہے چنانچہ یہی نصوص شرعیہ عقلیہ سے ثابت ہے۔ پس موت وحیات میں تضاد ہوگا اور بہر صورت دونوں میں مخالفت پائی جائے گی۔ لہٰذا مسیح علیہ السلام کا زمانہ ماضی میں نہ مرنا اور آئندہ میں ان کی موت کا واقع ہونا ثابت ہوا۔ اور یہ بھی تمام معتبر اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ البتہ نصاریٰ اور کادیانی اس رائے میں متخالف ہیں۔ نصاریٰ تو کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام مر کر زندہ ہوا اور آسمان پر چڑھا۔ کادیانی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام مر گئے اور آسمان پر بجسدہ نہیں چڑھائے گئے۔ پھر کادیانی مسیح علیہ السلام کے مرجانے پر اور آیت کو پیش کرتے ہیں اس کا مضمون یہ ہے کہ "نہیں بنایا ہم نے پیغمبروں کے بدنوں کو کہ وہ کھانے پینے کی طرف

محتاج ہوں اور نہ ہمیشہ رہنے والے" لیکن ہم نے پہلے اسکے استدلال کی اصلاح کرینگے اور پھر جواب دینگے۔ کادیانی کا استدلال کہ اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ بھی مان لئے جائیں تو بالضرور کہنا پڑے گا کہ وہ ایسے بنائے گئے ہیں کہ وہ طعام کی طرف محتاج نہیں ہیں۔ ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں حالانکہ خداوند تعالیٰ نے آیت میں ان دونوں باتوں کے برخلاف ارشاد فرمایا ہے۔ کیونکہ ماحصل آیت کا یہ ہے کہ نہیں کوئی ایک جسد رسولوں کے اجساد میں سے کہ وہ طعام کی طرف محتاج نہ ہو۔ نہیں کوئی ایک بھی ان میں سے کہ ہمیشہ زندہ رہے۔ ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کا اب تک زندہ ہونا جو گویا خلو سے عبارت ہے۔ انکے حق میں کہنا کہ وہ وہاں پر کھانے پینے سے فارغ ہیں یہ ایک ایسا حکم ہے کہ صراحۃً اس سالبہ کلیہ (نہیں کوئی جسد الخ) سے مخالف ہے۔ اس سبب کلی پر یہ دلیل ہے کہ خداوند تعالیٰ ایک آیت میں فرماتا ہے کہ یارسول اللہ ﷺ ہم نے آپ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشگی نہیں دی ہے کیا اگر آپ مرجائینگے تو وہ (کافر) ہمیشہ زندہ رہینگے۔ پس اس آیت سے صاف سلب کلی ثابت ہوا۔ اس سے یہ بھی لازم آیا ہے کہ یہ موجبہ جزئیہ (کہ بعض آدمی جیسے کہ مسیح علیہ السلام فلانے وقت سے اب تک یا فلاں وقت زندہ ہے) باطل ہو سبب یہ ہے کہ یہ اس سالبہ کلیہ کی نقیض ہے قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک شے متحقق ہو تو اس کی نقیض کاذب اور غیر متحقق ہو ورنہ اجتماع النقیض لازم آئے گا حالانکہ یہ باطل ہے۔ جیسا کہ دونوں نقیضوں کا متحقق نہ ہونا باطل ہے الجواب کہ آیت مذکورہ میں حرف نفی (ما) کا وارد ہوا ہے۔ وہ تو جعل البسیط[1] پر وارد نہیں ہوا ہے بلکہ جعل مولف پر جسکے لوازم سے ہے کہ وہ دو مفعولوں کے درمیان پایا جائے ایک کا نام مجعول (بنایا

[1] جعل کے بارے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ بسیط ہے انکا مذہب ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اشیاء کی ماہیتوں کو دراصل بنایا ہے اور وجود تبعیت کے طور پر خود بخود ہی عارض ہوا ہے۔ مثال لوہار تلوار کو بناتا ہے اور تیزی خود بخود موجود ہو جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ بنانے کے یہ معنی ہیں کہ خداوند تعالیٰ ہیئت و (جاری)

گیا) دوسرے کا نام مجعول الیہ (جو کچھ بنایا گیا ہو) ہے دیکھو اس آیت میں انبیاء مجعول اور جسد جو بغیر طعام کے فاسد ہوتا ہے مجعول الیہ ہے۔ پس یہاں پر نفی ایسے جعل اور بنانے پر وارد ہوئی ہے جو مقید ہے۔ پر بدیہی ہے کہ مقید گو اس کے ساتھ ہزار قیدیں لگی ہوئی ہوں تب تک نہیں پایا جاتا جب تک کہ ہر ایک قید نہ پائی جائے۔ اب یہاں تو تین قیدیں ہیں۔ ایک جعل کا مرکب ہونا۔ دوم جسد کا مجعول الیہ ہونا۔ سوم عدم الاکل کی قید۔ لہٰذا یہ جعل جو ان قیود سے مقید ہے جب ہی متحقق ہوگا کہ یہ سب قیود پائے جائیں البتہ کسی مرکب چیز کا معدوم ہو جانا اسکے تمام اجزاء کے نابود ہو جانے پر موقوف نہیں بلکہ اس میں اگر ایک چیز بھی نابود ہو جاوے تو اس چیز کا عدم پایا گیا اس سے یہ بھی سمجھا ہوگا کہ اگر بجائے جعل مولف کے جو مقید ہے اور ہی چیز فرض کی جائے یا اسکا مرکب ہونا اوڑا دیویں با ایں طور کے صرف پہلے مفعول کے ساتھ یا دوسرے کے ساتھ فقط متعلق ہونا مان لیں یا جسد کے مقام پر اور ہی کوئی مفعول قرار دیں یا تمام قیود کا تحقق مان لیں مگر عدم الاکل یا تمام قیود یا مطلق شے کا (باوجود مان لینے تمام قیود کے) نابود ہونا فرض کر لیں تو بہر حال مقید بھی معدوم ہوگا۔ لیکن یہ سب مفہومات صرف ممکن ہی ممکن ہیں واقع میں ان میں سے کوئی بھی متحقق نہیں ہے۔ البتہ ان میں سے عدم الاکل کا منتفی ہونا گو ممکن ہے۔ واقعی بھی ہے۔ ماسوا اسکے جتنے ہیں ان کا واقع میں پایا جانا دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہے اس لئے انکے عدمات واقعی نہیں ہیں۔ جب یہ سن لیا تو اسکا علم بھی ضروری ہے کہ قید عدم الاکل کا پایا جانا دو طرح پر ہے کہ یا کوئی چیز (خواہ طعام ہو یا اور کچھ ہو) نہ کھائی جائے یا خاصکر طعام ہی نہ کھایا جائے۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ عدم الاکل کا نہ پایا جانا تب ہی متحقق ہوگا جبکہ کھانا متحقق ہوگا۔ پس عدم الاکل کے نہ

(بقیہ) موجود کر دیتا ہے۔ پس بریں تقدیر جعل اور بنانے کے لئے دو مفعولوں کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ جہاں پر حضرت مصنف علام مدظلہم نے جعل مولف فرما دیا ہے وہ ہرگز جعل بسیط نہیں ہے۔ قند بر ۱۲

پائے جانے کو جو سالبہ سالبہ ہے موجبہ محصلہ لازم ہوا اگرچہ یہ ملازمت موضوع کے موجود ہوتے ہی ہوتی ہے لیکن یہاں تو موضوع (انبیاء علیہم السلام) امر واقعی ہے۔ پھر کیا دونوں متحقق نہیں ہونگے ضرور ہونگے۔ اس لئے ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ آیت مذکورہ (وَمَا جَعَلْنَا هُمْ) سے جو سالبہ سالبہ ہے قضیہ موجبہ محصلہ لازم آتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر رسول طعام کھاتا ہے۔ اب کادیانی سے مستفسر ہے کہ اس قضیہ موجبہ میں اکل اور کھانا جو ہر رسول کو ثابت ہے تو یہ انکے لئے ان کی ذات کی طرف نظر کر کے ضروری الثبوت ہے یا باعتبار کسی وصف کے یا ضروری الثبوت غیر معین یا معین وقت میں ہے یا یہ کہ وہ ذات کے اعتبار سے یا وصف کی جہت سے دائمی الثبوت ہے۔ یا تین زمانوں میں سے کسی زمانہ میں ثابت ہے یا یوں کہو کہ اس کا ثبوت انکے لئے ممکن ہے خواہ مع قید اللادوام جیسا کہ اول اور پانچویں کے ماسوا میں خواہ مع قید اللاضرورۃ جیسا کہ اول کے ماسوا میں بنا بر ایک رائے کے یا پانچویں کے ماسوا میں بھی عند البعض یا لاضرورۃ ولادوام کی قید کہیں بھی تسلیم نہ کریں۔ بہر حال پر ظاہر ہے کہ ضروریہ (یعنی ہر رسول کی ذات کو طعام کا کھانا بالضرور ثابت ہے) اور دائمہ (یعنی ہر رسول کے لئے اکل الطعام دائماً ثابت ہے) باطل ہے کیونکہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض جو ممکنہ عامہ ہے متحقق ہے پس لازم ہوا کہ ضروریہ باطل ہو ورنہ اجتماع النقیضین پایا جائے گا اسی طرح پر دائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ متحقق ہے۔ چنانچہ کہدیں کہ بعض اوقات میں رسول طعام نہیں کھاتے ہیں۔ اب اس مطلقہ عامہ کو کون باطل کہہ سکتا ہے۔ یہ تو صریح صادق ہے اسلئے دائمہ کاذب ہوا نہیں تو ویسے بھی اجتماع النقیضین لازم آئیگا جیسا کہ گزرا۔ ایسا ہی دوسرا

ل کہتے ہیں زید نے طعام نہیں کھایا یہ سالبہ ہے جب اس پر اور نفی داخل کریں گے تو یوں کہیں گے کہ ایسا نہیں ہے تو صریح لازم آئے گا کہ زید نے طعام کھایا ہے غرضیکہ جہاں نفی پر نفی داخل ہو وہ سالبہ سالبہ ہے۔ جہاں زید کے لئے کھانا ثابت کیا گیا ہو وہ موجبہ محصلہ کہلائے گا۔ ۱۲ مترجم

اور چھنا باطل ہے اس لئے کہ وصف رسالت ہرگز ضرورت یا دوام اکل کو نہیں چاہتا ہے علیٰ ہذا القیاس اکل الطعام رسول کے واسطے مطلق وقت میں کوئی وقت ہوا اور خاص ایک وقت میں ضروری الثبوت نہیں ہے آخر یہی تو کہو گے کہ اکل الطعام بشرطیکہ بھوک متحقق ہو ضروری ہے۔ لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ بھوکا خود ضروری الوجود نہیں ہے پھر طعام کا کھانا جو اس کا مشروط ہے وہ کیسے ضروری ہوگا۔ کیا دیکھتے نہیں کہ جب کہدیں کہ زید کی انگلیاں لکھنے کی حالت میں متحرک ہیں اس میں لکھنا چونکہ خود کسی وقت میں ضروری الثبوت نہیں ہے تو جس کے لئے یہ شرط ہے وہ بھی کتابت کے وقت میں ضروری نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ کتابت چونکہ کسی وقت ضروری نہیں ہے اور منجملہ اوقات وہ وقت بھی ہے جس میں کتابت متحقق ہے۔ پس وہ جب آپ ہی اس وقت میں ضروری نہیں ہے تو انگلیوں کا ہلنا کتابت کے وقت میں کب ضروری ہوگا۔ ویسے کھانا گو بشرط الجوع (بھوکا) ضروری ہے مگر بھوک کے وقت میں ضروری نہیں چنانچہ ابھی ہم بیان کر آئے ہیں۔ شاید کہو گے کہ جب یہ مانا گیا کہ طعام کا کھانا بشرطیکہ بھوک لگی ہو ضروری ہے تو یہ قول جسے قضیہ مشروطہ کہتے ہیں صادق آئیگا کہ ہر رسول کے لئے بشرط الجوع طعام کا کھانا ضروری ہے۔ حالانکہ تمہارے لئے مضر ہے۔ سو واضح رہے کہ مشروطہ ہرگز صادق نہیں آئیگا۔ سبب یہ ہے کہ یہ مشروطہ نہیں بن سکتا۔ کیا معلوم نہیں ہے کہ مشروطہ میں یہ بات لازمی ہے کہ ضرورت بشرط اسی عنوان اور وصف کے ہو کہ جس کے ذریعہ سے موصوف پر حکم لگایا گیا ہو پر ظاہر ہے کہ قضیہ مذکورہ میں وصف اور عنوان رسول کا لفظ ہے۔ نہ بھوکا کا پھر کہو کہ صورت مذکورہ میں وہ کیسا مشروطہ بن سکتا ہے۔ بنابریں ماننا پڑے گا کہ قضیہ مذکورہ[1] مطلقہ یا ممکنہ عامہ ہے خواہ لادوام ولاضرورۃ کی قید لگاویں یا نہ۔ ہاں مطلقہ اور ممکنہ

[1] مطلقہ عامہ اس قضیہ کو کہتے ہیں کہ جس میں محکوم علیہ پر محکوم بہ کے ساتھ تین زمانوں میں کسی زمانے میں حکم لگایا گیا ہو جیسا کہ کہدیں زید کہ کسی زمانہ میں کاتب ہے۔ ممکنہ عامہ وہ ہے جہاں پر جانب مخالف کی ضرورت سلب (جاری)

عامہ اس آیت سے مستفاد ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ یا رسول اکرم ﷺ آپ سے پہلے جتنے رسول تھے وہ طعام کھاتے بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے کیونکہ اس آیت کا ماحصل یہی ہے کہ وہ رسول کسی نہ کسی زمانہ میں کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے نہ یہ کہ ہر ہر وقت میں جیسا کہ ہر ہر وقت میں چلتے پھرتے نہیں تھے اور یہی مطلقہ عامہ ہے ایسا ہی طعام کے کھانے کا ان کے لئے امکان ثابت ہوا۔ پس جبکہ اس مطلقہ اور ممکنہ کو لادوام کی قید لگا دیں گے تو یہ قضیہ وجودیہ[1] ایسا ہوا کہ اس کی پہلی جز آیت مذکورہ سے ثابت ہوئی اور دوسری یعنی لادوام کا مفہوم ہماری سابق تقریر سے پایہ ثبوت تک پہنچی البتہ اس وجودیہ کو بسبب اسکے کہ یہ ایک مقید اور خاص چیز ہے ضروریہ وغیرہ لازم ہے لیکن چونکہ یہ خاص ہے اور خاص زیادہ تر قابل اعتبار ہوتا ہے تو وجودیہ ہی معتبر ٹھہریگا۔ اس لئے اسکی دو جز ولیکر قضیہ بنائیں گے پھر دیکھیں کہ وہ اسلامیوں کے عقیدہ سے مخالف ہے یا نہ دیکھو ہر رسول بعض اوقات میں طعام کھاتے ہیں اور کوئی رسول بعض اوقات میں طعام نہیں کھاتا۔ اب غور سے دیکھو کہ یہ قضیہ ہرگز عقیدہ اسلامی کی مخالفت نہیں رکھتا ہے کیونکہ یہ قضیہ کہ مسیح علیہ السلام بعض اوقات میں طعام کھاتے تھے اور بعض اوقات میں نہیں کھاتے تھے یہی صادق ہے۔ اچھا صاحب یہ جو ہم بیان کر آئے ہیں کہ بھوک ضروری الثبوت نہیں ہے سو اس کی دلیل یہ ہے کہ درونی اور برونی اسباب کے سبب اجزاء گھستے ہیں انکے قائم مقام اجزاء کے چاہنے کو بھوک کہتے ہیں۔ پس جب یہ گھسنا متحقق ہوگا تو بھوک بھی متحقق ہوگی۔ پھر بدیہی ہے کہ جب تحلل یعنی

(بقیہ) کردی گئی ہو۔ چنانچہ کہیں زید بالامکان عالم ہے یعنی زید کا عالم ہونا ضروری نہیں ہے۔ پس قضیہ مذکورہ یوں ہوگا کہ ہر رسول کے لئے طعام کا کھانا جائز ہے نہ کھانا ضروری نہیں ہے پس یہ ممکنہ ہوا ہر رسول کسی زمانہ میں طعام کھاتا ہے۔ یہ مطلقہ عامہ ہوا۔ ۱۲ مترجم

[1] جیسے کہ کہیں زید کھاتا ہے کبھی نہ ہمیشہ اس کو وجودیہ کہتے ہیں ۱۲ مترجم

گھٹنے کے اسباب مختلف ہونگے تو بالضرور تحلل کے درجہ بھی مختلف ہو جائینگے۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ تحلل کے درجہ بے شمار ہیں پس بنا براں کہ کہیں ادنیٰ اور کہیں اعلیٰ ہے ہر ایک دوسرے سے سلب کیا جا سکتا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ ادنیٰ تحلل اعلیٰ تحلل نہیں ہے۔ اور اعلیٰ ادنیٰ نہیں ہے غرض کہ جس مرتبہ اور درجہ کو مد نظر رکھیں اس سے جو ادنیٰ ہے یا اعلیٰ اسے اس درجہ معینہ سے مسلوب کرنا جائز ہے ویسے ہی ان دونوں کو اس معین درجہ سے رفع کر سکتے ہیں تو گویہ اجمالاً حکم لگایا گیا ہے کہ ہر ہر درجہ کا اپنے ماسواسب درجات سے مسلوب ہونا ممکن ہے۔ جیسا کہ باقی درجات کا سلب اس درجہ سے ممکن ہے۔ اب واضح ہو گیا کہ یہ سلب مقید ہے جب یہ ممکن ہوا تو صاف ثابت ہوا کہ واقع میں بھی سلب ممکن ہے کیونکہ وہ مطلق ہے اور مقید بجز امکان مطلق کے ممکن نہیں ہو سکتا۔ رہی یہ بات کہ جو سلب واقع میں ہے وہ کیوں مطلق ہو سو اس کی وجہ یہ ہے کہ سلب واقعی میں کسی درجہ میں متحقق ہونے کا لحاظ نہیں ہے لیکن سلب کے ممکن ہونے سے یہ لازم آیا کہ تحلل کا سرے سے ہی مسلوب ہونا ممکن ہو کیونکہ نفس تحلل کا سلب ہی مطلق سلب ہے، اس لئے تحلل کا سرے سے ہی مسلوب ہونا ممکن ہوا پس بھوک کا سلب بھی سرے سے ممکن ٹھہرا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ بھوک خود ضروری الثبوت نہیں ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے تھے۔ ہاں یہ گمان نہ کرنا چاہئے کہ تحلل کا سلب ممکن ہی ممکن ہے۔ نہیں بلکہ خداوند تعالیٰ کے کلام سے اس کا وقوع بھی ثابت ہے آیت میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم تجھ کو بہشت میں نہ بھوک لگے گی اور نہ تم اس میں برہنہ ہو گے اور نہ تجھکو پیاس لگے گی اور نہ تم اس میں چاشت کا وقت دیکھو گے۔ بھوک کا ان کو بہشت میں عارض نہ ہونا اس لئے تھا کہ وہاں تحلل نہیں تھا جیسا کہ چاشت کا وقت آفتاب کے نہ ہونے کے سبب نہیں تھا۔ اگر اس کے جواب میں کہیں گے کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ ہر ہر وقت میں بھوک نہیں لگے گی یا سخت بھوک نہیں عارض ہو گی۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ غلط ہے

ورنہ چاہئے جہاں کہیں حرف نفی داخل ہوا ہو وہاں پر ایسا ہی مراد ہو حالانکہ اس قسم کی تجویز تب تک صحیح نہیں ہے جب تک کہ کوئی ضرورت نہ ہو پھر یہاں پر کہیئے کہ کونسی ضرورت در پیش ہے کہ ظاہر معنی چھوڑ کر ایک ایسے معنی مراد رکھ لیں کہ اسکی طرف ذہن کا انتقال بھی نہیں ہوتا۔ اگر ضرورت یوں ثابت کریں کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی بہشت میں رہو اور اس میں فلانے درخت کے سوا جس درخت کا پھل کھانا چاہو گے کھاؤ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ بہشت میں بھی بھوک عارض ہوتی ہے۔ لہٰذا جہاں پر بھوک کی نفی کی گئی ہے وہاں سخت بھوک یا دائمی بھوک مراد رکھ لینا چاہیئے سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں صرف آدم وحوا کے لئے بہشت میں کھانا مباح اور جائز کر دیا گیا ہے۔ اور اس سے بھوک کا اس میں متحقق ہونا لازم نہیں آیا ہے۔ اس واسطیکہ یہ ایسا ہے جیسا کہ دنیا میں میوہ جات استلذاذ کے لئے کھائے جاتے ہیں نہ بھوک کے لئے ویسے بھی بہشت میں جو طعام کھانے کی اجازت دی گئی ہے اور دیجائے گی وہ تو صرف تلذذ کے واسطے ہے اسپر بھی اگر اے مخالف قانع نہیں تو تفسیر تیسیر اور وجیز کا مطالعہ کر ایسا کیوں نہ ہو کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ بہشت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کا نام ریان ہے اس میں سے جو داخل ہو گا پیئے گا اور جو پیئے گا پھر کبھی اسکو پیاس نہیں لگے گی۔ ظاہر ہے کہ پیاس اور بھوک میں کچھ فرق نہیں ہے۔ پس جیسا کہ پیاس کا نہ ہونا ممکن ہوا اسی طرح پر بھوک کا نہ ہونا بھی جائز ٹھہرا۔ سوال یہ جو تم نے کہا ہے کہ جب تحلل کا سلب، ممکن ہوا تو بھوک کا عدم بھی ممکن ٹھہرا۔ یہ تو ایسی ایک بات ہے کہ اسپر کوئی دلیل نہیں۔ نہ وجہ یہ ہے کہ علت کے نہ پائے جانے سے معلول کا نہ پایا جانا لازم نہیں ہوتا پھر کیسے آپ کہتے ہیں کہ تحلل کے غیر متحقق ہونے سے بھوک کا غیر متحقق ہونا جائز ہے۔ کیوں درست نہیں کہ بھوک کے لئے اور ہی کوئی علت ہو جس کے تحقق سے اس کا بھی تحقق لازم ہو۔ کیا زید کا نہ مرنا اگر یوں ثابت کرنا چاہیں

کہ وہ پہاڑ پر سے گر کر نہیں مرا صحیح ہوگا نہیں۔ کیونکہ زید کا مرنا چھت یا درخت پر سے گرنے سے بھی متحقق ہوسکتا ہے۔ علی ہذا القیاس مرنے کے لئے اور اسباب بھی ہیں جن کے عارض ہونے سے زید مر سکتا ہے۔ پھر اگر ان اسباب میں سے ایک سبب نہ پایا جاویگا تو کیا زید کا مرنا جائز نہیں ہوگا بلکہ ہوگا ویسے ہی وہ حکم جو آپ لگا چکے ہیں صحیح نہیں ہے۔ الجواب علت دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اگر علت متحقق نہ ہو تو معلول ہرگز متحقق نہیں ہوگا سو اس صورت میں معلول کا اس علت کے بدون پایا جانا ہرگز جائز نہیں کیونکہ بایں معنی علتیں دو تین نہیں ہو سکیں۔[1] پس جبکہ اس علت کا تعدد اور تکثر جائز نہیں ہے تو معلول اس میں منحصر ہوگا اور علت اسکو لازم ہوگی اس لئے کہ اگر معلول اس علت کے بغیر پایا جائیگا تو ملزوم کا لازم کے بغیر پایا جانا متحقق ہوگا حالانکہ یہ باطل ہے لہٰذا ہمارا یہ قول کہ "بھوک نہیں ہے کیونکہ تحلل نہیں ہے" صحیح ہوا کیونکہ تحلل بایں معنی کہ "وہ اگر نہ متحقق ہو تو بھوک بھی متحقق نہیں ہوگی" بھوک کے لئے علت ہے۔ تحلل بھوک کے واسطے علت بایں معنی نہیں ہے کہ وہ جس وقت پایا جاویگا تو بھوک بھی متحقق ہوگی۔[2] (یعنی بمعنی اذا وجد فوجد) اس لئے یہ استدلال کہ "بھوک کا غیر متحقق ہونا ممکن ہے کیونکہ تحلل کا عدم جائز ہے" درست ہوگا۔ البتہ بھوکا کھانے کے واسطے بمعنی مصحح لدخول الفاء (اسکا معنی وہی ہے جو ابھی گذرا) علت اور سبب ہے کیونکہ کھانا بھوک کے بغیر بھی متحقق ہوسکتا ہے کیا دیکھتے نہیں کہ لذت یا کسی علاج کے واسطے بھی کھاتے پیتے ہیں۔ کادیانی اس استدلال کو بھی پیش کرتے ہیں کہ خداوند عزاسمہٗ فرماتا ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ

---

1. کیونکہ پھر ہر ایک پر یہ عبارت کہ "اگر وہ نہ ہو تو معلول بھی نہیں ہوگا" ہرگز صادق نہیں آوے گی بلکہ پھر تو یوں کہنا پڑیگا کہ اس علت کے غیر متحقق ہونے کی حالت میں معلول متحقق ہوسکتا ہے۔ ۱۲ مترجم

2. اس قسم کی علت کو مصحح لدخول الفاء کہتے ہیں جیسا کہ خاص رکن اور تھم چھت کے لئے علت ہے کیا معنی کہ اگر یہ خاص رکن ہونگے تو چھت قائم رہے گی اگر انکے قائم مقام اور تھم بھی رکھے جائیں تو بھی قائم رہے گی ۱۲ مترجم

رہنے والے نہیں تھے نیز کہ ہم نے یا رسول اللہ ﷺ آپ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشگی نہیں دی ہے کیا اگر آپ مر جائیں تو آپکے مخالف ہمیشہ رہیں گے۔ اس استدلال کی توضیح، تنقیح اس طرح پر ہے کہ مسیح علیہ السلام اگر اب تک زندہ ہوتے تو انکا ہمیشہ زندہ ہونا لازم آئے گا حالانکہ خداوند تعالیٰ نے صاف ظاہر فرمایا ہے کہ کسی کو ہمیشگی نہیں ہے۔ الجواب دونوں آیتوں میں جو ہمیشگی کی نفی کی گئی ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ طویل العمر بھی نہیں بنایا گیا بلکہ دراصل اس کا معنی تو یہ ہے کہ کوئی ابدالآباد خدا کی طرح زندہ نہیں رہیگا۔ اگر اے مخالف اس پر آگاہی نہیں ہے تو کتب لغات مفاہیم قرآن کو غور سے دیکھو۔ دیکھتے نہیں کہ قرآن شریف میں بہشتیوں کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ بہشت میں خالدین اور ہمیشہ رہینگے۔ دوزخیوں کے حق میں ارشاد ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ لہٰذا دونوں آیتوں میں جو خلود ہمیشگی مذکور ہے اس کے معنی دوام ہیں۔ پس اگر نفی ہے تو دوام کی ہے لاغیر یہ۔ (یعنی نہیں کوئی ایک بھی آدمیوں میں سے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے) دائمہ موجبہ جزیہ مطلقہ کی نقیض ہے۔ (وہ یہ ہے کہ بعض آدمی دائماً زندہ ہیں) لیکن یہ قضیہ کاذب ہے اس لئے کہ اس کی نقیض کہ "نہیں ہے کوئی بشر بالفعل زندہ" صادق ہے کیونکہ اس کا ملزوم (یعنی نہیں ہے کوئی ایک بھی آدمیوں میں سے الخ) جو قرآن سے ثابت ہو حق ہے وجہ یہ ہے کہ ملزوم کے متحقق ہونے کو لازم کا تحقق ضروری ہے پس یہ مطلقہ عامہ سالبہ کہ نہیں ہے کوئی بشر بالفعل (تین زمانوں میں کسی زمانہ میں) زندہ مسیح علیہ السلام کی موت کو زمانہ گزشتہ میں مستلزم نہیں ہے کیونکہ جس چیز کا پایا جانا تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں معتبر ہو تو اس کا خاص ماضی یا خاص مضارع میں متحقق ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ یوں ضروری ہے کہ وہ (جیسے موت المسیح کا) کسی نہ کسی زمانہ میں وجود ضروری ہے خواہ استقبال میں ہی ہو ماضی میں تو ضروری نہیں ہے پر ظاہر ہے کہ اہل اسلام سلفاً وخلفاً اسکے قائل ہیں کہ مسیح علیہ السلام بعد نزول قریب قیامت کے مریں گے۔ اب یہ قرآن سے

بالکل مخالف نہیں ہے کیونکہ قرآن سے تو دوام الحیوۃ کی نفی ثابت ہے۔ جو ہمارا اعتقاد اور باقی اسلامیوں کا عقیدہ ہے اسکے منافی نہیں ہے بناءً علیہ ہم کہتے ہیں جو ثابت ہوا وہ محال نہیں۔ جو محال ہے وہ ثابت نہیں سوال دونوں آیتوں میں خلود کا معنی طول بقا بطور مجاز کے ہے۔ جواب یہ بھی غلط ہے۔[1] کیونکہ اس لفظ کو وضعی اور حقیقی معنی سے چھوڑا کر غیر حقیقی میں مستعمل کرنا تب ہی جائز ہوگا کہ کوئی قرینہ جو حقیقی میں استعمال کرنے سے روکتا ہو پایا جاوے لیکن قرینہ تو موجود نہیں ہے البتہ اگر عمر کے واسطے کوئی معین حد ہوتی تو بیشک یہ قرینہ تھا۔ مگر وہ بھی معین نہیں ہے پہلے مانسو اس بات پر کہ عمر طبعی ایک سو بیس برس ہے غرہ نہ ہو جاوٴ یہ تو ایک مشہوری بات تحقیق سے مخالف ہے اسپر نہ تو نقلی نہ عقلی دلیل ہے نیز مشاہدہ کے برخلاف ہے۔ کئی لوگ ایسے پائے گئے ہیں اور پائے جاتے ہیں جو اس عمر سے متجاوز ہو کر مرتے ہیں۔ خود اطباء نے بھی تصریح کی ہے اس مشہور بات پر کوئی بھی دلیل نہیں ہے خاصکر شرع شریف سے صاف صاف ثابت ہے کہ یہ عمر طبعی نہیں ہے۔ دیکھو قرآن شریف میں نوح علیہ السلام کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ نوح قوم کے درمیان ساڑھے نو سو برس تک رہے ہیں۔ مع ہذا اگر کادیانی وہ معنی لیں گے تو قرآن شریف میں تناقص ثابت ہوگا۔ حالانکہ یہ باطل ہے خداوند تعالیٰ ہم کو گمراہوں کی گمراہی، زندیقوں کی زندیقی سے اپنی پناہ میں رکھے۔ صالحین کے زمرہ میں داخل کرے۔ پروردگار ہم کو ہادی، ہدایت یاب مقتداؤں سے بطفیل اپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ ان کی آل واصحاب کے بناوے۔ کادیانی اپنے مدعا کے ثابت کرنے کے لئے یوں بھی دلیل پیش کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض تم میں

[1] بعض احادیث میں آیا ہے کہ اب سے سو برس سے زیادہ عمر نہیں ہوگی۔ سو یہ باعتبار اکثر کے ہے ورنہ یہ حدیث واقع اور مشاہدات برخلاف ہوگی نیز اس حدیث کا یہی مطلب اور حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ ہم اسکی تحقیق بعض ابواب انوار محمدی میں کر چکے ہیں۔ ۱۲ مترجم

سے اے بنی آدم ایسے نہیں کہ وہ ارذل عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی مارے جاتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کو ہم ارذل العمر تک پہنچاتے ہیں۔ پھر پیر فرتوت بناتے ہیں ایسا کہ وہ سیکھے سیکھائے کو بھول جاتا ہے۔ اس استدلال کی اصلاح اس طرح پر ہے کہ جس طرح جفت اور طاق عدد کے افراد کو حاصر ہے ویسے ہی مرجانا۔ ارذل العمر تک پہنچنا تمام افراد انسان کو حاصر ہے پس جیسے کہ عدد کے افراد میں جفت و طاق جمع نہیں ہوتا نہ دونوں سے خالی ہوتے ہیں۔ ویسے ہی افراد انسان ان دونوں سے نہ تو خالی ہو سکتے ہیں اور نہ یہ دونوں ان میں اکٹھے پائے جا سکتے ہیں۔ پس یہ ایک قضیہ منفصلہ حقیقیہ ہوا۔[1] اب بھی اگر تم کہو گے کہ مسیح علیہ السلام نہ تو مر گئے ہیں اور نہ ارذل العمران کو عارض ہوگئی ہے تو بداہۃً ان دونوں کا افراد انسان کی بعض سے ارتفاع لازم آویگا حالانکہ دونوں کا مرتفع ہونا باطل ہے۔ چونکہ یہ امر محال مسیح علیہ السلام کی زندگی کے فرض کرنے سے لازم آیا تو مفروض بھی محال ہوا۔ جب زندگی محال ہوئی تو اسکی نقیض (یعنی انکا مرنا) ثابت ہوئی۔ یہی مقصود تھا۔

الجواب۔ من یتوفی (بمعنی جو شخص مارا جاتا ہے)۔ اور من یرد (یعنی جو شخص ارذل العمر تک پہنچایا جاتا ہے) کے ظاہر معنی کے طرف لحاظ کر کے یہ تقسیم درست نہیں ہے سبب یہ ہے کہ "جو ارذل العمر کی طرف مردود ہوتا ہے وہ باعتبار اپنے معنی کے من یتوفی میں داخل ہے کیونکہ وہ خاص اور یہ عام ہے کیا یہ معلوم نہیں ہے کہ جو ارذل العمر تک پہنچتا ہے اسکو بھی موت لاحق ہوتی ہے۔ اور ہر موت اسکے بغیر بھی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ یہ بات اسی آیت سے ثابت ہے۔ پس متوفی جب کہ من یرد سے عام ہوا تو یہ تقسیم اس لئے درست نہیں ہے کہ یہ ایک چیز کو اپنے آپ اور اخص پر بانٹنا ہے"۔ حالانکہ تقسیم جب ہی درست ہوتی ہے کہ

[1] منفصلہ حقیقیہ جیسے کہیں کہ زید یا پہلے ہی مریگا۔ یا ارذل العمر تک پہنچ کر مرے گا۔ اب اس میں یہ ضروری ہے کہ نہ تو یہ کہ زید پہلے ہی مرے اور ارذل العمر تک بھی پہنچے۔ اور نہ یہ کہ نہ وہ ہو نہ یہ۔ ہذا بناء علےٰ قول الکادیانی ۱۲ مترجم

اقسام مقسم سے مغائرت رکھتی ہو نہ کہ ایک قسم عین مقسم ہو اور دوسرا غیر بلکہ ایسی تقسیم متصور بھی نہیں ہے اس لئے کہ تقسیم کے یہ معنی ہیں کہ ایک چیز کو بلا اسکے کہ اس میں خصوصیۃ اور عموم کا لحاظ کریں۔ لیکر اسکو مختلف ا قیدیں لگائی جائیں۔ پھر اگر یہ تقسیم اعتباری ہے تو مضاف الیہ یا صفت وغیرہ کے ساتھ عبارت میں تقید داخل ہوگی۔ معنوں سے خارج جیسے مطلق سیاہی کو جب پتھر کی یا گھوڑے کی یا حبشی کی سیاہی کی طرف تقسیم کریں یا تقسیم واقع ہوگی لیکن یہ تب ہوگی کہ ماہیت کو فصول کے ساتھ تقسیم کریں۔ مگر اس صورت میں فصل کی قید معنوں میں داخل ہوگی جیسے کہ حیوان کو ناطق یا ناہق سے مقید کریں۔ قید مع مقید پر انسانیہ یا حماریۃ کا حکم لگا دیں ۲ یا اگر ماہیت کو عوارض سے مقید کر کے تقسیم کریں۔ قید کو معنوں میں داخل سمجھیں۔ چنانچہ لکھنے والا انسان۔ غیر کاتب انسان پس صورت اولیٰ میں حیوان انسان۔ حمار کہلائے گا۔ دوسری صورت میں زید اور عمرو وغیرہ کہلائے گا یہی تقسیم ہے جب یہ سمجھ گئے تو یہ بھی سمجھ لیں کہ انسان کو اگر متوفی۔ من یرد کی طرف تقسیم کریں گے تو یہ تقسیم ایسے عوارض کے ساتھ ہو گی جو الگ قسم اور خاص بنانے والے ہیں کیونکہ جو چیز کہ حقیقت سے خارج ہو وہ عرض ہے پس چونکہ توفی اور رد یہ دونوں انسان کی حقیقت سے خارج ہیں عوارض ہیں۔ لیکن تقسیم میں جو یہ بات ضروری ہے کہ اقسام آپس میں غیریت رکھتے ہوں اور ہر ایک جب ہی ممتاز ہوگا کہ ایک کا وصف دوسرے میں متحقق نہ ہو حالانکہ توفی ایسا نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ وصف من یرد

ا مثلاً کلمہ اور لفظ کو ہم بلا لحاظ خصوص اور عموم کے جسے "مرتبہ لا بشرط شے" کہتے ہیں لیکر ایک یہ قید لگا دیں کہ اپنے معنی پر بالاستقلال دلالت کرے اور کوئی زمانہ اس سے مفہوم نہ ہوئے تو یہ کلمہ اسم کہلاتا ہے۔ اگر اپنے معنی پر بالاستقلال دلالت کرے مگر اس سے کوئی زمانہ بھی مفہوم ہو تو یہ فعل کہلاتا ہے علیٰ ہذا القیاس اور ایک قید لگانے سے دو حرف کہلاتا ہے۔ اب دیکھو کہ کلمہ مقسم ہے اور یہ تینوں اسکی قسم ہیں مگر یہ قسیم مختلف قیود لگانے سے حاصل ہوئے۔ ۱۲ مترجم

۲ معنوں میں داخل ہونے کے یہی معنی ہیں ۱۲ مترجم

میں بھی متحقق ہوتا ہے۔ پس اس وصف کی ایک چیز کے ساتھ کیا خصوصیت رہی۔ کیا تمیز دے سکتا ہے۔ لہٰذا کادیانی نے جس کو تقسیم سمجھا تھا وہ تقسیم ہی نہیں ہے ہاں بلاشبہ اگر مطلق من یتوفٰی کو لیکر یہ دو قسم کر ڈالیں تو صحیح ہے چنانچہ کہیں ایک من یتوفٰی وہ ہے کہ جس کو رد کی حالت عارض نہیں ہوتی۔ دوسرا وہ ہے کہ جسکو یہ حالت عارض ہوتی ہے۔ البتہ اس طریق پر متوفی دونوں میں مشترک ہوگا۔ اب جسطرح کہ حیوان محل قسمت ہے۔ حیوان ناطق ہے۔ حیوان ناہق ہے۔ اس کے دو قسم ہیں ویسے ہی مطلق متوفی محل تقسیم ہے اور متوفی جس میں رد کی حالت کا عارض نہ ہونا معتبر ہے۔ اور متوفی کہ جس میں اس حالت کا عارض ہونا ملحوظ ہے۔ اس کے دو قسم ہونگے۔ مطلق متوفی کے جو "لازم ہے" محصور ہونے سے انسان کا جو ملزوم ہے۔ محصور ہونا متحقق ہوا رہی یہ بات کہ مسیح علیہ السلام کا اگر زمانہ ماضی میں نہ مرنا ہی مانا جائے تو یہ اس حصر سے منافی ہے۔ سو یہ غلط ہے کیونکہ مسیح علیہ السلام پہلی شق (یعنی متوفی سوا اسکے کہ اس کو رد کی حالت عارض نہ ہو) میں داخل ہے۔ پس مسیح علیہ السلام کا زمانہ ماضی میں نہ مرنا منافی حصہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ حصر صحت کے واسطے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ زمانہ مستقبل میں مر جائیں۔ حصر کے لوازم سے یہ تو نہیں ہے کہ وہ زمانہ ماضی میں مر گئے ہوں کیا دیکھتے نہیں کہ شق اول بصیغہ مضارع مجہول آیت میں بیان کی گئی ہے نہ بصیغہ ماضی مجہول شاید کادیانی مضارع و ماضی میں فرق نہیں کرتے ہیں اس واسطے جو کچھ خیال میں آیا لکھ مارا بیشک اگر مسیح علیہ السلام کا دنیا میں ہمیشہ زندہ رہنا مانا جاتا تو یہ حصر سے منافی تھا وجہ یہ ہے کہ پھر تیسری قسم کا انسان جس میں مطلقاً توفی نہیں تھا ماننا پڑتا۔ پس بریں تقدیر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس قسم کے انسان میں مطلق توفی پایا جاتا ہے یا نہ۔ اگر پایا جاتا ہے تو یہ باطل ہے۔ کیونکہ ابدیت ایک تو منافی موت ہے دوم اس صورت میں حصر باطل ہوتا ہے۔ اس واسطے اس صورت میں مقسم کا ان دونوں قسموں کے بغیر جن کی طرف اس کو تقسیم کی گئی تھی۔

موجود ہونا لازم آئے گا۔ اگر انسان میں مطلق توفی متحقق نہیں ہے اس سبب کہ وہاں پر اس کا محل جن میں منحصر تھا پائے نہیں جاتے۔ تو اس سے دو محالوں میں سے ایک محال لازم ہوگا۔ یا یہ کہ توفی انسان کو لازم نہیں حالانکہ یہ باطل ہے اس لئے کہ خداوند فرماتا ہے کہ ہر ایک نفس موت کا مزہ چکھے گا یا لازم آئیگا کہ ایک لازمی امر کسی چیز میں منحصر ہو اور ملزوم اس میں منحصر نہ ہو۔ یہ بھی محال ہے کیونکہ اس صورت میں لازم کا ملزوم سے جدا ہونا ظاہر ہے حالانکہ یہ بھی باطل ہے۔ اب چونکہ یہ سب محالات اس صورت پر عائد ہوتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کا ہمیشہ زندہ رہنا مان لیا جائے تو یہ بھی باطل ہوا لیکن یہ محالات جس تقدیر پر کہ مسیح علیہ السلام کے لئے طول بقا۔ مستقبل میں مرجانا۔ مراد لیں گے عائد نہیں ہوتے۔ اب تک کادیانی عبارات کے عموم سے استدلال کرتے تھے۔ اب اپنے مدعا کے لئے حدیث معراج پیش کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول کریم ﷺ نے دوسرے آسمان پر مسیح، یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات کی تنقیح الاستدلال اگر مسیح علیہ السلام مرے نہ ہوتے تو یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ جو اموات میں داخل ہیں کیوں مجتمع ہوتے۔

الجواب: کہ یہ قول بالکل لچر ہے کیا اگر اموات کے ساتھ مجتمع ہونا مصاحب کے میت ہونے کو بھی چاہتا تو رسول کریم ﷺ جو معراج کی رات میں اموات کے ساتھ مجتمع ہوئے تھے تو وہ بھی اس حالت میں میّت ہی تھی۔ آپکو کیا مر کر معراج ہوا تھا۔ زہے دانش۔ شاید کادیانی یوں بھی کہدیں کہ مدت دراز تک میت کے ساتھ مجتمع ہونا یہ اسکو چاہتا ہے کہ ہم صحبت بھی میت ہو۔ سو یہ بھی غلط ہے اولاً کہ جائز ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کا دوسرا آسمان مقر نہ ہو بلکہ اس خاص وقت میں ان کو دوسرے آسمان پر مستقر ہونے کا حکم دیا گیا تھا۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ کو حضرات انبیاء علیہم السلام سے مسجد اقصےٰ میں یا آسمانوں پر خواہ ارواح متمثل تھے یا بمعہ اجساد بعینہا۔ ملاقات ہوئی تھی حالانکہ ان کے ارواح اعلےٰ علیین تھے۔ یہ سب ممکنات

سے ہے۔ یا یہ کہ انکا دراصل مقر قبور ہی ہیں (چنانچہ حدیث میں آچکا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا گیا ہے) لیکن ان کو اس وقت آسمان پر یا مسجد اقصیٰ میں جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ سوال یہ تو ہمارا عین مدعا ہے کہ معراج مثالی ہے۔[1]

الجواب: آپ کے معراج کو مثالی جان لینا ہی غلط ہے بلکہ رسول ﷺ کا یہ معراج جسد عنصری لطیف کے ساتھ تھا نہ مثالی اور کشفی طور پر کیونکہ صحیح احادیث میں جو حالات آمد و رفت کی حالت میں مذکور ہیں ان سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ یہ جسمانی معراج تھا ہاں مثال کو دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے مثال کے ساتھ ہی دیکھا ہو مثال کا مرئی ہونا اور ہے اور رائی ہونا اور ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ آپ نے معراج کی حالت میں کئی چیزوں کی مثال کو اور کئی چیزوں کے عین کو ملاحظہ فرمایا ہے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ کے پڑھنے سے معلوم ہوگا لہٰذا کوئی محال عائد نہیں ہو سکتا۔ اس سے بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ مسیح علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کے دوسرے آسمان پر مجتمع ہونے سے دونوں صاحبوں کا آسمان دوم پر مقیم ہونا ضروری نہیں ہے پھر یہ کب لازم آسکتا ہے کہ جیسے یحییٰ علیہ السلام میت تھے ویسے ہی مسیح علیہ السلام بھی ہونے چاہیئے۔ ثانیاً گو دو شخص ایک ہی مکان میں دائمی طور پر مقیم بھی ہوں تو کیا اس سے ان دونوں کا ہر ہر وصف میں یکساں ہونا لازم ہے ہرگز نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ کادیانی اپنے گمان فاسد

[1] کادیانی کا بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ کے معراج کی حقیقت یہ ہے کہ آپ بذات خود زمین پر ہی تھے۔ مگر کشف کے طور پر آپ پر مسجد اقصیٰ آسمانوں کے حالات ظاہر کردیئے گئے چنانچہ ان کے بڑے خلیفہ نے ایک اشتہار میں جس کا نام مولوی احسن امروہی ہے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی اس کے مطابق لکھتے ہیں۔ لیکن جب حجۃ اللہ البالغہ کا یہ مقام دیکھا گیا تو فی الحقیقۃ شاہ صاحب کا اور ہی مطلب ہے جو ہرگز خلاف عقیدہ قدیمہ نہیں۔ گو اس خلیفہ نے اپنے زعم میں اور ہی کچھ اپنے مطلب کے موافق سمجھا ہوا تھا۔ سبحان اللہ اگر ایسے منصف ہوں تو سب متقدمین و متاخرین کو بدنام کرڈالینگے۔ پھر غضب یہ ہے کہ کادیانی لکھتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو جسم کثیف کے ساتھ معراج نہیں ہوا۔ نعوذ باللہ منہ دیکھئے کہ یہ بے ادب ہے اور دعویٰ مجددیت کا ۱۲ مترجم

سے اس آیت کو بھی اپنے مدعا کے لئے دلیل سمجھتے ہیں کہ اس آیت (انی متو فیک) اور دوسری آیت (فلما تو فیتنی) میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسیح (علیہ السلام) میں تیرا متوفی ہوں۔ جب تو نے مجھکو توفی دی لیکن دراصل یہ استدلال محض ملمع بے علموں کو ورطہ ضلالت میں ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ خیر بہر حال ہم اس کی تردید کریں گے وہ یوں ہے کہ توفّی کا معنی لغۃً کسی چیز پر پورے طور پر قبضہ کرنا ہے۔ اس کا مادہ (یعنی جس سے یہ لفظ لیا گیا ہے اور اسی کو ماخذ بھی کہتے ہیں) وفا ہے۔ پر قاعدہ مقررہ مسلمہ ہے کہ ماخذ کا معنی ماخوذ کے تمام گردانوں میں معتبر ہوتا ہے۔ گو ان کی صورتیں اور صیغہ مختلف ہوں۔ ماخذ کا معنی ماخوذ میں اس طرز پر داخل ہوتا ہے۔ جیسے کہ جز کل میں داخل ہوتی ہے۔ دیکھو علم کا لفظ (خواہ اس کا معنی عندالعقل شے کی صورت کا حاصل ہونا ہو۔ یا عالم و معلوم کے درمیان نسبت ہونا خواہ کہ ایک اضافت والی چیز ہے یا خود صورت حاصلہ یا دانش ہے یا شئی کی صورت کا حاصل کرنا وغیرہ۔) گو کسی معنی سے اس کو لو۔ وہ ضرور اس کے ماخوذ میں پایا جائیگا وہ ماخوذ ابواب مجردہ سے ہو یا مزیدہ سے مثلاً عَلِمَ (جان لیا اس نے) ماضی معلوم کے ساتھ اس کا معنی پہلی اصطلاح کے موافق یہ ہے کہ فلانے نے فلانی چیز کی صورت زمانہ گزشتہ میں اپنی عقل میں حاضر کی دوسری اصطلاح کے مطابق فلانے کو اپنے آپ کے اور معلوم کے درمیاں ایک نسبت (عالمیۃ معلومیۃ) حاصل ہوگئی ہے اسی طرح پر اوروں میں جاری کرو تو ہر ایک میں وہی پائیں گے جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ پس جبکہ علم کا لفظ جو صیغہ ماضی معلوم ہے اپنے مصدر اور ماخذ پر بھی شامل ہوا تو اس میں تین جزؤں سی ترکیب ہوگی ایک مصدر، دوم زمانہ، سوم فاعل کی طرف نسبت لیکن یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ یہ دو جز ہیں ایک نسبت دوم زمانہ ہر ایک میں خواہ مصدر مجرد سے لیا گیا ہو یا اس سے جو اس مجرد سے لیا گیا ہے ماخوذ ہو۔ متحقق ہونگے البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک ماخوذ میں پایا جاوے نہیں بلکہ افعال میں نہ غیر

میں دیکھو علم سے عالم ماخوذ ہے مگر اس میں فاعل کی طرف نسبت ہے اور نہ زمانے کے جانب۔ ہاں اتنا تو ہے کہ اس کا ماخذ یعنی علم اس میں موجود ہے ایسا ہی اِعلام (سکھانا) جو اسی علم سے ماخوذ ہے اس میں نہ تو فاعل کی طرف نسبت ہے اور نہ زمانہ کیجانب۔ ہاں اس کا ماخذ اس میں موجود ہے۔ نیز اس میں باب افعال کا مقتضا جس لئے یہ متعدی ہوا (حالانکہ اسکے مآخذ میں یہ نہیں ہے) پایا جاتا ہے۔ لہٰذا اس میں دو جزو متحقق ہیں۔ اعلام سے جو علم سے لیا گیا ہے۔ اعلم بصیغہ ماضی معلوم مشتق ہے۔ اس لئے اس میں چار جز ہیں ایک علم جو مصدر ہے۔ دوم باب افعال کا مقتضا۔ سوم فاعل کی طرف نسبت۔ چہارم زمان۔ جب یہ ثابت ہوا تو پھر ضرور ماننا پڑے گا کہ توفّی کے معنی میں وَفا داخل ہے کیونکہ وہ وَفاَ سے ماخوذ ہے نیز اقرار کرنا پڑے گا کہ باب تفعل کا مقتضا جو اخذ (بمعنی لے لینا) ہے اس میں معتبر ہے۔ پس جو الفاظ توفّی سے ماخوذ ہیں۔ بشرطیکہ وہ زمانہ پر دلالت کرتے ہیں۔ چار چیزوں پر شامل ہونگے جیسا کہ توفیت (پورا لے لیا میں نے) اور جو زمانہ پر دلالت نہیں کرتے ہیں ان کی تین جزئیں ہونگی دیکھو متوفّی[1] اسلئے کہ اس میں زمانہ معتبر نہیں ہے مختصراً کہ جو جو صیغہ کسی مصدر سے لیا گیا ہو۔ اس میں یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ماخذ و مصدر پر شامل ہو۔ گو اس ترکیب کو حقیقی کہیں یا اعتباری۔ ہاں یہ تو ماننا ہی پڑتا ہے کہ اگر اس ترکیب کو تحلیلی کہیں گے حق بھی یہی ہے تو شمول کا معنی یہی ہوگا کہ اس جزو اعتباری کا اس اعتباری کل سے اعتبار کر لینا جائز ہے۔ پس اگر توفّی کا معنی وفا کو چھوڑ کر لئے جائیں گے تو یہ حقیقی

---

[1] شاید کوئی کہہ دے گا کہ اسم فاعل میں تو زمانہ ضروری ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ضروری اس موقعہ پر ہے کہ جب عامل ہو نہ مطلقاً یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ آیت انی متوفیک میں جو متوفّی ہے اس میں زمانہ معتبر ہے کیونکہ یہ یہاں پر عامل ہے۔ اس لئے کہ متوفّی کاف خطاب کی مضاف ہے۔ اور کاف محلاً مجرور ہے نہ یہ کہ متوفی کا مفعول ہے ۱۲ مترجم

نہیں ہوگا۔ اس واسطے کہ موضوع لہٗ بعض اجزاء کو الگ کردینے سے کل ہی سے تخلیہ لازم آتا ہی نہیں تو باوجود انتفاء جزء کے کل کا تحقق چاہئے (یہ اس صورت میں ہے کہ ترکیب حقیقی ہو) یا لازم آوے گا کہ جو حکما کل ہے وہ حکمی جز کے بغیر متحقق ہو۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ وہ مجازی معنی ہوگا۔ آخر یہ تو ظاہر ہے کہ لفظ کا استعمال یا حقیقۃً یا مجازاً ہوتا ہے۔ لیکن یہ خیال نہ کرنا کہ ماخذ ہی صرف معتبر نہ ہوگا تب ہی مجازی ہوگا نہیں بلکہ کوئی جزء ہو۔ جبکہ اس کا انتفا مان لیں گے وہ مجازی ہی ہوگا خواہ اس جز کا دخول وضع شخصی یا وضع نوعی کے ذریعہ سے ہو۔ پہلے کی مثال اینٹ[1] کا دیوار میں داخل ہونا۔ دوسرے کی مثال ''مشتق کی جزو کا اس میں داخل ہونا کیونکہ یہ دخول بوضع نوعی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہر لفظ جو مفعول کے وزن پر ہو وہ اس پر دلالت کریگا کہ جس پر فعل واقع ہوا ہو۔ لہٰذا حقیقی معنی جب کہ مرکب ہو وہ تاوقتیکہ آپس میں تمام اجزاء متحقق نہ ہولیں حقیقی نہیں کہلائے گا۔ اسکے مرتفع ہو جانے، مجازی بننے کے لئے ایک جزو کا بھی انتفا کافی ہے۔ کیونکہ کل کا انتفا جیسے کہ تمام اجزا کے منتفی اور معدوم ہو جانے سے ہو جاتا ہے ویسے ہی اس کا انتفا کسی ایک جزو کے نابود ہو جانے سے ہوتا ہے۔'' اب دیکھو کہ یہ تحقیق سابق واضح طور پر اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ متوفی کا معنی "پورے طور پر لینے والا ہے" لاغیر۔ یہی متوفی کا حقیقی معنی ہے کیوں

[1] وضع کا معنی یہ ہے کہ ایک لفظ یا شے کو کسی مفہوم کے واسطے معین کردینا۔ رہا یہ کہ شخصی کیا ہوا اور نوعی کیا، سو واضح ہو کہ شخصی میں وضع اور موضوع لہٗ دونوں خاص ہوتے ہیں جیسا کہ زید کا لفظ ذات زید کے لئے موضوع بھی ہے۔ اب اس میں وضع اور موضوع بھی خاص ہیں۔ پس یہ وضع شخصی ہو یا لفظ دیوار کا خاص ایک دیوار کی لئے موضوع ہے یہ بھی شخصی ہوگا اور اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا بھی اسی شخصی وضع کے ذریعہ سے ہو کیونکہ وہ دیوار میں جزء کی طرح داخل ہے اور وہ دیوار موضوع لہٗ بوضع شخصی ہے۔ وضع نوعی وہ ہے جو حضرت مصنف علام مدظلہم نے خود بالتصریح فرمادیا ہے غرضیکہ جس طرز پر جناب فرماتے ہیں اسی طریق پر جب وضع ہو تو وہ نوعی کہلاتا ہے۔ ۱۲ مترجم

نہ ہو کہ جس کے حقیقی ہونے کو ضرورت ہے وہ پایا گیا ہے۔ وہ یہ ہیں ایک وفاؔ۔ دوم لے لینا۔ سوم فاعل کی طرف نسبت۔ پس آیت (یٰعیسیٰ انی متوفیک) جس کا مضمون یہ ہے کہ اے عیسےٰ علیہ السلام میں تیرا متوفے اور اپنی طرف تیرا اٹھالے جانے والا ہوں کہ اے مسیح میں تجھ کو پورے طور پر لینے والا ہوں۔ ایسا ہی آیت فَلَمَّا توفیتنی الآیۃ سے بھی پورا اور تمام کالے لینا مراد ہے لیکن مسیح علیہ السلام پر جو پورا اور تماماً مقبوض ہونا۔ صادق آیگا تب ہی ہے کہ وہ بجسدہ اٹھائے گئی ہوں نہ اگر ان کی روح ہی صرف اٹھائی گئی ہو اس لئے کہ خالی روح کا اٹھا یا جانا تو تمام پر قبضہ نہیں بلکہ ایک حصہ پر قبضہ ہوا پھر باایںہمہ اگر کہو گے کہ توفی کا اطلاق رفع روحی پر حقیقی ہے تو یہ ناجائز ہے۔ ہاں اگر یوں کہہ دیں کہ توفّی کا معنی لے لینا ہے مگر اس طرح پر کہ وفا سے مجرد ہے خواہ یوں کہ وفا کا عدم اس میں اعتبار کیا گیا ہے۔ یا وفا اس میں معتبر نہیں پھر وفا اس کو کبھی مقارن ہو یا کبھی مقارن نہ ہوتا ہو۔ وفا کے عدم کا اعتبار ایک چیز ہے۔ وفا کے اعتبار کا عدم اور چیز ہے۔ بناء براں توفّی کا اطلاق رفع روحی پر صحیح ہوگا مگر اس پہلی صورت میں کل کا اطلاق جز پر ہوا۔ دوسری صورت میں عموم مجاز ہوگا۔[1] رہی یہ بات کہ کسی چیز کے عدم کے اعتبار اور اس چیز کے اعتبار کے عدم میں کیا فرق ہے سو یہ فرق ہے کہ پہلا خاص دوسرا عام ہے جزو جو کچھ ہے سو ہے۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ دونوں تقدیر پر یہ معنی مجازی ہے نہ حقیقی لیکن مجازی لے لینا تو تب ہی جائز ہوتا ہے کہ جب کوئی ایسا قرینہ موجود ہو کہ اس کے ہوتے حقیقی لینا جائز نہ ہو۔ ہاں یہاں اس قسم کا کوئی قرینہ نہیں ہے پھر کہو کہ یہ مجازی لے لینا کیونکر درست ہوگا۔ لہٰذا حقیقی ہی مراد لینا لازم ہوا نہ مجازی۔ یہ ظاہر ہے کہ

[1] عموم مجاز اسکو کہتے ہیں کہ لفظ سے ایک ایسا معنی مراد لیا جائے کہ وہ حقیقی اور مجازی کو شامل ہو جیسا کہ حضرت مصنف تقدس مآب مدظلھم نے فرمایا ہے کہ اس کو وفا مقارن ہو یا نہ ہو۔ اب جہاں پر مقارن ہوگا وہ حقیقی اور جہاں پر مقارن نہیں ہوگا وہ مجازی کہلائے گا۔ تو یہی عموم کا معنی ہے۔ ۱۲ مترجم

حقیقی ومجازی کا مدار وضع ہے خواہ وہ نوعی ہوگا۔ یا شخصی بہر حال لفظ کو جب ان دونوں میں کسی وضعی معنی میں استعمال کریں گے تو وہ حقیقی استعمال ہوگا۔ ورنہ مجازاً ہوگا۔ پس مشتقات جو ایسے مادہ اور ہیئت ترکیبی سے کہ ان میں سے پہلا بوضع شخصی موضوع ہے۔ دوسرا بوضع نوعی مرکب ہیں۔ بہ سبب اس ترکیب کے مبداء پر باعتبار مادہ بوضع شخصی اور معنی ترکیبی پر بوضع نوعی دال ہیں۔ نیز اجب اس طرز پر ہونگے تو استعمال حقیقی اسی صورت میں ہوگا۔ کہ دونوں وضع متحقق ہوں نہ صرف ایک ہی متحقق ہو تو پھر بھی حقیقی ہی ہوگا۔ البتہ مجاز تین صورتوں میں پایا جاسکتا ہے۔ ایک جبکہ وضع شخصی نہ رہے۔ دیکھو ناطق اسکے مبداء کا موضوع لہ دراصل بوضع شخصی ادراک کلیات وجزئیات ہے جب اس سے دال مراد لینگے تو یہ استعمال مجازی ہوگا۔ ایسا ہی جب وضع نوعی کو اٹھادیں۔ دیکھو قائلہ جب کہ اس سے مقولہ مقصود ہو گو اس میں قول جو اسکا مصدر ہے اپنے اصل معنی پر دال ہے۔ مگر باعتبار اسکے کہ اس میں وضع نوعی منتفی ہوا ہے مجازی ہوگا اگر دونوں کو اٹھادیں نیز مجازی ہوگا۔ دیکھو ناطق سے جس حالت میں مدلول مراد رکھ لینگے کیونکہ ناطق "مدلول" کے لئے نہ تو بوضع نوعی اور نہ بوضع شخصی موضوع ہے اس لئے مستفسر ہے کہ لفظ متوفیک توفیتنی. ان کو کسی معنی پر محمول کریں گے تو کونسا معنی ان سے مراد لیں گے۔ اگر پوری طور پر لے لینا مراد ہے تو یہ روح وجسد دونوں کے اٹھائے جانے کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ استعمال حقیقی ہوگا کیونکہ حقیقت کا مدار وضع شخصی اور نوعی پر ہے سو وہ پایا گیا ہے۔ اگر اس میں اخذ کو مراد رکھیں گے اور تمامیت کی قید مجرد سمجھیں گے خواہ

لہ دیکھو متوفی مشتق ہی اس کا اصل ماخذ "وفا" ہے اور یہ لفظ تو اپنے معنی پر بوضع شخصی دال ہے۔ رہی ہیئت جو حروف کے آپس میں لمجانے سے پیدا ہوگئی ہے وہ اپنے معنی مرکب پر بوضع نوعی دال ہے جیسا کہ کہیں کہ ہر لفظ جو منفعل کے وزن پر ہو وہ تین چیزوں کے مجموعہ پر دال ہوگا ایک ماخذ دوم باب کا اقتضاء سوم نسبت الفاعل۔ ظاہر ہے کہ متوفی کا یہی مجموعہ ہے۔ منفعل کے وزن پر بھی ہے ۱۲ مترجم

یوں کہ اخذ کے لئے تمامیت کا عدم قید ہے یا مہمل طور پر لیں گے یعنی اسکے ساتھ تمامیت کی قید لگی ہو یا نہ تو ان صورتوں میں یہ استعمال مجازی ہوگا اس لئے کہ ان تقدیروں پر لفظ کا موضوع لہ بوضع شخصی سے ہٹانا متحقق ہوگا لیکن یہ بات مسلمات سے ہے کہ حقیقی معنی کو قرینہ صارفہ کے بغیر چھوڑ کر مجازی کو اختیار کرنا ناجائز ہے اور قرینہ یہاں پر موجود نہیں ہے۔ پس لامحالہ حقیقی معنی ہی لینا پڑے گا۔ ہاں یہ جو تم کہتے ہو متوفی سے مارنا ہی سریع الفہم ہے۔ سریع الفہم ہونا ہی قرینہ ہے۔ نیز مسلم نہیں ہے اس لئے کہ یا تو کہو گے کہ توفی سے بلاقرینہ مارنا۔ مرنا متبادر ہے سو یہ تو پہلا ہی جھگڑا ہے۔ قرآن شریف میں تو کہیں بھی توفی اور متوفی کا لفظ مرنے مارنے میں بلاقرینہ مستعمل نہیں ہوا ہے یا کہو گے کہ نہیں توفی اور متوفی سے مرنا۔ مارنا بمعہ قرینہ متبادر ہے۔ البتہ یہ مانا۔ لیکن حقیقی کی نشانی تو یہ ہے کہ وہ بلاقرینہ ہی متبادر ہو نہ بمعہ قرینہ ورنہ سب مجازات حقیقی ہی بن جائینگے۔ لہٰذا لفظ کی تقسیم حقیقت ومجاز کی طرف صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ بنا براس مذہب کے تو مجاز ممکن بھی نہیں ہے۔ بیشک یہ ہمارا دعویٰ کہ قرآن شریف میں کہیں بھی توفی کا لفظ بلاقرینہ موت میں مستعمل نہیں کیا گیا ہے۔ ثبوت طلب ہے لیکن ثبوت تو موجود ہے۔ دیکھو یہ آیت (یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ) یعنی وہ مرتے ہیں لیکن یہاں موت کا قرینہ موجود ہے وہ یہ ہے کہ توفی کو موت کی طرف اسناد کی گئی ہے۔ نیز اور بھی بہت سی آیتیں ہیں کہ جن میں توفے سے موت ہی مراد ہے۔ مگر ہر ایک میں موت کا قرینہ موجود ہے (دیکھو یتوفکم الموت. اِنّ الّذین توفهم الملائکة. تَتَوفهمُ الملائکة. یَتوَفّٰهم المَلائکة طیبین. توفته رسلنا. رسلنا یتوفونهم. یتَوفّی الّذین کفروالملائکة. فکیف اذاتوفتهم الملائکة) یعنی تم کو ملک الموت موت کو مزہ چکھادیگا۔ وہ لوگ کہ ملائکة الموت نے ان کو موت کا مزہ چکھایا۔ موت کا ذائقہ ان کو ملائکۃ الموت چکھائیں گے۔ ان کو ملائکة الموت

پاکیزگی کی حالت میں موت کا مزہ دکھائینگے۔ ہمارے فرستادوں نے ان کو مارا۔ ہمارے فرستادہ یعنی ملک الموت ان کو ماریں گے۔ کافروں کو ملائکۃ الموت مارینگے، کیا ہوگا جس وقت کہ ان کو ملائکۃ الموت مارینگے۔ اب دیکھو ان سب آیتوں میں بلاقرینہ توفی سے موت نہیں لی گئی۔ دیکھئے قرائن پہلی آیت میں ملک الموت کی طرف توفّی مسند ہے اور یہی قرینہ ہے اور باقیوں میں قابض ارواح فرشتوں کی طرف توفی کو اسناد ہے۔ اور یہی قرینہ موت ہے۔ ایسا ہی اس آیت میں (وتوفنا مع الابرار) جس کا معنی یہ ہے کہ ہم کو مار کر نیکوں کے زمرہ میں داخل کر اس میں ابرار کے ساتھ کی التجا قرینہ موت ہے۔ آیت (توَفنا مسلِمینَ) کہ اے خداوند تعالیٰ ہم کو اسلام پر مارنا۔ میں حسن خاتمہ کا سوال قرینہ موت ہے۔ آیت (فامانرینک بعض الذی نعد هم اونتوفینک فالینا یرجعون) یعنی یارسول اکرم ﷺ یا تو ہم آپکو وہ بعض امور کہ جن کا ہم کافروں کو وعدہ دیتے ہیں دکھادینگے یا موت کا ذائقہ آپکو چکھائیں گے پھر ہماری طرف لوٹینگے۔ اس میں مقابلہ قرینہ ہے کیونکہ اگر ایک میں متقابلین میں سے کسی چیز کا وجود معتبر ہو تو دوسرے میں اس چیز کا عدم معتبر ہوتا ہے۔ کیا جانتے نہیں کہ حرکت میں جو سکون کی ضد ہے۔ بتدریج منتقل ہونا معتبر ہے اور اسکی ضد میں یعنی سکون میں اس انتقال کا عدم معتبر ہے۔ پس چونکہ آیت مذکورہ میں دکھانے (ارایت) کا مقابل نتو فینک (ہم تجھ کو ماریں گے) مقرر کیا گیا ہے۔ ارایت میں زندگی کا وجود معتبر ہے۔ تو بالضرور اسکے مقابل یعنی نتوفینک میں اس زندگی کا عدم معتبر ہو ورنہ تقابل کیسا ہوگا۔ یہی قرینہ موت ہے اسی طرح پر آیات ذیل میں قرائن موجود ہیں (دیکھو والذین یتو فون منکم ویذرون ازواجاً وصیةً لازواجهم. والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً یتربصّن بانفسهن اربعة اشهر و عشراً) یعنی جولوگ تم میں سے بیبیاں چھوڑ مریں۔ تو وہ بیبیاں چار مہینہ اور دس دن عدت الموت

کاٹیں۔ جولوگ تم میں سے بیبیاں چھوڑ مریں تو ان پر ازواج کے لئے وصیت کرنا لازم ہے۔ اب دیکھئے دوسری میں موت کے دو قرینہ ہیں ایک بیویوں کو چھوڑ مرنا دوم عدت الموت کا کاٹنا۔ پہلی میں بھی دو قرینہ ہیں ایک بیبیوں کو چھوڑ مرنا دوسرا وصیت کا لازم ہونا۔ آیت (ومنکم من یتوفی) میں بھی تقابل قرینہ ہے۔ رہی آیت (الله یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منا مها) یعنی خداوند ارواحوں کو موت کے وقت میں لے لیتا ہے۔ ملخصًا اس میں حین موتہا قرینہ ہے۔ یاد رکھو کہ اس آیت میں مارنا، سلانا، دونوں مراد ہیں مگر نہ اس طرح پر کہ اس سے حقیقی ومجازی دونوں اکٹھے مراد لئے جائیں کیونکہ حقیقت ومجاز کا اجتماع ناجائز ہے۔ دیکھو کتب اصول وغیرہ۔ دوم اس لئے بھی یہاں پر جمع نہیں ہے کہ مارنا یا سلانا اس میں سے کوئی ایک بھی توفی کا حقیقی معنی نہیں ہے اس واسطے یہ جمع لازم نہیں آتا اور نہ توفّی سے مارنا اور سلانا عموم مجاز کے طور پر مراد ہے جیسا کہ کوئی شخص قسم کھاوے کہ میں فلاں مکان میں اپنا قدم نہیں رکھوں گا اب یہ شخص خواہ گھوڑے پر چڑھ کر اس میں داخل ہو یا اس طرح پر جیسا کہ کہا تھا یا وہ مکان اسی کا ملک ہو۔ یا کرایہ پر یا استعارہ کے طور پر ہو بہر حال حانث ہوگا۔ یہ قول حقیقی معنی کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا ہے۔

پس اس کا حانث ہونا اسی پر موقوف نہیں ہوگا۔ کہ وہ گھر فلاں کا مملوک ہی ہو اور اس میں ننگے پاؤں ہی داخل ہو بلکہ بہر حال حانث ہی ہوگا۔ ایسا ہی اس کا قول مجازی معنی کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا ہے تا کہ کہا جاتا کہ وہ جب فلانے کے غیر مملوک مکان میں یا جوتا پہن کے ہی یا سواری پر ہی چڑھ کر داخل ہوگا۔ تو حانث ہوگا نہیں تو نہیں بلکہ بہر حال حانث ہوگا۔ خواہ حقیقی معنی پایا جائے یا مجازی۔ چنانچہ گذرا۔ آیت مذکورہ میں توفّی سے سلانا۔ مارنا جبکہ بطریق عموم مجاز بھی نہیں۔ تو لامحالہ اس سے کچھ لے لینا مراد ہوگا۔ مثلاً جب توفّی سے سلانا مقصود ہو تو اس صورت میں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن حساس تھا

وہ تعلق مسلوب کیا گیا تو بلاشبہ یہی سلانا ہے اور اگر توفٰی سے مارنا مراد ہو چنانچہ ایسا ہی ہے تو یوں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن زندہ تھا وہ تعلق سلب کیا گیا ہے۔ اس صورت میں بلاشک اس کو مارنا کہا جائیگا۔ ہاں دوسرے میں حس کا سلب بھی معتبر ہے جیسا کہ زندگی کا کمامر لیکن یہ خیال رکھنا کہ یہ تعلق حس اور زندگی کے درمیان بطور تردید دائر ہے۔ جس طرح کہ کوئی امر خاص و عام کے درمیان مردد ہوتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ تردد اس طرز پر ہے کہ جس طرح پر شے نقیضین کے درمیان مردد ہے اس لئے وہ تعلق جس سے احساس کا وجود ہوتا ہے دوسرے تعلق کے بغیر (یعنی وہ تعلق کہ جس سے زندگی ہوتی ہے) موجود نہیں ہوتا پس یوں کہنا کہ ہر حساس زندہ ہے۔ صادق ہے اور یہ کہنا کہ ہر زندہ حساس ہے غلط ہے کیونکہ بعض زندہ (جیسے سوئے ہوئے) حساس نہیں ہیں۔

سوال: آپکی تقریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردہ میں حس باقی نہیں رہتی ہے اسلئے لازم آیا کہ وہ سنتے بھی نہیں؟

الجواب:[1] ہماری تقریر سے مُردوں کا نہ سننا ثابت نہیں ہوتا ہے کیونکہ انکا سننا بمعنی ادراک روحانی ہے چنانچہ ادلہ قاطعہ شرعیہ سے ثابت ہوا ہے اس قسم کا سماع مرنے سے مرتفع نہیں ہوتا ہے البتہ مرنے کے ضمن میں وہ سماع جو قوت جسمانیہ کے ذریعہ سے ہے مرتفع ہو جاتا ہے لیکن اس طرز پر کہ مردہ بقوۃ جسمانی سنتے ہیں کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ لہٰذا جو مرتفع ہے وہ ثابت نہیں۔ جو ثابت ہے وہ ناپید نہیں۔ اس تقریر سے یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ موت و

[1] بعض لوگ حنفیوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت صاحب فتح القدیر وغیرہ محققین حنفیہ میں سے فرماتے ہیں کہ مردہ نہیں سنتے ہیں تو اے حنفیو تم کیوں سماع موتی کے قائل ہو حضرت مصنف فضیلت مآب نے اسکو بھی رد کیا کہ صاحب فتح وغیرہ مطلقاً سماع موتی کے منکر نہیں ہیں بلکہ قوت جسمانیہ سے سننے کے منکر ہیں نہ کہ ادراک روحانی سے بھی انکاری ہیں ۱۲ مترجم

حیٰوۃ کے درمیان ضدیت کے طور پر مقابلہ ہے اسلئے کہ یہ دونوں وجودی ہیں۔ حیٰوۃ کا وجودی ہونا تو بالکل ظاہر ہے۔ رہی موت سو وہ بھی وجودی ہے دلیل یہ کہ مارنا اسی کو کہتے ہیں کہ بدن سے روح کا تعلق جس سے بدن کی زندگی ہوتی ہے۔ اٹھا دیا جائے۔ اس کا اثر لازم مرنا ہے چونکہ مرنا اس تعلق کا منقطع ہونا ہے۔ تو یہ بلاشبہ وجودی ہے نیز اس کے وجودی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے موت کو پیدا کیا ہے۔ یہ صریح طور پر دلالت کرتی ہے کہ یہ وجودی ہے اسلئے کہ موت اگر عدمی ہوتی تو خداوند تعالیٰ کا فعل اسکے ساتھ کیونکر متعلق ہوتا۔ کیا کبھی کہا جاتا ہے کہ فلاں امر عدمی پیدا کیا گیا ہے نہیں کیونکہ پیدا کرنے کا معنی موجود کر دینا ہے۔

سوال: کیوں جائز نہیں کہ باعتبار لازم کے عدمی ہو کیا دیکھتے نہیں کہ عدم الحیٰوۃ اس کو لازم ہے۔ پس اس کا عدمی ہونا موت کے عدمی ہونے کو مستلزم ہے۔

جواب: کہ یہ استلزام غلط ہے دیکھو عدم السکون آسمان کو عندالفلاسفہ لازم ہے۔ آسمان معدوم نہیں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور بھی بہت مواقع ہیں کہ لازم کی عدمیت ملزوم کی عدمیت کو نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ میں جو توفے ہے وہ مارنے میں حقیقی طور پر مستعمل نہیں ہے اس لئے کہ مار دینے میں پورے طور پر لے لینا نہیں پایا جاتا ہے بلکہ مار دینے میں صرف بدن سے روح الگ کر کے اٹھائی جاتی ہے اور یہ گویا ایک حصے کا لے لینا ہے نہ پوری شے کا لے لینا لیکن لفظ کا بصورت عدم قرینہ حقیقی معنی پر محمول کرنا۔ جبکہ واجب ہوا تو آیت (یا عیسٰی انی متوفیک الآیۃ) ہمارے لئے دلیل ہوئی نہ کادیانیوں کے لئے۔ اس کا ہمارے لئے دلیل ہونے کو رافعک الی کا اس پر معطوف ہونا قوت بخشتا ہے۔ اس لئے کہ اس رفع سے رفع جسمانی مراد ہے ورنہ خاص کر مسیح علیہ السلام سے کیا اس رفع روحی کو خصوصیت تھی جو اس آیت میں ان کی روح کا مرفوع ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

سوال: چونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا ایمانداروں، اہل علم کے درجات کو (مرفوع) بلند کرتا ہے تو اس سے سمجھا جاتا ہے کہ خود ایماندار اور اہل علم مرفوع نہیں ہوتے ہیں بلکہ انکے درجات مرفوع اور بلند کئے جاتے ہیں۔ پس رفع مسیح علیہ السلام سے بھی خود مسیح علیہ السلام کا رفع مراد نہیں ہے بلکہ رفع روحی۔

الجواب: دلیل مفید مطلب نہیں ہے۔ کیونکہ آیت سابقہ میں خود مسیح علیہ السلام کا رفع مذکور ہے اور اس آیت میں رفع درجات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ رفع درجات اور خود شے کے مرفوع ہونے میں غیریت ہے اس لئے رفع درجات سے رفع غیر جسمانی ثابت نہیں ہو گا۔ دیکھو کہا جاتا ہے کہ میں نے زید کو اٹھالیا ہے۔ یا میں نے زید کا کپڑا یا اور کچھ جس کا زید کے ساتھ تعلق ہو اٹھالیا ہے۔ اب اس صورت میں زید کے کپڑے کے اٹھائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہاں پر بھی خود زید کا رفع مراد نہ ہو بلکہ کپڑے کا مثلاً اس لئے کہ خود شے کا رفع اور ہے۔ اس کے متعلق کا اور ہے۔ بناءً علیہ ثابت ہوا کہ آیت (یا عیسٰی انی متوفیک الآیۃ) میں منادیٰ اور ضمائر کا مرجع خود مسیح علیہ السلام ہے نہ خالی روح جب مسیح علیہ السلام ہی منادیٰ اور مرجع ہوئے تو متوفی، مرفوع، مطہر، فائق الاتباع بھی آپ ہی ٹھہرے نہ صرف روح۔ اب ہم اس سے پہلی شکل بنائیں گے مسیح علیہ السلام پر بھی متوفی کا مفہوم صادق آتا ہے۔ جس پر یہ صادق ہے اسی پر ہی مرفوع کا مفہوم بھی صادق ہے نتیجہ۔ مسیح علیہ السلام ہی پر مرفوع کا مفہوم صادق ہے۔ اور یہ بعینہٖ وہی ہے جو ہم دعویٰ کرتے ہیں۔ دوسری دلیل اگر مسیح علیہ السلام کی صرف روح ہی مرفوع ہوئی ہوتی تو آپ کافروں کے ہاتھوں سے کیسے بری اور مطہر ٹھہرتے۔ بلکہ جسد لطیف تو کافروں کے ہی اختیار میں رہتا اور کافروں کا مقصود یہی تھا حالانکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسیح علیہ السلام ہم تجھ کو کافروں کے اختیار سے الگ اور پاک کر دینگے۔ پس اگر خالی روح مرفوع ہوئی ہو تو باری تعالیٰ کا یہ ارشاد کیسا درست ہوگا لہٰذا

رفع روحی غلط ٹھہرا اور مسیح علیہ السلام کا بجسدہ مرفوع ہونا ثابت ہوا کیونکہ جب بجسدہ رفع مراد لیں گے تو مسیح علیہ السلام بلاشبہ بالکل کافروں کے اختیار سے نکل گئے اور پاک ہو گئے۔ اس لئے آیت مذکورہ سے رفع روحی مراد رکھ لینا بے علمی اور عجیب تر ہے۔

کادیانی اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مسیح ابن مریم علیہما السلام کے فرزند کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے نہ تو ان کو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ ہاں شبہ میں ڈالے گئے ہیں۔ جن لوگوں نے اختلاف کیا وہ البتہ ان کے قتل کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں ان کو اس پر یقین حاصل نہیں ہے صرف خلاف واقع کی تابعداری کرتے ہیں۔ مسیح علیہ السلام کو انہوں نے قتل نہیں کیا بلکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ نہیں ہے کوئی بھی اہل کتاب میں سے مگر کہ اس پر ایمان لائے گا۔ اس کے مرنے سے پہلے۔ وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔ طریقہ استدلال کادیانی پہلی آیت میں رفع روحی مراد رکھتا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ اہل کتاب کا مسیح علیہ السلام کے مقتول و مصلوب ہونے میں شاک ہونا ہی ضمیر بہ کا مرجع ہے۔ موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف راجع ہے اس کے بعد دو توجیہیں کرتا ہے۔ پہلی کہ قبل موتہ میں ایمان کا لفظ مقدر ہے۔[1] اس تقدیر پر آیت کا معنی یہ ہوا کہ ہر ایک کتابی مسیح علیہ السلام کی طبعی موت پر جو ماضی میں واقع ہو چکی ہے۔ ایمان لانے سے پہلے آپکے مشکوک القتل ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔ دوسری توجیہہ کہ ہر ایک کتابی یقیناً جانتا ہے کہ ہم مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے کے بارے میں شک میں ہیں۔ اس شک پر ان کا ایمان مسیح علیہ السلام کے مرنے سے پہلے تھا۔ گویا مسیح علیہ السلام ابھی زندہ ہی تھے کہ ان کو آپکے مقتول ہونے میں شک تھا اور وہ آپکے مرنے سے پہلے ہی اپنے اس شک پر یقین رکھتے تھے۔ اب

[1] کادیانی صاحب یہ عجیب ہے کہ کوئی اگر مقدر کا نام لے تو اس کو محرف کہتے ہیں۔

دیکھئے کہ استدلال پر کتنے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ اولاً کہ رفع سے روحانی مراد لینا غلط ہے اس لئے کہ اس آیت میں مسیح علیہ السلام وصف مرفوعیت میں بطور قلب اور عکس کے محصور کر دیئے گئے ہیں لیکن اس حصر اور قصر کے لئے اوصاف کی منافات شرط ہے۔ مثلاً ایک شخص اعتقاد رکھتا ہے کہ زید قائم ہے۔ دوسرے نے اس سے مخاطب ہو کر کہہ دیا کہ زید قائم نہیں بلکہ بیٹھا ہے۔ پس دیکھئے یہاں پر متکلم نے ایسا بیان کیا ہے کہ وہ مخاطب کے عقیدہ کا قلب اور الٹ ہے۔ ظاہر ہے کہ کھڑا ہونا، بیٹھنا یہ دو صفتیں آپس میں منافات، غیریت رکھتی ہیں۔ بے شک یہ منافات عام طور پر لی جاتی ہیں۔ خواہ قصر و حصر کی بہتری کے لئے یا نفس حصر کے لئے شرط ہو۔ نیز واقع میں منافات ہو یا اعتقاد میں۔ رہی یہ بات کہ وہ آیت کہ جس کا مضمون یہ ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔ بطور قصر قلب کے فرمائی گئی ہے۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب دعویٰ کرتے تھے کہ مسیح علیہ السلام قتل کئے گئے ہیں تو خداوند تعالیٰ نے ان سے ان کے گمان کے برعکس فرمایا کہ مسیح علیہ السلام تو صرف مرفوع ہوئے ہیں۔ قتل نہیں ہوئے۔ اب ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کو وصف مرفوعیت میں قصر حصر کیا گیا ہے۔ مگر قلب اور عکس کے طور پر۔ پس ضرور ہوا کہ قتل اور رفع میں منافات ہو لیکن یہ منافات جب ہی متصور ہے کہ مسیح علیہ السلام بجسدہٖ مرفوع ہوئے ہوں۔ کیونکہ رفع بجسدہٖ بداہتہ منافی قتل ہے۔ مگر جب رفع سے روحانی رفع مراد لیں گے۔ جیسا کہ کادیانی کا بیان ہے تو وہ قتل سے منافی نہیں ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ جو شخص خدا کی راہ میں قتل کیا جاتا ہے تو اس کی روح مرفوع ہوتی ہے۔ پس جبکہ قتل کی حالت میں رفع روحانی پایا گیا ہے۔ تو منافات کہاں رہی جس حالت میں یہ دونوں واقع میں بلکہ عقیدہ میں بھی مجتمع ہوئے تو منافات سرے سے ہی اُڑ گئی۔ بنابراں آیت میں جو قصر کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ خود قصر ہی غلط ہوگا۔ یا بہتر نہیں ٹھہرے گا۔ نعوذ باللہ منہ۔ لہٰذا کادیانی پر دو

باتوں میں سے ایک کا اقرار کرنا لازم ہے۔ یا تو کہے گا کہ آیت اہل کتاب کی تردید کرتی ہے۔ لیکن اس صورت میں قصر القلب قتل۔ رفع میں منافات کا اقرار کرنا ہوگا۔ پس مسیح علیہ السلام کا بجسدہٖ مرفوع ہونا بھی ماننا پڑے گا۔ یا کہہ دیگا کہ قصر القلب میں وصفین کے درمیان منافات کا ہونا ضروری نہیں مگر اس صورت میں کلام عربی کے قواعد کا ہدم اور انکے برخلاف پر ہونا لازم آویگا۔ مختصراً کادیانی کو اس سے گریز نہیں ہو سکتا۔ یا تو مسیح علیہ السلام کے بجسدہٖ مرفوع ہونے پر ایمان لانا پڑے گا۔ یا قواعد عربیت سے منحرف ہوگا۔ پس دو میں سے جسے چاہے اختیار کرے۔ دوسرا اعتراض معہ پہلی ضمیر کا مشکوکیۃ القتل کی راجع کرنے سے اس ضمیر کا خود مسیح علیہ السلام کی جانب پھیرنے سے اولیٰ نہیں ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے پھر مشکوکیۃ کو مرجع بنانا باوجود اس کے کہ سلف خلف کے برخلاف ترجیح بلا مرجح بلکہ ضعیف کو ترجیح دینا ہے۔ یہ ترجیح پہلی ترجیح سے بدتر ہے۔ مع ہٰذا آیت کا معنی اس تقدیر پر یوں ہوگا کہ ہر ایک کتابی ایمان رکھتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کا مقتول ہونا شکیہ ہے۔ ان کا مقتول ہونا یقینی نہیں ہے۔ چنانچہ کادیانی اس بات کو خود واضح کر رہا ہے حالانکہ یہ معنی درست نہیں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کا مقتول ہونا جملہ اسمیہ کے لباس میں بیان کیا ہے۔ اور پھر اس کو موکد بھی کر دیا ہے۔ پس یہ صراحتہ اس پر دال ہے کہ وہ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں آخر اس لئے تو خداوند تعالیٰ نے ان کی تردید کی کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ اجی اگر ان کو مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر اذعان نہ ہوتا تو خداوند تعالیٰ اتنا ہی فرما دیتے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا اور یقیناً کی قید نہ بڑھاتے۔ پس یہ کہنا کہ ان کو یقین و اذعان نہیں ہے یہ صاف طور پر اس بات کا اقرار ہے کہ قرآن شریف میں یقیناً کی قید لغو ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔ اچھا صاحب اگر یہ دعویٰ کریں گے کہ اس آیت میں جو یقینی مذکور ہے وہ تو منفی قتل کی قید ہے تو گویا یہ نفی قتل مقید پر وارد ہوئی ہے۔ پس یہ نفی جیسے کہ قید کے اٹھ جانے سے منتفی

ہوتی ہے ویسے ہی قید ومقید دونوں کے اٹھ جانے سے منتفی ہو جاتی ہے۔ یہاں ایسا ہی ہے کیونکہ یقینی قتل منتفی ہے اس لئے آیت کا معنی یوں ہوگا کہ انکا متیقن قتل نہیں پایا گیا ہے۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ باوجود ان لن ترانیوں کے یقیناً کی قید کا فائدہ مند ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ پھر بھی کادیانی کو اس قید کے لغو ہونے کا مقر بننا پڑے گا۔ اولاً کہ ان کی تردید کے لئے نفس قتل اور بلا قید ہی کی نفی کافی تھی۔ دوم یہ بات اکثری قاعدہ سے مخالف ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ نفی جب مقید پر وارد ہوتی ہے تو وہ نفی صرف قید کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے علاوہ براں یہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے یہ جملہ (انا قتلنا المسیح الأیة) بلا اذعان ہی کہہ دیا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں بلا اذعان کہہ دینے پر دلیل موجود ہے۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ منافقین کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں یا محمد ﷺ کہ آپ بلاشبہ خداوند تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پس یہ دعویٰ کرنا کہ اہل کتاب نے باوجود یہ کہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اپنے عقیدہ سے مخالفانہ کہہ دیا ہے مسیح علیہ السلام کو قتل کیا ہے۔ کیسے بلا دلیل قبولیت کے قابل ہے۔ البتہ اگر اس پر کوئی دلیل ہوتی تو یقیناً کی قید کا لغو ہونا لازم نہ آتا مگر دلیل تو ندارد ہے۔ اس لئے کادیانی لغو ہونے کے الزام سے نہیں بچتے۔ ہاں اس پر تو دلیل موجود ہے کہ وہ لوگ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں۔ دیکھو قرآن کی عبارت ہی پہلے شاہد عدل ہے۔ دوم نصاریٰ اور فرقوں کو اسی بات کی طرف بلاتے ہیں کہ آؤ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے پر ایمان لاؤ اور یہ اس گمان سے کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام امت کے گناہوں کے بدلہ قتل کیا گیا ہے۔ حال یہ ہے کہ یہ بات ان کی انجیل میں بھی لکھی ہوئی ہے گو تحریف کے طور پر ہی ہو لیکن وہ اس پر اس لئے اذعان کر بیٹھے ہیں کہ وہ انجیل کو بلا تحریف مانتے ہیں۔ مع ہذا یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر اذعان نہیں رکھتے ہیں کیا صریح بہتان ہے۔ باوجود اس روشن دلیل کے سب کی طرف شک کو منسوب کرنا کیونکر متصور ہے۔ شاید ایسے

لوگوں کو اس آیت سے (جسکا مضمون یہ ہے کہ وہ لوگ کہ مختلف ہوئے۔ البتہ قتل کے بارے میں شک میں ہیں۔ نہیں ان کو اس پر اذعان مگر ظن کی تابعداری کرتے ہیں) وہم پیدا ہو گیا ہوگا۔ سو واضح رہے کہ شک جو اس آیت میں مذکور ہے وہ منطقیوں کے طور پر نہیں ہے۔ منطقی تو شک اس کو کہتے ہیں کہ جسکے دونوں جانب برابر ہوں[1]۔ بلکہ شک سے آیت میں ضد علم مراد ہے جسے حکم جازم مطابق واقع کہتے ہیں مختصراً کہ شک سے ضد یقینی مطلوب ہے۔ پس اس لحاظ سے مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے کے بارہ میں ان کے شک کنندہ اور متیقن ہونے میں منافات نہیں ہے بریں تقدیر آیت کا معنی یوں ہوگا کہ وہ لوگ جو مختلف ہوئے البتہ قتل کے بارے میں شک میں ہیں یعنی البتہ وہ ایسے خیال میں گرفتار ہیں کہ جو خلاف واقع ہے گو وہ لوگ یہ حکم بزعم خود قطعاً و جزماً لگاتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ دراصل مطابق واقع نہیں علم و یقین نہیں ہے بلکہ شک ہے کیونکہ یقین کے لئے یہ ضروری ہے کہ مطابق واقع ہو۔ پس بلاشبہ وہ ظن کے تابعدار ہیں یعنی اس خیال اور حکم کے تابعدار ہیں جو واقع کے مطابق نہیں اس لئے شک اور ظن کا مآل اور مرجع ایک ہی ہوا۔ اگر شک وظن کو منطقیوں کی اصطلاح کے موافق لیں گے تو ان دونوں کا مصداق ایک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے نزدیک ظن[2] وہ خیال ہے کہ طرف موافق قوی ہے اور شک میں ان کے نزدیک مطلقاً رجحان نہ چاہیے چنانچہ ظاہر ہے رہی بات کہ قرآن شریف میں کہیں بھی شک کا معنی برخلاف منطقین کے لیا گیا ہے سو واضح ہو کہ قرآن مجید میں یہ بات موجود ہے دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم لوگ قرآن کے

---

[1] جیسے کہ زید کے قائم ہونے کا خیال ہو ویسے ہی اس کے قائم نہ ہونے کا بھی خیال ہو اور کسی جانب کو ترجیح نہ ہو اسے منطقی شک کہا کرتے ہیں۔ ۱۲ مترجم

[2] چنانچہ ایک شخص زید کے قائم ہونے پر غالب گمان رکھتا ہے گو اس کے قائم نہ ہونے کا بھی اسکو ضعیف سا گمان ہے۔ اس کو منطقین ظن کہتے ہیں۔ ۱۲ مترجم

بارے میں ریب یعنی انکار میں پڑ گئے ہوائے۔اب دیکھو کہ اس آیت میں جو ریب بمعنی شک ہے ان کے انکار انکے حکم بالجزم پر کہ یہ خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ کسی بشر کا ہے۔شعر،کہانت ہے۔اطلاق کیا گیا ہے۔اس پر خداوند تعالیٰ کا کلام دلالت کرتا ہے کہ ہم ان چیزوں کی قسم کھاتے ہیں جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے ہو کہ قرآن فرشتہ جبرئیل کے منہ سے نکلا ہے۔کسی بشر کا کلام،شاعر کا کلام نہیں ہے۔تھوڑے ہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔ اور نہ یہ کاہن کا کلام ہے۔تھوڑے ہی لوگ ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں۔یہ قرآن منزل من اللہ ہے۔اس آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اگر قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شک کنندہ بایں معنی ہوتے کہ جو شک کا معنی منطقی کرتے ہیں۔تو خداوند یہ تاکیدیں یاد نہ فرماتا۔پہلی کہ جملہ اسمیہ بیان فرمایا۔دوم انّ کو ذکر کیا۔سوم قسم۔پس بلاشبہ یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان کا انکار قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے سے اس حد تک پہنچا ہے کہ انہوں نے یقین کرلیا ہے کہ یہ غیر اللہ کا کلام ہے اسی طرح پر ظن کا بھی اسی خیال پر جو خلاف واقع ہو۔اطلاق کیا ہوا ہے دیکھئے وہ آیت جس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ صرف ظن کی تابعداری کرتے ہیں۔اور وہ صرف جھوٹے ہیں۔غرضیکہ!اعتراض مذکور کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر پہلی ضمیر کو شک کی طرف پھیرینگے تو یا قید کا لغو ہونا لازم آئیگا۔یا یوں کہنا پڑیگا کہ یہ آیت جس کا معنی یہ ہے کہ وہ اعتقاد کر بیٹھے ہیں کہ ہم نے مسیح علیہ السلام کو قتل کر ڈالا ہے۔اپنے ظاہر معنی پر محمول نہیں۔حالانکہ ظاہر پر محمول ہونے کا بھی موجب موجود ہے پس جو لوگ پہلی کا التزام کریں گے تو یہ کفر ہے۔اگر دوسرے کو اختیار کریں گے تو یہ نادانی ہے۔اب ان دونوں میں سے جس کو چاہیں اختیار کرلیں۔تیسرا اعتراض کہ یہ توجیہ تکلف محض ہے کیونکہ جسکی طرف تم ضمیر کو راجع کرتے ہو یہ رجوع ہرگز متبادر نہیں ہے۔نیز اس قسم کے ارجاع سے انتشار ضمائر لازم آتا ہے۔قرآن شریف میں انتشار ضمائر کا قائل ہونا یہ تو بے عیب پر از

فصاحت قرآن کو بٹہ لگانا۔چنانچہ ظاہر ہے اور جب یہ سب کچھ باطل ہوا تو ہمارا ثابت ہوا۔ چوتھی بحث کہ جب اس طرح پر ضمیر کا مرجع مانا جائے تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اہل کتاب مسیح علیہ السلام کی مقتولیت کے مشکوک ہونے پر تصدیق رکھتے ہیں اور شک ومشکوکیۃ چونکہ ایک ہی بات ہے تو تصدیق کا شک سے تعلق پکڑنا لازم آتا ہے یہ شک جو ایک قسم کا تصور ہی ہے۔اسکے لفظ کا مفہوم ہی شک سے مراد رکھ لیں یا جس پر وہ شک صادق آتا ہے وہی مقصود رکھیں اس لئے کہ شک کا معنی اور اس کا مصداق دونوں تصور ہی ہیں۔عام اس سے کہ تصدیق علم یقینی جو مطلق ادراک وتصور کا قسم ہے۔مقصود ہو یا وہ حالت کہ بعد ادراک کے پیدا ہوتی ہے جسے دانش کہتے ہیں۔مطلوب ہو لیکن تصدیق کا بہرحال تصور یعنی شک سے متعلق ہونا باطل ہے۔چنانچہ یہ بات ثابت ہے ہاں تصدیق کا شک سے اس صورت میں متعلق ہونا کہ تصدیق جنس تصور سے مان لیں بہت فحش ہے۔اس صورت سے کہ تصدیق کو بمعنی دانش لیں۔وجہ یہ ہے کہ جب تصدیق کو تصور کی ہی قسم سمجھ کر شک سے متعلق جان لیں تو شک معلوم بن جائے گا اور پھر تصدیق کو بہ نسبت شک کے علم قرار دینا پڑے گا۔حالانکہ دلیل سے ثابت ہے کہ علم تصور وصورت علمیہ[1] کے معنی سے معلوم کے ساتھ متحد ہوتا ہے۔ لہٰذا لازم آیا کہ تصدیق اور شک ایک ہی بات ہو حالانکہ یہ صریح غلط ہے کیوں غلط نہ ہو کہ تصدیق وشک آپس میں غیریت رکھتے ہیں۔پانچویں بحث کہ شک اصطلاحی جب ہی متحقق ہوگا کہ نسبت کے طرفین میں تردد ہو یعنی یہ ایسا ہے یا ایسا لیکن دونوں میں سے کسی جانب کو ترجیح نہ ہو۔بلکہ طرفین کی تجویز برابر ہو۔پس قادیانی کی یہ تفسیر کہ اہل کتاب مشکوکیت قتل پر مسیح علیہ السلام کے طبعی مرنے سے پہلے ایمان رکھتے ہیں۔اس طرف کو راجع ہوگی کہ اہل کتاب

[1] جب انسان کا مثلاً علم حاصل ہوتا ہے۔تو یوں ہوتا ہے کہ اسکی ماہیت اور صورت ذہن نشین ہوتی ہے۔پس اس صورت کو صورت علمیہ کہتے ہیں۔۱۲ مترجم

کا اس قسم کا شک بغیر اس کے کہ ان کو مسیح علیہ السلام کی طبعی موت پر یقین ہونا موجود تھا۔ کیونکہ تقدم کے لوازم سے ہے کہ مابعد مقدم پیدا ہونے کے زمانہ میں موجود نہ ہو۔ نیز جب ایک شخص کی طبعی موت پر یقین ہو تو اس کے مقتول ہو جانے میں شک کا ہونا محالات میں سے ہے۔ ظاہر تر ہے کہ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے کے دو جانب ہیں ایک کہ قتل نہیں ہوئے دوم کہ قتل ہو گئے ہیں۔ پس جبکہ آپ کا قتل ہو جانا مشکوک ہے تو واجب ہوگا کہ نہ اس پر کہ وہ قتل ہو گئے ہیں۔ اور نہ اس پر کہ وہ قتل نہیں ہوئے۔ یقین ہو اور نیز اس پر جو عدم القتل میں مندرج ہے یقین نہ ہو لیکن یہ بات واضح ہے کہ طبعی موت عدم القتل میں مندرج ہے۔ ہاں یہ اندراج ایسا ہے کہ خاص عام میں مندرج ہوتا ہے۔ اس لئے کہ عدم القتل جیسے کہ زندگی کو شامل ہے ایسے ہی طبعی موت کو شامل ہے۔ لہٰذا لازم ہوا کہ جس صورت میں کہ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے میں شک ہو تو آپ کی طبعی موت پر یقین نہ ہو۔ اور یہ بالکل بدیہی ہے کیونکہ شک کے لئے جانبین کی تجویز کا برابر ہونا ضروری ہے اور مع ہٰذا ایک جانب پر یعنی عدم القتل پر یقین کرنا محال ہے۔ چنانچہ کم درایت پر بھی مخفی نہیں ہے۔ بنا براں اگر آیت سے وہی مراد ہے جو کادیانی سمجھتے ہیں تو کہیے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے کیا فائدہ ہوا۔ اس جز پر کونسے عوائد مرتب ہوئے۔ علاوہ براں اگر اس آیت کو کادیانی کی ہی مراد پر محمول کریں تو اس سے لازم آئیگا کہ اس آیت نے شک کی ماہیت کے بعض اجزاء بیان کئے ہیں۔ لیکن یہ اسبات کا دعویٰ ہے کہ قرآن نے وہ معانی بیان کئے ہیں جو قوم کے مصطلح ہیں۔ پس اس صورت میں لازم آئیگا کہ قرآن بھی کافیہ، شافیہ، تہذیب کی مانند ایک کتاب ہے حالانکہ اس امر کا کوئی عقلمند قائل نہیں ہے۔ اسی پر کادیانی کی دوسری توجیہ سوا اس پر بھی پانچویں بحث کے سوا سب ابحاث وخدشہ وارد ہوتے ہیں البتہ اس دوسری توجیہ پر خاصۃً یہ بحث وارد ہے وہ یوں ہے کہ تمام اوصاف کا سلب کسی شے کے ہر ہر فرد سے کر دینا۔ پھر

خاص صفت ان کے واسطے ثابت کرنا جیسا کہ اس سے لازم آتا ہے کہ وہ افراد موصوف اسی صفت میں منحصر ہو جائیں۔ اسی طرح پر ان افراد سے خاص صفت کا سلب کر دینا خواہ وہ صفت ملفوظ نہ ہو مقدر ہی ہو بعد ازاں کوئی ایسی صفت جو مسلوب سے منافی ہو۔ ان افراد کو ثابت کرنا۔ اس کو چاہتا ہے کہ وہ موصوف اس مسلوب کے منافی میں منحصر ہو۔ پہلے کا نام حصر حقیقی۔ دوسرے کا نام حصر اضافی ہے لیکن یہ دونوں موصوف کے صفت میں منحصر ہونے کے لئے دو قسم ہیں۔ اسی پر صفت کا موصوف میں بطور انحصار حقیقی کے سوا اس واسطے کے وہ صفت صرف اسی موصوف میں متحقق ہے نہ غیر میں۔ صفت کا موصوف میں بطور انحصار اضافی کی منحصر ہونا سوا اس لئے ہے کہ وہ صفت تو اس موصوف میں پائی جاتی ہے۔ لیکن اس کے کل اغیار سے منفک نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض میں پائی جاتی ہے اور بعض میں نہیں پس چونکہ بعض ہی کی طرف نسبت کر کے منحصر ہے تو یہ حصر اضافی اور نسبتی ہوا۔ پر ظاہر ہے کہ جس میں کوئی چیز منحصر ہو وہ اس پر جو اس میں کلیۃً منحصر ہے کلی طور پر صادق آتا ہے۔ اب دیکھئے کہ آیت (جسکا مضمون یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی ایک بھی اہل کتاب میں سے مگر وہ ایمان لائے گا) میں اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن یہ انحصار صفت کفر کی طرف نسبت کر کے ہے۔ نہ اور اوصاف کے لحاظ سے پس مراد الآیۃ صفت الکفر کا تمام اہل کتاب سے مسلوب ہونا۔ سب کے لئے صفت الایمان کا ثابت ہونا ہے۔ لا غیر۔ اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا ہے کہ یہ انحصار اضافی ہے کیونکہ اہل کتاب جو صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے ہیں تو صرف ایک صفت محض کی طرف نسبت کر کے اوصاف کے لحاظ سے۔ لہٰذا مفاد الآیۃ یوں ہوا کہ سب اہل کتاب ایمان میں نہ کفر میں منحصر ہونگے۔ اور صفات ان میں پائی جائیں یا نہ۔ پس سب اہل کتاب سے وصف کفر جو مقدر ہے مسلوب کر دیا گیا۔ اسکا منافی یعنی ایمان سب کو ثابت کر دیا گیا ہے۔ جب یہ سمجھ گئے کہ تمام اہل کتاب صفت ایمان میں

منحصر ہونگے تو لازم آئیگا کہ صفت ایمان تمام کتابیوں پر صادق آنا چاہیئے جیسا کہ کہہ دیں کہ ہر ایک کتابی اس پر ایمان لائے گا۔ اس لئے یہ قضیہ موجبہ محصورہ کلیہ بنا۔ جب کہ ہم آیت مذکورہ سے وہ مراد رکھ لیں جو کادیانی بیان کرتے ہیں تو اس تقدیر پر یہ معنی ہوگا کہ سب اہل کتاب مسیح علیہ السلام کے قتل کی مشکوکیۃ پر ان کے مرنے سے پہلے ایمان لے آئیں گے۔ حالانکہ یہ معنی مردود ہے گو ہم اس سے قطع نظر کریں کہ اس طرز پر صیغہ مضارع کا ماضی پر محمول کرنا لازم آتا ہے اس سے بھی اغماض کریں کہ نون تاکید ثقیلہ معنی استقبال کو چاہتا ہے۔ مگر اور طرز پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے وہ بالتصریح بیان کریں گے وہ یہ ہے کہ یہ حکم خاص ان ہی بعض اہل کتاب کے لئے ہے جو مسیح علیہ السلام کے زمانہ اور آپ کی مرفوعیت سے پہلے موجود تھے لیکن یہ تو قاعدہ مذکورہ مسلمہ سے مخالف ہے کیونکہ قاعدہ سے لازم آیا تھا کہ یہ حکم کل کتابیوں کے واسطے ہے نہ بعض کے واسطے یا یہ کہو گے کہ یہ عام اہل کتاب کے لئے ہے یعنی جو آپ کے زمانہ میں آپ کی مرفوعیت سے پہلے موجود تھے اور وہ جو اس کے بعد قیامت تک موجود ہوتے جائیں گے مگر اس سے تو پھر اور ہی محال لازم آئیگا۔ اس لئے کہ اب یہ تجویز کرنا پڑے گا کہ ایک چیز جو موجود نہیں وہ موجود ہونے کی حالت میں موجود ہو۔ ابھی جب تم مسیح علیہ السلام کے مرجانے کے قائل ہو اور ادھر آیت کے معنی یہ ہوئے کہ مسیح علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ہی تمام کتابی ایمان لا چکے ہیں تو صاف لازم آیا کہ جو اس زمانہ میں موجود نہیں تھے موجود ہوں۔ آخر جب سب کے لئے موت المسیح علیہ السلام سے پہلے ہی صفت الایمان ثابت کیا گیا تو اس صفت کا موصوف بھی تب ہی موجود ہونا چاہئے ورنہ لازم آئیگا کہ صفت بغیر موصوف کے متصل ہو۔ یہ تجویز گویا اجتماع النقیضین کو جائز کر دینا ہے۔ نیز اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہاں مصدر کو بلا موجب ماضی پر محمول کرنا پڑتا ہے حالانکہ یہ بناوٹ ہے۔ صاحبان فہم کے ناپسند ہے۔ رہی یہ بات کہ مستدل دو معنوں کو اپنی منہ سے

اچھا کہتا ہے اور دونوں کو اپنے کشوف سے موید کرتا ہے۔ سو واضح رہے کہ بالضرور دو معنوں میں سے ایک تو بالکل باطل ہے سبب یہ ہے کہ دوسری توجیہ اور معنی میں زیادہ تر خصوص کا ہی احتمال ہے۔ کیونکہ اگر عموم لیا جائے تو اجتماع النقیضین لازم آتا ہے چنانچہ گزرا پہلی توجیہ میں خالی عموم ہی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عموم وخصوص یہ دونوں آپس میں متغائر ہیں پس اگر پہلی توجیہ کو تسلیم کریں گے تو بالضرور دوسری ندارد ہے اگر دوسری کو مان لیں گے تو لامحالہ پہلی مردود ہے۔ اب کہیئے کہ اگر ایک کشف کو الہام رحمانی سے ہی فرض کر لینگے تو دوسرا بداہۃً شیطانی ہوگا۔ اس لئے کہ اگر دونوں الہام اللہ سے ہوتے تو ان میں تخالف نہ ہونا چاہئے تھا۔ لہٰذا حق یہی ہے کہ یہ دونوں ہی رحمانی نہیں ہیں ورنہ کیوں ان دونوں پر شرعیہ اور عقلیہ اعتراضات ساطعہ قاطعہ وارد ہوتے لامحالہ ایسے مدعیوں کے خصائل سے یہ بات سامنے ہے کہ اگر ان کے مقابلہ پر قرآن پیش کرتے ہیں تو انجیل طلب کرتے ہیں جب انجیل سامنے رکھتے ہیں تو قرآن طلب کرتے ہیں۔ جب یہ دونوں پیش کئے جاویں تو عقل کے طالب ہوتے ہیں۔ پھر عقل بھی اگر پیش کی جاوے تو کشف لے بیٹھتے ہیں۔ تو پھر جب اس کشف پر دلیل طلب کی جاتی ہے تو سرنگوں متحیر ہو جاتے ہیں غرضیکہ وہ لوگ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔ ہر ایک دربار سے ان کو دھکے ملتے ہیں۔ یا یوں کہیئے کہ یہ لوگ شتر مرغ کے مثیل ہیں۔ اس پر جب بوجھ ڈالنا چاہیں تو اُڑنے والا پرندہ بن بیٹھتا ہے۔ اگر اسے اُڑانا چاہیں تو اونٹ کہلاتا ہے۔ یا یوں کہ ایسے لوگ اس مریض کے مثیل ہیں جسے مرض الموت نے گرفتار کیا ہو نہ وہ زندہ ہو اور نہ وہ مردہ ہے۔ اور کسی نبی کے مثیل نہیں ہیں خیر جو ہیں سو ہیں۔ ہم کو اس سے کیا غرض ہے۔ ہاں ہم اب یہ بیان کریں گے کہ جس طرح پر کہ ہم اور سلف وخلف آیت (انا قتلنا المسیح الآیۃ) سے سمجھتے ہیں۔ اس طرز پر اعتراضات مذکورہ میں سے ایک اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ وہ یوں ہے کہ اہل کتاب نے کہا ہے کہ ہم

مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر یقین رکھتے ہیں سو اللہ عزوجل نے ان کی تردید فرمائی کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو نہ تو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ پس کیونکر مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر ان کو یقین کر بیٹھنا متصور ہے اس لئے کہ علم یقینی کیلئے تو یہ ضروری ہے کہ واقع سے مطابق ہو کیا ہو سکتا ہے کہ واقع سے مخالف ہو۔ اور پھر بھی یقینی ہو۔ ہرگز نہیں۔ لہٰذا انکا یہ دعویٰ کہ ہم قتل کے بارے میں متیقن ہیں باوجودیکہ دراصل ان کو یقین حاصل نہیں ہے۔ بلاشبہ جہل مرکب ہے کیونکہ جہل مرکب کا معنی یہی ہے کہ خلاف واقع ایک حکم لگایا جائے۔ پس وہ اسکے بارے میں شک میں مبتلا ہیں یعنی ایسے حکم میں کہ وہ خلاف واقع ہے۔ نہیں ان کو یقین حاصل۔ بلکہ ظن اور جہل مرکب کے تابعدار ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا یعنی قتل کا نہ پایا جانا یقینی ہے۔ ایسا اس لئے ہے کہ یقیناً نفی (مَا) کی قید ہے نہ منفی (قتلوہ) کی۔ (بل رفعه الله) بلکہ خداوند عزاسمہٗ نے مسیح علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا ہے لیکن وہ اٹھالینا کہ وہ (بجسدہ) منافی قتل ہے نہ وہ کہ اسکا منافی نہیں یعنی رفع روحی۔ کیونکہ رفع روحانی واقع اور اعتقاد مخاطب میں قتل کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے۔ (وکان الله عزیزاً حکیماً) خداوند تعالیٰ کو مسیح علیہ السلام کے بجسدہ مرفوع کرنے سے کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں (حکیما) خدا حکمت والا ہے رفع کے کام میں۔ نہیں کوئی ایک بھی (من اهل الکتاب الا لیومنن به) اہل کتاب میں سے اگر مسیح علیہ السلام پر ایمان لائینگے۔ ان کے مر جانے سے پہلے ہی خواہ وہ ایمان ان کے لئے نافع ہی ہو جیسا کہ حالت حیات میں یا نافع نہ ہو جیسا کہ حالت مرگ میں اور یہ ایمان کہ جو مرگ کی حالت میں نہیں وہ اس سے عام ہے کہ مسیح علیہ السلام کے اترنے سے پہلے ہو یا ان کے اترنے کے بعد ہو پس اس معنی میں غور کرو کہ اس میں بہرحال ایمان کی حفاظت ہے دیکھو ایک تو صیغہ مضارع اپنے ہی معنی پر رہا۔ نون ثقیلہ جو مدخول کے استقبال پر بالاجماع دلالت کرتا ہے اپنے ہی طور پر رہا۔ اس معنی پر

اعتراضات سابقہ میں سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ کما هو الظاهر بالتامل الصادق. لہٰذا جو معنی ہم نے بیان کئے ہیں اسی کو صحیح کہنا زیبا ہے اور اسکے برخلاف الہامات وکشوف کو کھنڈروں پر ویسے مارنا لازم ہے۔ یہی معنی تمام اشکالات کے دور کرنیکے لئے کافی ہے۔ اسپر بالضرور منصف مزاج ایمان لائیگا۔ گو کوئی بے انصاف اور بے علم جھگڑالو اس سے انحراف کرے۔ کادیانی کا اور بھی استدلال الزام کے طور پر ہے کہ ہر ایک جو آسمان کے موجود ہونے پر ایمان رکھتا ہے اس کا یہ عقیدہ ہے کہ آسمان کی حرکت استدارت پر ہے۔ پس مسیح علیہ السلام کو اگر آسمان پر زندہ مان لینگے تو واضح طور پر لازم آئے گا کہ مسیح علیہ السلام بھی آسمان کی حرکت سے متحرک ہوں۔ پس انکا فوق اور اوپر ہونا متعین نہیں ہوگا۔ یا یوں کہئے کہ انکے لئے جہت فوق معین نہیں ٹھہریگا۔ بلکہ اس تقدیر پر مسیح علیہ السلام کا کبھی نیچے اور کبھی اوپر ہونا ثابت ہوگا۔ لہٰذا نزول بھی معین نہیں ہوگا۔ کیونکہ نزول فوق سے ہوتا ہے اور فوق ہی جب معین نہیں تو نزول کا کہاں ٹھکانا ہے نیز اس صورت میں مسیح علیہ السلام کا جب تک کہ آسمان پر ہیں عذاب میں اور اضطراب میں گرفتار ہونا لازم آئیگا۔

الجواب: واضح رہے کہ یہ استدلال موٹی اور سرسری نظر والوں کو جلدی جھپ لے گی۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے قابو زیادہ تر اسی قسم کے لوگ آئے ہیں لیکن جو نیک بخت باریک بین ہیں۔ وہ ایسے استدلالات کو کوڑے سے بھی نہیں خریدتے۔

تقریر الجواب: کہ دراصل فوق کا اطلاق اس لمبے خط کے جو انسان کے سر کی طرف جس وقت کہ طبعی طور پر کھڑا ہو یا بیٹھا ہو کھینچا جائے۔ منتہے پر کیا جاتا ہے۔ وہ فلک الافلاک یعنی عرش کا طرف بالا ہے۔ رہا جہت (نیچے کی طرف) اس کا اطلاق اس خط کے منتہے پر ہوتا ہے کہ انسان کے پاؤں کے تلے سے کھینچا جائے اور وہی مرکز عالم ہے۔ یہ دو جہتیں کبھی متبدل نہیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا حقیقی کہلاتی ہیں۔ فوق وتحت کا اطلاق ان اطراف پر جو کہ مرکز

عالم اور فلک الافلاک کی طرف بالا کے مابین ہیں کیا جاتا ہے۔ مگر یہ اطلاق اضافی کہلاتا ہے۔ ہر ایک ان متوسط اطراف میں سے فوقیہ وتحتیہ سے موصوف ہوتے ہیں۔ مثلاً کہہ دیں کہ آسمان دنیا کا سطح بالا فوق ہے اور اسی آسمان کا وہ طرف جو نیچے کو ہے بہ نسبت مذکور کے تحت ہے۔ ماسوا اس کے جتنے نزدیک نزدیک اطراف ہیں وہ باقی افلاک کی نسبت تحت ہیں اس لئے یہ معین طرف ایک اعتبار (نیچے طرف کی نسبت) سے فوق اور دوسرے اعتبار (باقی افلاک کی نسبت) سے تحت ہوا حاصل کلام یہ ہے کہ جو دو طرف مرکز عالم اور فلک الافلاک کے مابین فرض کئے جاویں ان میں سے جو مرکز سے زیادہ تر قریب اور فلک الافلاک کی طرف بالا سے زیادہ تر بعید ہوگا وہ تحت ہے اور اس کے برعکس فوق ہے۔ حقیقی دو جہتیں ان کے برخلاف ہیں کیونکہ جو ان میں سے فوق کہلاتا ہے وہ ہرگز تحت نہیں بن سکتا اور جو تحت ہے وہ ہرگز فوق نہیں ہوسکتا وجہ یہ ہے کہ فلک الافلاک کا طرف اعلیٰ ہمیشہ اعلیٰ ہے اور مرکز عالم دائما مرکز ہی ہے نہ ان میں تغیر اور نہ تبدل ہوتا ہے۔ پس بنابریں کہا جاسکتا ہے کہ مسیح علیہ السلام چونکہ دوسرے آسمان پر ہیں تو وہ بہ نسبت مرکز کے زیادہ تر بعید ہیں۔ زمین کے باشندوں کی نسبت فلک الافلاک سے طرف بالا سے زیادہ تر قریب ہیں۔ لہٰذا مسیح علیہ السلام زمین کے باشندوں سے فوق ہوں گے گو ان کا متحرک ہونا آسمانوں کے متحرک ہونے سے تسلیم کرلیا جائے اب دیکھئے کہ جہت فوق معین ہوا بلکہ جب تک کہ مسیح علیہ السلام آسمان پر ہیں تب تک باشندگانِ زمین سے فوق ہی کہلائیں گے۔ پھر جب کہ خداوند تعالیٰ ان کے نزول کا ارادہ فرمائے گا تو یوں ہوگا کہ مسیح علیہ السلام دوسرے آسمان کی طرف بالا پر سے حرکت کریں گے یہاں تک آناً فاناً ان کا فلک الافلاک کے طرف بالا سے بہ نسبت سابق بعد بڑھتا جائے گا اور وہ بعد جو ان کو مرکز سے تھا کم ہوتا جائے گا یہانتک کہ زمین کی سطح پر آٹھہریں گے اور اسی کو نزول کہتے ہیں کیونکہ یہ بات معلومات سے ہے کہ فلک الافلاک کی طرف بالا یا اس

طرف پر سے جو مرکز سے نزدیک ہے۔ حرکت کرنے کو نزول کہتے ہیں جیسا کہ مرکز عالم سے فلک افلاک کی طرف بالا کی طرف حرکت کرنے کا نام عروج ہے۔ پس آسمانوں کے استدرات پر متحرک ہونے سے نزول کا غیر معین ہونا لازم نہیں آتا۔ نہ ان کا آسمانوں کے متحرک ہونے کی وجہ سے اِضطراب وعذاب میں ہونا ضروری ہوا۔ کیا دیکھتے نہیں کہ زمانہ حال کے ہیئت والے اور انگریزی ڈاکٹروں کا یہ مذہب ہے کہ آفتاب جو ستاروں کے درمیان ہے اور وہ اسکے گرداگرد پھرتے ہیں ان کی حرکت کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ زمین کے گرداگرد نہیں پھرتے ہیں بلکہ زمین ہی ان کے گرداگرد پھرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ زمین بھی ان سیارات میں سے ایک سیارہ ہے۔ وہ سیارہ یہ ہیں۔ عطارد، زہرہ، زمین، مریخ، وسنہ۔ ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ سریعہ حرکت ہے جو مغرب سے مشرق کی طرف دن بھر میں ہوتی ہے۔ زمین ہی کی حرکت ہے اس لئے ستارہ کبھی طالع کبھی چھپے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ زمین مغرب سے مشرق کی جانب حرکت کرتی ہے اور ستارہ ساکن ہوتے ہیں یا وہ بھی مشرق کی طرف حرکت کرتے ہیں لیکن زمین کی حرکت سے ان کی حرکت بہت ہی بطئی ہے۔ تو ہم ہر ساعت ان ستاروں کو دیکھتے ہیں جو ہماری نظروں سے مشرق میں اس سے پہلے غائب ہوتے تھے۔ ہماری نظروں سے وہ ستارہ جو ہم کو نظر آرہے تھے مغرب میں ہماری نظروں سے غائب ہوجاتے ہیں۔ اسی سبب ہم کو خیال آتا ہے کہ زمین ساکن ہے اور ستارہ بھی حرکت سریعہ مشرق سے مغرب کی طرف کرتے ہیں جیسا کہ کشتی دریا میں چلتی ہے اور پانی جس طرف کو متحرک ہوتا کشتی اس کے مخالف طرف کو جاتی ہے تو خیال کیا جاتا ہے کہ کشتی معہذا ساکن ہے۔ یہ مذہب (یعنی زمین کا متحرک ہونا) گو مردود ہے۔ مگر بات تو یہ ہے کہ جو لوگ اس مذہب کے پابند ہیں یا ان کی باتوں کو پسند کرتے ہیں انہوں نے کیا یہ نہیں سوچا تھا کہ اس طرح پر تمام باشندگان زمین

مبتلائے عذاب ٹھہریں گے پھر اگر باشندگان زمین کو اس سے معذب ہونا لازم آتا ہے تو وہ کیوں اسی دلیل سے اس مذہب کو باطل نہیں سمجھتے۔ معہذا کسی ایک مسلمان نے اور کسی نہ کسی دوسرے فلسفی نے ان کے اس مذہب کو بہ ھمیں دلیل باطل کیا البتہ عوام الناس کو بگاڑنے کے لئے یہ آسان ہے۔ عقلمند تو اس عذاب کی دلیل کو پسند نہیں کرتے۔ رہی یہ بات کہ زمین کا متحرک ہونا یہ ایک مردود بات ہے سو اس کی وجوہ اور ہیں نہ وجہ عذاب۔ وجہ اول کہ زمین میں طبعاً حرکت مستقیمہ کے میلان کا مبداء موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ مستقیمہ اور متدیرہ آپس میں مغائر ہیں کیونکہ متدیرہ تو وہ حرکت ہے جو کہ گولائی پر ہو۔ مستقیمہ وہ حرکت ہے کہ ایک سیدھے خط پر ہو اور یہ بات کہ اس میں میلان مستقیمہ ہو اسی سے ثابت ہے کہ جب ہم زمین کے اجزا لے لیں اور ان کو پھینکیں تو وہ خط مستقیم پر ہی حرکت کرتے ہیں۔ لہٰذا زمین کا استدارت پر متحرک ہونا مسلم نہیں ہے۔ دوسری وجہ کہ اگر اس طرح پر وہ متحرک ہوتی تو چاہیئے تھا کہ جب جانور مغرب کی طرف دوڑتا ہو تو وہ مشرق کی طرف جاتا تو وہ منزل مقصود پر نہ پہنچتا۔ مگر بعد گزرنے دن اور رات کے اکثر حصہ کے گو جس جگہ سے اس نے سیر شروع کی تھی اس سے مقصود تک تھوڑی ہی مسافت ہو حالانکہ واقع میں اس کے برخلاف معاملہ ہے۔ تیسری وجہ کہ اس صورت میں چاہئے تھا کہ جتنے جانور زمین آسمان کے مابین ہیں ان کے بارے میں بھی خیال کیا جاتا کہ وہ مغرب کی طرف حرکت کر رہے ہیں خواہ وہ بالارادہ آپ ہی مشرق یا مغرب کی طرف متحرک ہوں اس لئے کہ زمین کی حرکت سریعہ مانی گئی۔ جانوروں کی حرکت بطی ہے۔ علے ہذا القیاس اور وجوہ بھی ہیں جن سے کہ یہ مذہب باطل ہوتا ہے۔ مگر خوف طول اور خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے وہ مذکور نہیں ہوئے اور یہ بھی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں بھی زمین کا ساکن ہونا بیان کیا گیا ہے۔ دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے زمین کو میخیں ٹھوک دیں۔ تم کو متحرک نہ کرے۔ کس نے خدا کے سوا زمین کو

ساکن اور فرش بنایا۔ اور اس میں نہریں جاری کیں اس کے پہاڑوں کو میخوں کا قائم مقام بنایا۔ ان سب آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ساکن ہے لیکن اب تک جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے فلک الافلاک کے استدارت پر متحرک ہونا اور اس کی تحریک سے باقی آسمانوں کا متحرک ہونا مان کر بیان کیا ہے۔ اب ہم اس کے مطابق جواب دیتے ہیں کہ جو شرعاً ثابت ہے وہ یوں ہے کہ شرعاً فلک الافلاک وغیرہ ہرگز متحرک نہیں ہیں اس لئے کہ نہ قرآن سے ثابت ہے کہ عرش متحرک ہے اور نہ کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ بلکہ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ عرش کے لئے پائے ہیں اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ متحرک نہیں ہے۔ اور اس سے وہ حدیث کہ جس میں آیا ہے کہ عرش خیمہ کی طرح قبہ دار ہے۔ انکاری نہیں ہے۔ آچکا ہے کہ خداوند کا عرش بالفعل چار فرشتوں نے اٹھائے رکھا ہے۔ دیکھو کہ قرآن شریف میں ہے کہ قیامت کو اس کو آٹھ فرشتہ اٹھائیں گے۔ پس اب فلک الافلاک کا متحرک ہونا باوجود ان اخبار اور آیات کے کب ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہاں قرآن میں ستاروں کی حرکت کا بے شک ذکر ہے۔ دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ آفتاب چاند کو نہیں پکڑ سکتا اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے۔ ہر ایک کیا آفتاب اور کیا چاند اور دوسرے ستارہ آسمان میں سیر کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہر ایک ان میں سے ایک وقت معین تک سیر کرتا رہے گا۔ فرمایا ہے کہ قسم کھاتا ہوں ان پانچ ستاروں کی جو پیچھے ہٹ جاتے، سیدھے چلنے اور غائب ہو جانے والے ہیں۔ اور وہ ستارے یہ ہیں۔ زحل، مشتری، مریخ، زہرہ، عطارد۔ اگر مان بھی لیں کہ فلک الافلاک متحرک ہے لیکن یہ ہم تسلیم نہیں کرینگے کہ باقی آسمان اس کی تحریک سے متحرک ہیں۔ اسلئے کہ یہ اس صورت میں لازم تھا۔ کہ اگر شرعاً آسمانوں کا ملاپ آپس میں ثابت ہوتا لیکن ملاپ تو ثابت نہیں ہے بلکہ شرعاً ثابت ہے کہ آسمان آپس میں دور دراز فاصلہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ احادیث وغیرہ کے دیکھنے سے ظاہر ہو

گا۔ نیز آسمانوں کی کرویۃ بھی شرع سے ثابت نہیں ہے بلکہ شرع سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین آسمانِ دنیا کے مقابلہ پڑا ایسی ہے کہ جیسے کسی میدان میں حلقہ پڑا ہوا اسی طرح آسمان دنیا دوسرے آسمان اور دوسرا تیسرے آسمان کی نسبت ہے۔ باقی علے ہذا القیاس۔ سب آسمان کرسی کے اور کرسی معہ ماتحت کے فلک الافلاک کے سامنے اس حلقہ کی مانند ہے جو میدان میں پڑا ہو۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اگر آسمان کروی ہوتے تو یہ تمثیل صحیح نہ ہوتی۔ اس لئے ماننا پڑیگا کہ وہ کروی نہیں ہیں۔ پس جبکہ کرویۃ نہ رہی تو خود حرکت مستدیرہ بھی جاتی رہی۔ کیونکہ مستدیرہ حرکت سے تو وہ وہی متحرک ہوتا ہے جو کروی ہو لاغیر۔ جبکہ آسمانوں کے مابین اتصال ثابت نہ ہو تو اگر ہم فلک الافلاک کا متحرک ہونا مان بھی لیں گے تو اس کے متحرک ہونے سے اس کے ماتحت آسمانوں کا متحرک ہونا لازم نہیں آئے گا بلکہ تم جان چکے ہو کہ فلک الافلاک متحرک بھی نہیں۔ بنابراں جو کچھ کادیانی نے الزام کے طور پر استدلال عام خیالات کی تقلید سے پیش کیا تھا۔ ہرگز پیش ہونے کے قابل نہیں ہے اور سر بسر مردود ہے۔ ہماری ساری تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ ہم ان کے استدلال پر گوناگوں پے در پے ترتیب وار اعتراضات وارد کرتے ہیں بایں طور کہ اولاً فلک الافلاک کا متحرک ہونا نہیں مانتے ہیں۔ اگر یہ مان لینگے تو پھر اس کا استدارت پر متحرک ہونا نہیں مسلم ہے۔ اس کو بھی اگر مان لیں تو پھر یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس کی تحریک سے باقی آسمان بھی متحرک ہیں۔ کیونکہ یہ بات آسمانوں کے آپس میں متصل ہونے پر موقوف ہے۔ لیکن وہ تو متصل ہی نہیں۔ پس اس کی تحریک سے ان کا متحرک ہونا بھی لازم نہیں آتا۔ اگر ہم یہ سب کچھ تسلیم کریں۔ تو ہمارا یہ کہنا کہ نہ جہت الفوق اور نہ نزول متعین ہوتا ہے۔ اور اس صورت میں مسیح ؑ کا عذاب دائمی میں مبتلا ہونا لازم آیا ہے۔ غلط ہے۔ ان تینوں محذورات کو ممنوع سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے دلیل طلب کرتے ہیں مگر دلیل کہاں یہ تو یوں ہی تقلقل ہے۔ ہم نے جو کچھ مفصل طور پر

بیان کیا ہے وہ معلوم ہو ہی گیا ہے۔ اس میں ناظرین خوب تامل کریں تاکہ کادیانی کی ہیئت دانی اور ہندسہ فہمی وغیرہ علوم کے حالات معلوم ہوں۔ ان کے مجددیۃ ومحدثیۃ ومسیحیت کے دعوے کی بناوٹ روشن ہو۔ کادیانی علماء اسلام پر اس طور پر بھی اعتراضات کرتا ہے کہ پرانے فلسفہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی جسم کو طبقہ زمہریریہ تک ہرگز رسائی نہیں۔ زمانہ حال کے فلسفہ نے بھی تحقیق یوں کرلیا ہے کہ وہ بعض پہاڑوں پر چڑھے وہاں پر جاکر معلوم کیا کہ ان کی چوٹیوں پر اس درجہ کی ہوا ہے کہ وہ انسانی جسم کو سلامت رہنے نہیں دیتی۔ بلکہ اتنی بلندی پر پہنچ کر ہرگز زندہ نہیں رہ سکتا پس متقدمین اور متاخرین کے اتفاق سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ؑ ہرگز آسمان پر نہ چڑھے ہوں کیونکہ راستہ پر اس قدر سردی ہے کہ آدمی وہاں پر پہنچتے ہی مرجائے گا۔ لہٰذا آسمان تک مسیح ؑ کی رسائی ہرگز متصور نہیں۔ پس جبکہ طبقہ زمہریریہ تک پہنچنا ہی غیر ممکن ہے تو آسمان پر پہنچنا بھی غیر ممکن ٹھہرا اس لئے کہ جب معد ہی ممکن نہیں تو معدلہ کیسے ممکن ہوگا۔ (معد اس کو کہتے ہیں کہ جس کا عدم بعد الوجود متاخر کے لئے سبب ہو جیسے پہلا قدم دوسرے قدم کے لئے)۔

الجواب: یہ ساری تقریر ہی معترض کی گویا باطل کو زینت دینا ہے۔ تانبے کو سونے کا پانی چڑھا کر سونے کے بھاؤ بیچنا ہے۔ لیکن ایسی بناوٹ دانشمندوں سے کب پوشیدہ رہتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ طبقہ زمہریریہ تک بدن انسانوں کا وصول ممکن ہے اور اس کا ممکن نہ ہونا ہرگز مسلم نہیں پس مسیح ؑ کا آسمان پر چڑھنا بھی ممتنع نہیں ہوا۔ رہی یہ بات کہ انسان کا وصول کیوں ناممکن نہیں۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ناممکن ہونا چند امور پر موقوف ہے۔ ایک یہ کہ طبقہ زمہریریہ کے تمام اجزا اس ضرر رسانی کی کیفیت میں برابر ہوں لیکن ہم اس برابری کو تسلیم نہیں کرتے اس کے لئے تو کوئی دلیل چاہئے بلکہ اگر اس بات کا لحاظ کریں کہ آفتاب کی محاذات کو عنصریات وعناصر کی طرف گوناگوں نسبتیں ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ طبقہ

زمہریریہ کے اجزا کی سردی برابر نہیں۔ دوم یہ کہ وہ سردی طبقہ زمہریریہ کی ذات میں داخل ہو جیسے کہ ذاتیات ذات میں داخل ہوتے ہیں اس طرز پر کہ وہ سردی اسکے مرتبہ ذات سے ہرگز جدا نہیں ہوسکتی۔ مگر یہ بھی مسلم نہیں کیونکہ اگر یہ سردی اسکے ذاتیات سے ہوتی تو چاہئے تھا کہ وہ کبھی شدت اور کبھی ضعف کے ساتھ موصوف نہ ہو حالانکہ وہ اس طرز پر موصوف ہوتی ہے۔ جب ایسی ہوتی تو ذاتی نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ذات و ذاتیات میں تشکیک نہیں لیکن طبقہ زمہریریہ تو مُشکک ہے کیونکہ مُشکک ہونا یہی ہے۔ کبھی شدت اور کبھی ضعف سے موصوف ہو پر ظاہر ہے کہ وہ طبقہ کبھی ضعیف ہوتا ہے چنانچہ جب آفتاب طبقہ کی سمت پر ہو جیسا کہ دن میں اور کبھی وہ شدید البرد ہوتا ہے۔ یہ اس صورت میں کہ آفتاب اس کے ساتھ مسامتت نہ رکھتا ہو جیسا کہ رات میں نیز اس میں تشکیک اس وجہ سے بھی ہے کہ گرمیوں اور جاڑے میں بلکہ جنوب اور شمال میں اس کے اجزا سردی میں برابر نہیں ہوتے۔ کیا جیسے کہ گرمیوں میں اس میں سردی ہوتی ہے ویسے ہی جاڑے میں ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ جاڑے میں شدید اور گرمیوں میں ضعیف ہوتی ہے۔ پس اس قسم کا اختلاف صریح طور پر اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کیفیت اس طبقہ کے ذاتیات میں سے نہیں ہے اسی پر اس کیفیت کا طبقہ مذکورہ کے لوازم سے ہونا سو یہ اس طرح پر ہوگا کہ اس کیفیت کا اصل اور نفس (یعنی بلا شدت و بلا ضعف) اس کو لازم ہو لیکن یہ ظاہر ہے کہ اصل برودت انسانی بدن سے منافات نہیں رکھتی اور نہ انسان کو جان سے مار دیتی ہے۔ یا کہو گے کہ نہیں ہم تو اصل برودت کو لازم نہیں کہتے بلکہ اسکے ایک خاص درجہ کو لازم سمجھتے ہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مرتبہ اور درجہ ابھی تک معین نہیں ہوا اور اگر ہم اس خاص درجہ کا ہونا بھی تسلیم کر لیں لیکن یہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ کبھی اس طبقہ سے جدا نہیں ہوتا پھر لزوم کہاں رہا۔ اچھا بھئی لزوم بھی مانا لیکن مستفسر ہے کہ وہ لزوم عادی ہے یا عقلی۔ عقلی تو نہیں ہے۔ اجی عقلی کے تو

یہی معنی ہیں کہ اپنے ملزوم کو کبھی جدا نہ ہو جیسا کہ دو کے واسطے جفت ہونا لازم ہے اور یہ زوجیۃ کا وصف اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔ عادی لازم کا اپنے معروض سے جدا ہونا جائز ہے دیکھو سکر شراب کے لئے عادی لازم ہے اسی لئے اگر اس میں نمک یا سرکہ ڈال دیا جائے تو سکر زائل ہوگا۔ حرارت آگ کے واسطے عادتاً لازم ہے۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں آگ سے خطاب فرمایا کہ اے آگ! تو نیک سرد ہو ابراہیم علیہ السلام کے لئے پس وہ آگ سرد ہوگئی۔ چنانچہ اس کی خود حق سبحانہ خبر دیتے ہیں کہ پھر بھی ابراہیم علیہ السلام کو قوم نے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کو قتل کر ڈالو یا ان کو جلا دو۔ پس خداوند تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچا لیا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حرارت جو ایک عادی لازم تھی وہ آگ سے جدا ہوگئی تھی کیوں نہ ہو اگر یہ لازم ہوتی تو چاہئے تھا کہ حرارت معدوم ہوتے ہی آگ بھی معدوم ہو جاتی حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ معتبر مورخین نے بیان کیا ہے کہ مسیلمۃ الکذاب نے ابی مسلم خولانی کے جلا دینے کا حکم دیا تھا اس لئے قوم نے ان کو آتش سوزاں میں ڈال دیا۔ مگر وہ نہ جلے آگ سرد ہوگئی تھی۔ اب دیکھئے یہاں بھی حرارت آگ سے جدا ہوگئی تھی پس جبکہ آگ سے حرارت کو باوجودیکہ وہ آگ کی ذات کو عارض ہے۔ یہ نسبت ہے تو سردی کا بہ نسبت طبقہ زمہریریہ کے جو ہوا کا ایک مرتبہ ہی باوجود اس کے کہ وہ بالعرض سرد ہے۔ کیا حال ہونا چاہئے کیا معلوم نہیں کہ عنصر ہوا بذاتہا گرم تر ہے دیکھو کتب طب۔ چونکہ سردی نہ اس کی ذاتی ہے نہ لازم عقلی تو اس کا اس سے جدا ہونا کیسے ناروا ٹھہرے گا۔ لہٰذا بروقت صعود مسیح علیہ السلام کے سردی کا نابود ہونا جائز ہوا اس لئے کہ ممکن ہے کہ صعود کے وقت میں وہ چیزیں موجود ہوگئی ہوں جو سردی کی تیزی کو دور کرنیوالی ہیں۔ جیسے کہ غلیظ دھویں اور اس کے پاس ہی جل کر روشن ہوئے ہوں چنانچہ بسا اوقات وہی دھویں جل کر نیزوں کی شکل اور سینگ والے حیوان وغیرہ کی ہیئت میں دکھلائی

دیتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ وہ اتنے لمبے ہوں کہ وہ زمین سے متصل ہو جائیں بلکہ کبھی متصل بھی ہو ہی جاتے ہیں لیکن اس صورت میں اس کا نام حریق ہے اور کبھی زمین سے متصل نہیں ہوتے پس چونکہ ایسے اسباب کا جو سردی کی تیزی کو دور کر دیتے ہیں مہیا ہونا ممکن ہوا۔ تو مسیح علیہ السلام کا آسمان پر چڑھنا بھی ممکن ہوا شاید اب کہو گے کہ طبقہ زمہریریہ سے اوپر ایک اور طبقہ ہے جو جلانے والا ہے تو مسیح علیہ السلام اس سے بچ کر کس طرح آسمان پر چڑھ گئے۔ تو واضح ہو کہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ حرارت آگ کے لئے ایک عادی لازم ہے اس لئے اس کا کرہ نار سے جدا ہونا جائز ہے۔ گو یہ جدائی آنی ہو۔ برودت کے لازم عقلی یا ذاتی ہونے کو ہم تسلیم کر کے اور طرز پر بھی جواب دیتے ہیں وہ یوں ہے کہ طبقہ زمہریریہ کے اثر کرنے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ انسان اس طبقہ میں اتنا زمانہ قرار پذیر ہو کہ وہ آپس میں اثر کر سکے۔ لیکن ظاہر ہے کہ آسمان پر انسان کے چڑھنے کے لئے اس طبقہ میں استقرار لازم نہیں۔ کیونکہ آسمان پر جانا بطور انتقال دفعی ہے یا حرکت سے اور یہ دونوں اس مسافت میں استقرار کو مستلزم نہیں ہیں پس بدن انسانی بھی اس مسافت میں صحت کی مزاحم کیفیت سے متاثر نہیں ہوگا۔ چونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ دو امر جو بلا واسطہ آپس میں ضدیت رکھتے ہوں۔ باوجود اس کے کہ متضادین زیادہ اور جلدی ایک دوسرے سے اثر کو قبول کرتے ہیں۔ تاثر تب ہی ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں ضدیں کسی ایسے زمانہ میں مجتمع ہوں کہ اتنے زمانہ میں وہ ایک دوسرے میں تاثیر کر سکیں۔ تو بلا شبہ یہ بات منکشف ہو گئی کہ جن دو چیزوں میں تضاد بالذات نہیں۔ بلکہ بالتبع ہو تو ان کی تاثیر و تاثر کے لئے بھی ان کا آپس میں اتنے زمانہ میں مجتمع ہونا کہ اس میں اثر کر سکیں شرط ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ بدن مسیح علیہ السلام کی مزاج کو گو طبقہ کی ہوا مخالف تھی لیکن ان کے صعود کو چونکہ طبقہ میں استقرار ضروری نہیں تھا تو ان کا ضرر پذیر ہونا۔ (جس کے لئے استقرار شرط ہے) لازم نہیں آتا کیونکہ ضرر پذیر ہونے کی شرط لازمی نہیں ہے۔ لہٰذا

آپ کا آسمان پر چڑھنا ناممکن نہیں ٹھہرا خواہ فی الواقع آپ کا صعود دفعی طور پر ہو یا حرکت کے طور پر۔ نیز معد کا غیر ممکن ہونا لازم نہیں آیا۔ پس اب معدلۃ (صعود) کا غیر ممکن ہونا اس پر متفرع نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ کادیانی کا زعم ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ جب تم آگ کے شعلہ کے بیچ میں سے سرعت اور جلدی سے اپنے ہاتھ کو پار کریں اور نکالیں تو تمہارا ہاتھ متضرر نہیں ہوگا۔ اس کو آگ کی حرارت اثر نہیں کرے گی۔ ایسا ہی اگر تم بہت سی آگ روشن کرو یہاں تک کہ وہ بخوبی مستعمل ہو تو اس کے بیچ میں سے اگر تیر کسی نشان پر ماریں گے اور چلائیں گے تو وہ تیر باوجود اس کے کہ لکڑی کا ہے نہیں جلے گا۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ ہاتھ اس میں سے جلدی سے نکل گیا ہے اور اس میں قرار پذیر نہیں ہوا۔ متنبہ ہو جاؤ۔ سن لو کہ محض استقرار کی ممنوعیت کی تقدیر پر باوجود آنکہ برودت کا طبقہ زمہریریہ کے لئے ذاتی اور لازمی عقلی ہونا اور سردی کا اس کے تمام اجزاء میں برابر ہونا مان لیا گیا۔ تو جواب دیا گیا ہے۔ پس خود ہی سمجھ لو کہ کادیانی کا اعتراض جن تمام امور پر موقوف ہے وہی سب کے سب جب مرتفع ہوں تو کہاں ٹھکانا ہوگا۔ آخر یہ تو معلومات سے ہے کہ جب موقوف علیہ ہی نابود ہو تو موقوف بھی بالضرور معدوم ہونا چاہئے۔ کادیانی اپنے دعویٰ کے لئے اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ زمین پر ہی زندہ رہو گے اور وہیں مر جاؤ گے اور وہیں سے زندہ ہو کر محشور کئے جاؤ گے۔ اس کے استدلال کا طریقہ اور تہذیب یوں ہے کہ آیت میں جار و مجرور (فیھا. منھا) جو فعل (تحیَون. تموتون. تخرجون) کے ساتھ متعلق ہے مقدم کیا گیا ہے اور یہ تقدیم حصر کا فائدہ دیتی ہے۔ اس لئے آیت کا معنی یہ ہوا کہ زندگی نہیں کسی ایک انسان کے لئے مگر زمین ہی پر نہ اور کہیں۔ پس اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہونگے تو اس حصر کا باطل ہونا ضروری ٹھہرے گا۔ لہٰذا ہم مسیح علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے پر اور پھر اس آیت کے مضمون پر کیسے اذعان کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ مسیح علیہ السلام زندہ

نہیں ہیں بلکہ مسیح علیہ السلام بھی ویسے ہی مر گئے ہیں جیسے کہ اور حضرات انبیا علیہم السلام مر چکے ہیں ویسے ہی وہ بھی اور ان کی روح مرفوع ہوئی ہے نہ بجسدہ۔

الجواب: تقدیم کا افادہ حصر ہی میں منحصر نہیں ہے کیونکہ اس کا مقدم کر لینا دوسرے اعتراض کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے کہ قافیوں اور فاصلوں کی رعایت سے اور کبھی بیان کے اہتمام کے لئے بھی جار و مجرور کا تقدیم ہوتا ہے وغیرہ۔ پس آیت مذکورہ میں جو جار و مجرور کا تقدم ہے فاصلوں کی موافقت کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس تقدیم کا صرف حصر کے واسطے ہی ہونا متعین نہیں ہوا۔ اگر مان بھی لیں کہ یہ تقدیم صرف حصر کے ہی واسطے ہے تو بریں تقدیر ہو سکتا ہے کہ یہ خطاب اکثر بنی آدم کے لئے ہو نہ کل کے لئے اگر اسے باعتبار کل کے بھی لینگے تو ہم اسکے قائل ہیں کہ یہ اسی حیات سے خاص ہے جو عالم کون اور فساد میں ہے۔ نہ یہ کہ اس سے مطلق حیات مراد ہے جس کے افراد سے سماوی زندگی بھی ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ انحصار مطلق حیات سے متعلق ہوتا تو چاہئے تھا کہ اس آیت کا مفہوم بہشتیوں اور دوزخیوں کی ابدالآباد زندگی کے ساتھ منقوض ہو آخر یہ تو ظاہر ہے کہ وہ زندگی بھی مطلق زندگی میں مندرج ہے۔ نیز جبکہ ہم آیت سے عالم کون و فساد کی زندگی مراد رکھ لیں گے تو اس میں اکثر احوال کی بھی قید لگانی چاہئے ورنہ یہ بھی منقوض ہوگا۔ وہ یوں ہے کہ اسی عالم میں بعض احوال میں بعضے انسان صرف زمین ہی کے اوپر تمام زندگی بسر نہیں کرتے بلکہ بعض کاملین نے خرق عادت کے طور پر یہی کچھ حصہ زندگی کا اسی عالم میں طیران کی حالت میں بسر کیا ہے حالانکہ اس حالت میں وہ زمین پر نہیں تھے۔ لیکن ایسے لوگ چونکہ خرق عادات و کرامت کو نہیں مانتے ہیں تو ان کے لئے ان کی رائیوں کے موافق تمثیل دینگے۔ وہ یہ ہے کہ

ا کون وفساد کا معنی یہ ہے کہ ایک صورت نوعیہ کو قبول کرنا اور پہلی کو چھوڑ دینا۔ چنانچہ پانی جبکہ ہوا بن جاتا ہے تو وہ صورت مائیہ کو چھوڑ کر صورت ہوائیہ کو قبول کر لیتا ہے۔ ۱۲ مترجم

بعض لوگ غبارہ پر بیٹھ کر جَو کی سیر کرتے ہیں چنانچہ ہمارے ہم زمانوں نے اس تماشا کو دیکھ لیا ہے۔ اب دیکھئے کہ ایسے جَو میں حصہ عمر کا بسر کرتے ہیں نہ زمین پر پس اس سے ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ پر یقین کر لینے اور مسیح علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے کے تسلیم کرنے میں کوئی منافات نہیں آتی چنانچہ تامل سے ظاہر ہے۔ کادیانی کی استدلال یہ بھی ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہوں اور وہی پھر اتریں گے تو یا تو نزول کے وقت وصف رسالت سے منزل ہوں گے حالانکہ یہ ان کی تحقیر اور ہتک ہے یا تو اس وصف کے ساتھ موصوف ہوتے ہی اتریں گے جیسے کہ رفع سے پیشتر رسول تھے لیکن قرآن میں ہمارے سید مولا حضرت رسول اکرم ﷺ کی شان میں فرمایا گیا ہے کہ ”نہیں ہیں آنحضرت (ﷺ) ہمارے مُردوں میں سے کسی ایک کے باپ لیکن وہ خداوند تعالیٰ کے رسول ہیں پیغمبروں کے خاتم ہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی از سر نو مبعوث نہیں ہوگا۔ چنانچہ حدیث میں بھی آیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی سر نو مبعوث نہیں ہوگا۔ پس جبکہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں تو مسیح علیہ السلام نبوت کی حالت کیسے نازل ہو سکتے ہیں۔ پس یہ عقیدہ کہ مسیح نبی ہی ہوتے اتریں گے صاف طور پر اس آیت سے مخالف ہے۔ **الجواب** پہلے ہم اجمالاً نقض کریں گے بایں طور کہ ہمارے آنحضرت ﷺ کے بعد جتنے پیغمبر تھے وہ تمام عالم برزخ رسول کریم ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد وصف نبوت سے موصوف تھے یا عالم آخرت میں موصوف ہونگے یا نہ اگر کہہ دینگے کہ معزول ہیں یا معزول ہونگے تو یہ صاف سب پیغمبروں کی ہتک ہے اور نہ یہ ان کی عالی شان سے مناسب ہے۔ پہلا ایسا کیونکر ہو کتب عقائد میں یہ ثابت ہو چکی ہے کہ انبیاء علیہم السلام بعد الانتقال ہرگز اپنے مناصب سے معزول نہیں ہوتے بلکہ بعض نے صراحۃً لکھا ہے کہ جو شخص اس عزل کا قائل ہوگا وہ کافر ہے اس لئے ماننا پڑے گا کہ وہ دونوں عالموں میں وصف رسالت و نبوت کے ساتھ موصوف ہوتے

ہیں۔ مگر یہ بات کادیانی کی طرز پر آیت سے مخالف ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک آیت سے ثابت ہے کہ رسول کریم ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد کسی نبی کو نبوت و رسالت کی صفت ثابت نہیں ہونی چاہئے۔ پس وہ پیغمبر عالم برزخ میں رسالت و نبوت سے کیسے موصوف ہو سکتے ہیں اور کیوں نہیں عالم آخرت میں ان سے عہدہ رسالت و نبوت کا چھینا گیا ہوگا۔ آخر وہ وقت بھی تو رسول کریم ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد ہی ہے پس جو کچھ کادیانی جواب دیگا وہی ہماری طرف سے بھی جواب ہے۔ ثانیاً ہم تفصیلی نقض پیش کریں گے۔ وہ یوں ا؎ ہے کہ مسیح علیہ السلام جس وقت کہ وہ آسمان پر مستقر ہیں اور جس زمانہ میں اترینگے اسی طرح پر باقی انبیاء اللہ عالم برزخ میں اور آخرت میں بالضرور رسالت و نبوت کے ساتھ موصوف ہیں اور ہونگے رہی یہ بات کہ یہ عقیدہ آیت (جس کا مضمون مختصر یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں) سے مخالف ہے سو ایسا نہیں ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ بعثاً آخر الانبیاء ہیں بایں معنی کہ وہ بعد ازآں کہ باقی انبیا علیہم السلام نبوت دیئے گئے ہیں۔ نبوت عنایت کئے گئے اور آپ بقاء نبوت میں ان سے متاخر نہیں ہیں یعنی آپ کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اور پیغمبروں سے پیغمبری چھینی گئی۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ۲؎ ان سے متاخر ہونے۔ ان پیغمبروں کی رسالت و نبوت باقی رہنے میں کچھ منافات نہیں ہے کیونکہ دو چیزوں کی بقاء میں معیت ایک کی بعدیۃ۔ دوسرے کی حدوثاً اولیت کی مغائر نہیں ہے۔

ا؎ شاید بعض لوگ یہ کہہ دیں کہ عالم برزخ اور آخرت مستثنیٰ ہے ہم ان کے جواب میں کہہ دیں گے کہ مسیح علیہ السلام بھی مستثنیٰ ہے اس سے حضرت مولانا صاحب مدظلہم کا یہ فرمودہ فما ھو جوابکم فھو جوابنا خوب ذہن نشین ہو گا۔ ۱۲ مترجم

۲؎ کادیانی صاحب کو اس حدیث نے بھی جس کا یہ مضمون ہے کہ میرے بعد وحی نہیں اترے گی۔ دعویٰ مسیحیت پر چست و چالاک کر دیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ان کو اتنے عریض و طویل دعوے کو ہوتے یہ معلوم نہیں ہوا کہ یہ حدیث ہی صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ ہم انوار محمدی کے بعض ابواب میں بیان کر چکے ہیں ۱۲ مترجم

دیکھو عمارت اور معمار۔ بیٹا۔ باپ اسلئے کہ عمارت معمار کے موجود ہونے کے بعد موجود ہوتی ہے۔ بیٹا، باپ کے موجود ہونے کے بعد موجود ہوتا ہے۔ معہذا عمارت۔ معمار۔ بیٹا۔ باپ بقا میں معیت رکھتے ہیں۔ دوسری مثالیں بھی ہیں لیکن اتنی ہی مثالوں پر کفایت کی گئی۔ پھر اس کادیانی نے اپنے اس اعتراض کو دوسرے مقام پر اپنی کتاب میں تائید کی ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر نزول کے لئے منتظر ہیں تو جس وقت اتریں گے تو اس وقت تو وہ عربی نہیں جانتے ہوں گے۔ لہٰذا علم القرآن کی طرف محتاج ہونگے اور یہ تو ان کے لئے آسان نہیں ہے کیونکہ وہ عربی جانتے ہی نہیں اور کسی سے تعلیم پانا بھی ان کے واسطے مشکل ہے۔ اس وقت وہ سن شیوخت میں ہونگے لہٰذا لازم ہوا کہ ان پر کوئی نئی کتاب انہی کی زبان میں نازل ہوتا کہ لوگوں کو تعلیم دیں اور نماز میں پڑھیں۔ لوگوں کو اپنی زبان میں ہی کلمہ توحید کی تعلیم دیں حالانکہ یہ دین اسلام کو گویا جڑ سے اکھاڑنا ہے ہم لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم سے تمسک کر کے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم الضال والمضل پڑھ کر اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ سب کچھ باطل ہے معلوم نہیں ہوتا کہ کادیانی کو یہ علم یقینی کہاں سے حاصل ہوا کہ مسیح علیہ السلام عربی نہیں جانتے۔ حالانکہ عربی اور عبرانی زبان آپس میں بہت موافق ہے۔ جیسے کہ پنجابی۔ اردو زبان ایک دوسرے سے بہت کچھ موافق ہے اب کہئے کہ پنجابی دان پر اردو کا جان لینا دشوار ہے ہرگز نہیں پس کادیانی کا یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام پر عربی کا علم دشوار ہے مردود ہے۔ کیا دیکھا نہیں ہوا ہے کہ جو لوگ مختلف زبانیں جانتے ہیں وہ انکے مضامین کو مختلف زبانوں میں ادا کر سکتے ہیں۔ ابھی اپنے ہی آپ کی طرف خیال کیجئے کہ جو خود پنجابی ہے اور فارسی کو جانتا ہے پس یہ کس منہ سے کہہ دیا کہ مسیح علیہ السلام تعلیم عربی سے (خواہ تعلیم اللہ ہو یا تعلیم البشر سے۔ اسلئے کہ خداوند تعالیٰ نے ان کو ازل میں ہی دین محمدی ﷺ کا مجدد بنا رکھا ہے۔) عاجز ہونگے کیا وہ نبی عاجز ہونگے کیا

وہ نبی عاجز ہوا اور کادیانی عاجز نہ ہوا۔ سبحان اللہ مسیح علیہ السلام پر یہ دشوار اور کادیانی کے لئے آسان۔ حالانکہ مسیح علیہ السلام وہ پیغمبر ہیں کہ جن کے حق میں قرآن شریف میں آیا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے سن صبا میں یہ گفتگو کی کہ میں خدا کا بندہ ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو کتاب دی۔ اس نے مجھ کو نبی مبارک بنایا۔ اب دیکھئے کہ مسیح علیہ السلام کی یہ گفتگو سن صبا میں تھی اور کادیانی کہتے ہیں کہ جب اتریں گے (اور باتیں تو درکنار رہنے دو) تعلیم سے بھی عاجز ہوں گے۔ نعوذ باللہ منہ۔ اچھا مان لیا کہ مرفوع ہونے سے پہلے آپ عربی نہیں جانتے تھے لیکن کادیانی کو یہ یقین کہاں سے حاصل ہوا کہ مسیح علیہ السلام کو عالم ملکوت میں یہ علم نہیں دیا گیا۔ یہ بھی مانا کہ ملکوت میں بھی ان کو یہ علم نہیں دیا گیا ہے۔ لیکن یہ خبر اسکو کہاں سے ملی ہے کہ علم عربی مسیح علیہ السلام کے لئے ممکن یا آسان نہیں۔ بھلے مانسو آدم علیہ السلام کو کس نے تمام چیزوں کے نام سکھلائے تھے۔ ہمارے سردار محمد ﷺ کو کس نے باوجود امی ہونے کے بے کنار دریائی علوم عنایت کیا تھا۔ جس نے ان کو عنایت کیا وہی مسیح علیہ السلام کو عنایت کرے گا۔ اجی کادیانی کے کانوں کو اس خبر کی ہوا کی چوٹ نے نہیں کھڑکایا ہے کہ صاحب قوت قدسیہ کے سامنے نظریات بھی بدیہی ہو جاتے ہیں۔ یہ بات اہل معقول کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ پس کیسے مسیح علیہ السلام کا عربی کو جان لینا بعید سمجھا جائے اور وہ بعید نہیں سمجھا گیا۔ اگر اس کے بعید ہونے کو ہم تسلیم بھی کر لیں لیکن اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ معانی قرآن کا سمجھنا۔ کلمات توحید یہ کے معانی کو ادا کرنا عربی کے بغیر دوسری زبان میں اسلام کو بدل ڈالنا ہے۔ احکام کو منسوخ کر دینا ہے۔[1] دین اسلام کو جڑ سے اکھاڑنا ہے جیسا کہ کادیانی کہتے ہیں اس لئے کہ اگر ایسا

---

[1] حدیث میں آیا ہے کہ مسیح علیہ السلام جزیہ کو موقوف کر دے گا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ناسخ دین محمدی ﷺ ہو نگے وجہ یہ ہے کہ یہ حکم بھی دراصل احکام محمدیہ ﷺ سے ہے۔ ہاں یہ تو ضرور ہے کہ یہ حکم اس زمانہ کے واسطے ہے کہ جب مسیح علیہ السلام اتریں گے چنانچہ ہم انوار محمدی کی بعض ابواب میں بخوبی اس بات کا فیصلہ دے چکے ہیں۔ ۱۲ مترجم

ہوتا تو لازم آتا کہ مسلمان اہل عرب کے سوا سب کے سب اسلام کو بدل ڈالنے والے ہوں۔ بلکہ خود کادیانی جو عقائد اور معانی قرآن۔ معانی کلمات توحیدیہ کو اردو میں جیسے کہ اس کو پسند آتے ہیں ادا کرتے ہیں۔ نیز محرف اسلام ہوں اجی کادیانی کی تقریر سے تو لازم آتا ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کی توحید ذاتی وصفاتی۔ جناب سید ومولا حضرت رسول کریم ﷺ کی رسالت اور اس پر جو آپ خدا سے احکام لائے ہیں ایمان رکھتا ہے۔ اس کو فارسی، کشمیری، اردو، پنجابی میں بیان کرتا ہو باوجود اس کے کہ اسی عقیدہ اور بیان پر مر بھی گیا ہو مسلمان نہ ہوا العیاذ باللہ۔ پس کیا یہ رسول اکرم ﷺ کی رسالت کے عموم اور قرآن کی دعوت عامہ سے انکار نہیں ہوا۔ بلکہ انکار ہے حالانکہ وہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ پاک پروردگار وہ قادر مطلق ہے کہ اس نے اپنے خاص بندہ پر قرآن کو نازل فرمایا تا کہ وہ تمام عالموں کے لئے ڈرانے والا ہو۔ نیز فرماتا ہے کہ ہم نے تجھ کو یا رسول اللہ ﷺ نہیں مبعوث فرمایا مگر تمام عالموں کے واسطے رحمت۔ نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر تمام لوگوں کی طرف (خواہ عربی ہوں یا ترکی یا فارسی وغیرہ) نیز فرمایا کہ یا محمد ﷺ تم کہہ دو کہ میں تمہارے سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ کیا یہ معلوم نہیں جیسے کہ آپکی خود پیغمبری سے انکار کرنا کفر ہے ویسے ہی آپکی عموم نبوت سے منکر ہو جانا کفر ہے۔ کیونکہ جس طرح کہ اصل نبوت سے انکاری ہونا نصوص قطعیہ کو رد کرتا ہے اسی طرح عموم نبوت سے انکاری ہونا نصوص قطعیہ سے لڑائی اور مقابلہ ہے۔ کادیانی مسیح علیہ السلام کے آسمان پر زندہ نہ ہونے کے لئے یوں بھی استدلال کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے بیان کیا کہ خداوند عز اسمہ نے مجھ کو نماز، زکوٰۃ کا جب تک کہ میں زندہ ہوں حکم دیا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو اپنی والدہ سے نیکی کنندہ بنایا ہے۔ استدلال اس طرح پر کرتے ہیں کہ اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہوتے تو بلا شبہ ادائے صلوٰۃ، زکوٰۃ، والدہ سے احسان کرنے کے ساتھ مامور ہونے چاہئے۔ حالانکہ آسمان پر ہوتے نہ تو زکوٰۃ

اداہوسکتی ہے اور نہ والدہ سے نیکی کر سکتے ہیں۔ پس حکم الٰہی کا خلاف لازم آئے گا۔

الجواب: یہاں پر زکوٰۃ مالی کی زکوٰۃ مراد نہیں ہے بلکہ طہارت جو اس کا حقیقی معنی مراد ہے نہ اور کچھ جیسا کہ اس آیت[1] میں جس کا مضمون یہ ہے کہ جو پاک ہوا وہ اپنے آپ کے لئے پاک ہوتا ہے۔ ان کے خدا نے اس بات کا ارادہ کیا کہ اس کے بدلے ایسا دلوادے کہ پاکیزگی میں، صلہ رحمی میں بہتر ہو۔ نیز رسول کریم ﷺ نے ترش روئی کی جس وقت آپ کی خدمت میں نابینا حاضر ہوا کس چیز نے آپ کو یا رسول ﷺ جتلایا۔ شاید کہ وہ پاک ہو جاتا، یا نصیحت قبول کرتا پس اس کو نصیحت نفع دیتی۔ اس پر جو دولت مند ہوتا ہے آپ اس کی طرف ہی التفات کرتے ہیں۔ آپ اس کے ذمہ دار نہیں کہ اگر وہ پاک نہ ہو۔ بلاشبہ اس شخص نے خلاصی پائی کہ جس نے اپنے آپکو پاک کیا ہے۔ قریب ہے کہ اس سے ہٹایا جائے گا۔ وہ شخص جو مالدار ہے مال کو خدا کی راہ میں اس لئے خرچ کرتا ہے کہ وہ پاک ہو جائے وغیرہ۔ اب دیکھو ان آیات میں زکوٰۃ کا معنی بجز تزکیہ نفس کے اور کچھ نہیں ہے ویسے ہی مسیح علیہ السلام کو بھی تزکیہ نفس کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ ہر جگہ ہوسکتا ہے۔ زمین پر ہو یا آسمان پر پھر کہیے کہ ان کے آسمان پر ہونے سے خلاف حکم الٰہی کیسا لازم آیا۔ چنانچہ ظاہر ہے گو ان لوگوں پر جو مبتدعین اور فاجرین کی طرح بصارت نہیں رکھتے ہیں۔ پوشیدہ ہو رہی ہے یہ بات کہ مسیح علیہ السلام کو گو آسمان پر ہی مستقر مان لئے جائیں۔ والدہ سے احسان نہیں کر سکتے اور اسمیں خلاف حکم الٰہی لازم آتا ہے۔ سو واضح ہو کہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ یہ اس صورت میں

---

[1] حضرت مصنف علام ادام اللہ فیوضھم کی تقریر سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس بے ہودہ اعتراض کا اور بھی جواب ہے وہ یہ ہے کہ زکوٰۃ مالی جب ہی فرض ہوتی ہے کہ مالک نصاب بھی ہو پس چونکہ اہل اسلام اس کے کہ مسیح علیہ السلام تجارت یا خوراک کے لئے مال آسمان پر لیں گے۔ قائل نہیں ہیں اور نہ یہ ثابت ہے لہٰذا مسیح علیہ السلام پر آسمان پر زکوٰۃ بھی فرض نہیں ہے۔ ۱۲ مترجم

لازم آتا کہ اگر برًّا اصلوٰۃ پر جو اوصانی سے متعلق ہے۔ معطوف ہوتا۔ کیونکہ اس تقدیر پر یہ معنی ہوتا کہ مجھ کو خداوند تعالیٰ نے نماز کا اور والدہ سے نیکی کرنے کا حکم دیا ہے۔ جب تک کہ میں زندہ رہوں لیکن برًّا تو اس مجرور پر معطوف ہی نہیں ہے اس لئے کہ اگر اس پر معطوف ہوتا تو برًّا منصوب نہ ہوتا۔ بلکہ مجرور ہوتا اور برٍّ پڑھا جاتا نیز برًّا کی با کو زیر دی جاتی نہ زبر اگر برّ ہوتا تو اس کا معنی خالی نیکی ہوگا۔ نہ نیکی کنندہ کیونکہ نیکی کنندہ تو برًّا کا معنی ہے۔ پس چاہئے تھا کہ برٍّ پڑھا جاتا نہ برًّا۔ ورنہ لازم آئے گا۔ مامور بہ مسیح علیہ السلام ہوں کہ جن کے ساتھ برّ قائم ہے جیسا کہ نماز، زکوٰۃ مامور بہما ہیں۔ حالانکہ مامور بہ فعل ہوتا ہے نہ ذات اس لئے کہ ذات کا مامور بہا ہونا صریح باطل ہے۔ پھر کہیے کہ قرآن شریف میں برًّا (بنصب با و را) قدیم الایام سے کیوں لکھا چلا آیا ہے۔ کیوں ہمیشہ برًّا پڑھا جاتا ہے۔ پس قراء کا اجماع برًّا ہی پر اس کے صلوٰۃ پر معطوف ہونے سے انکاری ہے ہاں اگر برًّا کو باوجودیکہ منصوب الرا والباء ہے مجرور پر معطوف سمجھیں گے تو اس میں یہ قباحت ہے کہ اعتراض سابق کے دور کرنے کے لئے صفت مشبہ بمعنی مصدر لینا پڑے گا۔ بایں طور کہ برًّا جو بمعنی نیکی کنندہ اور صفت مشبہ ہے (جیسا حسن) اس کا معنی بر ہے۔ یعنی نیکی۔ حالانکہ یہ ایسی بناوٹ ہے کہ اس کا داعی بھی موجود نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ برًّا کو نبیا پر معطوف کر کے اصلی معنی (نیکی کرنے والا) میں مستعمل کرنا جائز ہے۔ اب کون سی ضرورت درپیش ہے جس کے لئے وہ چھوڑا جائے۔ جاننا چاہئے کہ جب ہم برًّا کو نبیاً پر عطف کریں چنانچہ قرآن میں بھی ایسا ہی ہے۔ تو جعلنی کے دو مفعول ٹھہرے۔ ایک نبیاً دوسرا برًّا اور یہ عطف مفرد کے مفرد پر عطف کرنے کے طرز پر ہوگا۔ اور اگر برًّا سے پہلے بھی 'جعلنی' مقدر مانا جائے اور یہ 'جعلنی' پہلے صریح 'جعلنی' پر معطوف کر دیں تو یہ عطف جملہ کے جملہ پر عطف کر دینے کے طریق پر ہوا۔ پوری آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں خدا کا خاص بندہ

ہوں۔اس نے مجھ کوانجیل عنایت فرمائی ہے۔مجھ کو نبی مبارک کہیں پر رہوں بنایا۔اس نے مجھ کونماز۔زکوٰۃ کا جب تک کہ زندہ رہوں حکم دیا ہے۔اوراس نے مجھ کواپنی والدہ پر نیکی کنندہ بنایا ہے۔پس وہ توجیہ جوہم بیان کرآئے ہیں تکلف اعتراض سے بری ہےاوراس توجیہ پر بنا کر کے مسیح علیہ السلام کا آسمان پر ہوتے ہوئے بھی اپنی والدہ سے نیکی کرنے کے ساتھ مامور ہونالازم نہیں آتا۔کیونکہ ایریں تقدیر مادمت حیا (جب تک کہ زندہ ہوں) کی قیداگر ہے تو صلوٰۃ۔زکوٰۃ کی فرضیت کے واسطے ہے۔نہ براً کے لئے۔اگر ہم کادیانی کی توجیہ کوہی مان لیں گے۔اعتراض تکلف مذکورین سے قطع نظر کرلیں تو پھراس بات کوکہ مسیح علیہ السلام کا آسمان پر ہوتے والدہ سے بار ہونا متصور تسلیم نہیں کریں گے۔کیونکہ احسان جیسا کہ نیکی کنندہ اورنیکی کردہ شدہ کی حیات میں متصور ہے۔ویسے ہی جس زمانہ میں نیکی کا مستحق مرگیا ہو۔اس پراحسان کرنا متصور ہے۔کیا اس کے لئے استغفار اور دعائے ترقی درجات اورثواب پہنچانا احسان نہیں بیشک احسان ہے لیکن یہ تو آسمان پر ہوتے بھی خواہ مستحق زندہ ہو یا مردہ۔متصور ہے۔لہٰذا کادیانیوں کا یہ حکم بالجزم کہ آسمان پر ہوتے احسان متصور نہیں۔کیسا ہی محل ہے۔خلاصہ کلام کہ مسیح علیہ السلام خدا کے رسول اب تک زندہ ہیں اور

ا حضرت مصنف مرشد الکل کی تقریر سے مترشح ہوتا ہے کہ مادمت حیاً نبیا مبارکاً کے لئے بھی قید نہیں ہوسکتا ورنہ لازم آئیگا کہ مسیح علیہ السلام بعد الموت نہ نبی ہوں اور نہ مبارک العیاذ باللہ۔یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر مادمت حیا براً کی قید بھی مان لیں تو حاضر ہونا خاص خدمت کے لئے شرط ہے دیکھو مسیح علیہ السلام یا اور کوئی خدمت خاصہ کے ساتھ تب ہی مامور ہے کہ جب کہ حاضر خدمت ہو۔اس لئے اگر بیٹا سفر میں اوروالدین یا ایک ان میں سے مقیم ہوتو خاص خدمت اسی ضروری سفر میں فرض نہیں ہوسکتی ورنہ چاہئے تھا کہ مسیح علیہ السلام جس حالت میں تبلیغ کے لئے مسافر اوروالدہ سے جدا ہوتے تھے اس خاص خدمت کی ترک سے گنہگار ہوتے۔نعوذ باللہ منہ یا تو ثابت کردیں کہ مسیح علیہ السلام والدہ سے کہیں بھی زمین پر ہوتے جدا نہیں ہوئے تو تاہم کچھ بن پڑے گا۔لیکن اس کا ثبوت کہاں ہے۔۱۲مترجم

آسمان پر بجسدہ موجود ہیں سبب یہ ہے کہ یہی بات قرآن شریف (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے)اوراحادیث میں اوراتفاق امت سے ثابت بھی ہے۔آیات تو یہ ہیں "ماالمسیح بن مریم الارسول قد خلت من قبله الرسل. اذقال الله یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک اِلَیَّ۔ ماقتلوه یقیناً بل رفعه الله الیه. وان من اهل الکتاب الالیومنن به قبل موته" اب رہاان کا ترجمہ سووہ مذکور ہو چکا ہے۔نیز استدلال کا طریقہ ہم بیان کرآئے ہیں مگراب اورہی ایک استدلال پیش کریں گے کہ جس سے مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت ہوگا وہ یوں ہے کہ خداوند عزاسمہٗ فرماتا ہے کہ بلاشبہ ان لوگوں نے کفرکیا ہے کہ جنہوں نے کہہ دیا ہے کہ خداوہی مسیح علیہ السلام ہے کیا اگرخداوند تعالیٰ مسیح علیہ السلام کے مارڈالنے۔ہلاک کردینے کا ارادہ کرے گا۔بی بی مریم رضی اللہ عنہا تمام باشندگان زمین کا تو کون اپنے آپ پر مختار ہے۔کون اپنے آپ کو بچاسکتا ہے۔پس جبکہ مسیح علیہ السلام وغیرہ میں ہلاکت کی دفعیہ کی قدرت نہیں اورنہ خودمختار ہیں تو وہ خدا کیسے بن سکتے ہیں یہ آیت مسیح علیہ السلام کی حیات پر یوں دلالت کرتی ہے کہ ان کا لفظ جوارادہ پرداخل ہوا ہے حروف شرط سے ہے اوروہ جزا کے مستقبل میں وقوع کے لئے موضوع ہے اس سبب سے کہ شرط مستقبل میں واقع ہے۔ظاہر ہے کہ شرط اہلاک المسیح علیہ السلام کا ارادہ ہے۔جزا ہلاکت کے دفعیہ پر غیر اللہ کا قادر نہ ہونا۔گویا جزا فمن یملک کا مدلول التزامی ہے۔مدلول التزاماً اس لئے ہے کہ یہ استفہام انکاری ہے۔اور وہ قائم نفی کے ہوتا ہے۔برتقدیر اس کے کہ خداوند تعالیٰ کسی کے اہلاک کا ارادہ کرے۔غیر اللہ سے ملک کا منتفی اورنابود ہونا بالضرور اس کو چاہتا ہے کہ کوئی ایک بھی ماسوی اللہ اہلاک کے دفعیہ پر قادر نہ ہو۔اوریہی جزا ہے۔لہٰذا واجب ہوا کہ شرط۔جزا (یعنی اہلاک کا ارادہ۔غیر اللہ سے قدرت کا منتفی ہونے) کا مستقبل میں موجود ہوجانا متوقع اور مامول ہو۔ورنہ لفظ اِنْ کے وضع سے مخالفت ہوگی۔حالانکہ یہ باطل ہے لیکن ان دونوں کے زمانہ مستقبل

میں متوقع الوجود ہونے سے لازم آتا ہے کہ یہ آیت جبکہ رسول کریم ﷺ پر نازل ہوئی تھی تو مسیح علیہ السلام بھی اس وقت زندہ ہوں کیونکہ اگر فرض کرلیں کہ مسیح علیہ السلام اس زمانہ میں زندہ نہیں تھے بلکہ رسول کریم ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی مرگئے ہوئے تھے تو اس تقدیر پر ہلاک شدہ کے اہلاک کا ارادہ متوقع ٹھہریگا اور یہ باطل ہے۔ اجی یہ تو ایسا ہوا کہ کہا جائے کہ خداوند تعالیٰ موجود کو موجود کرے گا یا نابود کو نابود کرے گا حالانکہ یہ تحصیل حاصل ہے اور وہ محال ہے۔

سوال: اس آیت میں اس حالت سے کہ مسیح علیہ السلام اپنی قوم کے درمیان زمین پر زندہ تھے۔ حکایت ہے لہٰذا اس آیت سے مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت نہیں ہوگا۔

الجواب: اولاً کہ اِنْ دراصل مفید استقبال ہے تو یہ تمہارا قول مخالفِ اصل اور وضع ہوا جو باطل ہے۔ دوم اصلی کے معنی چھوڑ دینا تب ہی جائز ہوتا ہے کہ کوئی قرینہ صارفہ موجود ہو۔ اور وہ بھی موجود نہیں ہے۔ پس یہ مجاز کو سوائے ضرورت مراد رکھ لینا ہے حالانکہ یہ بھی باطل ہے۔

سوال: جائز ہے اِنْ بمعنی لَوْ ہو۔ جسکا معنی یہ ہوتا ہے کہ شرط چونکہ ماضی میں نابود ہے تو جزا بھی نابود ہے۔

الجواب: اس میں بھی خلاف وضع، مجاز کا اختیار کرنا، بلاقرینہ لازم آتا ہے۔ لہٰذا یہ بھی باطل ہے شاید اب یہ کہو گے کہ چونکہ اس آیت میں بی بی مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مارنے کا بھی ذکر ہے اور وہ بزمانہ ماضی مرچکی ہیں تو یہی اس بات کا قرینہ ہے کہ آیت حالت حیات سے حکایت ہے۔ مگر یہ بھی غلط ہے کیونکہ صریحاً اس کا مسیح بن مریم علیہما السلام پر معطوف ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔ ہاں اگر ایسا ہوتا تو حالت مذکور سے حکایت ہوسکتی تھی یا بمعنی لَوْ لینے کا قرینہ بن سکتا تھا۔ لیکن ایسا تو نہیں ہے اس لئے یہ حمل یا استعمال صحیح نہیں ٹھہرا۔ وجہ یہ ہے کہ جائز

ہے کہ اُمَّهٗ (مسیح علیہ السلام کی والدہ) فعل مقدر کا مفعول ہو۔ یہ وہ فعل مساوی (برابر ہے) اور اسے جملہ حالیہ کہتے ہیں۔ پس آیت کا ماحصل یہ ہوگا کہ خداوند تعالیٰ مسیح علیہ السلام کے مارنے، ہلاک کردینے پر درحالیکہ مسیح علیہ السلام اپنی والدہ اور تمام باشندگان زمین کے ساتھ خدا نہ ہونے میں مساوی اور برابر ہے۔ قادر ہے پس جیسے کہ خداوند تعالیٰ مریم وغیرہ کے اہلاک پر قادر ہے۔ ویسے ہی مسیح علیہ السلام کے اہلاک پر قدرت رکھتا ہے۔ مساوات اس واسطے ہے کہ نہ مسیح علیہ السلام اور نہ مریم علیہا السلام وغیرہ خدا ہیں بلکہ قابل تر یہی ہے کہ اُمَّهٗ کو یساوی کا مفعول سمجھیں۔ اور آیت کا معنی وہی ہے جو ہم بیان کرتے ہیں سبب یہ ہے کہ اس آیت کا مقصود یہ ہے کہ جو لوگ مسیح علیہ السلام کو خدا بتلاتے ہیں ان کی تردید ہو۔ اور تو کچھ مقصود نہیں لیکن یہ مطلب جب ہی اس آیت سے حاصل ہوگا کہ مسیح علیہ السلام کو مریم علیہا السلام وغیرہ سے خدا نہ ہونے میں مساوات ہو۔ اب چونکہ یہ مطلب ایسی تقریر پر موقوف ہے جو کہ ہم بیان کرتے ہیں تو اسی تفسیر کو قبول کرنا واجب ہوا پھر معہذا کیسا اُمَّهٗ کا معطوف و قرینہ ہونا صحیح ہوگا۔ بنا براں اس آیت سے مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت ہوا۔ نیز اگر اِنْ کو بمعنی لَوْ لیں گے تو ہمارے مفید مطلب ہے وجہ یہ ہے کہ گو ہم اعتراض سابق سے قطع نظر بھی کرکے اِنْ کو بمعنی لَوْ لیں گے تو آیت کا یہ معنی ہوگا کہ خدا نے زمانہ ماضی میں مسیح علیہ السلام کے اہلاک کا ارادہ نہیں کیا۔ پس اس سے صاف لازم آتا ہے کہ مسیح علیہ السلام مرے بھی نہیں ہیں۔ آخر جب خداوند تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو ہلاک کردینے کا زمانہ گزشتہ میں ارادہ ہی نہیں کیا تو مسیح علیہ السلام کیسے مرے۔ لہٰذا اس توجیہ سے بھی ہمارا ہی مطلب ثابت ہوا اس لئے ہم کہتے ہیں کہ اگر ان حقیقی اور وضعی معنی مراد لیں گے تو دلیل متحقق ہے مگر پھر ہمارا مقصود حاصل ہے۔ قادیانیوں کا نہیں۔ اگر اِنْ سے لَوْ کا معنی لیں گے تو اس تقدیر پر بھی ہمارا ہی دعویٰ ثابت ہے نہ کادیانیوں کا۔ غرض کہ بہر تقدیر آیت ہمارے لئے حجت ہے۔ ان کے لئے نہیں چنانچہ یہ بات ادنیٰ عقلمند

پر بھی روشن ہے اب امت محمدیہ ﷺ کا اجماع لو۔ اجماع سے بھی ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام اب تک زندہ ہیں۔ اگر یہ بات اجماعی نہیں ہے تو پھر کیوں زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اب تک مسیح علیہ السلام کی وفات شرعی کتابوں میں منقول نہیں ہے۔ اجی اگر کسی صحابی یا کسی تابعین یا تبع تابعین یا دوسرے اکابرامت کا یہ اعتقاد کہ مسیح علیہ السلام مر چکا اور زندہ نہیں ہے ہوتا تو ناقلین اس عقیدہ کو کتابوں میں کیوں نہ نقل کرتے اور اگر یہ کسی کا مذہب ہوتا تو ناقلین بیک زبان اِجماعاً کیوں لکھتے کہ مسیح علیہ السلام کا اب تک زندہ ہونا متفق علیہ اور اجماعی ہے۔ ہاں ایوں[1] بھی کہنا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما **انی متوفیک کا انی ممیتک** (میں تیرا مارنے والا ہوں) معنی کرتے ہیں کادیانیوں کے لئے مفید مطلب نہیں کیونکہ یہ تفسیر بالتصریح مسیح علیہ السلام کے زمانہ گزشتہ میں مرجانے پر دلالت نہیں کرتی۔[2] کیونکہ **ممیتک** اسم فاعل ہے نہ کہ فعل اور اسم کو ماضی یا غیر ماضی زمانہ سے خصوصیت نہیں ہے جیسا کہ اسم کی

[1] کادیانی جی اس کو کورانہ اجماع کہتے ہیں اس کی سند پیش کرتے ہیں۔ کہ وہب کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام مر گئے سو واضح ہو کہ یہ محض دھوکا ہے کیونکہ وہب یہ کہہ کر کہ مسیح علیہ السلام اتنی مدت اموات میں داخل ہوئے ساتھ ہی کہتے کہ وہ پھر زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ گئے۔ اب کہئے کہ وہب کس طرح اجماع سے مخالف ہوئے بلکہ وہ بھی اس بات کے قائل ہوئے کہ مسیح علیہ السلام اب تک زندہ ہے پس اجماع کورانہ نہیں بلکہ فہم ہی کورانہ ہے۔ ۱۲ مترجم

[2] حضرت مصنف علام دام فیوضہ کی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ جائز ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد یہ ہو کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تجھ کو اے مسیح علیہ السلام بعد از رفع قریب قیامت بعد النزول ماروں گا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی حق ہے کیا دیکھتے نہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مسیح علیہ السلام کے اب تک زندہ ہونے کے قائل ہیں۔ دیکھو ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ ابن جریر نے سعید بن جبیر کی طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح السند روایت کی ہے کہ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مسیح علیہ السلام کے تا قریب قیامت زندہ ہونے کے قائل ہیں جس کو تفصیل کا شوق ہو وہ تحقیق کرے۔ اب اگر ممیتک سے وہی نہ سمجھا جاوے کہ جس کی طرف حضرت مصنف نے ارشاد فرمائی ہو تو بیچ کہو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال میں تناقض نہیں ہوگا۔ ہاں ضرور ہوگا۔ مترجم عفی اللہ تعالیٰ عنہ

تعریف سے ظاہر ہے نیز یہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ جس کو امام نسائی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جب مسیح علیہ السلام کے مرفوع کرنے کا ارادہ فرمایا تو مسیح علیہ السلام ایک مکان میں تشریف لائے اس موقع پر اس مکان میں اور بھی بارہ شخص تھے اس وقت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگ ایمان کے بعد کافر ہو جائیں گے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم میں سے اگر کوئی اس بات کو قبول کرے کہ اس کی شکل گویا میری شکل کی مانند ہو جائے اور میرے بدلہ صلیب پر چڑھا دیا جائے تو وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ ان میں سے ایک شخص نے جو جوان تھا اس بات کو قبول کیا غرضیکہ مسیح علیہ السلام نے اسے تین بار بٹھایا اور تین ہی بار دریافت فرمایا اور اس نے ہر دفعہ قبول کیا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام اس کے بعد آسمان پر چڑھایا گیا اور اس شخص کو یہودیوں نے اس گمان سے کہ مسیح علیہ السلام یہی ہے صلیب پر چڑھا کر مار دیا۔ اب دیکھئے کہ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مسیح علیہ السلام کے بجسدہ مرفوع ہونے کے قائل ہیں۔ اب رہی یہ بکواس سو جس کی خواہش ہو کرتا جائے منع کون کرتا ہے۔

سوال: حضرت وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کچھ عرصہ مر گئے تھے۔ پس اجماع کہاں ثابت ہوا۔

جواب: اولاً کہ یہ قول سنداً بیان نہیں کیا گیا۔ دوم اگر مان بھی لیں کہ یہ قول مستند ہے تو جائز ہے کہ یہ اہل کتاب سے لیا گیا ہو چنانچہ یہی مؤید ہوتا ہے اس سے کہ محمد بن اسحاق اور بیضاوی اور صاحب وجیز نے اس قول کو نصاریٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔ بھلا ایسا کیوں نہ ہو وجیز میں لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے اب تک زندہ ہونے کے بارے میں اجماع ہے۔ حافظ ابن قیم اور فاضل لکھنوی نقلاً بیان کرتے ہیں کہ کل مسلمانوں کا مسیح علیہ السلام کے زندہ

ہونے پر اتفاق ہے۔ لہٰذا وہب رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کے واسطے اور کوئی محمل ماسوا اس کے جو ہم بیان کر آئے ہیں نہیں ہے۔ اے ناظرین اگر آپ کادیانی کے رسائل کو غور سے دیکھیں گے تو واضح ہو جائے گا کہ کادیانی کے پاس نہ تو شرعی اور نہ عقلی دلیل ہے۔ صرف یہی دیکھیں گے کہ اس کی دلیل بجز اس کے کہ یہ خلاف عادت ہے یا بعید ہے اور کچھ نہیں۔ یہی اس کا بھاری تمسک ہے لیکن یہ داب ان لوگوں کا ہے کہ جن کو علم نہیں ہے یہ ایسا ہے کہ جس طرح زمانہ جاہلیت میں کفار بوسیدہ ہڈیوں کے زندہ ہونے کو (قیامت کو) بعید اور محال جانتے تھے چنانچہ خداوند تعالیٰ اس کی قرآن میں خبر دیتے ہیں کہ انسان نہیں سوچتا ہے کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا ہے اب وہ ظاہر جھگڑالو بن گیا ہے اور وہ مثال بیان کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا ہے۔ یہ انسان کہتا ہے کہ خدا عزاسمہ قیامت کو بوسیدہ ہڈیوں کو کیسے پیدا کریگا یعنی کافروں کا اس کو بعید سمجھنا بالکل باطل ہے کیونکہ جس حالت میں کہ انسان کو منی سے پیدا کرتا ہے تو وہ ہڈیوں کو زندہ کیوں نہیں کر سکتا ہے۔ ہڈی تو از کردہ منی انسانیہ کی طرف اقرب ہے۔ اسی طرح پر کافروں کے استبعاد سے قرآن شریف میں یوں خبر دی گئی ہے کہ کافروں نے کہا ہے کہ معبود کا ایک ہی ہونا عجیب ہے غرض کہ اسی طرح پر قرآن شریف میں کافروں کے استبعادات بیان فرمائے گئے ہیں مگر خوف طول سے تھوڑی ہے پر بس کی گئی۔ **فائدہ** کادیانیوں اور نیچر پسندوں نے دراصل محال اس کو بھی سمجھ لیا ہے جو نادر الوقوع ہو نیز اس کو جو ان کی عقل سے بعید ہو۔ مگر بڑا تعجب ہوتا ہے کہ ڈھیل ڈھال تو پنجاب سے فرانس تک عریض وطویل رکھتے ہیں۔ اپنی عالی فہمی پر تو اتنے نازاں ہیں کہ علماء و فضلاء اسلام کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن یہ معلوم نہیں کہ محال کس چڑیا کا نام ہے۔ بھلے مانس یہ امتیاز نہیں رکھتے کہ محال اور ہے اور نادر الوقوع اور ہے۔ رہی عقل سو اگر ان کی عقل سے بعید ہے تو اہل اسلام کی عقل کے نزدیک ایسے امورات کا خداوند تعالیٰ سے ظہور

بالکل آسان ہے اور وہ قادر مطلق ہرگز ایسے امورات کے پیدا کرنے میں عاجز نہیں ہے گو ان کی عقل اسے عاجز سمجھ رکھے۔ نیز انسان کی عقل کیا غلطی سے مبرا ہے تو پھر وہ کیوں اپنی عقلوں پر بھروسہ کر کے نقول قطعیہ کو تاویلات رکیکہ سے مطابق عقل بنانا چاہتے ہیں۔ کیا ایک امر یقینی کو غیر یقینی پر محمول کرنا داب دانش مندی ہے۔ انتہا حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ بلاشبہ اس کتاب کے لکھنے سے جو لوگوں کے لئے نافع ہے۔ ۱۳۱۱ء ہجری میں ہم فارغ ہوئے۔ اب ناظرین سے التماس ہے اپنے خاص وقتوں میں ہم کو دعائے حسن خاتمہ وامثالہ سے یاد کرتے رہیں اسی کلام سے اس کتاب کا اختتام بھی ہوا۔ خداوند تعالیٰ ہی پر بھروسا ہے۔ آخری ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ تمام حمد خاص خداوند تعالیٰ کو ثابت ہیں خداوندا اپنے حبیب ﷺ بہترین خلق اور ان کی قوم، اولاد، یار وغیرہ پر رحمت نازل فرمائے۔

قاضی اہلسنت حضرت علامہ

مولانا مفتی **قاضی فضل احمد** نقشبندی

مجددی لدھیانوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

○ حالاتِ زندگی

○ ردِ قادیانیت

حالات زندگی

قاضی اہلسنت حضرت علامہ مولانا مفتی قاضی فضل احمد نقشبندی حنفی لودھیانوی رحمۃ اللہ علیہ راجپوت کے ایک ممتاز عالم دین تھے۔ شاہ پور ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے، حصول علم کے بعد محکمہ پولیس میں بطور کورٹ انسپکٹر مقرر ہوئے، ۱۸۹۶ء میں گورداسپور سے لودھیانہ آئے اور اسی کو آپ نے اپنا وطن ثانی بنایا، یہیں شادی و قیام رہا، ساری زندگی قادیانیوں، غیر مقلدوں اور وہابیوں سے معرکہ آرائی رہی۔

(تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے)

تصانیف

۱۔ **''انوار آفتاب صداقت''** (سن تصنیف ۱۳۲۷ھ)

رڈ وہابیہ ''اسمٰعیلیہ دیوبندیہ'' (مبسوط)

۲۔ **''میزان الحق''** (سن تصنیف **1892**ء)

۳۔ **''مفید النساء''** (**1884**ء)

٤۔ **''گفتگو جمعہ''** (**1892**ء)

۵۔ **''فضل الوحید فی اثبات التوحید''** رڈ وہابیہ

٦۔ **''ازالۃ الریب عن مبحث علم الغیب''** (دو حصے)

۷۔ **''الامامۃ بالعمامۃ، والصلٰوۃ بالمروحۃ''** (۱۳۳۹ھ)

۸۔ **''الدر المکنون فی دعا دفع الطاعون''** (۱۳۳٦ھ)

۹۔ **''عہدہ پولیس کی ملازمت سنت و حلال ہے۔''** (۱۳۳۰ھ)

۱۰. **''افتتاح الهدایت''** ردّ شیعہ (۱۳۴۱ھ)

۱۱. **''خالص حمیت الاسلام''** ردّ وہابیہ (۱۳۴۲ھ)

۱۲. **''اطلاع حالات واهیه فرقه گاندهویه وهابیه''** (۱۳۴۳ھ)

۱۳. **''آه صدآه ابن سعود نجدی ظالم''** (۱۳۴۳ھ)

اقتباسات

۱. **''انوار آفتاب صداقت''** : قاضی علیہ الرحمہ اس کتاب کا آغاز یوں کرتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ امابعد عرض کرتا ہے خاکسار ذرہ بے مقدار احقر عباداللہ الصمد قاضی فضل احمد عفی اللہ تعالیٰ عنہ سنی حنفی نقشبندی مجددی صادق کوٹ انسپکٹر پولیس پنشنر لودھیانہ کے عرصہ تخمیناً دو سال کا ہوا ہے کہ وہابیہ دیوبندیہ لودھیانہ نے خاکسار کو بوجہ اس کے کہ مولود شریف کی محفل کرتا اور اس میں حاضر ہوتا اور تعظیم میں رسول خدا ﷺ کے ذکر ولادت شریف کے وقت قیام کرتا ہے اور فاتحہ خوانی وایصال ثواب موتی کو جائز رکھتا ہے۔ کافر ومشرک کہنا شروع کیا اس لئے میں نے ایک فہرست مختصر عقائد وہابیہ اسمٰعیلیہ دیوبندیہ کی بہ تصدیق مولانا مولوی عبدالحمید صاحب مفتی شہر لودھیانہ شائع کی جس کی نقل شامل ہے اس واسطے وہابیہ دیوبندیہ لودھیانہ آگ بگولہ اور جل کر کوئلے ہو گئے اور مرزائیوں (قادیانیوں) کے ساتھ مل کر ایک اشتہار چھاپا جس میں مجھے گالیاں دے کر توہین کی گئی۔ اس سے پہلے مرزائیوں نے تین اشتہار میرے برخلاف شائع کئے جب دیکھا کہ یہ لوگ گالیاں دینے اور توہین کرنے سے باز نہیں آتے ناچار انصاف کے لئے نالش

دائر کردی۔ جس کے دوران میں وہابیوں نے مرزائیوں کی امداد تہہ دل سے کی۔ اور نہایت دلی کوشش سے کسی نے ان کے کاغذات لکھنے میں مدد دی، کسی نے کتاب بحرالرائق بہم پہنچائی، کسی نے شرح مواقف مہیا کردی، کسی نے ان کی عبارت غلط سلط بے محل نکال کر نشان کردیئے، کسی نے اپنے وعظوں میں مرزائیوں کی تعریفیں کی، کسی نے میرے خطوط کچہری میں پیش کئے وہی وہابی جن کے بزرگوں نے اپنے فتوؤں میں لکھا تھا کہ مرزائی اور مرزا مرتد ہیں ان کے ساتھ میل ملاپ رکھنے والا بھی ویسا ہی کافر ومرتد ہے۔ ان فتوؤں کی بھی پرواہ نہیں کی۔ خیر اس پر کفایت نہ ہوئی تو ایک وہابی دیوبندی اپنے رشتہ دار قریبی کے نام سے ایک رسالہ ۴۴ صفحے کا ''قاضی فضل احمد کے اشتہار کی حقیقت کا انکشاف'' نام کا شائع کیا۔ درآنحالیکہ میں مقدمہ کی پیروی میں مصروف تھا۔ فہرست عقائد کا جواب دیتے ہوئے بڑی تعلّی کے ساتھ گالیاں دے کر اپنی تہذیب کو ظاہر کیا ہے۔ ملزمان مقدمہ کو کچہری بے رہا کردیا۔ چونکہ اس کے جواب لکھنے کو اس لئے دل نہیں چاہتا تھا کہ بہتیری کتابیں ایسی موجود ہیں جن میں فرداً فرداً قریباً تمام مسائل کے جوابات ہو چکے ہیں۔ اس لئے مفتی ساکن بسی علاقہ ریاست پٹیالہ کو جس کے نام سے رسالہ مذکور لودھیانہ میں چھاپا گیا، جواب لکھنے میں تعویق کی اور یہ بھی خیال تھا کہ کچہری میں یہ سب جوابات آجائیں گے لیکن عدالت نے میرا حق مکرر سوالات کے جوابات دینے کا غصب کرکے انکار کردیا۔ اور جوابات کو نہیں لکھا۔ چونکہ ناواقفوں کو خیال پیدا ہونے کی وجہ سے اس کا جواب شاید نہ ہوسکتا ہو جیسا کہ کاتب رسالہ نے تعلّی کی ہے۔ اس لئے مناسب تصور کیا گیا کہ جواب رسالہ مذکور کا مختصر سا لکھ دیا جائے اور وہ ایسا مسکت ہو کہ کافی شافی سے بھی زیادہ ہو۔ لہٰذا خداتعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کے فضل وکرم سے جواب اس کا بطرز قولہ اور اقول کے تحریر کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو اصل رسالہ دیکھنے کی بھی ضرورت نہ رہے۔ امید ہے کہ خداند کریم کسی وہابی کو بھی

ہدایت نصیب کرے۔ اور اپنے خالص سنی اہلسنت و جماعت بھائی کو تقویت ایمان وایقان کا باعث ہو۔ واللہ المستعان۔ (ص۱تا۳) اس کتاب کے شروع میں لودھیانہ، جالندھر، امرتسر، بریلی، رام پور، مُرادآباد، حیدرآباد، کشمیر، علی پور ضلع سیالکوٹ، لاہور، قصور اور ہری پور ضلع ہزارہ کے مشاہیر علماء کی تصدیقات وتقریظات موجود ہیں۔

۲۔ ''ازالۃ الرّیب عن مبحث علم الغیب'': (۱۳۳۸ھ)

آپ نے مشہور غیر مقلد مولوی ثناء اللہ امرتسری کے اعتراضات جو اس نے رسول اللہ ﷺ کے علم غیب پر کیے تھے کہ جواب میں یہ کتاب لکھی جو کہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ آپ کی اس کتاب سے چند اقتباسات ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں:

الحمد للہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیّدنا محمد والہٖ واصحابہٖ واھلبیتہٖ وذریتہٖ واتباعہٖ اجمعین برحمتک یاارحم الرّاحمین اما بعد احقر العباد اللہ الصمد قاضی فضل احمد عفا اللہ عنہ الاحد سنی حنفی نقشبندی مجددی مقیم لودھیانہ عرض پرداز ہے کہ میں نے ایک مضمون متضمن شان حضرت سید المرسلین والنبیین افضل الاولین والآخرین سید ولد آدم عالم العلوم الاولین والآخرین محمد مصطفی احمد مجتبیٰ خاتم النبیین شفیع المذنبین ﷺ میں بجلسہ سالانہ انجمن نعمانیہ ہند لاہور واقع ۵؍ربیع الاول ۱۳۳۸ھ المقدس پڑھا تھا اس میں ضمناً علم غیب رسول ﷺ کا ذکر بھی تھا اس پر ایڈیٹر صاحب اہلحدیث امرتسر بہت غیظ وغضب میں آئے اور اپنی اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۵؍جون ۱۹۲۰ء میں اس پر سخت ناراضگی فرما کر ایسا لکھا کہ جس کی تصدیق یا تائید کسی اہل اسلام کے علماء سلف وخلف سے نہیں تفسیر بالرائے ہی سے لکھا جو کچھ لکھا۔

تجربہ ہو چکا ہے کہ جہاں کسی اہلسنت و جماعت نے کوئی تعریف یا مدح حضرت

محمد ﷺ کے علوشان اور مراتب کی کی فوراً اس کی مخالفت کر کے توہین اور تحقیر کی تسطیر کی۔ فریق مخالف کا یہی عموماً طیرہ ہے ان سے ایسا دیکھا اور سنا نہیں جاتا اور یہ ان کے لئے عادتاً مجبوری ہے خدا کی قدرت مادۂ جہالت ہی ایسا ہے اس میں کسی کا چارہ نہیں، خیر۔

واقعہ ۱۰؍جولائی ۱۹۲۰ء کو مولوی صاحب ایڈیٹر اہلحدیث اتفاقاً ریلوے اسٹیشن امرتسر پر ملاقی ہوئے اور بالمشافہ بہت ناراضگی ظاہر فرمائی اور فرمایا کہ ہم نے تمہارے مضمون کا جواب لکھا ہے۔ عرض کیا کہ اس پرچہ اخبار کو احقر کے پاس روانہ فرمایا ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم کو خیال نہیں رہا۔ خیر۔ بڑی تگ ودو سے وہ پرچہ اہلحدیث مہیا کیا گیا جو اس وقت سامنے رکھا ہے جس میں آپ نے علم غیب حضور ﷺ کی استہزاءً کلیتاً انکار کیا ہے۔ اب ہم اس کا جواب پیش کرتے ہیں تا کہ ایڈیٹر صاحب اہلحدیث کی مفسرانہ اور مجتہدانہ قابلیت معلوم ہو۔ جواب اس کا بطریق اہلحدیث واہلسنت کے موزوں الفاظ میں ہوگا۔ تا کہ ناظرین کو پرچہ اہلحدیث کے دیکھنے کی بھی ضرورت نہ رہے۔ اول ان کی بلفظہٖ عبارت ہوگی اور پھر اس کا جواب ہوگا۔ اور الفاظ ہم اور ہمیں اور ہمارے وغیرہ بصیغۂ جمع تحکمانہ جو حضرت ایڈیٹر اہلحدیث نے استعمال فرمائے ہیں ویسے ہی احقر کی طرف سے بھی مجبوراً ہوں گے۔ وباللہ التوفیق۔

اہلحدیث: لاہور میں ایک انجمن نعمانیہ ہند ہے جس کے زیر اہتمام عربی کا ایک مدرسہ بھی ہے اس انجمن کے ارکان کا دعویٰ ہے کہ ہم ہی اہلسنت وجماعت ہیں۔ انتہٰی بلفظہٖ

اہلسنت: واقعی یہ دعویٰ صحیح ہے جو آپ نے لکھا ہے اس کی بحث اخبار ''الفقیہ'' میں کافی سے زیادہ ہو چکی ہے۔ اور عربی کا مدرسہ بھی عالی شان ضرور ہے جو پنجاب میں ایسا نہیں ہے۔ اہلسنت وجماعت ہونا اس کا بھی اظہر من الشمس ہے اور یہ طے شدہ مسئلہ عرب وعجم ہے کہ مقلدین اربعہ مذاہب ہی اہلسنت وجماعت ہیں اور جو ان میں نہیں وہ خارج از

اہلسنت وجماعت ہے اور اسی پر علمائے عرب وعجم بالخصوص حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً وتعظیماً کا اجماع ہے۔

اہلحدیث: اس انجمن کے عقائد بالکل وہی ہیں جو بریلوی گروہ کے ہیں۔ بلفظہ

اہلسنت: حضرت مولانا فاضل ابن فاضل ابن فاضل مجدد مائۂ حاضرہ بریلوی مدظلہم العالی کا گروہ کوئی نیا گروہ نہیں ان کے عقائد وہی ہیں جو تمام عرب وعجم کے مسلمانان اہلسنت وجماعت کے ہیں۔ بالخصوص علماء ومفتیان حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً وتعظیماً ان کے عقائد کے مداح ہیں بلکہ ان سے سندیں حاصل کرتے ہیں۔

اہلحدیث: یا یوں سمجھئے کہ وہ عقائد اتنے پرانے ہیں کہ قرآن شریف کے نزول سے بھی پہلے کے ہیں بلکہ قرآن شریف انہی کی اصلاح کے لئے نازل ہوا تھا۔ بلفظہ

اہلسنت: ناظرین ایڈیٹر صاحب کی فاضلانہ تحریر کو ملاحظہ فرمایئے جس میں آپ نے تمام مسلمانوں کو خواہ وہ عرب کے ہوں یا عجم کے، خواہ وہ اپنے استاد ہوں یا استاد الاستاد یا وہابیہ کے پیر ومرشد ہوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر اس وقت تک ایک ہی لاٹھی سے ہانک کر سب کو کافر ومشرک قرار دے دیا۔ آپ کے نزدیک مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، جدہ، حدیبیہ، مصر، دمشق، بیت المقدس، شام، روم، بصرہ، بغداد تمام مسلمانان بلاد اسلامیہ وغیرہا کے کافر ومشرک ہیں کیونکہ ان کے وہی عقائد ہیں جو ہمارے اور مولانا بریلوی کے ہیں، اگر ہمارے عقائد وہی ہیں جو کفار ومشرکین کے قبل از نزول قرآن شریف کے تھے اور ہمارے ہی عقائد کی اصلاح کے لئے قرآن شریف کا نزول ہے اور یہ آپ کا فتویٰ ہے تو بس مسلمان دنیا پر یہی شرذمہ قلیلہ ثنائیہ لاحول ولاقوۃ ایڈیٹر صاحب کی جرأت اور بہادری ملاحظہ فرمایئے جزاک اللہ۔

اہلحدیث: ان میں ایک مسئلہ علم غیب ہے۔ اس انجمن کے جلسہ میں ایک صاحب قاضی فضل احمد لودھیانوی نے تقریر کی جو انجمن کی رپورٹ میں درج ہوئی ہے۔ اس میں مسئلہ علم غیب اور اسکے منکروں کا ذکر ہوا ہے۔ الخ بلفظہ صفحہ اول کالم سوم

اہلسنت: واقعی ہماری تقریر ہے جو حضور ﷺ کی شان اعلیٰ وارفع میں ہے اس کے ضمن میں علم غیب کا بھی مختصراً ذکر آ گیا تھا۔ جس کا جواب آپ نے منکروں میں داخل ہو کر دیا ہے۔ گو آپ کا اس میں نام نہ تھا لیکن یہ مضمون ہی ایسا تھا جو آنحضرت ﷺ کی تعریف شان عالی شان میں تھا آپ صاحبان کو دیکھ کر اس کی تاب کیونکر رو سکتی ہے۔ جب تک اس کی مخالفت کر کے کسر شان اور اہانت نہ کرلیں کھانا ہضم کیسے ہو جس پر حسب دستور وعادت ناراضگی ظاہر فرما کر خامہ فرسائی فرمائی اور دل کی رنجش وعداوت قلبی زبان اور قلم پر آ گئی۔

دوسری بات یہ کہ ایڈیٹر صاحب اہلحدیث اس احقر کو اچھی طرح جانتے ہیں اور پرانا تعارف ہے لیکن آپ ایسی لاعلمی میں فرماتے ہیں کہ ''ایک صاحب قاضی فضل احمد لودھیانوی نے تقریر کی'' خیر یہ ان کی علوشانی کی دلیل ہے۔

اہلحدیث: لطیفہ، ایام طالب علمی مدرسہ دیوبند میں تفسیر بیضاوی کا سبق تھا آیت پیش تھی لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا اثناء سبق میں ایک شخص ہمارے پاس ہی آ بیٹھا، حلقہ وسیع تھا، میں نے پوچھا کیوں آئے ہو؟ بولا۔ مسئلہ مولود پوچھنے آیا ہوں، مولانا محمود الحسن صاحب تقریر ختم کر چکے تھے تو میں نے عرض کیا جناب بعض لوگ اس آیت کو اس مدعا کے لئے پیش کیا کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مجلس مولود میں حاضر ہوتے ہیں یکون الرسول علیکم شهیدا فرمایا ان بدعتیوں سے پوچھو، پھر تو ہم بھی ہوتے ہوں کیونکہ لتکونوا شهداء پہلے آیا ہے۔ اتنے ہی سے اس سائل کی تسلی ہو گئی۔ بلفظہ

اھلسنت: یہ آیت شریف سورۃ بقرہ پارہ دوم کے پہلے رکوع میں ہے جہاں تک ایڈیٹر اہلحدیث نے مولوی محمود الحسن صاحب سے پڑھا ہے آپ یہ سبق پڑھ رہے تھے اس وقت کا لطیفہ بیان فرماتے ہیں مگر یاد رہے کہ یہ لطیفہ نہیں بلکہ خاصہ استہزاء ہے اور اس کو لطیفہ کے نام سے لکھا ہے جو مولوی محمود الحسن اور ایڈیٹر صاحب نے حضور ﷺ کی جناب میں سخت استہزاء کیا اور آیت قرآنی پر بھی استہزاء کر کے تفسیر بالرائے کی۔ دونوں صاحب اس جرم قبیح میں داخل ہیں نہ تو اللہ تعالیٰ سے شرم کی اور نہ اس کے رسول ﷺ کی پرواہ کی۔ آفرین ہے۔ ہم کو افسوس ہے کہ ایڈیٹر صاحب نے اور ان کے استاد صاحب نے صرف آیت شریف کو تفسیر بیضاوی میں پڑھا، لیکن اس کی تفسیر کو نہ پڑھا حالانکہ مقصود تفسیر کا پڑھنا تھا۔ مگر غرض آپ کی محض استہزاء تھا اور دیانت بھی آپ کی اس کے مقتضی تھی کہ صرف استہزاء کی جائے۔ اگر تفسیر پر ایمان ہوتا تو ایسا نہ لکھا جاتا۔

دیکھئے! آیت شریف کی تفسیر کا ترجمہ یہ ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ دیگر امتیں قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کا انکار کریں گی تب ہمارے حضرت ﷺ کو اللہ طلب فرمائے گا کہ تبلیغ میں ان کی شہادت لی جائے تا کہ منکرین پر حجت ہو پھر امت آنحضرت ﷺ کی آئے گی اور ان منکرین پر شہادت دے گی تو تب وہ امتیں کہیں گی تم نے ہم کو کیسے جانا اور پہچانا پس کہیں گے کہ ہم نے پڑھا ہے اور سیکھا ہے ان خبروں کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمائی ہیں۔ جس کو ہمارے سچے نبی ﷺ نے ہم کو فرمایا اور سکھایا ہے پھر آنحضرت ﷺ کی شہادت ہوگی۔ پس وہ اپنی امت کے حال کی گواہی دیں گے کیونکہ رسول ﷺ اپنی امت کے حالات پر نگہبان دیکھنے والے اور گواہ ہیں۔ ختم ہوا ترجمہ اخیر پر اصل الفاظ یہ ہے لما کان الرسول کالرقیب المھیمن علی امتہ اب اپنے استہزاء

پر نظر کیجئے اور اس تفسیر پر غور کیجئے اور خدا سے ڈریئے۔ ناظرین اللہ توجہ فرمایئے کہ کیسی بے باکی سے استاد اور شاگرد دونوں نے کیسا ٹھٹھا اور استہزاء اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے کر کے حق بات کا کتمان کیا ہے۔ آیت شریف پر استہزاء کر کے اس کی تفسیر بالرائے کردی اور دھوکہ دہی سے تفسیر کو بالکل چھوڑ دیا، حالانکہ مولود شریف کے عمل کو آنحضرت ﷺ کا دیکھنا اور وہاں تشریف لانا اس آیت سے ثابت ہے اور وہ سائل صاحب بھی آپ کے ہی متبعین سے ہوں گے جن کی تسلی فوراً ہوگئی۔

سبحان اللہ! کیا لاتقربوا الصلوۃ کو پڑھا اور وانتم سکاریٰ کو ترک کردیا ہم کہتے ہیں کہ کوئی شبہ نہیں کہ قیامت کے دن آنحضرت ﷺ ہم پر ضرور گواہی دیں گے کہ یہ لوگ میری امت کے میرے دوست ہیں میرا ذکر خیر بڑے شوق سے کرتے تھے اور مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھتے تھے اور جب میری ولادت کا ذکر آتا تھا تو بڑی تعظیم اور تکریم سے سر وقد کھڑے ہو جاتے تھے اور دست بستہ مجھ پر درود وسلام پڑھتے تھے، یہ میرے دوست اور محب ہیں، ان کی بڑے زور سے شفاعت کرتا ہوں اور یہ دوسرے گروہ منکرین میری ہجو اور کسر شان کرتے تھے، میرے دوستوں، عاملین مولود شریف کو کافر اور مشرک کہا کرتے تھے، واقعی یہ لوگ میرے دشمن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بھی دشمن ہیں وغیرہ وغیرہ۔

رد قادیانیت

حضرت قاضی علیہ الرحمۃ رد قادیانیت کے میدان میں وہ عظیم شہسوار ہیں جس کا جواب دینے سے آج تک مرزائیت قاصر ہے۔ آپ دجال مرزا کے آبائی ضلع گورداس پور سے ہی تعلق رکھتے تھے اور مرزا کا بڑا بیٹا مرزا فضل احمد۔ قاضی صاحب کے ساتھ ملازمت کیا

کرتا تھا اس لئے آپ مرزا کے گھریلو واندرو حالات سے بخوبی واقف تھے۔ چونکہ کورٹ انسپکٹر تھے چنانچہ تحقیق وتفتیش میں آپ کا جواب نہیں تھا اور آپ کے یہاں دینی تعلیم کے ساتھ جدید تعلیم وانداز بھی موجود تھا۔

۱. کلمۂ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی: (۱۳۱۴ھ)

۱۳۱۴ھ میں جب مرزا غلام احمد قادیانی پادری ڈپٹی عبداللہ آتھم کے مقابلے میں شرمناک شکست سے دوچار ہوا تو اس موقعہ پر مرزا نے ایک کتاب بنام ''انجام آتھم'' اور دیگر تین رسائل ''خدا کا فیصلہ''، ''دعوت قوم'' اور ''مکتوب عربی بنام علماء ومشائخ بلاد ہند'' تحریر کیے۔ جس میں حسب عادت علماء ومشائخ کو گالیوں سے نوازا۔ جس کا جواب حضرت قاضی علیہ الرحمۃ ''کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی'' تصنیف فرما کر دیا۔ یہ قاضی صاحب کی ردمرزائیت میں پہلی تصنیف ہے۔

اس کتاب کے شروع میں آپ نے چاروں رسائل کا خلاصہ اور مرزا کے دعوی اور دلائل تحریر فرمائے۔ اور اس کے بعد اس کا بھرپور رد کیا اور اس کی اخلاقی حالت، علماء پر تبرا اور دشنام طرازی کی عادت، جھوٹی تعلیاں بیان فرمائیں اور پھر محمدی بیگم کے آسمانی نکاح سے متعلق جملہ تفصیلات بھی شائع فرما کر مسیلمہ پنجاب کو برہنہ کر دیا۔ قاضی علیہ الرحمۃ اپنی اس کتاب میں علامہ غلام دستگیر ہاشمی قصوری علیہ الرحمۃ کا خصوصی تذکرہ بطور پیشرو فرمایا اور حضرت کی ''رجم الشیاطین برد اغلوطات البراہین'' اور ''تقدیس الوکیل'' کا ذکر بھی فرمایا۔ کلمہ فضل رحمانی کے آخر میں اس دور کے معروف علماء کی تقاریظ موجود ہیں جن میں مبسوط تقریظ مولوی محمد بن عبدالقادر لودھیانوی صاحب کی ہے۔

۲. ''نیام ذوالفقار علی بر گردن خاطی مرزا فرزند علی'': (۱۳۲۵ھ)

قاضی صاحب کی یہ دوسری تصنیف ہے۔ ہمیں دستیاب نہ ہوسکی۔

۳. جمعیت خاطر: (۱۳۳۳ھ)

قاضی صاحب کی تیسری تصنیف ہے جو کہ غلام رسول قادیانی نامی انسپکٹر پولیس (فیروز والا) اور آپ کے مابین خط وکتابت پر مبنی ایک قلمی مناظرہ ہے جس میں قاضی صاحب نے مرزا دجال کو جھوٹا، کذاب **مدعی نبوت** ثابت کیا۔ اور انسپکٹر غلام رسول قادیانی اپنی پوری کوشش کے باوجود مرزا کو ان الزامات سے نہ بچا سکا۔ اور نہ ہی اس سے کوئی جواب بن پڑا۔ (یہ کتاب عقیدہ ختم نبوت جلد دوئم میں شامل کی گئی ہے)

۴۔ **کیا مرزا قادیانی مسلمان تھا؟:** (۱۳۳۷ھ)

۵۔ **تردید فتویٰ ابوالکلام آزاد ومولوی محمد علی مرزائی:** (۱۳۴۲ھ)

۶۔ **اتفاق ونفاق بین المسلمین کا موجب دیکھا کون ہے؟:** (۱۳۴۵ھ)

۷۔ **مخزن رحمت بر دقادیانی دعوت:** (۱۳۳۷ھ)

(نوٹ: ۲ اور ۴ تا ۷ نمبر تک کتابیں دستیاب نہ ہوسکیں اگر کسی کے پاس ہوں تو عنایت فرمائیں تاکہ اس مجموعہ کا حصہ بن سکیں)

محمد امین قادری حنفی

اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ

الآية ۸۸ سورة هود

کلمۂ فضلِ رحمانی

بجواب

اوہامِ غلام قادیانی

(سنِ تصنیف: 1896ء / ۱۳۱۴ھ)

تصنیفِ لطیف

قاضی اہلسنت حضرت علامہ

مولانا مفتی قاضی فضل احمد نقشبندی

مجددی حنفی لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

فہرست مضامین کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ

وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْن

امابعد حقیر پر تقصیر اضعف من عباد اللہ الصمد قاضی فضل احمد[1] بن حضرت قاضی الہ دین صاحب متوطن ضلع گورداسپور حال کورٹ انسپکٹر لودھیانہ، ناظرین متین کی خدمت میں گذارش کرتا ہے کہ آج کل (ماہ شعبان ۱۳۱۴ھ) ایک کتاب مسمی بانجام آتھم معہ ۳ رسائل دیگر خدا کا فیصلہ، دعوت قوم، مکتوب عربی بنام علماء و مشائخ بلاد ہند وغیرہ وغیرہ تصنیف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان تاریخ طبع ندارد دیکھنے میں آئی۔ جو اکثر علماء و مشائخ کی خدمت میں مرزا صاحب کی طرف سے بذریعہ رجسٹری بھیجی گئی ہے۔ جس میں مرزا صاحب نے تمام مخالفین کی بالعموم اور علماء و مشائخ کی بالخصوص خوب خبر لی ہے۔ اور سب و شتم کے تیروں سے ان کے دلوں کو چھلنی کی طرح خوب چھیدا ہے اور اپنے غصے کی آگ کو بزعم خود خوب بھڑکایا ہے۔ گویا سب کے جسم کو معہ استخوان جلایا ہے۔ قبل اسکے کہ میں ان کے موٹے موٹے مضامین کو بہت ہی اختصار کے ساتھ بعبارت سلیس عام فہم پیش ناظرین کروں اور مرزا صاحب کی ہی الہامات و تحریرات کے مقابلے میں ہدیہ شائقین باتمکین کروں نہایت ہی افسوس کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ مرزا صاحب نے جو روش تحریر اس کتاب میں اختیار کی ہے اہل اسلام کو تو کیا دیگر مذاہب کے لوگوں کو بھی نہایت ناپسند ہوئی، اور تحقیر کی نظروں سے دیکھی گئی ہے کیونکہ مرزا صاحب نے احکامات الٰہی و احادیث رسول اکرم ﷺ و اقوال جمہور کا نعوذ باللہ صرف اغماض ہی نہیں کیا بلکہ

[1] حنفی نقشبندی مجددی حسنی قصبہ شاہپور و پٹھان کوٹ ضلع گورداسپور ۱۲ منہ۔

بصورت انکار ان کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ بطور نمونہ آیات واحادیث واقوال وافعال بزرگان پیش کرتا ہوں۔

آیات قرآنی جن کی مرزا صاحب نے تعمیل نہیں کی

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ یعنی خدا کے دین کو سب اکٹھے ہوکر مضبوط پکڑو اور متفرق نہ ہو جاؤ۔

۲۔ ولاتکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا۔ یعنی: تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے فرق اور اختلاف کیا۔

ان ہر دو آیات کی تعمیل تو مرزا صاحب نے یہ کی کہ تمام اہل اسلام سے ایسی تفریق اور تخالف پیدا کر لی کہ کسی کو بھی اپنے ساتھ نہیں رکھا۔ حتی کہ حضرت رسول اکرم ﷺ سے لیکر آج تک کوئی بھی آپ کے عقائد سے متفق نہیں ہوا۔

۳۔ خداوند کریم کا حکم ہے۔ انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم۔ یعنی: مسلمان سب بھائی ہیں، بھائیوں میں اصلاح کرو۔ اس حکم کی تعمیل مرزا صاحب نے اس طرح کی کہ بجائے اصلاح کرنے کے اور آتش فساد مشتعل کر دی اور اپنے خاص بھائیوں کو دشمن بنا لیا۔

۴۔ حکم اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہے: ولاتنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم۔ یعنی: آپس میں مت جھگڑو سست ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا بگڑ جائے گی۔ اسکی تعمیل میں مرزا صاحب نے رفع تنازع کیلئے ایسی کوشش کی کہ کوئی وقت کوئی ساعت جھگڑے یا فساد سے خالی ہی نہیں رکھی۔ کبھی کوئی کتاب کبھی کوئی رسالہ کبھی کوئی اشتہار نکالے ہی گئے جس سے جھگڑوں میں روز افزوں ترقی ہی ہوتی گئی۔ یہاں تک پہنچے کہ ایک اشتہار[1] جمعہ کے روز کی تعطیل کا

[1] اشتہار مورخہ یکم جنوری ۱۸۹۶ء بابت تعطیل روز جمعہ مرزا صاحب

نکالا اس میں اپنے مسلمان بھائیوں کے برخلاف گورنمنٹ کو اس امر کی توجہ دلائی کہ مسلمان لوگ گورنمنٹ کیساتھ باغیانہ خیال رکھتے ہیں۔ اسکی شناخت یہ ہے کہ جو لوگ نماز جمعہ نہیں پڑھیں گے وہ سرکاری باغی اور بدخواہ سمجھے جائینگے مطلب اس سے یہ تھا کہ جو لوگ بباعث نہ پورا ہونے شرائط جمعہ کے شہروں یا دیہات میں نماز جمعہ نہیں پڑھتے وہ باغی سمجھے جائیں۔ مگر آفرین ہے گورنمنٹ کی دانش پر کہ اس نے ایسی لغویات اور اشتہار پر کچھ توجہ نہ فرمائی ورنہ مرزا صاحب نے اس آیت کی تعمیل میں ذرہ بھر بھی نشیزنی کرنے میں فروگذاشت نہ کی تھی کہ جھٹ مسلمان لوگ باغی قرار دیے جا کر احکام ضابطہ جاری ہوتے۔

۵۔ ولاتفسدوا فی الارض۔ یعنی: فساد مت کرو بیچ زمین کے۔ مگر افسوس مرزا صاحب کو اس فساد اور جھگڑوں میں ہی مزہ اور رونق ہے۔ طبیعت کا لگاؤ اور رجحان ہی اسی طرف ہے۔

۶۔ حکم خداوندی ہے۔ ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان۔ یعنی: اپنے دین والوں کا عیب نہ کرو۔ اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو۔ بدنامی ہے کسی کو ایمان کے بعد فسق سے یاد کرنا۔

مرزا صاحب نے اس حکم کی تعمیل یہ کی ہے کہ اس کتاب انجام آتھم میں مولوی صاحبان وسجادہ نشین صاحبان میں سے کسی کو دجال کسی کو بطال کسی کو شیخ نجدی کسی کو شیطان کسی کو فرعون کسی کو ہامان وغیرہ وغیرہ لقبوں سے یاد کیا ہے۔ مہذب اہل اسلام ودیگر ناظرین مرزا صاحب سے یہ سوال کرتے ہیں کہ یہ طریق جو آپ نے اپنی کتاب میں اختیار کیا ہے کوئی صفحہ یا سطر ایسی نہیں جس میں کوئی نہ کوئی گالی نہ ہو۔ یہ کس آیت یا حدیث یا الہام کے ارشاد سے کیا گیا ہے۔

۷۔ ولاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ الایۃ یعنی: کافروں کے معبودوں کو بھی گالی

نہ دو تا کہ ایسا نہ ہو کہ تمہارے خدا کو گالیاں دیں۔ اس حکم کی تعمیل مرزا صاحب نے ایسی کی کہ مرزا صاحب کی کتابیں بالخصوص رسالہ انجام آتھم اور اسکا ضمیمہ شاہد ہیں اور ان کی تصدیق کیلئے آریہ اور عیسائیوں کی کتابیں موجود ہیں جن میں مرزا صاحب کی بدولت خداوند کریم اور تمام پیغمبران علیہم السلام اور خصوصاً حضرت رسول کریم ﷺ کی نسبت ایسے ایسے الفاظ دیکھے گئے ہیں کہ جن سے ایک ادنیٰ انسان کا جگر بھی پارہ پارہ ہوتا ہے۔ کیا یہ حکم خداوند تعالیٰ کی تعمیل ہے؟ کیا یہ کل تحریروں کا ثواب مرزا صاحب کے اعمالنامہ میں روز بروز درج نہیں ہوتا؟ ضرور بلکہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔

۸۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قولوا للناس حسناً۔ یعنی: لوگوں سے نیک اور بھلائی کی بات کہو۔ اس حکم میں کسی مسلمان کی بھی تخصیص نہیں عوام تو کہاں بیچارے خاص بھائی اور عزیز مسلمان بھی نیکی اور اچھے کلمے سے یاد نہیں کیے گئے۔ جب مرزا صاحب بقول خود تمام انبیاء اور مرسلوں کی صفات سے موصوف ہیں تو ایک ہی جسم سے ملہم، مجدد، مثیل، مسیح، مسیح موعود، مہدی مسعود ہیں تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ ان کے سینہ بے گنجینہ زبان بے عنان سے ایسی فحش گالیاں مسلمان بھائیوں بالخصوص مولوی صاحبان وسجادہ نشین صاحبان کو کتابوں میں دیجاتی ہیں جیسے بدذات، بے ایمان، دجال، لعین، شیطان، فرعون، ہامان، ظالم، یہودی، بطال، خبیث گدھے، کتے، سور وغیرہ وغیرہ۔ اگر مسیح موعود کی تہذیب اور خواص ایسے ہی ہونی چاہئے تو مرزا صاحب کو مبارک ہو۔

احادیث جن سے مرزا صاحب نے روگردانی کی

۱۔ امام احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے ایک حدیث میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے توحید اور نماز اور زکوٰۃ اور روزہ اور حج اور صدقہ

اور تہجد اور جہاد کا ذکر فرما کر ارشاد کیا کہ کہو تو بتاؤں تمہیں ان سب کی جڑ اس کو اور اصل کو۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہاں! اے نبی اللہ کے۔ آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا کہ اس کو روکے رہو۔ (مرزا صاحب نے زبان کو خوب روکا)

۲۔ حضرت رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں من صمت نجا. جو چپ رہا نجات پا گیا (مرزا صاحب اتنے بڑے پیغمبر ایسی چھوٹی حدیث پر کیسے عمل کرتے) نعوذ باللہ۔

۳۔ صحیحین میں ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کو لعنت کہنا مانند قتل کرنے اس کے ہے۔ (قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے)

۴۔ ترمذی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلمان لعنت کرنیوالا نہیں ہوتا یعنی لعنت کرنا ایمان کے مخالف ہے (مرزا صاحب کی کل کتاب لعنتوں سے پر ہے)

۵۔ صحیحین میں ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا گالی دینا مسلمان کو بڑے گناہ کی بات ہے۔ (تمام کتاب ہی گالیوں سے بھری پڑی ہے حتی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی)

۶۔ امام احمد اور ابن ابی الدنیا نے بسند صحیح روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ گالی بکنے والا اور بے حیائی کی بات کرنے والا اسلام میں سے اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ (گالیاں بھی نعوذ باللہ وہ کہ مسیح علیہ السلام کی دادیوں نانیوں تک نوبت پہنچادی)

۷۔ ترمذی اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ نہیں ہے مسلمان طعنہ کرنیوالا اور نہ لعنت کرنیوالا اور فحش بکنے والا اور نہ بیہودہ گو۔

۸۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اُسکی مدد چھوڑے نہ اس کو ذلیل سمجھے پرہیزگاری یہاں ہے۔

۹۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ فلاں عورت کا ذکر ہوتا ہے۔ کہ نماز بہت

پڑھتی ہے۔ روزے بہت رکھتی ہے اور خیرات بہت کرتی ہے لیکن وہ اپنے ہمسائیوں کو اپنی زبان سے ایذا دیتی ہے آپ نے فرمایا وہ دوزخ میں ہے۔

۱۰۔ حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے۔ کیا میں تم کو نہ بتاؤں وہ عمل جو روزہ، صدقہ، نماز سے افضل ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے کہا۔ ہاں! فرمایئے۔ آپ نے فرمایا صلح کرانا آپس میں۔ اور فساد ڈالنا یہ خصلت دین کی جڑ اکھاڑنیوالی ہے۔

۱۱۔ ایک شخص نے پیغمبر خدا ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھ کو کچھ نصیحت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ غصہ مت کیا کر۔

۱۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا تیرے نزدیک تیرے بندوں میں کونسا بہت عزیز ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب کسی کو کسی کی طرف سے ایذا پہنچے تو اس کو بخش دے۔

آثار صحابہ وتابعین وتبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم واقوال وافعال علماء کرام ومشائخ عظام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

اگر ضبط تحریر میں لائے جائیں تو ایک عرصہ دراز چاہیے ان کے لکھنے کے واسطے بھی ضرورت نہیں دراں حالیکہ آیت شریف وحدیث شریف سے ہی اعراض ہے تو باقی پر کیا اعتبار و لحاظ ہے۔ لیکن مرزا صاحب کے ہی الہامات وتحریرات پیش کرنا ضروری ہے تاکہ ناظرین اس پر توجہ فرمائیں۔

مرزا صاحب کے الہامات وتحریرات جن پر انہوں نے خود بذاتہ مطلق عمل نہیں کیا اور حافظہ سے اتر گئے

میں نہایت افسوس سے کہتا ہوں اگرچہ مرزا صاحب نے قرآن شریف واحادیث شریفہ وآثار صحابہ رضی اللہ عنہم پر (جو تیرہ (۱۳) سو سال سے حضرت رسول خدا ﷺ

پر نازل ہوا ہے) نعوذ باللہ پرانہ ہونے یا کسی اور وجہ سے عمل نہیں کیا جیسے کہ عرض ہوا ہے مگر ان کو اپنے الہامات قطعی اور یقینی اور تحریرات الہامی پر تو (جو تازہ ہیں) ضروری عمل کرنا چاہیے تھا۔ مگر ان پر بھی کوئی توجہ نہیں کی گئی۔

۱. اول: رسالہ انجام آتھم میں لکھتے ہیں۔ کہ مجھ کو خدا نے الہام کیا ہے کہ **تلطف بالناس وترحم علیھم** یعنی لوگوں کے ساتھ لطف اور مہربانی اور رحم کر۔ (صفحہ ۵۵)

۲. دوم: اسی کتاب میں ہے کہ مجھے الہام ہوا ہے۔ **یاداود عامل بالناس رفقًا واحسانًا** یعنی اے داؤد (پیغمبر) لوگوں کے ساتھ رفاقت اور احسان کر۔ صفحہ ۶۰۔

فرمایئے مرزا صاحب!! تلطف، رحم، رفق، احسان، ان چاروں الہامی احکام کی آپ نے کیا تعمیل کی؟ اور داؤد علیہ السلام کی صفت لوہے کو موم کرنیوالی نے آپ میں کیا اثر کیا۔ بلکہ الٹا موم دلوں کو لوہا اور پتھر کر دیا اور متنفر کر لیا۔ کارروائی ہی معکوس کر لی۔ گویا تلطف کی جگہ سب وشتم۔ رحیم کی جگہ درشتی قلم۔ رفق کی جگہ نفاق اتم۔ احسان کی جگہ خصم کو پورا کیا۔

۳. سوم: ہر ایک صاحب کی خدمت میں جو اعتقاد اور مذہب میں ہم سے مخالف ہیں۔ بصد ادب اور عجز عرض کی جاتی ہے کہ اس کتاب کی تصنیف سے ہمارا ہرگز یہ مطلب اور مدعا نہیں جو کسی کے دل کو رنجیدہ کیا جائے یا کسی نوع کا بے اصل جھگڑا اٹھایا جائے۔

انتہی ۔ ملخصًا ص ۸۳، براہین احمدیہ۔

۴. چہارم: بخدمت جملہ صاحبان یہ بھی عرض ہے کہ یہ کتاب کمال تہذیب اور رعایت آداب سے تصنیف کی گئی ہے۔ اور اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس میں کسی بزرگ یا پیشوا کسی فرقہ کے کسر شان آئے اور خود ہم ایسے الفاظ کو صراحتًا یا کنایتًا اختیار کرنا خبث عظیم سمجھتے ہیں اور مرتکب ایسے امر کو پرلے درجے کا شریر النفس خیال کرتے ہیں۔ انتہی ۔ ملخصًا ص ۸۳، براہین احمدیہ۔

۵۔پنجم: عام اطلاع: ناظرین پر واضح رہے کہ ہمارا ہرگز یہ طریق نہیں کہ مناظرات ومجادلات میں یا اپنی تالیفات میں کسی نوع کے سخت الفاظ کو اپنے مخاطب کے لئے پسند رکھیں یا کوئی دل دکھانے والا لفظ اس کے حق میں یا اس کے کسی بزرگ کے حق میں بولیں کیونکہ یہ طریق علاوہ خلاف تہذیب ہونے کے ان لوگوں کے لئے مضر بھی ہے جو مخالف رائے کی حالت میں فریق ثانی کی کتاب کو دیکھنا چاہتے ہیں۔وجہ یہ کہ جب کسی کتاب کو دیکھتے ہی دل کو رنج پہنچ جائے۔تو پھر بر اہی طبیعت کی وجہ سے کس کا جی چاہتا ہے کہ ایسی دل آزار کتاب پر نظر بھی ڈالے بلفظہ رسالہ شحنۂ حق صفحہ اول (الف) مطبوعہ ۱۳۰۴ھ

۶۔ششم: بخدا ہم دشمنوں کے دلوں کو بھی تنگ کرنا نہیں چاہتے۔اور ہمارا خدا ہر جگہ ہمارے ساتھ ہے حضرت مسیح کا قول ہے کہ نبی بے عزت نہیں ہوتا مگر اپنے وطن میں انتہی۔بلفظہ صفحہ ج رسالہ شحنۂ حق مطبوعہ ۱۳۰۴ھ۔

۷۔ھفتم: یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہ دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے انتہی۔بلفظہ صفحہ اول رسالہ تکمیل تبلیغ ۱۸۸۹ء مرزا صاحب۔

۸۔ھشتم: یہ کہ تکبر،اور نخوت کو بکلی چھوڑ دیگا۔فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کریگا۔

۹۔نھم: یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہیگا۔جہاں تک بس چلتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائیگا۔انتہی بلفظہ رسالہ تکمیل تبلیغ صفحہ ۲۔

ناظرین! مرزا صاحب کو تمام آیات واحادیث والہام خاص وتحریرات الہامی سب کی سب یکدم فراموش ہوگئیں۔اور اپنی اقراری دستاویزات اور الہامی عبارات سب کو یک لخت ملیامیٹ کردیا یا یاد ہوں مگر پھر انہوں نے خدا کے حکم (اوفوا بالعقود...الآیۃ) (اپنے وعدوں اور اقراروں کو پورا کرو) کی تعمیل نہیں کی۔پھر خیال فرمائیے۔کہ نہ تو احکام الٰہی کی تعمیل کی اور نہ احکام رسول خدا ﷺ پر کچھ توجہ کی۔اور نہ اپنے الہامات کی پروا کی جب یہ حالت ہے تو مرزا صاحب کے پاس کیا خاص وجہ ہے کہ باوجود ایسے صریح اور بدیہی احکام کی تعمیل پر بھی لوگوں سے اپنے مسیح موعودی اور تاویلات خانہ زاد کو منوانا چاہتے ہیں؟

''ایں خیال است ومحال است وجنوں''

البتہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولوی صاحبان وسجادہ نشین صاحبان نے کیوں مرزا صاحب پر تکفیر کا فتوے دیا؟اور ممکن ہے کہ مرزا صاحب خود اسکا جواب یہ دیں کہ جب انہوں نے مجھ کو کافر کہا اور کفر کے فتوے میری نسبت دیئے میں نے بھی یہ گالیاں ترکی بہ ترکی دیں جیسے کہ ایک نقل مشہور ہے کہ کسی لاہوری مسلمان نے ایک لاہوری بنیا[1] کو کسی بات کے تکرار پر بہت مارا۔بنیا بیچارہ کمزور تھا۔مقابلہ نہ کرسکا۔لیکن جیسے وہ مارتا رہا۔بنیا بہت سی گالیاں دیتا رہا۔جب وہ زبردست مسلمان چلا گیا۔تو ہمسایہ دکاندار نے پوچھا کہ کہو بھی کیا ہوا۔بنیا نے اپنی پنجابی بولی میں کہا''مینوں مسلے نے (مصلح) نے بہت ماریا پر میں بھی اسنوں گالیاں دے نال بیپوہی کر چھڈیا''۔یعنی اگرچہ اس مسلمان نے مجھ کو بہت مارا لیکن میں نے بھی اس کو گالیوں سے ادھ موا کردیا۔سو اس میں شک نہیں کہ مولویوں اور سجادہ نشین صاحبوں نے مرزا صاحب کو کافر کہا،دجال لکھا جس کا انتقام مرزا صاحب نے اس کتاب (انجام آتھم) میں گالیوں سے لیا انتقام بھی ایسا کہ وہ بھی یاد ہی کرینگے۔اور قیامت تک یہ کتاب مملو بہ دررسب وشتم انکی یاد فرمائی اور مرزا صاحب کے ثواب اخروی اور رونمائی کی یادگار رہے گی۔جزاک اللہ۔

یہ مانا کہ مرزا صاحب کو جب انہوں نے کافر کہا۔اور دجال لکھا تب مرزا

[1] بنیا: ہ کلکتائی اور نون،یا تحتانی والف معنی دوکاندار ب ن ی ا ۱۲ منہ

صاحب نے غصہ میں آ کر گالیوں سے بدلا لیا۔ مگر افسوس مرزا صاحب نے یہاں بھی تو حکم خداوندی کی (والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین یعنی غصہ کے ہضم کرنیوالے باوجود قدرت کے اور معاف کرنے والے لوگوں سے اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنیوالوں کو) تعمیل پر کچھ توجہ نہیں کی۔ موخر الذکر آیت کے تحت میں اکثر مفسرین نے روایتیں لکھی ہیں جن میں سے صرف دو روایتیں جو خاص مرزا صاحب کی توجہ کے قابل ہیں، لکھی جاتی ہیں۔

روایت کسی نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو طمانچہ مارا امام صاحب نے فرمایا کہ میں بھی تجھے طمانچہ مار سکتا ہوں مگر نہیں ماروں گا۔ اور اس بات پر قادر ہوں کہ خلیفہ وقت سے تیرے پر نالش کروں مگر نہ کروں گا۔ درگاہ الٰہی میں نالہ و فریاد کر سکتا ہوں مگر نہ کروں گا۔ کہ قیامت کے دن تجھ سے جھگڑوں اور بدلہ لوں مگر نہ لوں گا۔ اگر فردا قیامت کو مجھے چھٹکارا ملے اور حق تعالے میری سفارش قبول کرے تو تیرے بغیر جنت میں قدم نہ رکھوں گا۔

بیت۔

مردی گمان مبر کہ بزور است و پردلی
با خشم گر برائی دانم کہ کاملی

روایت دوم تیسیر میں لکھا ہے کہ ایک دن جناب امام حسین رضی اللہ عنہ مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرمانے بیٹھے تھے آپ کا خادم جلتی ہوئی آش کا کاسہ مجلس میں لایا دہشت سے اسکا پاؤں فرش کے کنارے لڑکھڑایا کاسہ جناب امام حسین کے سر مبارک پر گر کر ٹوٹ گیا اور جلتی ہوئی آش سر اطہر پر گری حضرت نے ادب سکھانے کی راہ سے خادم کی طرف دیکھا خادم کی زبان کی طرف جاری ہوا والکاظمین الغیظ آپ نے فرمایا غصہ میں نے فرو کیا خادم بولا والعافین عن الناس حضرت نے فرمایا میں نے معاف کیا۔ خادم نے باقی

آیت واللہ یحب المحسنین پڑھی حضرت امام نے فرمایا جا میں نے اپنے مال سے تجھے آزاد کر دیا!۔ ابیات

ابدی را مکافات کردن بدی
بر اہل صورت بود بخردی
بمعنی کسانے کہ پے بردہ اند
بدی دیدہ و نیکوئی کردہ اند

من و عن از تفسیر حسینی۔ کامل آدمیوں کی اس سے شناخت ہوتی ہے جس پر مرزا صاحب نے بھی اپنی تصانیف میں ادعا کیا ہے۔

یہ ہر دو روایتیں بطور ضروری مرزا صاحب کی توجہ کے واسطے اس لحاظ سے لکھی گئی ہیں کہ اول آپ نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳۱ میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بہت تعریف لکھی ہے اور انکا اجتہاد اور استنباط قبول کر کے داد دی ہے اور پھر کتاب انجام آتھم صفحہ ۵۳ میں ولو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ۔ جو حدیث حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی پیشین گوئی میں ہے اپنی طرف لگا کر فارسی النسل تسلیم کیا ہے۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی بذات خاص آپ ہی ہیں۔ جیسے کہ آپ نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۶ سے ۷۰ تک اسکی تشریح کی ہے۔ قادیان کو دمشق قرار دیا ہے۔ اور وہاں کے لوگوں کو یزیدی بنا کر خود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بن گئے۔ حاصل کلام جب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی آپ ہی ہیں۔ تو پھر اس آیت کی تعمیل کرنے کے وقت کیا ہوا اور کیا بن گئے؟ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔

اب ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مرزا صاحب نے غضب و غیظ میں آ کر ایسی کاروائی کی ہے کہ تمام کوشش مسیح موعود کے ہونے کو یکدم ملیا میٹ کر دیا۔ تمام احکامات الٰہی

واحادیث رسول اکرم ﷺ اورالہامات وحی خوداوردستاویز قطعی کے برخلاف ایسی چال چلے جس سے عوام کو بدظنی پیدا ہوگئی۔ مسیح ادعائی کو لازم تھا کہ اگر کوئی ایک رخسار پر طمانچہ مارتا تو دوسرا رخسار بھی اسکے آگے کر دیا جاتا۔ کہ لیجئے دوسرا بھی حاضر ہے۔ اب اسکا کیا کیا جائے کہ مسیح موعود تو بنتے اور بننا چاہتے ہیں مگر افسوس جسم میں خواص نہیں۔ حلیہ تاویلی تو بتا دیں مگر لباس نہیں، ارھاص نہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ فی الواقعہ آپ بقول خود (انجام صفحہ ۶۸) خونی مسیح اور خونی مہدی نہیں ہیں۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں۔ کہ آپ ہی مسیح۔ اور ہی مہدی ہیں۔ نعوذ باللہ منہا کیونکہ اس میں آپ کو کمال حاصل ہے۔ بیچارے علماء ومشائخ وقت آپ کے کس شمار وقطار میں ہیں۔ جبکہ آپ سے پیغمبران علیہم السلام بھی نہیں چھوٹے۔ مرزا صاحب گستاخی معاف بجائے اسکے کہ آپ مسلمانوں کے بزرگ جماعت علماء ومشائخ کو گالیاں دے کر اپنا دشمن بنا لیتے مناسب یہ تھا کہ اپنے اعجاز مسیحی اور ہدایت مہدیت سے ان کو گرویدہ کر کے اپنا حامی بنا لیتے۔ اور کرامات وخوارق عادات کا اثر ان کے دلوں پر ڈال کر اور اپنی دعا سے جو بجلی کی طرح کودتی ہے (انجام صفحہ ۲۷۵) اپنی طرف جذب کر لیتے مگر افسوس اس طرف آپ نے بالکل رُخ ہی نہیں کیا۔ کیا تو یہ کیا کہ گالیوں اور لعنتوں کے بوجھ سے ان کی کمر توڑ ڈالی اور کچھ بھی پاس مسلمانی نہ کیا۔ یہی باتیں ہیں کہ اس وقت آپ پر سب مسلمانوں کی طرف سے سخت درجہ کی بدگمانی ہے۔ دعوے آپ کے ساوی ہیں اور عمل آپ کے ثرای ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. وَمَا اُرِیْدُ اِلَّا الاصلاح.

اب میں نہایت اختصار کے ساتھ مرزا صاحب کی کتاب انجام آتھم وضمیمہ متذکرہ بالا کا خلاصہ پیش ناظرین کرتا ہوں اور اس کے مقابلہ میں کچھ اپنی طرف سے بہت ہی کم لکھوں گا ورنہ کلام مرزا صاحب کی ہی تصانیف سے ہدیہ ناظرین کروں گا۔ جس سے مرزا صاحب کی حالت (جو گرگٹ کی طرح بدلتی رہی ہے اور بدلتی ہے۔ اور بدلتی جائے گی) بخوبی ظاہر ہو جائے گی۔

اوّل مختصر خلاصہ رسالہ انجام آتھم

مسٹر عبداللہ آتھم ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروزپور مر گیا پہلے تاریخ مقررہ پر جو نہیں مرا تھا اسکا سبب یہ تھا کہ عبداللہ آتھم نے رجوع الی الحق کر لیا تھا اس واسطے تاریخ مقررہ پر فوت نہیں ہوا۔ جب ہم نے ۳۰ دسمبر ۱۸۹۵ء کو اشتہار دیا تھا۔ کہ اگر اس نے رجوع الی الحق نہیں کیا تو قسم کھائے، اس نے قسم نہیں کھائی۔ اس لئے وہ ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو مر گیا۔ اور ہماری الہامی پیشین گوئی کے مطابق مرا۔ ملخصاً من ابتداء صفحہ ا۔ لغایت ۳۳۔ اور صفحہ ۲۱ میں جلی قلم سے لکھتے ہیں۔ ''اے بدذات فرقہ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے۔ کب وہ وقت آئیگا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے۔ اے ظالم مولویو۔ تم پر افسوس! کہ تم نے بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا''۔ صفحہ ۲۱۔ بلفظہ۔

ناظرین! اول میں بابت پیشین گوئی مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کے لکھتا ہوں جو مرزا صاحب نے اس کی نسبت لکھا تھا اور جو ۵ جون ۱۸۹۳ء[1] کی پیشین گوئی ہے۔ وہ اس طرح پر ہے وھو ھذا ''میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے پندرہ ماہ (۱۵) کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کیلئے تیار ہوں۔ مجھے ذلیل کیا جائے میرے گلے میں رسا ڈالدیا جائے مجھ کو پھانسی دیا جائے۔ ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں

[1] مرزا صاحب اور عبداللہ آتھم کی بحث بمقام امرتسر ابتداء ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء سے شروع ہو کر ۵ جون ۱۸۹۳ء کو ختم ہوئی یعنی ۱۵ ایام تک بڑے زور وشور سے ہوتی رہی جب مرزا صاحب سے کچھ نہ ہوا حتی کہ ایک بڑا بھی مسلمان نہ ہوا اور مسیحائی نے ذرہ بھر اثر نہ کیا تو آپ نے غصہ میں آکر یہ اقرار نامہ لکھ دیا اور اسکے پورے نہ ہونے پر سخت مشتعل ہوئے بہتیرے ہاتھ پاؤں رجوع الی الحق کے مارے مگر کچھ نہ بن سکا ساری بددعائیں بیت الفکر ہی میں محدود رہیں۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کریگا۔ ضرور کریگا۔ ضرور کریگا۔ زمین وآسمان ٹل جائیں گے پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سولی تیار رکھو۔ تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو“۔ بلفظہ یہ الہامی پیشین گوئی تھی۔ اس پیشین گوئی کی میعاد ۵، ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کی رات کو پندرہ ماہ پورے ہوتے تھے اس تاریخ کی کیفیت میں اخبار وفادار مطبوعہ ۸ ستمبر ۱۸۹۴ء کے پرچے سے نقل کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ وھو ھذا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشین گوئی مسٹر عبداللہ آتھم کی موت کی نسبت لاہور میں ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کی رات تک بڑا چرچا رہا کہ مرزا صاحب کی پیشین گوئی کے اختتام کا وقت آج رات کو ختم ہے۔ جا بجا بڑے مجمعے اور طرفدار پارٹیوں کے لوگ مختلف قسم کے خیالات ظاہر کرتے رہے ایسے ہی امید کیجاتی ہے کہ پنجاب کے تمام مقامات میں بھی یہی کیفیت ہوگی۔ ۶۔ ستمبر ۱۸۹۴ء کی صبح کو مسٹر عبداللہ کی پارٹی بشاش اور مرزا صاحب کی پارٹی مغموم اور پریشان حالت میں تھی۔ بلفظہ

پھر اخبار وفادار مورخہ ۱۵۔ ستمبر ۱۸۹۴ء میں حسب ذیل درج ہے۔

مرزا قادیانی کی پیشین گوئی اور مسٹر عبداللہ آتھم کی مذہبی صداقت

سچ کہنے میں بدترین خطرات جھوٹ کہنے میں ضمیر پر بدنما دھبہ۔ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل کا سا معاملہ ہے۔ پس جھوٹ سے گریز اور توبہ ہزار توبہ۔

ع راستی موجب رضائے خدا است

مرزا قادیانی کی مسٹر عبداللہ کی نسبت **پہلی پیشین گوئی** غلط، اغلاط جھوٹ اور سراسر جھوٹ ثابت ہونے پر بعض عام بازاری لوگ ناواقفیت سے اسلام پر بڑے نامعقول فقرات اور اعتراض جماتے ہیں اور خاص لوگ مگر غیر مذہب والے متانت سے اپنے دلی

مذہبی تعصب کے خیالات کے ظاہر کرنے میں اپنا زور قلم دکھا رہے ہیں جو بیشک زبردستی اور غلطی کر رہے ہیں۔ پہلے خیال کے لوگ مذہبی امور سے ناواقف ہیں مگر دوسرے واقف ہو کر اسلام کی تحقیر پر وضعداری پر کمربستہ ہیں۔ ہم ان دونوں خیالات والوں کی علت غائی مرزا قادیانی کی جھوٹی پیشین گوئی سمجھتے ہیں نہ کچھ اور۔ جس کی وجہ سے ہم بلاتامل اصول مذہب اور مذہبی اشتعال کیوجہ سے ایسا کہنے میں دریغ نہیں کرتے کہ اسلام ایسے صادق مذہب اور اسلام کے بانی صادق پیغمبر خدا ﷺ کے اصول مذہب کو بدنام اور انکی تحقیر کرنیوالا مرزا قادیانی ہے۔ نہ کوئی اور۔ جسکے بعد ہم ایسا کہنے میں بے اختیار ہیں۔ کہ او مرزا! او قادیانی! او جھوٹے مسیح موعود!! او غلام!! او عبدالدراہم! او الدنانیر مرزا!! خداوند خدا تجھے تیری بدنیتی اور تیری جھوٹی پیشین گوئی کے صلہ میں اور تو خیر مگر کم سے کم تیری جھوٹی پیشین گوئی کے نتیجہ کے تمام فقرات کا تجھ پر ہی خاتمہ کر کے تمام دنیا میں تجھے عبرت مجسم بنا کر اسلام کی صداقت کی زیادہ تر صریح نظیر قائم کرے اور عام طور پر جتلا دے کہ تیری ایسی بدنیتی سے شہرت پسندی کے خیال سے ایسی جھوٹی پیشین گوئی کرنے والے دنیا میں ایسے ذلیل ہوا کرتے ہیں۔

ناظرین! مرزا قادیانی نے پہلے یہ پیشین گوئی کی تھی جو شرمناک طور پر ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو غلط ثابت ہوئی کہ آج سے پندرہ ماہ تک مسٹر عبداللہ آتھم بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ اور میری پیشین گوئی کبھی نہ ٹلے گی خواہ زمین وآسمان ٹل جائیں۔ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو آفتاب نہیں غروب ہوگا جب تک عبداللہ آتھم نہیں مرے گا۔ اگر میری پیشین گوئی جھوٹ ہو تو مجھے ذلیل کیا جائے وغیرہ وغیرہ اور اب ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کو اسی مرزا نے جو پیشین گوئی شائع کی ہے اسکے پورے اندراج سے گریز کر کے صرف اسکا خلاصہ درج کیا جاتا ہے کہ مسٹر عبداللہ آتھم نے اپنے دل میں عظمت اسلام اور اسلام قبول کر لیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ہاویہ میں نہیں گرایا گیا۔ ہاں! اب بھی اگر وہ عام مجمع میں اسلام کے خلاف کہہ دے تو

وہ ایک سال تک مرجائے گا۔ اگر نہ مرے تو میں ایک ہزار روپیہ اسے ایک سال کے بعد دوں گا۔

ناظرین! آپ نے مرزا صاحب کی پہلی پیشین گوئی کے فقرات بغور ملاحظہ فرمائے ہونگے۔ اب دور اندیشی سے توجہ کیساتھ خیال فرمائیں کہ جس صورت میں مرزا صاحب کی پیشین گوئی ایسی فاش غلط اور جھوٹی ثابت ہو چکی ہے تو کیوں نہ آپ دعا کرینگے کہ خداوند خدا اقدس وتعالیٰ ایسے شخص کیساتھ ایسا ہی سلوک کرے جس کا مرزا قادیانی مستوجب ہے پس کیوں نہ آپ آمین کہیں اور کیوں نہ خدا کی طرف سے ایسے شخص پر اسکا قہر نازل ہو جس نے اس کے پیغمبر ﷺ کے برخلاف اپنے جھوٹے الہام کے نام سے عام شورش پھیلا دی اے خدا تو ایسے مذہبی رخنہ انداز شخص کو دنیا سے ناپید کر اور ضرور کر اور ہماری دعا ہے کہ تو حق پسند ہے۔ چونکہ مرزا نے محض بدنیتی اور جھوٹے الہام کے ذریعہ سے غریب عبداللہ آتھم اور اسکے متعلقین کو پندرہ ماہ مشوش اور پر خطر رکھا اس لئے تو اپنے انصاف سے کم سے کم پندرہ ماہ تک اسے نہایت سختی کے ساتھ دنیا سے اٹھالے تاکہ تیری قدرت اور تیرے پیغمبر ﷺ کے سچے طریق کے سیدھے راستہ میں پھر ایسے ایسے ٹاپ کے کسی دوسرے مسیح موعود کو رخنہ اندازی کا موقعہ نہ ملے۔ ناظرین! یہ جو کچھ لکھا گیا ہے مرزا کی پہلی پیشین گوئی کے جھوٹ ثابت ہونے کی وجہ سے۔ اب ذرا دوسری پیشین گوئی کی تکذیب بھی ملاحظہ فرمائیے۔ اے ہے! یہ شخص مسلمان ہے۔ اور اسے توبہ مسلمانی اسی کا نام ہے؟ خدا ایسے مسلمانوں اور ایسی مسلمانی سے بچائے۔ مرزا کی جدید پیشین گوئی کے بعد مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کا ایک خط ہمارے پاس پہنچا ہے۔ جس کا خلاصہ ہم درج ذیل میں درج کرتے ہیں وھو ھذا۔

''میں خدا کے فضل سے تندرست ہوں اور آپ کی توجہ صفحہ ۸۱۔۸۲۔ مرزا صاحب

کی بنائی ہوئی کتاب نزول مسیح موعود کی طرف دلاتا ہوں۔ جو میری نسبت اور دیگر صاحبان کی نسبت موت کی پیشین گوئی ہے۔ اسے شروع کر کے آج تک جو کچھ گذرا ہے ان کو معلوم ہے اب مرزا صاحب کہتے ہیں کہ آتھم نے اپنے دل میں اسلام قبول کر لیا ہے اس لئے نہیں مرا۔ خیر ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو کہیں۔ جب انھوں نے میرے مرنے کی بابت جو چاہا سو کہا۔ اور اس کو خدا نے جھوٹا کیا اب بھی ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو تاویل کریں کون کسی کو روک سکتا ہے میں دل سے اور ظاہرا پہلے بھی عیسائی تھا اب بھی عیسائی ہوں اور خدا کا شکر کرتا ہوں۔ جب میں امرتسر میں جلسہ عیسائی بھائیوں میں شامل ہونے کو آیا تھا تو وہاں بعض اشخاص نے پہلے تو ظاہر کر دیا کہ آتھم مر گیا ہے نہیں آئے گا۔ جب مجھے ریلوے پلیٹ فارم پر دیکھا گیا تو کہنے لگے کہ یہ آتھم کی شکل کا ربڑ کا آدمی بنا ہوا ہے۔ انگریز حکمت والے ہیں ربڑ کے آدمی میں کل لگا دی ہے ایسی ایسی باتوں کا جواب صرف خاموشی ہے میں راضی وخوشی تندرست ہوں اور ویسے ایک دن مرنا تو ضروری ہے۔ زندگی موت صرف رب العالمین کے ہاتھ میں ہے اب میری عمر ۶۸ سال سے زیادہ ہے اور جو کوئی چاہے پیشین گوئی کر سکتا ہے کہ ایک سو سال کے اندر اندر اس وقت کے جو باشندے اس دنیا کے ہیں سب مرجائیں گے''۔

کیوں مرزا جی! ابھی آتھم کے اسلام قبول کرنے کا ثبوت ہے اور اسی پر آپ ایک ہزار روپیہ انہیں انعام میں دیتے ہیں مرزا جی! آپ کے سفید بال ہوگئے ہیں۔ اب تو ایسی جھوٹی پیشین گوئی سے توبہ کرو یہ جھوٹا خضاب بجائے بال سیاہ کرنے کے چہرہ مبارک سیاہ کر رہا ہے کیا اچھا ہوتا کہ آپ سچائی کی مہندی لگا کر دنیا کے تمام لوگوں میں اور علماء دین کے سامنے سرخرو ہو جاتے مگر یہ کب۔ جب آپ جھوٹے مسیح موعود بننے کا دعویٰ نہ کرتے اب تو جو حال جھوٹ بولنے والوں کا چاہیے وہی آپکا مناسب بلکہ انسب ہے۔ مرزا قادیانی کی

بابت ہم عام لوگوں کو عموماً اور عیسائی صاحبان کی خدمت میں خصوصاً عرض کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی پیشین گوئی اگر درست نہیں ہوئی تو اسکا الزام مرزا کی ذات خاص پر آسکتا ہے نہ خدانخواستہ اسلام کے پاک اور سچے اصول پر مرزا کی نسبت پہلے ہی انڈیا کے علماء وفضلاء شاید تکفیر کا فتویٰ صادر کر چکے ہیں ایسے شخص کی دروغ گوئی کا اثر ہرگز ہرگز اسلام کی سچائی پر کسی طرح نہیں ہوسکتا۔ سچے مسلمان مرزا کی پیشین گوئی کو ہمیشہ نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں بلفظہ من وعن ختم ہوئی عبارت اخبار وفادار کی۔

دوم: مرزا صاحب کا مرید خاص لودیانوی (اگرچہ اسی تحریر کے باعث سے اصحاب بدر میں نام نہیں لکھا گیا) میاں الہ دین جلد ساز اخبار نور ''علیٰ نور۔ میں بہت شد ومد کے ساتھ دروغ گو ہونا لکھتا ہے تھوڑا سا خلاصہ اس کا بھی پیش ناظرین کرتا ہوں۔ ''اب چونکہ اس پیشین گوئی کی میعاد گذر کر بارہ تیرہ روز ہو لئے اور عبداللہ آتھم عیسائی اب تک زندہ اور بالکل تندرست ہے اور مرزا صاحب نے اپنے اشتہار فتح الاسلام میں جو تاویل کی ہے وہ بالکل قابل اطمینان نہیں ہے۔ پس ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے المرء یوخذ باقرارہٖ آدمی اپنے اقرار کے سبب آپ گرفتار ہوتا اور پکڑا جاتا ہے اور ہم مرزا صاحب کے عقائد جدیدہ یعنی اپنے آپ کو مسیح موعود قرار دینا نہیں مانتے۔ ہمارے وہی عقائد ہیں۔ جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ کرام اور سلف صالحین فرقہ اہل السنہ والجماعۃ سے برابر اب تک منقول اور متواتر ہیں''۔ والسلام۔ العبد کمترین الہ دین[1] جلد ساز لودیانوی۔

بلفظہ اخبار نور علیٰ نور مورخہ ۷ ستمبر ۱۸۹۴ء۔

اب میں عرض کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کے اشتہار پیشین گوئی میں کوئی اگر مگر کا

[1] میاں الہ دین اب بہت خاص مریدوں میں سے ہیں اور اپنی بات سب سے اوپر رکھتے ہیں۔ ۱۲ اصل منہ۔

لفظ نہیں تھا۔ اور نہ اس میں شرط رجوع الی الحق[1] کی تھی جیسے کہ اوپر نقل کیا گیا ہے۔ لیکن مرزا صاحب کی تاویلات کا پھاٹک کھلا ہے۔ تاویل درست ہو نہ ہو۔ اپنی تحریر کے مطابق ہو نہ ہو مگر غلط ثابت ہونے پر کوئی نہ کوئی تاویل ضرور ہی کر دینگے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ عبداللہ آتھم کی عمر ۶۸ سال سے زیادہ تھی جس وقت مرزا صاحب کی پیشین گوئی سے بچ رہا تھا۔ اس سے بھی واضح ہے کہ مسٹر آتھم اپنے پاؤں قبر میں لٹکائے بیٹھا تھا۔ آج نہ مرتا کل مرتا۔ مگر افسوس کہ اس وقت نہ مرا تا کہ مرزا صاحب کی پیشین گوئی سچی ثابت ہو جاتی۔ نیز ناظرین کو یہ بھی یاد رہے کہ مرزا صاحب کی شرط اس بات پر تھی کہ میں مسیح موعود ہوں اور اس بات میں سچا ہوں۔ اسلام کی حقانیت پر شرط نہ تھی۔ اگر صرف اسلام کے ہی مقابلہ میں ایسی شرط کی جاتی تو یہ ضرور تھا کہ مرزا صاحب کامیاب ہو ہی جاتے مگر انکا دعویٰ ایسا تھا جو خود اہل اسلام کے ہی مخالف اور غلط اور دروغ تھا اسی لئے مرزا صاحب سخت مایوسی کی حالت میں ناکام رہے کیونکہ اہل اسلام کی طرف سے تو پہلے ہی بری نظروں سے دیکھے جاتے اور تکفیر کی تشہیر میں نزدیک و دور مشہور تھے یہی وجہ تھی کہ مولویوں اور سجادہ نشینوں کی گالیوں سے خبر لی خدا رحم کرے۔

[1] شرط رجوع الی الحق یعنی مرزا صاحب نے اگرچہ اپنے جنگ مقدس ماہ جون ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۱۷ میں لفظ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے ہاویہ میں گرایا جائے گا بلفظہ لکھا ہے لیکن اسکے مخالف شرط رجوع الی الحق کو توڑ کر صفحہ ۱۸ میں اسکے بعد اپنے اقرار واثق میں بڑے زور سے یہ لکھتے ہیں جو میں نے صفحہ ۱ میں درج کیا ہے اس میں کوئی شرط رجوع الی الحق کی نہیں ہے۔ بلکہ پیشین گوئی کی شرط کو مرزا صاحب کے الہامی اقرار نے جو اس پیشین گوئی کے بعد کیا ہے بالکل توڑ کر معدوم کر دیا ۱۲ منہ عفی عنہ۔

دوم مختصر خلاصہ رسالہ خدا کا فیصلہ

یہ رسالہ صفحہ ۳۴ سے ۴۱ تک ہے۔ اس میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

(الف) جیسا کہ ہم نے کتاب ست بچن میں سکھ صاحبان کو بھی مخفی چولہ کی تمام گرو کے چیلوں کو زیارت کرادی ہے اسی طرح ہم یسوع کے شاگردوں کو بھی ان کے تین مجسم خداؤں کے درشن کرادیتے ہیں اور ان کے سہ گوشہ تثلیثی خدا کو دکھلا دیتے ہیں چاہیے کہ ان کے آگے جھکیں اور سیس نوادیں اور وہ یہ ہے۔ جس کو ہم نے عیسائیوں کے شائع کردہ تصویروں سے لیا ہے بلفظہ ص ۳۵۔ بیٹا یسوع کی شکل پر۔ روح القدس کبوتر کی شکل پر۔ باپ آدم کی شکل پر۔

ناظرین! مرزا صاحب نے اسی صفحہ ۳۵ پر تین تصویریں بالا بنائی ہیں۔ جسکے واسطے سخت ممانعت خداوند تعالیٰ و رسول اکرم ﷺ کی ہے کہ ہرگز تصویر نہ بنائی جائے۔ قیامت کو تصویر بنانے والے کو سخت عذاب دیا جائے گا۔ جیسا کہ صحیح حدیثوں میں وارد ہے۔ پھر تعجب ہے کہ مرزا صاحب اپنے لئے متبع سنت نبوی بڑے زور سے لکھتے ہیں۔ اور عمل ان کا بالکل خلاف کتاب و سنت ہے شاید مرزا صاحب اس کا جواب دیں کہ ہم نے تو عیسائیوں کی ہی کتابوں سے تصویریں دیکھ کر اپنی کتاب میں بھی بنادی ہیں۔ کوئی جدید تصویریں نہیں بنائیں۔ ممکن ہے کہ ناظرین خیال کر بھی لیں مگر جبکہ ان کی کتابوں میں تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ اور وہ روز درشن کرتے ہیں۔ تو مرزا صاحب کو کون سی ایسی ضرورت سخت پڑی تھی کہ آپ بھی تصویریں بنا کر حکم خدا اور رسول ﷺ کے منکر ہوتے۔ جبکہ مرزا صاحب حکم خدا و رسول ﷺ کی مخالفت میں قدم بڑھائے جاتے ہیں۔ اور ان کو ایک ذرہ بھر بھی پروا نہیں پھر کون شخص یا کون عالم اور مفتی ہے جو مرزا صاحب کو مرد مسلمان بھی قبول کر سکے۔ چہ جائیکہ مرد صالح، الہامی، مجدد، محدث، نبی، رسول، مسیح موعود، مہدی، مسعود

منظور کرے گا۔ میں اس بات کو مانتا ہوں کہ علماء و مشائخ و مفتیان عرب و عجم فوراً سنتے ہی ضرور کفر کا فتویٰ عداوتاً (جو حارث کی زمین اراضی ملکیت پر ہے) لگادیں گے۔ اس واسطے میں ان کے فتویٰ کا منتظر نہیں۔ البتہ مرزا صاحب کی ہی دستاویزات کو پیش ناظرین کرنا ضروری ہوا۔ سنئے۔

۱۔ اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی ﷺ کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ چہ جائیکہ راہ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتداء اُس امام الرسل کے حاصل ہوسکیں۔

بلفظہ ازالہ اوہام ص ۱۳۸ اور کتاب اعلام الناس حصہ چہارم مؤلفہ مولوی محمد احسن امروہی حواری خاص صفحہ ۲۷۔

۲۔ ششم قال اللہ وقال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دیگا۔

رسالہ تکمیل تبلیغ صفحہ ۲۔ مصنفہ ۱۸۸۹ء۔

۳۔ ہمیں قرآن اور حدیث صحیحہ کی پیروی کرنا ضروری ہے۔ نور القرآن ۱۸۹۶ء ص ۲۰ بلفظہ۔

مرزا صاحب نے تمام اپنی تالیفات میں اس بات کا ادعا کیا ہے کہ ہم کامل متبع رسول اکرم ﷺ کے ہیں۔ اسی واسطے ہم یہ ہیں اور وہ ہیں اب ان کی دو تین عبارتیں بھی نقل کردی ہیں مگر میں پہلے بطور نمونہ کتنی آیات اور احادیث لکھ کر دکھلا چکا ہوں کہ مرزا صاحب نے ان کی طرف رُخ بھی نہیں کیا۔ پس جو کوئی ایسا کرے اس کے لئے مفتیان شرع متین فتویٰ دیں اور مرزا صاحب خود اپنی تحریر کو سامنے رکھ کر قبول کرلیں۔ مگر امید نہیں کہ مرزا صاحب کوئی نہ کوئی تاویل نہ کریں۔ مگر افسوس صریح روگردانی کی بھی کوئی تاویل قابل قبول ہے۔ نتیجہ ان تصاویر کے بنانے اور احکامات نصی اور احادیث صحیحہ کے انکار کا یہی نکلتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کو آزادی مدنظر ہے۔ جب عیسائیوں کے کفارہ کی طرح آپ کے[1] اگلے پچھلے گناہ

[1] دیکھو صفحہ ۵۶ براہین احمدیہ۔ ۱۲ منہ

معاف ہو گئے ہیں تو یہ تصویریں بنا لینے میں کونسا گناہ ان کے لئے مُضر ہوسکتا ہے۔

(ب) مسیح نے پہلے نبیوں سے بڑھ کر کیا دکھلایا۔ خدائی کی مد میں کون سے کام کئے کیا یہ کام خدائی کے تھے کہ ساری رات آنکھوں میں سے رو رو کر نکالی پھر بھی دعا منظور نہ ہوئی۔ ایلی ایلی کہتے جان دی باپ کو کچھ بھی رحم نہ آیا اکثر پیشین گوئیاں پوری نہ ہوئیں۔ معجزات پر تالاب نے دھبہ لگایا فقیہوں نے پکڑا اور خوب پکڑا کچھ بھی پیش نہ گئی۔ ایلیا کی تاویل میں کچھ عمدہ جواب بن نہ پڑا اور نہ پیشین گوئی کو اپنے ظاہر الفاظ پر پورا کرنے کے لئے ایلیا کو زندہ کر کے دکھلا سکا اور لماسبقتنی کہہ کر بصد حسرت اس عالم کو چھوڑا ایسے خدا سے ہندوؤں کا خدا رام چندر ہی اچھا رہا۔ جس نے جیتے جی راجن سے اپنا بدلہ لے لیا۔ بلفظہ نور القرآن حاشیہ صفحہ ۱۸۔

(ج) مریم کا بیٹا کشلیا[2] کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔ بلفظہ انجام آتھم

۴۔ مرزا صاحب کے کلمات اور الہامات توہین واستہزاء واستخفاف حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف غور فرمائیں۔ کہ حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو یہ بھی سوچ لیں کہ یہ ان کی کیسی توہین وتحقیر ہے نعوذ باللہ منہا کسی مسلمان کی طرف سے تو ایسا ہونا ممکن نہیں۔ مسلمانوں کے عقائد میں ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کا بیٹا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا (جو اولوالعزم پیغمبر ہیں) کوئی نہیں ہے اور مسلمانوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ پیغمبران علیہم السلام میں سے کسی پیغمبر یا نبی علیہ السلام کی توہین کفر ہے۔ کیا یہی قرآن شریف کی تعلیم اور احادیث کی تہذیب اور اپنے الہاموں کی تعمیل ہے؟ کہ آیت شریف ولاتسبو الذین... الأیۃ کو کیسا نسیاً منسیاً کر دیا۔ کسی طرف بھی کوئی خیال نہیں کیا عداوت اور غصہ پادریوں کے ساتھ ہے اور توہین وگالیاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو توبہ! توبہ! توبہ!!! (نقل کفر کفر نباشد)

[2] کشلیا راجہ رام چندر جی کی ماں کا نام ہے جس کو ہندو لوگ بعض پرمیشر اور بعض اوتار اور راجہ جانتے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

مرزا صاحب شاید یہ تاویل کریں کہ مریم ایک تیلن قادیان میں ان کے محلّہ میں رہتی ہے تیل وغیرہ کے جھگڑے میں اُسکی بابت لکھا ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کیونکہ مخاطب اسکے عیسائی ہیں تیلی نہیں۔ افسوس! اُدھر تو مریم کا بیٹا کشلیا کا بیٹا ہے اور ادھر خود مرزا صاحب ابن مریم ہیں۔ اس جگہ اتنا ہی لکھا گیا۔ باقی جو فحش اور گندی گالیاں مرزا صاحب نے اپنے ضمیمہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کو منہ پھاڑ پھاڑ کر دی ہیں ان کو اپنی جگہ ملاحظہ فرمائیں۔

سوم مختصر خلاصہ رسالہ دعوت قوم

یہ رسالہ صفحہ ۴۵ سے ۷۲ تک ہے اسی میں اشتہار مباہلہ بھی درج ہے۔

۱۔ (الف) دجال اکبر پادری لوگ ہیں۔ اور یہی قرآن اور احادیث سے ثابت ہے اور مسیح موعود کا کام ان کو قتل کرنا ہے۔ ملخصاً صفحہ ۴۷۔

صفحہ ۵۱ سے الہامات جو اکثر آیات قرآنی ہیں مرزا صاحب پر بذریعہ وحی القا ہوئے ہیں جن کا ترجمۂ اردو بہت اختصار وانتخاب کے ساتھ بطور نمونہ درج کیا جاتا ہے۔ جس سے مرزا صاحب کو نبی پیغمبر۔ مُرسل کے خطابات اور مراتب عطا ہوئے ہیں گویا دوبارہ نزول قرآن شریف آپ پر شروع ہو گیا ہے۔

(ب) اے وہ عیسیٰ جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائیگا۔ صفحہ ۵۱۔

۲۔ اُن کو کہہ کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میرے پیچھے ہولو تو خدا بھی تم سے محبت کرے۔ صفحہ ۵۲ و ۵۶۔

۳۔ اے احمد تیرا نام پورا ہو جائے گا قبل اسکے جو میرا نام پورا ہو۔ صفحہ ۵۱۔

۴۔ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ صفحہ ۵۱۔

۵۔ تیری شان عجیب ہے۔ صفحہ ۵۱۔

۶۔ تو میری جناب میں وجیہ ہے میں نے تجھے اپنے لئے چن لیا ہے۔ صفحہ ۵۵۔

۷۔ پاک ہے وہ جس نے اپنے بندہ کو رات میں سیر کرایا۔ (معراج) صفحہ ۵۲۔

۸۔ تجھے خوشخبری ہو اے میرے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ صفحہ ۵۵۔

۹۔ میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا۔ صفحہ ۵۵۔

۱۰۔ لوگوں سے لطف کے ساتھ پیش آ اور ان پر رحم کر۔ صفحہ ۵۵۔

۱۱۔ تو ان میں بمنزلہ موسیٰ کے ہے۔ صفحہ ۵۵۔

۱۲۔ تو ہمارے پانی میں سے ہے۔ صفحہ ۵۵۔

۱۳۔ خدا عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے۔ صفحہ ۵۵۔

۱۴۔ سب تعریف خدا کو ہے جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا۔ صفحہ ۵۶۔

۱۵۔ کہ میں ایک آدمی تم جیسا ہوں مجھے خدا سے الہام (وحی) ہوتا ہے۔ صفحہ ۵۷۔

۱۶۔ تیرا بدگو بے خیر ہے (میاں سعد اللہ مدرس لودیانہ)۔ صفحہ ۵۸۔

۱۷۔ نبیوں کا چاند آئیگا۔ صفحہ ۵۸،۶۰۔

۱۸۔ تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں تیرا بھید میرا بھید ہے۔ صفحہ ۵۹۔

۱۹۔ وہ خدا جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا۔ صفحہ ۵۹۔

۲۰۔ اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ صفحہ ۵۹۔

۲۱۔ ان کو کہدے آؤ ہم اور تم اپنے بیٹوں اور عورتوں عزیزوں سمیت ایک جگہ اکٹھے ہوں پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر لعنت بھیجیں۔ صفحہ ۶۰۔

۲۲۔ ابراہیم یعنی اس عاجز (مرزا صاحب) پر سلام۔ صفحہ ۶۰۔

۲۳۔ اے داؤد لوگوں کے ساتھ نرمی اور احسان کے ساتھ معاملہ کر۔ صفحہ ۶۰۔

۲۴۔ اے نوح اپنی خواب کو پوشیدہ رکھ۔ صفحہ ۶۱۔

۲۵۔ ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا گویا خدا آسمان سے اترا (نعوذ باللہ و تبارک ہذیان) اسکا نام عمانوایل ہے۔ صفحہ ۶۱۔

یہ کسی قدر نمونہ ان الہامات کا ہے جو وقتاً فوقتاً مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہیں اور ان کے سوا اور بھی بہت سے الہامات ہیں۔ مگر خیال کرتا ہوں کہ جس قدر میں نے لکھا ہے وہ کافی ہے اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین، خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ اسکا دشمن جہنمی ہے۔ ملخص ۶۴۔

ناظرین!! غور فرمایئے گا۔ ان الہامات و تحریرات مندرجہ بالا مرزا صاحب بہادر میں کوئی پہلو ایسا نکال سکتے ہیں کہ مرزا صاحب پیغمبری کا دعویٰ کھلم کھلا نہیں کرتے کیا پیغمبران علیہم السلام کے القابات سے ملقب نہیں ہوئے؟ کیا خدا کا فرستادہ رسول نہیں؟ کیا خدا کا مامور پیغمبر نہیں؟ کیا خدا کا امین نبی نہیں؟ ان دعاوے میں کوئی شبہ ہے کہ جس سے آپ مرزا صاحب کو پیغمبر یا نبی یا رسول نہیں کہہ سکتے؟ کیا جس قدر لوگ (گویا کلھم) مسلمان جو مرزا صاحب پر ایمان لائے نعوذ باللہ منہا کافر نہیں ہیں؟ پھر تعجب یہ ہے کہ جب کوئی مرزا صاحب کو کہتا ہے کہ تم پیغمبری اور نبوت کا دعویٰ کرتے ہو تو فوراً کہتے ہیں کہ ''ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں''۔ لیکن میں مرزا صاحب کی ہی تحریرات والہامات سے ان کی نبوت ادعائی کے اثبات کو پیش ناظرین کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں

(الف) ''اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کیلئے محدث ہو کر آیا ہے۔ اور مُحدَّث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ اور امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اسکی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور

بجنسہٖ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے کہ اپنے تئیں باواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنیوالا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں اگر یہ عذر ہو کہ باب نبوت مسدود ہے۔ اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوئی ہے اور اس پر مہر لگ چکی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔ بلکہ جزوی طور پر وحی اور نبوت کا اس اُمت مرحومہ کیلئے ہمیشہ دروازہ کُھلا ہے" بلفظ توضیح مرام صفحہ ۱۸۔

(ب) رسالہ شحنہ حق کے صفحہ ابتدائی ج پر جبکہ مرزا صاحب کو قادیان والوں نے سخت تنگ اور بے عزت کیا تو اظہار نبوت اس طرح پر کر کے لکھتے ہیں۔ "بخدا حضرت مسیح کا قول ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔" بلفظہٖ

(ج) جو شخص مجھے بے عزتی سے دیکھتا ہے وہ اس خدا کو بے عزتی سے دیکھتا ہے جس نے مجھے مامور کیا اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہ اس خدا کو قبول کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔

بلفظہٖ ص ۳۰ ضمیمہ انجام۔

(د) اس عاجز کا نام خدا نے اُمتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ صفحہ ۵۳۳ ازالہ اوہام۔

(ہ) مرزا صاحب اپنی کتاب آریہ دھرم کے اخیر نوٹس میں صفحہ ۱۶۵ اپنا نام اس لقب سے لکھتے ہیں۔ "حضرت اقدس امام انام مہدی و مسیح موعود مرزا غلام احمد" بلفظہٖ۔

ناظرین!! اب انصافاً فرمایئے گا کہ پیغمبری، رسالت، نبوت میں کچھ کسر باقی ہے؟ پھر ایسی ایسی وضعی لعنتیں کس پر ہوئیں۔ مگر مرزا صاحب کو ان لعنتوں، پھٹکاروں اور گالیوں کی پروا نہیں۔ بلکہ وہ اس کو عین تہذیب سمجھتے ہیں۔ جب کہ مرزا صاحب کو ابتداء سے ہی ایسی عادت ہے تو اسکے جواز کے واسطے قرآن شریف پر ہی الزام لگا کر اس طرح پر لکھتے ہیں ع نقل کفر کفر نباشد

وھو ھذا

(الف) "قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے۔ بلفظہٖ صفحہ ۲۵۔ ۲۶۔ ازالہ اوہام۔

(ب) ایسا ہی ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں استعمال کئے ہیں۔ بلفظہٖ ۲۷۔ ازالہ۔

تو بہ نعوذ باللہ منہا یہ عقیدہ مرزا صاحب کو ہی نصیب ہو کہ قرآن شریف میں بد تہذیبی اور گندی گالیاں بھری پڑی ہیں۔ کسی مسلمان سے خداوند کریم ایسی اہانت کلام الٰہی کی نہ کرائے۔ جس سے مسلمانی سے خارج ہو جائے۔ مفتیان شرع اس گستاخی اور اہانت قرآن شریف کلام پاک پر مرزا صاحب کی نسبت خود فتوے دینگے۔ خدا تعالیٰ مرزا صاحب کو بھی ہدایت بخشے اگر اسکی مشیت ہو۔ پھر مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ "اب اے مخاطب مولویو اور سجادہ نشینوں یہ نزاع ہم میں اور تم میں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اور اگرچہ یہ جماعت بہ نسبت تمہاری جماعتوں کے تھوڑی سی ہے اور فئہ قلیلہ ہے اور شاید اس وقت تک چار ہزار پانچ ہزار سے زیادہ نہیں ہوگی۔" بلفظہٖ ص ۶۴، انجام آتھم۔

ناظرین! ذرا مرزا صاحب کے حافظہ کو ملاحظہ فرمایئے گا کہ چار پانچ ہزار کی تعداد اسی کتاب میں درج کی ہے اور پھر اسی کتاب کے ضمیمہ میں صفحہ ۲۶ ہفتہ عشرہ کے بعد آٹھ ہزار سے زیادہ لکھدی ہے۔ جیسے لکھتے ہیں کہ "اب آٹھ ہزار سے کچھ زیادہ وہ لوگ ہیں جو اس راہ میں جان فشاں ہیں" بلفظہٖ صفحہ ۲۶۔ ضمیمہ۔ پھر لکھا ہے کہ "اب خدا کے فضل سے آٹھ ہزار کے قریب ہیں"۔ صفحہ ۹ ضمیمہ۔ لیکن صفحہ ۴۱ سے ۴۴ تک ضمیمہ میں کل فہرست اپنی

جماعت کی تین سو تیرہ (۳۱۳) لکھی ہے۔ ممکن ہے کہ مرزا صاحبان کل اختلافات کی کوئی تاویل گھڑینگے۔ اسکی بابت ضمیمہ کے خلاصہ میں بھی لکھا جائے گا۔ فانتظرہ

(ج) میں کسی خونی مسیح کے آنے کا قائل نہیں اور نہ خونی مہدی کا منتظر۔ صفحہ ۶۹، انجام۔

حضرات ناظرین! مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ بروقت ظہور مہدی رضی اللہ عنہ ونزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کفار ودجال سے جہاد ہوگا۔ جس میں اکثر افواج کام آئیں گی۔ اس بات کو مرزا صاحب نے تمام اہل اسلام کے عقائد کی مخالفت میں توہینا، استہزا واستخفافاً حضرت مہدی رضی اللہ عنہ وحضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خونی کے لفظ اور لقب سے ملقب کیا ہے اسی اعتقاد سے جہاد وغزاوسرایہ وغیرہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاء راشدین وصحابہ مہدیین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی کشت وخون سمجھ کر ان کو بھی نعوذ باللہ منہا خونی پیغمبر اور خونی خلفاء سمجھا جاتا ہے۔ مفتیان شرع ذرا اس طرف بھی توجہ فرمایئے گا۔ توبہ! توبہ!! توبہ!!!

وجہ اسکی یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے میں اب تک کوئی جرأت یا حوصلہ نہیں دیکھتے اور نہ کچھ امید رکھتے ہیں کہ جنگی کاروائی کریں اگرچہ اپنی جماعت کو کبھی کبھی فئہ قلیلہ بیان کر کے لوگوں سے ایک لاکھ فوج کی درخواست کرتے ہیں۔ اور پانچ ہزار سپاہی منظور ہوتے۔ جیسے مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ''کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا۔ کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر بیٹھا تھا۔ مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا۔ تب میں نے اس دوسرے کی طرف رُخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا۔ اُسے میں نے مخاطب کر کے کہا۔ کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ وہ بولا کہ ایک لاکھ فوج نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا۔ تب میں نے دل میں کہا کہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدا چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا

سکتے ہیں اُسوقت میں نے یہ آیت پڑھی۔ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله. ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۹۷-۹۸۔

ناظرین! ذرا مرزا صاحب سے دریافت تو فرمایئے گا کہ ایک لاکھ فوج کی ضرورت کس کے واسطے ہوئی مگر افسوس درخواست ایک لاکھ فوج کی دو انسانی صورتوں سے کیجاتی ہے اور صرف پانچ ہزار ہی سپاہی منظور ہوتے ہیں یہ درخواست ۱۳۰۸ھ میں جس کو عرصہ سات سال کے قریب گذر گیا ہے کی تھی۔ اُسوقت صرف ۷۵ ہی سپاہی لنگڑے کالے نبتے اور اس وقت ہی دعوئی صلیب کے توڑنے کا بھی کیا تھا۔ اور دجال پادریوں کے قتل کا مگر استعارات سے اور اسی وقت یہ درخواست بھی ایک لاکھ فوج کی کی گئی تھی۔ مگر افسوس منظور نہ ہوئی ورنہ ضرور تھا کہ غدر کر کے پادریوں کو قتل کرتے اور صلیب کو توڑتے اور اپنے دعویٰ کی تصدیق میں مسلمانوں پر بھی زور ڈالتے۔ اسی خیال سے اس رسالہ انجام میں اپنی جماعت کی تعداد چار پانچ ہزار بھی لکھی ہے۔ اور اسکے ضمیمہ میں آٹھ ہزار تک لکھ کر اپنا رعب دکھلایا ہے کہ جس سے گورنمنٹ کو بھی خیال ہو جائے مگر افسوس یہ تعداد محض خیالی اور دماغی ہی ہے کیونکہ جب ضمیمہ میں فہرست لکھنے بیٹھے تو صرف تین سو تیرہ (۳۱۳) کے ہی نام درج کئے ان میں بھی بہت سے مُردوں کے نام لکھ کر تعداد پوری کی۔ جس سے یہ ثابت ہوا کہ اسی قدر فوج مرزا صاحب کی معہ مُردوں کے ہے جو درج فہرست کر دی ہے۔ یوں تو مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ہم گورنمنٹ کے بڑے خیر خواہ ہیں۔ ہمارے باپ[1] نے گھوڑے دیئے آدمی

[1] ہمارے باپ نے گھوڑے دیئے الخ مرزا صاحب نے اپنے اشتہار اسلامی انجمنوں کی خدمت میں التماس ضروری کے صفحہ اول الف مشمولہ براہین احمدیہ حصہ دوم میں یوں لکھا ہے۔ کہ ''غدر ۱۸۵۷ء میں ہمارے والد صاحب مرحوم نے پچاس (۵۰) گھوڑے اور پچاس مضبوط لائق سپاہی بطور مدد کے سرکار میں نذر کے ملخصا۔ یہ ایسا لکھنا مرزا صاحب کا محض جھوٹ ہے جیسے کہ مرزا صاحب کے والد کے دوست مولوی عبدالحکیم بن امان اللہ ساکن دھرکوٹ رندھاوا تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور اپنے رسالہ تحفہ مرزائیہ میں جو ۱۳۰۶ھ میں تالیف کیا تھا (جاری)

دیئے۔ مگر جب پادری لوگ ۱؎ جو گورنمنٹ حال کے ہم مذہب پیرومرشد اور بزرگ عیسائی

(بقیہ) اس طرح پر لکھتے ہیں وھو ھذا۔ مرزا غلام مرتضےٰ صاحب والد مرزا غلام احمد صاحب ممدوح کے سکھوں کے عہد میں واسطے تلاش معاش راہی کشمیر ہوکر بسواری ایک چھوٹے سے ٹٹو بوز رنگ کے راقم آثم کے پاس بمکان دہر کوٹ رندھاوا وارد و فروکش ہوئے۔ ماحضر پیش کیا گیا۔ یہاں سے منزل بمنزل خطہ کشمیر میں پہنچ گئے۔ چونکہ نوکری کی تلاش کی مگر میسر نہ ہوئی آخر الامر جمعدار محمد بخش ککے زیئے دہر کوٹی کے پاس وہاں واسطے تعلیم انکے فرزندان مسمیان پیر بخش و امیر بخش کے بمشاہرہ پانچ روپیہ اور نان نفقہ کے چند مدت گذاری اتفاقاً سردار میہان سنگھ صوبہ کشمیر فوت ہوگیا۔ تو وہ جمعدار اور مرزا صاحب واپس تشریف لائے اور پھر شہزادہ شیر سنگھ کے زمانہ میں پھر کشمیر کو گئے اور واپس آگئے شیر سنگھ صاحب بہادر مرزا صاحب سے سخت ناراض ہوگئے۔ تو مرزا صاحب اور قادریخان تھانہ دار طالب پورہ کو علیحدہ کردیا۔ مرزا صاحب اپنے گھر موضع قادیان میں آکر پیشہ طبابت میں مشغول ہوئے۔ پھر ڈپٹی گوپال سہائے سے مرزا صاحب کی دوستی ہوگئی۔ سرکار انگریزی کے وقت میں ملکیت آراضی قادیان مغل کی انکے نام کردی۔ وقت مفسدہ دہلی تو مرزا حکیم غلام مرتضےٰ والد مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے پاس سے ایک سوار بھی نوکر رکھ کر مدد سرکار نہیں دی اور اسوقت انکے پاس فقط ایک گھوڑی چھوٹی سی سُرخی اپنے زیر سواری تھی اور مفسدہ سے پانچ یا چھ ماہ اولاً مرزا غلام قادر خلف الرشید تھانہ داری دینا نگر سے معزول ہوکر بے نوکر پیچھے پیچھے علاقہ ضلع کے پھرتے تھے۔ اور راقم الحروف ان دنوں دینا نگر میں مدرس تھا۔ اگر مرزا صاحب کو توفیق مدد دہی سرکاری تھی تو ان کا خلف الرشید کیوں مارا مارا پھرتا تھا۔ فرضاً اگر سرکار کو اپنے رسالہ سے مدد دی تھی تو دفتر شاہی فوجی میں پتہ ہوگا۔ اس کے صلہ میں کوئی انعام یا جاگیر ملی ہوگی۔ اس وقت سرکار عام نوکر رکھتی تھی اگر قادیان کے پاس [illegible] آدمی نوکر ہوئے ہوں تو کیا عجب ہے۔ بلفظہ ملتقطاً۔ کہاں مرزا صاحب کے والد کا پانچ روپیہ ماہوار پر لڑکے پڑھانے پر نوکر ہونا پھر اس سے بھی برطرف ہونا۔ اور کہا پچاس سوار بھرتی کر کے سرکار کو مدد دینا۔ محض جھوٹ ہے۔ اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو پھر یہ سوال ہے۔ کہ مرزا صاحب کے خیالات اپنے والد کے مطابق ہیں؟ جواب یہی ہوگا کہ ہرگز نہیں جب باپ نے ایسی حالت میں گورنمنٹ کی مدد کی تو اب مرزا صاحب نے باوجود صاحب جائیداد ہونے کے کونسی مدد کی۔ اس رعایا انگلشیہ میں فساد ڈلوانے اور ایکدوسرے کو جانی دشمن جاننے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ یوں بھی رعایا کا دشمن بادشاہ کا دشمن ہوتا ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

۱؎ پادری لوگ اور گورنمنٹ عالیہ بھی عیسائی مذہب رکھتی ہے اور پادری صاحبان بھی عیسائی مذہب کے وارث ہیں اور گورنمنٹ کے پیرومرشد۔ پس دوست کا دوست دوست ہوتا ہے اور دوست کا دشمن دشمن مسلمہ ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

ہیں ان کو دجال مقرر کیا گیا ہے۔ اور ان کو قتل کے لئے آپ مسیح موعود بنتے ہیں تو پھر گورنمنٹ کی خیرخواہی کیسی۔ کیا گورنمنٹ کے پیرومرشد کا دشمن گورنمنٹ کا دوست ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ کیا گورنمنٹ کے بزرگ فرقہ کا دشمن اور قاتل گورنمنٹ کا دشمن اور قاتل نہیں؟ ضرور ہے ضرور ہے مگر افسوس تو اتنا ہے کہ مرزا صاحب کے پاس ایک لاکھ فوج نہیں ورنہ مرزا صاحب کے ہاتھ دیکھتے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جس وقت مرزا صاحب کے پاس پانچ ہزار سپاہی بھی ہوگئے اُسی روز انہوں نے اپنے الہام کم من فئة الخ کے مطابق ضرور جنگ کرنا ہے۔ اور فتح کی خوشی کے ارادہ پر اپنے الہام کے پورے اور سچا ہونے پر زور دینا ہے خواہ کسی موت سے مریں۔ مگر مجھے یہ امید موہوم ہی معلوم ہوتی ہے۔ اب تو میرے خیال میں چیونٹی کو پر لگ گئے ہیں اور وقت قریب آگیا ہے فقط۔

(د) مرزا صاحب نے اپنے مخالف مولویوں اور سجادہ نشینوں کے نام صفحہ ۶۹ سے ۷۲ تک اور صفحہ ۲۸۲ پر درج کئے ہیں۔ مولوی صاحبان مقلدین وغیر مقلدین تعداد میں پچاس ہیں۔ اور سجادہ نشین صاحبان اُنچاس کل ایک سو چنتیس ہیں جو ہندوستان اور پنجاب میں مشہور اور معروف ہیں سب کو ایک ہی رسّے سے ہانکا ہے اور بہت سی لعنتیں دے دیکر مباہلہ کیلئے طلب کیا ہے اور لکھتے ہیں۔ میں پھر ان سب کو اللہ جل شانہٗ کی قسم دیتا ہوں کہ مباہلہ کیلئے تاریخ اور مقام مقرر کر کے جلد میدان مباہلہ میں آئیں اگر نہ آئے اور نہ تکفیر و تکذیب سے باز آئے تو خدا کی لعنت کے نیچے مرینگے۔ بلفظہ صفحہ ۶۹۔

(ہ) خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو اور نہ تکفیر اور توہین کو چھوڑے۔ بلفظہ ۶۷۔

(و) لیکن میں نے یہ اشتہار دیدیا ہے کہ جو شخص اسکے بعد اس سیدھے طریق سے میرے ساتھ مباہلہ نہ کرے اور نہ تکذیب سے باز آئے وہ خدا کی لعنت فرشتوں کی لعنت اور تمام

صحابہ کی لعنت کے نیچے ہے۔ وما علی الرسول الا البلاغ بلفظہ سطرہ اخیر۔

ناظرین!! مرزا صاحب نے مباہلہ کی درخواست پر کس قدر مخالفین کو لعنتیں دی ہیں۔ لیکن پہلے اس سے جو کچھ مرزا صاحب اپنے غالی عقائد بیان کر چکے ہیں ان کو برائے ملاحظہ وتازگی حافظہ مرزا صاحب پیش کرتا ہوں۔ وھو ھذا۔

ا۔ یہ نادان کہتے ہیں کہ ابن مسعود نے جو مباہلہ کی درخواست کی تھی اس سے نکلتا ہے کہ مسلمانوں کا باہم مباہلہ جائز ہے مگر یہ ثابت نہیں کر سکتے۔ کہ ابن مسعود نے اپنے اُس قول سے رجوع نہیں کیا۔ حق بات یہ ہے کہ ابن مسعود ایک معمولی انسان تھا نبی اور رسول تو نہیں تھا اس نے جوش میں اگر غلطی کھائی تو کیا اسکی بات کو (ان ھو الا وحی یوحی) میں داخل کیا جائے۔ بلفظہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۹۶۔ ۱۳۰۸ھ۔

یہاں مرزا صاحب نے کمال تعلّی کی ہے اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں میں مباہلہ نہیں ہونا چاہئے اور نا جائز ہے۔ اور ساتھ ہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی کی کیسی بے ادبی کی ہے کہ ان کے نام پر کوئی کلمہ تعظیمیہ نہیں لکھا۔ اور نہ کوئی کلام میں ادب ملحوظ رکھا۔ بلکہ لکھتے ہیں کہ ابن مسعود ایک معمولی انسان تھا اور اس نے جوش میں آکر غلطی کھائی جو ماننے کے قابل نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی کو اپنے مقابلہ میں معمولی انسان سمجھتے ہیں اور کیسے گستاخانہ الفاظ سے تحریر کرتے ہیں اور خود غرور سے اس سے اوّل صفحہ پر لکھتے ہیں۔ کہ اس عاجز کو آدم اور خلیفۃ اللہ کہا۔ انی جا عل فی الارض خلیفۃ ازالہ اوہام ۶۹۵۔ بلفظہ اسکے بعد ۱۸۹۲ء کو مرزا صاحب کتاب آئینہ کمالات میں اس طرح اپنا الہام لکھتے ہیں۔ ''اور مباہلہ کے بارے میں جو کلام الٰہی میرے پر نازل ہوا وہ یہ ہے نظر اللہ الیک معطرا وقالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا قال انی اَعلم مالا تعلمون. قالوا کتاب ممتلی من الکفر والکذب قل تعالوا ندع ابنآء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا

وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین. یعنی خدا تعالٰی نے ایک معطر نظر سے تجھ کو دیکھا اور بعض لوگوں نے اپنے دلوں میں کہا اے خدا کیا تو زمین پر ایک ایسے شخص کو قائم کر دیگا کہ دنیا میں فساد پھیلا دے تو خدا نے ان کو جواب دیا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اور اُن لوگوں نے کہا کہ اس شخص کی کتاب ایک ایسی کتاب ہے جو کذب اور کفر سے بھری ہوئی ہے۔ سو ان کو کہہ دے کہ آؤ ہم اور تم مع اپنی عورتوں اور بیٹوں اور عزیزوں کے مباہلہ کریں پھر ان پر لعنت کریں جو کاذب ہیں۔ بلفظہ کتاب آئینہ کمالات اسلام مرزا صاحب صفحہ ۲۶۳ سے ۲۶۵ تک۔ ''یہ وہ اجازت مباہلہ ہے جو اس عاجز کو دی گئی'' ۔ بلفظہ وہی آئینہ کمالات صفحہ ۲۶۶۔

اب مندرجہ بالا اجازت اور حکم کے پانچ سال بعد یہ مباہلہ کا اشتہار نہایت سختی کے ساتھ شائع کیا اور عبارات تحریف قرآن شریف۔ اور حضرت آدم علیہ السلام اور فرشتوں کی بات چیت جو قرآن شریف میں ہے۔ اور ادھر اُدھر الفاظ قرآنی اکٹھے کر کے اور ازالہ اوہام میں اپنے تئیں آدم علیہ السلام اور خلیفۃ اللہ قرار دیکر اتنے عرصہ بعد یہ الہام ہوا۔ اور آیت مباہلہ جو حضرت رسول کریم ﷺ پر نازل ہوئی تھی آپ پر بھی کئی بار نازل ہوئی۔ مگر افسوس پہلے مباہلہ کو نا جائز اور خلاف شرع لکھ کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سخت بے ادبی کی۔ اور عرصہ پانچ سال کا ہوا کہ آیت مباہلہ اور حکم نازل ہوا۔ مگر اسکی تعمیل نہیں کی گئی۔ اب پھر وہی الہام ہوا اور آیت نازل ہوئی جس کو مرزا صاحب نے اپنے انجام کے صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے اور تاکیدی لعنتیں دی گئیں کہ اگر کوئی مولوی یا شیخ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد مباہلہ کے لئے حاضر نہ ہوگا اس پر لعنت ہے اور وہ لعنتوں کے نیچے مریگا۔ لیکن اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد بہت سے علماء نے آپ کو مباہلہ کے واسطے بلایا مگر آپ نے اس طرف رُخ نہ کیا۔ حضرت مولانا مولوی محمد ابو عبدالرحمٰن غلام دستگیر صاحب ہاشمی دوم شعبان ۱۳۱۴ھ سے بعد لکھنے منظوری مباہلہ کے مع اپنے دو صاحبزادوں کے لاہور میں تشریف لے آئے۔ پہلے

۱۵ شعبان مقرر کی مگر مرزا صاحب لاہور میں حاضر نہ ہوئے۔ پھر انہوں نے ۲۵ شعبان مقرر کر کے لکھ بھیجا پھر بھی مرزا صاحب لاہور میں بمیدان مباہلہ حاضر نہ ہوئے۔ بعد اس انتظار کے مولینا صاحب چار پانچ روز تک امرتسر میں مرزا صاحب کے منتظر رہے حتّٰی کہ تمام شعبان المبارک اپنے گھر قصور سے علیحدہ رہ کر لاہور اور امرتسر میں مباہلہ کے لئے حاضر رہے۔ مگر افسوس مرزا صاحب نے باوجود ایسی لعنتی تاکیدوں خود کے بھی اس طرف رخ نہ کیا جب یقین ہو گیا کہ مرزا صاحب محض اشتہاری ہیں اور حاضری مباہلہ سے انکاری اور فراری ہیں۔ تب مولانا نے اشتہار شائع کر دیا مرزا صاحب لاہور میں مباہلہ کیلئے حاضر نہ ہوئے اُسکے جواب میں مرزا صاحب نے ادھر اُدھر کی باتیں میعاد مباہلہ ایک سال نزول عذاب کے واسطے لگا کر اخیر پر ایک جھوٹ کا الزام اس طرح پر لگا دیا۔ کہ ”مولوی صاحب (یعنی مولوی غلام دستگیر صاحب) کے نزدیک ضرورت کے وقت کذب کا استعمال جائز ہے بھلا ہم حضرت موصوف سے دریافت کرتے ہیں کہ کب اور کس وقت میرے دوست مولوی حکیم فضل الدین صاحب آپ سے ڈر کر قادیان میں بھاگ آئے تھے“۔

بلفظہ اشتہار مطبوعہ ۲۰ شعبان ۱۳۱۲ھ صفحہ ۲ سطر ۲۱۔ مرزا صاحب۔

اشتہار حضرت مولانا مطبوعہ ۱۶ شعبان مذکورہ جو اس وقت تھا ہم نے رکھا ہے دیکھا گیا اس میں ہرگز یہ الفاظ حکیم فضل دین مجھ سے ڈر کر قادیان میں بھاگ گئے تھے درج نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب نے خود عمداً کذب کا استعمال کیا اور ناحق بہتان لگایا۔ مولانا صاحب کے اشتہار کے الفاظ اسکے متعلق صرف یہ ہیں۔

”حکیم مذکور (فضل دین) بغیر تصفیہ ترک میعاد کے قادیان کو چلا گیا“۔

فرمایئے وہ الفاظ ڈر کر قادیان کو بھاگ آئے۔ کہاں درج ہیں افسوس! مرزا صاحب ذرا ذرا سی بات پر جھوٹ اور کذب کے استعمال سے اجتناب نہیں کرتے تو باقی اہم اعلیٰ

معاملات پر تو خدا حافظ!!

ناظرین! ذرا انصاف فرمایئے گا کہ مرزا صاحب نے ایسی سخت تاکیدیں اور مباہلہ نہ کرنیوالوں کو خدا تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام صلحاء کی لعنتیں لکھی ہیں جب علماء دین مباہلہ کے واسطے اپنا گھر بار چھوڑ کر ایک دار السلطنت میں دوبارہ سہ بارہ اشتہار دے دیکر بلواتے ہیں تو مباہلہ شرعی سے گریز کر کے اس طرف رُخ بھی نہیں کرتے پھر فرمایئے یہ کل لعنتیں کس کی طرف عود کرتی ہیں؟

چہارم مختصر خلاصہ مکتوب عربی بنام علماء ہند و مشائخ ہذا البلاد وغیرہ

یہ مکتوب عربی مع ترجمہ فارسی مرزا صاحب نے صفحہ ۷۳ سے شروع کر کے نہایت طوالت کیساتھ ایک ہی بات کا چند بار اعادہ کر کے صفحہ ۲۸۲ تک پہنچایا ہے علماء و مشائخ کی سخت درجہ کی توہین کر کے اور بری گندی گالیاں دی ہیں جن کے دھرانے کی ضرورت نہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب نے بہت زبردستی کی ہے اور دور تک نوبت پہنچائی ہے اور نو اشخاص علماء کی طرف اشارہ کر کے دس علماء ہند کے نام درج کئے ہیں اور سب علماء کے علاوہ ان کو اپنی پاک زبان سے بڑھ کر گالیوں کی خلعت عنایت کی ہے ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے بلا دریافت اصلیت کے مرزا صاحب کی کتاب براہین احمدیہ اور ظاہری طرز اوراد عائی اتقاء کی تعریف کی تھی اور مرد صالح لکھدیا تھا۔ اور جب مرزا صاحب کی اصلیت معلوم ہوگئی تو دجال اور کافر لکھا تھا۔ خلاصہ مکتوب عربی کا نہایت اختصار کے ساتھ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ اس میں بھی مرزا صاحب نے اپنے الہامات درج کئے ہیں۔ وھو ھذا

۱۔ خدا نے میرا نام مسیح ابن مریم اپنے فضل اور رحمت سے رکھا ہم دونوں ایک مادہ کے دو جوہر ہیں۔ صفحہ ۷۷۔

۲۔ مجھ کو علم الغیب ازلی سے آگاہ کیا صفحہ ۷۔ (پیشین گوئیوں کی صحت اسی پر ہے)

۳۔ جس نے تیری بیعت کی اسکے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ ہے۔ صفحہ ۸۷۔

۴۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین. تجھ کو تمام جہانوں کی رحمت کے واسطے بھیجا ہے۔ صفحہ ۸۷۔

۵۔ انی مُرسلک الی قوم المفسدین. میں نے تجھ کو مفسدین کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ صفحہ ۹۷۔

۶۔ مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ عیسیٰ مر چکے اور دنیا سے اُٹھائے گئے پھر دنیا پر نہیں آئیں گے خدا نے حکم موت کا اس پر جاری کیا۔ اور پھر کر آنے سے روک دیا۔ اور وہ مسیح میں ہی ہوں۔ صفحہ ۱۰۰۔

۷۔ عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر مجھ کو رسول خدا ﷺ نے خبر دے دی ہے۔ صفحہ ۱۱۔

۸۔ مجھ کو خدا نے قائم کیا مبعوث کیا اور خدا میرے ساتھ ہمکلام ہوا۔ صفحہ ۱۱۳۔

۹۔ مجھ کو اس امت کا مجدد بھیجا اور عیسیٰ نام رکھا۔ صفحہ ۱۲۱۔

۱۰۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی انسان آسمان پر گیا۔ اور پھر واپس ہوا ہو۔ صفحہ ۱۳۵۔

۱۱۔ میرے برابر کوئی کلام فصیح نہیں لکھ سکتا۔ وان لم یفعلوا ولن یفعلوا. (اگر نہ کریں اور ہرگز نہ کرینگے) صفحہ ۱۵۵۔

۱۲۔ کیا تمہارا مسیح آسمان پھاڑ کر آئے گا۔ صفحہ ۱۷۴، سطر ۲۔

۱۳۔ خدا کا روح میرے میں باتیں کرتا ہے۔ صفحہ ۱۷۶، سطر ۲۰۔

۱۴۔ میرے پر دروازہ الہامات کا کھول دیا ہے۔ مکاشفات کے دروازوں کو مفتوح کر دیا ہے۔ صفحہ ۱۵۱۔

لے یہ استہزاء ہے جو کفر ہے۔ ۱۲ منہ

۱۵۔ نو کس شریر اس ملک میں ہیں جنہوں نے زمین پر فساد مچا رکھا ہے ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) مولوی رسل بابا امرتسری، (۲) مولوی اصغر علی، (۳) مولوی محمد حسین بٹالوی، (۴) مولوی نذیر حسین دہلوی، (۵) مولوی عبدالحق دہلوی، (۶) مولوی عبداللہ ٹونکی، (۷) مولوی احمد علی سہارنپوری، (۸) مولوی سلطان الدین جیپوری، (۹) مولوی محمد حسن امروہی، (۱۰) مولوی رشید احمد گنگوہی۔

ابتدائے صفحہ ۲۳۶ لغائت ۲۵۲۔

اخیر پر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی نسبت الفاظ مندرجہ ذیل لکھے ہیں۔ اخرھم شیطان الاعمی والغول الاغوی یقال لہ رشید احمد ن الجنجوھی وھو شقی کالامر ومن الملعونین صفحہ ۲۵۲ بلفظہ۔

۱۶۔ مولوی حکیم نور الدین فاضل بزرگ ہے۔ صفحہ ۲۶۲۔

۱۷۔ میرے پاس ایسی دعا ہے جو بجلی کی طرح کودتی ہے۔ صفحہ ۲۷۵۔

خلاصہ ختم ہوا نظر ثانی شروع ہوئی

حضرات ناظرین! یہ سترہ نمبر تک مکتوب عربی کا خلاصہ مختصر طور پر پیش کر کے جوابات عرض کرتا ہوں بغور ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ مرزا صاحب کا نام خدا نے مسیح ابن مریم رکھا۔ اور وہ اور حضرت مسیح ابن مریم ایک مادہ کے دو جوہر ہیں۔ مگر مرزا صاحب نے کوئی ترکیب نہیں بتلائی کہ کیونکر؟ حضرت مسیح علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے فرزند تھے۔ کیا آپ کی والدہ کا نام بھی مریم ہے؟ (اگرچہ مجھے نام معلوم ہے۔ لیکن تہذیب بتلانے یا لکھنے سے روکتی ہے۔) پھر آپ تو خود ہی مریم بھی ہیں۔ اس صورت میں آپ عیسیٰ (علیہ السلام) نہیں ہو سکتے۔ اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) تو انیس

سوسال کا عرصہ ہوا پیدا ہوئے تھے۔ اور آپ اب (۱۲۵۹ھ) میں یہ تفاوت کیسے اور کیوں؟ آپ کے والد کا نام مرزا غلام مرتضٰی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے باپ پیدا ہوئے۔ اگرچہ آپ نے بھی سرسید احمد خانصاحب بہادر کی کاسہ لیسی سے ضرور لکھا ہے کہ یوسف نجار کے بیٹے تھے[1]۔ وہ نجار اور آپ مغل حارث، وہ بے زن اور آپ کے کئی زوجہ، وہ بے اولاد اور آپ کے کئی لڑکے ان کو بقول آپ کے یہودیوں نے سولی پر چڑھایا، آپ کا ابھی تک یہ موقعہ نہیں آیا جو آپ کے الہام کے مطابق پورا ہوگا جیسا کہ آپ نے اپنی براہین کے صفحہ ۵۵۶ میں ایلی ایلی لما سبقتانی کا ترجمہ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا۔ لکھا ہے۔ خدا آپ کو جلدی نصیب کرے اور آپکا الہام پورا ہو مریدوں کے دل کو تقویت ہو۔ آمین

۲۔ مرزا صاحب علم غیب ازلی سے آگاہ کئے گئے ہیں۔ اس سے مرزا صاحب کا اپنے آپ کو نبی یا رسول ثابت کرتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَا یظھر عَلٰی غیبہ احدًا الامن ارتضٰی مِن رسُولٍ ط خدا اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا۔ مگر جس کو پسند کرے رسول سے اور دوسری جگہ خداوند کریم فرماتا ہے۔ وَما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ مَنْ یَّشاء یعنی خدا غیب پر مطلع نہیں کرتا۔ لیکن خدا چن لیتا ہے اپنے پیغمبروں سے جس کو چاہتا ہے۔ پس رسالت اور نبوت کے اثبات میں ہی مرزا صاحب اپنا الہام کرتے ہیں کہ ”مجھ کو علم غیب ازلی[2] سے آگاہ کیا گیا ہے“۔ مگر افسوس علم غیب سے تو مطمئن ہیں۔ لیکن پیشین گوئیوں کے غلط ہونے پر نہیں۔

۳۔۴۔۵ میں مرزا صاحب نے اپنی نبوت اور رسالت کو کامل طور پر ثابت کیا ہے۔ جس سے کسی شخص کو شبہ کرنیکی بھی گنجائش نہ رہے جیسے کہ حضرت رسول خدا ﷺ کے واسطے حکمی نزول

[1] صفحہ ۳۰۳ ازالہ اوہام ۲ امنہ [2] صفحہ ۶۷ انجام آتھم

آیات کا تھا بعینہ مرزا صاحب کے واسطے حکم خداوندی ہوا ہے اور نبوت نامہ کا ثبوت مرزا صاحب نے پہنچادیا۔ مگر اس ثبوت کے دلائل میں مرزا صاحب کے پاس سوائے اپنے الہام کے اور کچھ نہیں۔ اور آیت شریفہ وَمَا اَرسلناک اِلاَّ رحمۃ لِلعالمین کا نزول بھی بڑی دلیری سے اپنے دعوائے نبوت پر ثبت کیا ہے۔

ناظرین! رسول خدا ﷺ کا وجود باوجود بموجب حکم خدا تعالیٰ مسلمہ ومتفقہ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے۔ ابتداء ولادت سے حشر تک رحمۃ للعالمین ہیں۔ حضرت ﷺ کی برکت اور رحمت سے ایسی خیر و برکت ورحمت ہوئی کہ قحط سخت وشدید دور ہوئے خوب بارشیں ہوئیں۔ فصلیں میوہ جات بکثرت ہوئے۔ امراض دور ہوئے۔ مرزا صاحب کے ظہور ونزول آیت کے وقت سے تصدیق الہام یہ ہوئی کہ بارش کا نام ونشان نہیں۔ قحط ایسا عالمگیر ہوگیا کہ سینکڑوں آدمی فاقوں مرگئے۔ لوگوں نے اپنے مویشی ذبح کرکے کھالئے بال بچے چھوڑ دیئے خویش واقارب سے دور ہوگئے۔ اپنے عزیزوں کی محبت اُڑگئی۔ وباء طاعون نے ملک کو برباد کردیا گھروں کے گھر بے چراغ ہوگئے زلزلوں نے شہروں کے شہر منہدم کردیئے۔ اور مکانات اپنے مکینوں سمیت زمین سے مل گئے۔ مزید براں ایک اور رحمت مرزا صاحب کی ہوئی کہ مسلمانوں کے حج بند کروادیئے۔ فرائض اہل اسلام میں بھی دست اندازی کروائی۔ مرزا صاحب کی رحمت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے اور استدراجاً رحمت کی رپر نقطہ ہی پڑتا گیا۔ اور آپکا استدراج ثابت ہوا۔ جیسا کہ مسیلمہ کذاب کا جس نے جھوٹا دعویٰ نبوت کا کیا تھا۔ جیسے لکھا ہے کہ مسیلمہ کے پاس کسی شخص نے اس کے سوال کے جواب میں کہا تھا۔ کہ حضرت محمد ﷺ کے بیشمار معجزات ہیں ادنیٰ ان میں سے یہ ہے کہ:۔ اگر وہ اندھے کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک رکھ کر دعا فرمائیں تو وہ بینا ہوجاتا ہے اگر کسی کڑوے کنوئے میں اپنا لب مبارک ڈال دیں تو فوراً پانی اس کا میٹھا ہوجاتا ہے۔ مسیلمہ کذاب نے

کہا۔ کہ یہ تو کچھ بھی بڑی بات نہیں۔ لاؤ ایسا تو میں بھی کرسکتا ہوں۔ اسی وقت ایک آدمی پیش کیا گیا جس کی ایک آنکھ نہ تھی۔ اس نے اس آنکھ پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ فوراً دوسری آنکھ بھی پھوٹ گئی۔ اسی طرح ایک کڑوے کنویں میں اپنا تھوک ڈالا تو اور بھی سخت کڑوا ہوگیا۔ اس کا نام استدراج ہے۔ ایسے ہی مرزا صاحب کے اور بھی استدراج ہیں۔ جیسے (الف) مرزا صاحب نے دعا کی اور الہام ہوا کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا، بجائے اسکے لڑکی پیدا ہوگئی۔ (ب) پھر کہا کہ لڑکا ضرور ہوگا۔ جس سے قومیں برکت پائیں گی، زمین کے کناروں تک مشہور ہوگا۔ تب لڑکا تو ہوا لیکن ۱۶ ماہ کا ہوکر گمنام اور بے برکت مرگیا۔ اور اپنے باپ ملہم کو کاذب بنا کر الناداغ جگر پر دھر گیا۔ (ج) مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں ہمارے نکاح میں آئیگی باکرہ یا بیوہ ہوکر بھی۔ مگر افسوس ہے کہ وہ بیچاری لڑکی اپنے خاوند کے گھر میں بخوشی وخورمی آباد اور صاحب اولاد ہے۔ مراد پوری نہ ہوئی۔ (و) عبداللہ آتھم پندرہ ماہ کے اندر مرجائیگا۔ مگر وہ زندہ رہا۔ (ہ) مرزا صاحب کا الہام ''میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کیساتھ شہرت دوں گا، تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا''۔ صفحہ ۱۳۴۔ ازالہ۔ برعکس اسکے سخت بے عزتی اور نفرت کے ساتھ دور تک شہرت ہوگئی۔ اور لوگوں کے دلوں میں نہایت شدت کے ساتھ بدرجہ غایت دشمنی اور عداوت پڑگئی، علی ہذا القیاس۔ مرزا صاحب کے اور بھی استدراجات ہیں جس سے آپکا دعویٰ نبوت اور رسالت باطل اور کذب ثابت ہورہا ہے۔

۶۔ ۷۔ میں مرزا صاحب نے اس بات پر زور دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں اور دنیا پر آنے سے روک دیئے گئے مسیح موعود میں ہوں۔ مگر افسوس ہے کہ مرزا صاحب پہلے اس سے اپنی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۹۹ میں اس طرح درفشانی فرماچکے ہیں کہ ''میں نے مثل مسیح ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔ میرا یہ دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل مسیح ہونا میرے ہی پر ختم

ہوگیا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے دس ہزار (۱۰۰۰۰) بھی مثیل مسیح آجائیں۔ بلفظہ صفحہ ۱۹۹۔ ازالہ اوہام۔ اب فرمایئے مرزا صاحب کا کونسا الہام صحیح اور کونسا غلط ہے یا حافظہ نہیں ہے۔ مرزا صاحب کا جواب ہوسکتا ہے کہ ۱۳۰۸ھ میں ہمیں مثیل مسیح کا عہدہ ملا تھا اب ۱۳۱۴ھ چھ سال کے بعد مسیح موعود کا عہدہ مل گیا جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام من کل الوجوہ فوت ہوگئے اور مستقل عہدہ خالی ہوگیا۔ آپکا عہدہ بھی روز بروز بڑھتا ہی گیا اور غایت درجہ کو پہنچ گیا۔ پہلے تو آپ صرف حارث کا شتکار تھے، پھر مجدد ہوئے، پھر مثیل مسیح، پھر مسیح موعود ومہدی مسعود، دونوں خود ہوگئے۔ پھر پیغمبران علیہم السلام بھی آپ بن گئے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ، پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، پھر حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بن گئے۔ پھر ایسی چھلانگ ماری اور ایسے کودے کہ نعوذ باللہ منہا خدا بھی بن گئے۔ ناظرین اور مرزائی اس بات پر ضرور چونکیں گے کہ ہیں!!! خدا کہاں بن گئے؟ البتہ باقی عہدے تو ضرور مرزا صاحب نے الہاموں کے ذریعہ سے حاصل کرکے اختیار کئے ہیں اور اپنی کتابوں میں لکھے ہیں مگر خدا بننا تو کہیں نہیں۔ لیجئے حضرات!! میں مرزا صاحب کا خدا بننا بھی انکی تالیفات وتحریرات سے نکال کر پیش کرتا ہوں۔ وھو ھذا

(الف) غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے۔ اسی سے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ بلفظہ صفحہ ۵۳۳، ازالہ اوہام۔

(ب) اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ بلفظہ اشتہار (لیکھرام کی موت کی نسبت اور آریہ صاحبوں کے خیالات) مورخہ ۱۵، مارچ ۱۸۹۷ء صفحہ ۳، کالم دوم سطر ۲۳، ۲۴۔

ان دونوں تحریرات مرزا صاحب سے یہ ثابت ہے کہ براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے جو مرزا صاحب کی تصنیف ہے اور کلام اللہ قرآن شریف مرزا صاحب کے منہ کی باتیں

ہیں۔ گویا قرآن شریف مرزا صاحب کا کلام ہے جو کلام الٰہی ہے۔ پس اب فرمایئے مرزا صاحب کے نعوذ باللہ خدا ہونے میں کوئی شبہ باقی ہے جو کوئی شخص اپنی تصنیف کو خدا کا کلام کہے اور کلام الٰہی قرآن شریف کو اپنا کلام بتلا دے پھر کسی ادنیٰ سمجھدار کو بھی اس کے خدا ہونے میں کوئی تردد ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

مرزا صاحب کچھ ایسے بے خوف ہیں کہ اندھا دھند جو چاہتے ہیں اور جو جی میں آتا ہے لکھے چلے جاتے ہیں۔ جو کچھ قلم سے نکل جائے بس وہی الہام ہے اور جو کچھ زبان سے نکال دیں وہی قرآنی کلام ہے۔ خدا بھی اس لئے بن گئے ہیں کہ عیسائیوں کے خدا کو مردہ ثابت کر لیا ہے۔ مرزا صاحب پکی کاروائی کرتے ہیں جب تک کسی عہدہ دار کو جان سے مار نہیں ڈالتے تب تک اس عہدہ پر قائم نہیں ہوتے اور نہ اس بات کو منظور کرتے ہیں کہ کسی پنشن خوار یا مستعفی یا رخصتی کا عہدہ اختیار کریں یہ خیال رہتا ہے کہ کہیں واپس آ جائے اور نیچے اترنا پڑے یا برخاست ہونا پڑے جب تک اس کو قبر میں ہی داخل نہ کر لیں تب تک دم نہیں لیتے۔ یہ بھی کسی کا ہی کام ہے۔

ع این کار از آید و مردان چنیں کنند:۔

مرزا صاحب کے دلائل وفات مسیح علیہ السلام میں

مرزا صاحب نے اس کتاب و دیگر تالیفات میں حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات میں حسب ذیل دلائل اور ثبوت بطور دھوکہ تحریر کئے ہیں۔ پہلے ان کے دلائل لکھے جاتے ہیں پھر ان کے جوابات ہونگے۔

اول: مجھ کو خدا نے خبر دی ہے۔ (یاعیسٰی انی متوفیک ورافعک الیٰ) حضرت عیسے مر چکے اب وہ واپس نہیں آئیں گے۔ (انجام آتھم)

دوم: مرہم عیسیٰ یا مرہم حوارئین میں ہے۔ یہ مرہم نہایت مبارک مرہم ہے۔ جو زخموں اور جراحتوں اور نیز زخموں کے نشان معدوم کرنے کے لئے نہایت نافع ہے۔ طبیبوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ مرہم حواریوں نے حضرت عیسیٰ کے لئے تیار کی تھی یعنی جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود علیهم اللعنة کے پنجہ میں گرفتار ہوئے اور صلیب[1] پر چڑھانے کے وقت ان کو خفیف زخم بدن پر لگ گئے تھے اس مرہم کے استعمال کرنے سے بالکل دور ہو گئے اور نشان بھی مٹ گیا تھا۔ ملخصاً بلفظہ حاشیہ متعلق کتاب ست بچن ۱۲۲ مطبوعہ ۱۸۹۵ء مرزا صاحب

سوم: ہمارے متعصب مولوی یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور آسمان پر موجود ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ صلیب پر بھی چڑھائے نہیں گئے بلکہ کوئی اور شخص صلیب پر چڑھایا گیا۔ لیکن ان بیہودہ خیالات کے رد میں ایک اور قوی ثبوت یہ ہے کہ صحیح بخاری کے صفحہ ۳۳۹ میں یہ حدیث موجود ہے۔ لعنت الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبياء هم مساجد۔ یعنی یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنا لیا بلاد شام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی پرستش ہوتی ہے اور مقررہ تاریخوں پر ہزارہا عیسائی سال بسال جمع ہوتے ہیں سو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ در حقیقت وہ قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہی قبر ہے۔ ملخصاً حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۱۶۴ کتاب ست بچن۔

چہارم: اخویم حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب فرماتے ہیں کہ میں قریباً چودہ برس

[1] صلیب بمعنی چیپ، سولی کبھی ممکن نہیں کہ جو شخص سولی پر چڑھایا جائے اور زندہ رہ سکے کیونکہ صلیب کی شکل یہ ہے (+) جب صلیب پر آدمی کو بٹھایا جاتا ہے تو صلیب کی نوک مقعد سے گزر کر تالو میں سے پار ہو جاتی ہے جب یہ حالت ہے تو انسان کا بچنا ہرگز ممکن نہیں۔ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا اور پھر اتار لیا گیا تھا اور خفیف زخم بدن پر لگے تھے بالکل لغو ہے ۱۲ منہ عفی عنہ۔

تک جموں وکشمیر کی ریاست میں نوکر رہا ہوں۔ کشمیر میں ایک مشہور اور معروف قبر ہے جس کو یوز آسف نبی کی قبر کہتے ہیں۔ اس نام پر سرسری نظر کر کے ہر ایک شخص کا ذہن ضرور اس طرف منتقل ہوگا۔ کہ یہ قبر کسی اسرائیلی نبی کی ہے کیونکہ یہ لفظ عبرانی کے مشابہ ہے۔ دراصل یسوع آسف ہے یعنی یسوع غمگین۔ مگر بعض کا بیان ہے کہ دراصل یہ لفظ یسوع صاحب ہے پھر اجنبی زبان میں مستعمل ہو کر یوز آسف بن گیا۔ لیکن میرے نزدیک یسوع آسف اسم بامسمّٰی ہے۔ حضرت مسیح اپنے ملک سے نکل گئے کشمیر میں جا کر وفات پائی اور اب تک ان کی قبر کشمیر میں موجود ہے۔ ہاں! ہم نے کسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت مسیح کی بلاد شام میں قبر ہے مگر اب صحیح تحقیق ہمیں اس بات کے لکھنے کے لئے مجبور کرتی ہے کہ واقعی قبر وہی ہے جو کشمیر میں ہے حضرت مولوی نورالدین صاحب فرماتے ہیں کہ یسوع صاحب کی قبر جو یوز آسف کی قبر کر کے مشہور ہے وہ جامع مسجد سے آتے ہوئے بائیں طرف واقع ہے عین کوچہ میں ہے اس کوچہ کا نام خان یار ہے۔ ملخصاً بلفظہ حاشیہ ۱۶۴ از۔ کتاب ست بچن۔

پنجم: مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ عیسیٰ مرچکے اور اس دنیا سے اٹھائے گئے ہیں پھر دنیا میں نہیں آئیں گے۔ خدا نے حکم موت کا اس پر جاری کیا اور پھر لوٹ کر آنے سے روک دیا اور وہ مسیح میں ہی ہوں۔ بلفظہ صفحہ ۸۰، انجام آتھم۔

ازالہ دلائل مندرجہ بالا

ازالۂ اوّل: اس میں مرزا صاحب نے آیت شریفہ انی متوفیک ورافعک الی الآیۃ میں یقیناً فوت ہوجانا حضرت مسیح علیہ السلام کا ثابت کیا ہے اس آیت شریفہ کا ترجمہ اور معنی جو مرزا صاحب نے یا ان کے بزرگ فاضل حکیم نورالدین صاحب نے کیے ہیں انہیں کو پیش کرتا ہوں۔ جس سے ناظرین کو واضح ہو جائیگا کہ مرزا صاحب کی دلیل کیسی باطل اور ناقابل یقین اور غیر معتبر ہے۔

(الف) مرزا صاحب کے فاضل بزرگ مولوی حکیم نورالدین صاحب کتاب تصدیق براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں اذقال اللّٰہ یا عیسیٰ [1] انی متوفیک ورافعک الیّ.. الآیۃ جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف۔ بلفظہ صفحہ ۸۔ کتاب تصدیق براہین احمدیہ مؤلفہ حکیم صاحب۔

(ب) خود مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ انی متوفیک ورافعک الیّ. میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ بلفظہ صفحہ ۵۱۹، براہین احمدیہ۔

(ج) پھر خود مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا بلفظہ صفحہ ۵۵۷، براہین احمدیہ۔

ناظرین!! مرزا صاحب کے بزرگ فاضل متوفی کے معنی ''لینے والا ہوں'' کرتے ہیں اور خود بدولت ''پوری نعمت دوں گا اور کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا''، لکھتے ہیں فرمایئے کس کے اور کیا معنی صحیح سمجھے جائیں؟ اب یہ مشکل ہے کہ وہ تو مرزا صاحب کے فاضل بزرگ ہیں اور مرزا صاحب خود ملہم اور نبی اور مرسل ہیں بہر حال مرزا صاحب کے ہی معنی کیے ہوئے صحیح سمجھے جائیں گے۔ لیکن ایک اور مشکل پڑ گئی کہ جب براہین احمدیہ میں یہ دو دفعہ ترجمہ لکھا وہ بھی الہام سے اور اب جو لکھا وہ بھی الہام سے، تو کونسا الہام سچا سمجھا جائے اور کونسا جھوٹا، یا تو یہ مشیۃ الہام، پوری نعمت دوں گا یا کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا ان تینوں باتوں میں سے ایک کروں گا، یا تینوں یا اب کا الہام، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی آیت کی سند سے فوت ہو چکے ہیں کس بات کا اعتبار کیا جائے؟

[1] مرزا صاحب کے فاضل بزرگ اور خود مرزا صاحب جو خدا کے درجے پر لوازمہ ممتاز ہیں، قرآن شریف کی رسم الخط سے بھی واقف نہیں عیسیٰ کو یا عیسیٰ لکھتے ہیں۔ افسوس ۱۲ منہ۔

(د) میرے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے وہ سب باتیں کھول دے گا اور علم دین کو بمرتبہ کمال پہنچا دیگا، سو حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں میں جا بیٹھے۔ بلفظہ براہین احمدیہ ۳۶۱۔

اس جگہ مرزا صاحب مانتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں۔

(ہ) ایسے ایسے دکھ اٹھا کر باقرار عیسائیوں کہ مر گیا۔ بلفظہ براہین احمدیہ ص ۳۶۹۔

یہاں پر عیسائیوں کے اقرار کے مطابق مرنا حضرت مسیح علیہ السلام کا لکھا ہے۔ مسلمانوں کا اس میں اقرار یا اعتقاد نہیں۔

(و) مرزا صاحب کا سب سے عمدہ اور مشرح وصریح الہام یہ ہے ھو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کلمه (لفظ کلمہ غلط ہے صحیح کلّہ ہے) یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائیگا۔ بلفظہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸،۴۹۹۔

لیجئے حضرات! مرزا صاحب کے الہامات اس الہام کے نیچے آکر دب گئے اور نہایت بری طرح سے کالعدم ہوگئے اور ساری کاروائی مسیح موعود ہونے کی ملیامیٹ ہوگئی۔ ان کی ہی تحریر اور الہام سے حیات حضرت مسیح علیہ السلام کی واضح طور پر صاف صاف ظاہر ہوگئی اور حضرت مسیح علیہ السلام کا دوبارہ اس دنیا پر تشریف لانا اظہر من الشمس بیان کر دیا۔ جب مرزا صاحب خود اس امر کو تسلیم کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر ہیں اور دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور دین اسلام دنیا میں پھیلا ئینگے تو اب کون سے مرزا صاحب کے خدا کا دوسرا الہام اسکے خلاف میں ہوا ہے جو قابل پذیرائی ہے، اب ان

الہاموں کے تناقض میں امید نہیں کہ کوئی تاویل چل سکے، ہاتھ پاؤں تو ضرور مارینگے خواہ کنارے پر پہنچیں یا بیچ میں ہی رہیں۔ ایسے ہی الہامات ہیں جن پر مرزا صاحب عدم تعمیل کی وجہ سے لوگوں کو مستوجب سزا قرار دیتے ہیں۔

ازالۂ دوم: اس میں مرزا صاحب نے اپنے زعم میں یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر ضرور چڑھائے گئے اور پھر اتار لئے اس حالت میں کہ ابھی زندہ تھے اور زخموں کے واسطے ان کے حواریوں نے مرہم تیار کی جس سے وہ راضی ہوگئے اور کشمیر میں آکر فوت ہوئے مگر اس کے خلاف میں مندرجہ ذیل ثبوت نمبر سوم ایسا متناقض ہے کہ وہ اس بات کو بالکل باطل قرار دے رہا ہے۔ جس کا بیان مفصل آتا ہے۔ فانتظرہ

ناظرین! ذرا مرزا صاحب سے یہ تو دریافت کیجئے گا کہ آپ کی اس مرہم میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو یہود نے سولی پر چڑھا دیا تھا؟ اور پھر جلدی سے اتار لیا تھا اور زخم ان کو لگے تھے ان کے لئے یہ مرہم تیار کی گئی تھی؟ اگر یہ الفاظ یا یہ بات اس مرہم میں لکھی ہوئی نہیں ہے (جو ہرگز نہیں ہے۔) تو پھر آپ یہ حکم کیسے لگا سکتے ہیں کہ ان کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا اور اسی لئے یہ مرہم تیار ہوئی تھی۔

اس مرہم میں لکھا ہے کہ یہ مرہم بارہ اقسام کے امراض کی دافع ہے، کیا حضرت مسیح علیہ السلام کو ان بارہ اقسام کی امراض میں سے کونسی مرض تھی یا بارہ کی بارہ ہی بیماریاں تھیں؟ اگر بفرض محال تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ مرہم حضرت مسیح علیہ السلام کے واسطے ہی تیار کی گئی تھی تو بھی اس سے یہ بات کہاں سے ثابت ہے کہ فی الواقع وہ مرہم صلیب ہی کے زخموں کے واسطے بنائی گئی تھی۔ جب یہ نہیں تو کچھ نہیں پڑتال کتب طب ہی فضول ہوئی۔ اب میں ان امراض کے نام بھی درج کئے دیتا ہوں تا کہ ناظرین کی بھی مرزا صاحب کی صداقت کلام میں امتیاز ہو۔ وھو ھذا۔ اورام حاسیہ (جمع ورم گرم یا سخت) خنازیر (کنٹھ مالا) طواعین

(جمع طاعون) سرطانات (ورم سوداوی) تنقیہ جراحات (زخموں کا تنقیہ) اوساخ (چرک) جہت رویانیدن گوشت تازہ، رفع شقاق وآثار (شگاف پاء) حکہ (خارش جدید) جرب (خارش کہنہ) سعفہ (مرض سرگنج) بواسیر (مشہور) ملاحظہ قرابادین قادری صفحہ ۷۸ مطبوعہ مجمع البحرین، لودیانہ۔

جہاں سے یہ مرہم شروع ہوتی ہے وہ الفاظ یہ ہیں۔ مرہم حوارئین کہ مسمی است بمرہم سلیخا ومرہم رسل نیز وانرا مرہم عیسیٰ نامند۔ پس لفظ رسل سے جو رسول کی جمع ہے، ظاہر ہورہا ہے کہ بہت سے پیغمبروں کا یہ نسخہ ہے اور اس نسخہ کا نام حوارئین، سلیخا، رسل، عیسیٰ چار ہیں۔ پھر اس پر مرزا صاحب کا فتویٰ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیبی زخموں پر ہی قائم ہوسکتا ہے، ممکن ہے کہ ان بارہ بیماریوں میں سے کوئی بیماری حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی ہوئی ہو اور اکثر سفر کرنے سے جیسے کہ ان کی عادت مبارکہ تھی ان کے پاؤں میں شقاق ہوگیا ہو یا کسی قسم کی حکہ (خارش جدید) یا اوساخ (چرک) یا جرب (خارش کہنہ) کی بیماری ہوگئی ہو جس کے لئے یہ مرہم تیار کی گئی ہو۔ ہاں! اگر مرزا صاحب مرہم میں سے یہ الفاظ حضرت مسیح علیہ السلام کو یہود نے صلیب پر چڑھادیا تھا اور پھر جلدی سے اتار لیا تھا، اس وقت ان کو زخم ہوگئے تھے، ان زخموں کے واسطے یہ مرہم تیار کی گئی تھی بلکہ لکھی ہوئی نکال کر دکھلاتے تو شاید کسی کو کچھ کسی قدر تامل کی گنجائش بھی ہوتی۔ مگر افسوس کہ مرزا صاحب ایسے ویسے خیالی اور کمزور استعاروں سے ایسے بڑے اہم امر کو ثابت کرنا چاہتے ہیں جو محض خیال ہی خیال ہے۔ اور پھر یہ کتنی بڑی زبردستی ہے کہ اپنی طرف سے یقین کرکے لکھتے ہیں "یعنی جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود علیہم اللعنۃ کے پنجہ میں گرفتار ہوئے اور صلیب پر چڑھانے کے وقت خفیف زخم بدن پر لگ گئے تھے اس مرہم کے استعمال کرنے سے بالکل دور ہوگئے اور نشان مٹ گئے تھے"۔ یہ انکا اپنا خانگی الہام ہے۔ لیکن کسی طب کی کتاب یا اس مرہم میں

ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے آپکا مدعا ثابت ہوسکے، نرے استعارات ہی استعارات ہیں اور بے سود۔

ازالۂ سوم: اس میں مرزا صاحب اپنے زعم میں ثابت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور فوت ہوگئے اور بلاد شام میں دفن بھی کردیئے گئے اور اس قبر کی پرستش قوم نصاریٰ اب تک سال بسال ایک تاریخ پر جمع ہوکر کرتے ہیں اور حضرت رسول خدا ﷺ سے حدیث بھی نقل کی ہے لعن اللہ کی بجائے لعنت اللہ لکھا ہے کہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت ہے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا پس اس استعارہ سے ثابت ہوگیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے جانے سے فوت ہوگئے اور قبر میں دفن کردیئے گئے۔ اسی قبر کی بلاد شام میں پرستش ہوتی ہے۔

ناظرین!! غور فرمایئے گا، یہاں پر وہ مرہم حوارئین بالکل بیکار ہوگئی۔ اگر حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے جانے سے فوت ہوگئے تو ان کی دلیل نمبر دوم کی مرہم کس لئے تیار ہوئی تھی اور اس کی کیا ضرورت پڑی؟ آپ کی ہر دو دلائل میں اجتماع الضدین وارد ہوگیا ہے جس کی کوئی تاویل گھڑنی پڑے گی۔ اس دلیل کے اثبات میں ایک حدیث بھی نقل کی ہے مگر فرمایئے تو سہی اس حدیث میں یہ بات کہاں لکھی ہے جس سے یہ بات ثابت ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہوگئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوکر قبر میں دفن نہیں ہوئے تو نصاریٰ کس قبر کی پرستش کرتے ہیں؟ کیا خوب! مرزا صاحب خود اپنے کل تصانیف میں لکھ چکے ہیں کہ عیسائی یعنی نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر نہیں بلکہ خدا تصور کرکے پرستش کرتے ہیں لیکن حدیث شریف کی تصدیق کے لئے میں مانتا ہوں کہ یہود اور نصاریٰ اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں جانتے اور پرستش کرتے ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ جس قدر انبیاء گذرے ہیں شاذ و نادر کم ہی ہونگے جن کو یہود اور نصاریٰ بالاتفاق نبی نہ

مانتے ہوں، بلکہ انجیل موجودہ میں جابجا لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں توریت کو پورا کرنے کے واسطے آیا ہوں۔ انہیں دس (۱۰) احکامات کو جو توریت میں ہیں سب کو عیسائی مانتے ہیں اور کل انبیاء جن کا ذکر توریت میں موجود ہے، سب کو اپنا انبیاء جانتے ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوگیا کہ جو انبیاء علیہم السلام یہود کے ہیں وہی انبیاء علیہم السلام نصاریٰ کے ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر یا نبی نہیں مانتے لیکن اس میں کوئی شک وشبہ نہیں رہا کہ جو انبیاء علیہم السلام یہود کے ہیں وہی نصاریٰ کے۔ اسی سے حدیث شریف کی تصدیق ہوگئی۔

مرزا صاحب اس بات پر بھی بہت زور دیتے ہیں کہ ''درحقیقت وہ قبر (بلاد شام میں) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہی قبر ہے''۔ نصاریٰ کا اعتقاد ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام پر چڑھائے گئے اور فوت ہوگئے اور قبر میں دفن کردیے گئے اور تیسرے روز کے بعد زندہ ہوگئے اور قبر سے نکل کر آسمان پر چلے گئے۔ جس قبر میں حضرت مسیح علیہ السلام کو بقول واعتقاد مرزا صاحب ونصاریٰ کے دفن کردیا گیا تھا۔ کیا مرزا صاحب کو اس قبر کے ہونے میں کچھ شبہ ہے۔ اگرچہ مرزا صاحب ونصاریٰ کا اس اعتقاد میں فرق صرف اتنا ہی ہے نصاریٰ کہتے ہیں کہ تیسرے روز کے بعد زندہ ہوکر آسمان پر معہ جسد چلے گئے اور مرزا صاحب کا اعتقاد ہے کہ وہ قبر ہی میں زندہ رہے صرف روح آسمان پر گئی مگر یاد رہے کہ یہ اعتقاد کسی اہل اسلام کا نہیں ہے پس اگر نصاریٰ اس قبر پر اعتقاد یہ چندروزہ کی پرستش کرتے ہوں تو کیا عجب ہے۔ یہ دوسری وجہ صداقت حدیث رسول خدا ﷺ کی ہوئی۔ مرزا صاحب نے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کے لئے خلاف اہل اسلام کے کیا کیا ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور کیا کیا اعتقاد پلٹے ہیں پھر بھی کچھ نہ بن سکا بلکہ الٹی حافظہ کی خرابی اور دماغ کے تخیلات اور وہمات پائے گئے، جیسے آگے آئیگا۔

ازالۂ چہارم: اس میں مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ''اخویم حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب فرماتے ہیں کہ ہم چودہ سال ریاست جموں اور کشمیر میں ملازم رہے۔ یسوع کی قبر کشمیر میں محلّہ خان یار میں معلوم ہوئی اور تحقیق سے معلوم ہوگیا کہ یسوع کی قبر کشمیر ہی میں ہے''۔

حضرات!! اخویم کی نحوی ترکیب پر خیال نہ فرماکر اب ذرا بدل توجہ فرمایئے گا کہ حکیم صاحب کی شہادت مذبذب کے مقابلہ میں وہ حدیث شریف صحیح الاسناد بھی نعوذ باللہ مقابل اعتبار نہیں رہی۔ اے توبہ۔ مرزا صاحب کی چغتائی بہادری نے مرزا صاحب کے دل میں ایسی بے خوفی پیدا کی کہ میاں نورالدین صاحب کی شہادت بے معنی کے مقابلہ میں اپنے استعارات واہیہ سے حدیث شریف حضرت رسول خدا ﷺ کو کیسے ساقط الاعتبار قرار دیا۔ العیاذ باللہ اور کیسے کیسے ڈھکوسلوں سے لفظ اور نام یوز آصف کو یسوع آسف یا یسوع صاحب بنایا گیا ہے۔ کیا ایسی ایسی خیالی باتوں سے آپ یہ ثابت کریں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہی فی الواقع کشمیر میں قبر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ایسے ایسے دھوکے یا ڈھکوسلے اور بھی بنا سکتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر اور قرین قیاس بھی۔ سنئے۔

(الف) کیا وہ لفظ یوز آسف، زوج آصف نہیں بن سکتا؟ ممکن ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر کی عورت کی قبر ہو جس کا نام آصف اور یہ قرین قیاس بھی ہے کیونکہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کشمیر میں تشریف لے گئے اور ان کے وزیر آصف برخیا نامی ساتھ تھے اور یہ بھی کتابوں میں ہے کہ تخت سلیمان علیہ السلام اس وقت تک موجود ہے۔ اغلب ہے کہ وزیر صاحب کی عورت فوت ہوگئی ہو اور زوج آصف سے بگڑ کر یوز آصف یا آسف بن گیا ہو۔

(ب) یا یوز آصف ہو یعنی وزیر آصف نے کوئی یوز یعنی چیتا یا شیر مارا ہو اور اس کی لاش کو

وہاں دفن کر دیا ہو۔

(ج) یا جوس اشعب (لالچی آدمی کا جستجو کرنا) کا نام ہو یعنی کوئی اشعب شخص کسی شے کی تلاش میں آیا اور یہاں آکر مر گیا اور دفن کر دیا گیا ہو۔

(د) یا یئوس عاسف (جو ناقہ ناامید ہو کر دم ہلاتی ہوئی مر جائے) ہو جو ناامیدی کی حالت میں یہاں پر دم ہلاتی ہوئی مر گئی اور دفن کر دی گئی ہو۔

غرض یہ کہ میں کہتا ہوں کہ ایسے ایسے ڈھکوسلے جس کا جی چاہے اور جتنے چاہے بنالے لیکن کیا ان سے کوئی اصلی یا صحیح واقع ثابت ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں!!! مگر یہ کیا بے تکی بات ہے کہ یسوع تو عبرانی لفظ ہو اور آسف اس کے ساتھ عربی کا لفظ لگا دیا جائے۔ اگر مرزا صاحب فرمائیں کہ جب وہ عبرانی ملک سے نکل کر غمگین حالت میں کشمیر میں چلے آئے تو یہاں کشمیریوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو آسف (غمگین) کا خطاب دیدیا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ لفظ عربی کیوں لگایا۔ مناسب تو یہ تھا کہ کشمیری زبان کا لفظ اس کے ساتھ لگایا جاتا۔ مرزا صاحب کا یہ کہنا اور وضعی ڈھکوسلہ بیان کرنا کہ حضرت مسیح علیہ السلام غمگین حالت میں تھے محض غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کبھی غمگین نہیں ہوئے اور نہ ہوتے تھے جیسے کہ اکثر کتب سے یہ بات ان کے خوش وخرم رہنے کی ثابت ہے۔

نقل ہے کہ ایک دن حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں گفتگو ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہتے تھے کہ ہنستا منہ بہتر ہے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کہتے تھے کہ رونے والی آنکھ بہتر ہے۔ آخر دونوں صاحبوں نے فیصلہ اسکا حکم الٰہی پر رکھا۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ہنستے منہ کو دوست رکھتا ہوں کہ میرے فضل وکرم کا امید وار ہے اور رونے والی نگاہ اپنے فعلوں پر نگاہ کرتی ہے پس چاہئے کہ خلق خدا کے ساتھ ہنسی خوشی سے پیش آئے اور درگاہ الٰہی میں تضرع وزاری رہے۔ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے

حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم بہت رویا کرتے ہو۔ ءایست من رحمة الله یعنی آیا تم رحمت الٰہی سے ناامید ہو گئے ہو؟ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم ہمیشہ خوش اور شگفتہ رہتے ہو ءَ اَمِنْتَ مِنْ مَکْرِ اللّٰہِ آیا تم خوف خدا سے ایمن ہو گئے ہو؟ سبحان اللہ کیا خوب سوال وجواب ہیں۔ ملاحظہ صفحہ ۱۸، کتاب مقاصد الصالحین مطبوعہ مطبع نظامی۔

یہاں پر مرزا صاحب نے ایک اور غضب کیا ہے کہ اخویم نور الدین کی شہادت کے مقابلے میں حدیث شریف رسول اکرم ﷺ کو بھی ناقابل اعتبار کر کے پس پشت ڈال دیا اور انکار کر دیا ہے۔ جیسے لکھتے ہیں کہ ”ہاں! ہم نے کسی کتاب میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ حضرت مسیح کی بلاد شام میں قبر ہے مگر اب صحیح تحقیق ہمیں اس بات کے لکھنے کیلئے مجبور کرتی ہے کہ واقعی قبر وہی ہے جو کشمیر میں ہے حضرت مولوی نور الدین صاحب فرماتے ہیں کہ یسوع صاحب کی قبر جو یوز آسف کر کے مشہور ہے وہ جامع مسجد سے آتے ہوئے بائیں طرف واقعہ عین کوچہ میں ہے اس کوچہ کا نام خان یار ہے“۔ مرزا صاحب کا الہامی حافظہ بھی کیا خوب ہے لکھتے ہیں کہ ”ہم نے کسی کتاب میں لکھا ہے کہ بلاد شام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے“۔ حالانکہ اسی کتاب ست بچن کے حاشیہ پر لکھا ہوا موجود ہے اب میں ان معتبر خطوط کی نقل کر دینا ناظرین کے لئے بہ تکذیب دلائل مرزا صاحب بہتر سمجھتا ہوں تا کہ ان کی دلیل کا ازالہ کافی طور پر ہو جائے۔

نقل خطوط روٴسا کشمیر متعلق تحقیقات قبر یوز آصف

جواب[1]: السّلام علیکم مکاتبہ مسرت طراز بخصوص دریافت کردن کیفیت بصلیت مقبرہ یوز آسف مطابق تواریخ کشمیر در کوچہ خان یار حسب تحریر تالیفات جناب مرزا صاحب قادیانی

[1] حاشیہ، جو خط میں نے یہاں سے کشمیر کو بھیجا تھا کہ اس کو بوجہ طوالت کے نقل نہیں کیا گیا۔ منہ عفی عنہ جوابات معرفت خواجہ غلام محی الدین صاحب ملک التجار و میونسپل کمشنر و رئیس اعظم لودیانہ کشمیر سے آئے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

واطلاع آن زمان سعید رسید باعث خوشوقتی شد۔ من مطابق چٹھی مرسولہ آن مشفق چہ از مردم عوام چہ از حالات مندرجہ کشمیر در پے آن رفتہ آنکہ واضح شد اطلاع آن میکنم مقبرہ روضہ بل یعنی کوچہ خان یار بلاشک بوقت آمدن از راہ مسجد جامع بطرف چپ واقع است مگر آن مقبرہ بملاحظہ تاریخ کشمیر نسخہ اصل خواجہ اعظم صاحب دیدہ مرد کہ ہم صاحب کشف وکرامات محقق بوند ''مقبرہ سید نصیر الدین قدس سرّہ میباشد بملاحظہ تاریخ کشمیر معلوم نمیشود کہ آن مقبرہ بمقبرہ یوز آسف مشہور است چنانچہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی تحریر میفر مائیند۔ بلے اینقدر معلوم میشود کہ در مقبرہ حضرت سنگ قبری واقع است آنرا قبر یوز آسف نتوشتہ است بلکہ تحریر فرمودہ اند کہ در محلّہ انزمرہ مقبرہ یوزآصف واقعست مگر آن نام بلفظ سین نیست بلکہ بلفظ صاد است واین محلّہ بوقت آمدن از راہ مسجد جامع طرف راست است طرف چپ نیست درمیان آنزمرہ وروضہ بل یعنی کوچہ خان یار مسافت واقعست بلکہ نالہ مار ہم مابین آنہا مائل است پس فرق بدووجہ معلوم میشود ہم فرق لفظی وہم فرق معنوی فرق لفظی آنکہ یوز آصف بہ صاد است درانزمرہ مدفون نوشتہ اند بلفظ سین آن نیست وتغائر اسم بر تغائر مسمّی دلالت میکند وفرق معنوی آنکہ یوز آسف کہ مرزا صاحب میفر مائیند کہ در کوچہ خان یار واقعست۔ این در محلّہ انزمرہ تغائر مکان بر تغائر مکین دلالت میکند کہ یک شخص دردو جا مدفون بودن ممکن نیست عبارتیکہ در تاریخ خواجہ اعظم صاحب دیدہ مرد ندکور است نیست۔

حضرت سید نصیر الدین خانیاری از سادات عالیشان است درزمرہ مستوری بود بتقریبے ظہور نمود مقبرہ میر قدس سرّہ در محلّہ خان یار مہبط فیوض وانوار است، ودر جوار ایشان سنگ قبرے واقعشدہ درعوام مشہور است کہ آنجا پیغمبرے آسودہ است کہ درزمان سابقہ درکشمیر مبعوث شدہ بود این مکان بمقام آن پیغمبر معروف است در کتابی از تواریخ دیدہ

ام کہ بعد قضیہ دور دراز حکایتے مینویسد کہ یکے از سلاطین زادہائے براہ زہد وتقوٰے آمدہ ریاضت وعبادت بسیار کرد وبرسالت مردم کشمیر مبعوث شدہ ودر کشمیر آمدہ بدعوت خلائق مشغول شد وبعد رحلت در محلّہ انزمرہ آسود ودران کتاب نام آن پیغمبر رایوزآصف نوشت۔ انزمرہ وخان یار متصل واقعست''۔ از ملاحظہ این عبارت صاف عیان است یوزآصف در محلّہ انزمرہ مدفون است درکوچہ خان یار مدفون نیست واین یوزآصف از سلاطین زادہ ہابود و است واین عبارت تواریخ مخالف ومناقض ارادہ حضرت مرزا صاحب است زیرا کہ یسوع خودرا یکے از سلاطین وغیرہ انتساب نکردہ اند۔ فقط زیادہ والسلام

راقم خواجہ سعد الدین عفی عنہ فرزند خواجہ شاہ اللہ مرحوم ومغفور از کوٹھی خواجہ شاہ اللہ۔ غلام حسن از کشمیر ۱۵، ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ۔

جواب دوم: اطلاع باد چوں ارقام کردہ بود کہ در شہر سرینگر در ضلع خان یار پیغمبر آسودہ است معلوم سازند موجب آن خود بذات بابت تحقیق کردن آن در شہر رفتہ ہمیں تحقیق شدہ پیشتر از دوصد سال شاعرے معتبر وصاحب کشف بود واست نام آن خواجہ اعظم دیدہ مری داشتہ یک تاریخ از تصانیف خود نمودہ است کہ درین شہر درین وقت بسیار معتبر است دران ہمیں عبارت تصنیف ساختہ است کہ در ضلع خان یار در محلّہ روضہ بل میگویند کہ پیغمبر آسودہ است یوزآصف نام داشتہ وقبر دوم درآنجا است از اولاد زین العابدین رضی اللہ عنہ سید نصیر الدین خان یاری است وقدم رسول درآنجا ہم موجود است اکنون درانجا بسیار مرجع اہل تشیعہ دارد بہرحال سوائے تاریخ خواجہ اعظم صاحب موصوف دیگر سندے صحیح ندارد والعلم عند اللہ تعالیٰ۔ سید حسن شاہ از کشمیر ۲۲، ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ

حضرات! ان دو معتبر اور ذی عزت رئیسوں کے خطوں سے مرزا صاحب کے دہنے بائیں کے حوالے اور محلّہ خان یار کا حوالہ غلط ثابت ہوا۔ بلکہ صاف ہوگیا کہ ایک قبر

یہاں محلہ انزمرہ میں ہے جو یوز آصف پیغمبر کی (جو اولاد سلاطین میں سے تھے) ہے اور کشمیر ہی کے واسطے مبعوث ہوئے تھے اور تیسرے ایک تاریخ معتبر کی شہادت پیش کرتے ہیں جس کا مصنف بھی صاحب کشف وکرامات تھا۔ جس سے مرزا صاحب کے کل استعارات غلط ہوتے ہیں۔ تاریخ کشمیر کے صفحہ وغیرہ کا حوالہ انہوں نے نہیں دیا ہے۔ جس کو میں پورا کر دیتا ہوں کیوں کہ وہی تاریخ کشمیر میرے سامنے رکھی ہے۔ دیکھو تاریخ کشمیر اعظمی مطبوعہ مطبع محمدی لاہور۔ ۱۳۰۳ھ تصنیف خواجہ سید محمد اعظم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ مؤلفہ ۱۱۴۷ھ صفحہ ۸۲، سطر ۱۸ (اصل خطوط شامل کئے گئے ہیں[1])

یہ تین شہادتیں ایسی مضبوط اور قوی اور ثقہ ہیں، جن پر منصف مزاج آدمی کو فوراً اعتبار کر لینا چاہئے۔ مرزا صاحب جو اپنی تاویلات واستعارات سے یوز آصف کو یسوع صاحب یا یسوع آسف بتاتے ہیں محض غلط بلکہ اغلط ثابت ہوا۔ امید نہیں کہ مرزا صاحب ایسی کافی اور ثقہ شہادت کو قبول کریں کیونکہ اس طرف اخویم نورالدین صاحب کی شہادت ہے جس کے مقابلے میں آپ نے اپنی ہی مسلمہ حدیث شریف صحیح کو غلط ثابت کر کے فوراً انکار کر دیا حالانکہ شریعت میں دو گواہان کے بغیر مقدمہ فیصل نہیں ہو سکتا لیکن مرزا صاحب ہمیشہ ایک ہی گواہ سے کام لیا کرتے ہیں اور اپنے دعویٰ اہم کو ثابت کیا کرتے ہیں اور آیت وحدیث کی پرواہ نہیں کیا کرتے جیسے میاں کریم بخش[2] ایک ناخواندہ کی شہادت پر اپنے آپکو عیسیٰ ثابت کیا تھا تمام آیات واحادیث واجماع امت کو اسکی شہادت کے مقابلہ

[1] یعنی خطوط اصل میرے پاس موجود ہیں۔ ۱۲ منہ

[2] دیکھو صفحہ ۸، ۷، ازالہ اوہام مرزا صاحب ان میں میاں کریم بخش موحد ناخواندہ بقول حضرت شیرازی رع بے علم نتوان خدا را شناخت، یہ بیس اکیس برس گذشتہ زمانہ کا ذکر ایک عام شخص مجبوط الحواس گلاب شاہ کی زبانی روایت کرتا ہے کہ عیسیٰ جوان ہو گیا۔ وہ لودیانہ میں آئیگا اور قرآن کی غلطیاں نکالے گا اور بہت سامان (جاری)

میں بالکل ردی کر دیا۔ اسی طرح مولوی نورالدین صاحب اپنے بڑے حواری کی مذبذب شہادت کے مقابلہ میں اپنی مسلمہ حدیث شریف اور ساری اپنی تحقیقات اور الہامات کو ردی کر دیا حالانکہ مولوی صاحب نے صرف اسقدر کیا تھا کہ ''کشمیر میں ایک قبر مشہور اور معروف ہے جس کو یوز آسف نبی کی قبر کہتے ہیں''۔ اس سے یہ بھی ثابت نہیں کہ مولوی صاحب نے یوز آسف بحرف صاد کہا یا بہ سین کہا مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے یسوع صاحب کا نام نہیں لیا۔ مرزا صاحب نے یہ اپنا ڈھکوسلہ پیش کیا ہے الہام بھی نہیں پھر اس ڈھکوسلے پر کس کو اعتبار ہو سکتا ہے اور اعتبار ہو بھی کیسے؟ کیونکہ مرزا صاحب کو ایک بات پر قرار نہیں۔ جیسے خود لکھتے ہیں۔

(ا) یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن میں گلیل جا کر فوت ہوا، لیکن یہ ہرگز سچ نہیں کہ وہی جسم جو دفن ہو چکا تھا پھر زندہ ہو گیا۔ ص ۴۷۳۔

(ب) یہ تیسری آیت باب الاعمال کی مسیح کی طبعی موت کی نسبت گواہی دے رہی ہے، یہ گلیل میں اس کو پیش آئی۔ ملاحظہ صفحہ ۴۷۳، ۴۷۴، ازالہ اوہام۔

(بقیہ) مرزا صاحب کے مسودہ میں آ چکا تھا مگر اصل بات یاد نہ رہی تب کریم بخش کیا کہتا ہے کہ ''مجھے ایک بات یاد نہیں رہی کہ اس مجذوب نے مجھے صاف صاف بتلا دیا تھا کہ اس عیسیٰ کا نام غلام احمد ہے''۔ اب خیال کرنے کی بات ہے کہ ۳۰، ۳۱ برس کی بات ایک مجذوب شخص کی ایک ناخواندہ نے یاد رکھی اور ایک بڑا طول طویل مضمون عربی فارسی الفاظ کا مرزا صاحب کے پاس لکھوا دیا۔ اگر یہ مضمون خود مرزا صاحب سے اس وقت پوچھا جائے تو وہ بھی ادا نہ کر سکیں اور مجذوب اتنے لمبے قصے لوگوں کو سنایا کرتے ہیں۔ وہ تو ایک آدھ بات منہ سے نکال دیا کرتے ہیں اتنے عرصے کے درمیان کریم بخش مذکور نے کسی اور کے ساتھ بھی اس بات کا تذکرہ کیا تھا یا نہیں اگر کیا تھا تو کس کے ساتھ اور اسکی شہادت کیوں پیش نہیں کی۔ معلوم ہوا کہ میاں کریم بخش اور مرزا صاحب کا ایمان ہے کہ قرآن میں غلطیاں ہیں جن کو مرزا صاحب آجکل نکال رہے ہیں۔ اس کتاب کے ملاحظہ سے معلوم ہوگی۔ منہ ۱۲ علی عنہ

(ج) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بلاد شام میں ہے جس کی پرستش عیسائی لوگ کرتے ہیں۔

ملخصاً صفحہ ۱۶۴ حاشیہ در حاشیہ کتاب ست بچن۔

(د) یسوع صاحب کی قبر کشمیر میں ہے۔ ملخصاً ۱۶۴ حاشیہ کتاب ست بچن۔

اب فرمایئے مرزا صاحب کی کس تحقیق یا کس الہام یا بات پر اعتبار کیا جائے آیا حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر گلیل میں ہے یا بلاد شام میں یا کشمیر میں؟ ممکن ہے کہ مرزا صاحب اسکا جواب استعارہ لگا کر یوں دیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر تو گلیل میں ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بلاد شام میں اور حضرت یسوع علیہ السلام کی قبر کشمیر میں۔ سبحان اللہ مرزا صاحب کی تحقیقات و کشف والہامات پر اعدا قربان۔ یہی باتیں ہیں جن سے عام فہم کا آدمی بھی سن کر ہذیان، مالیخولیا، خبط، مراق میں داخل کرے گا۔ بس یہاں مرزا صاحب کی کل کاروائی نابود اور مردود ہوگئی۔

ازالۂ پنجم: اس امر میں مرزا صاحب نے اپنے الہام قطعی اور یقینی سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے، دوبارہ آنے سے روک دیئے گئے اور آنے والا مسیح میں ہی ہوں یہ مجھے خدا نے خبر دی ہے۔

اس میں ناظرین کو یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آیا مرزا صاحب کا الہام وحی الٰہی ورسول کی طرح قطعی اور یقینی ہے اور اس پر ویسے ہی ایمان لانا چاہیئے جیسے پیغمبران علیہم السلام کے الہام پر؟ نیز مرزا صاحب کا خدائے مُلہم وہی مسلمانوں کا خدا ہے یا کوئی اور؟ اس میں مجھے ان کے ہی الہامات سے کام لینا ہوگا کسی اور کی ثبوت کی ضرورت نہیں۔

پہلا: مرزا صاحب اپنی براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۶ میں انگریزی، عربی، عبرانی زبانوں کے الہامات درج کر کے لکھتے ہیں کہ ان کے معنی مجھے معلوم نہیں ہوئے کوئی انگریزی خوان اس وقت موجود نہیں اس الہام کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا وغیرہ وغیرہ ملخصاً۔ پس اس سے

ثابت ہے کہ مرزا صاحب کا خدا مُلہم ایسا ہے کہ اپنے مُلہَم کو جو الہام کرتا ہے محض فضول اور بے سود کرتا ہے کہ اس کا مطلب یا معنی مُلہِم اور مُلہَم دونوں کو نہیں آتے۔ یہ خوب ہوئی کہ مرزا صاحب کا خدا الہام کرتا ہے مگر اسکے حکم اور کلام کے جو اپنے نبی پر بھیجتا ہے کچھ معنی نہیں ہوتے۔ اور نہ کوئی مترجم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو اسکا ترجمہ بتائے اور نہ اس کا خدا ایسا الہام کرتا ہے کہ مرزا صاحب کی سمجھ میں آئے تاکہ اس کے مطلب سے آگاہ ہو کر تعمیل احکام الٰہی کریں۔ یہ عجیب الہامات ہیں کہ مرزا صاحب جن زبانوں کے سمجھنے سے بالکل نابلد ہیں ان کو القا کئے جاتے ہیں، پھر انکا عجب خدا ہے کہ جو شخص جن زبانوں کو سمجھ نہیں سکتا انہیں زبانوں میں الہام کرتا ہے۔ اس سے مرزا صاحب کے خدا کی بے علمی اور ور جہالت ثابت ہوتی ہے کیونکہ ان کے خدا کو اگر معلوم ہوتا کہ مرزا صاحب انگریزی، عبرانی اور بعض الفاظ عربی نہیں جانتے اور نہ سمجھ سکتے ہیں تو کبھی ان زبانوں میں الہام نہ کرتا، کیا آپ اس بات پر یقین کرلیں گے عبرانی، انگریزی، عربی وغیرہ میں الہامات ہوں جو مرزا صاحب نہ جانتے ہوں اور نہ ان کا مطلب کسی کو سمجھا سکتے ہوں۔ یہی الہامات قطعی اور یقینی ہو سکتے ہیں۔ انہیں سے ان کو مسیح موعود مان لیا جائیگا۔ اس طرح پر کہ مرزا صاحب مُلہَم تو ہیں مگر الہاموں کے معنوں اور مطلبوں سے ناواقف اور ان کے بیان کرنے سے عاری اور جاہل ہیں۔ مجھے یہاں پر ایک مشہور حکایت یاد آگئی ہے جو اس کے مطابق ہے۔ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ وھو ھذا.

اکبر بادشاہ کے وقت میں جب ان کو پیغمبر بننے کی سوجھی اور ابوالفضل اور فیضی ان کے وزراء نے ان کو پیغمبر ثابت کرنا چاہا اور دین الٰہی کو قائم کرنے پر آمادہ ہوئے تو قرآن شریف کی ضرورت ہوئی اور پہلے ہی سے تجویز کر کے ایک نے ان میں سے بادشاہ سے کہا کہ مجھ کو الہام ہوا ہے کہ جیسے حضرت رسول خدا ﷺ اُمّی تھے ایسے ہی آپ ہیں اور آپ

پر بھی قرآن شریف نازل ہوا ہے اور ایک درخت میں ہے بادشاہ سلامت پیغمبری کی دھن میں لگو ہو گئے اور بجمعیت کثیر نہایت تزک واحتشام سے درخت معلومہ میں سے قرآن وضعی نکالا گیا، جو زبان عربی میں تھا، نہایت احتیاط سے وہ قرآن دربار میں لایا گیا ہر ایک شخص اس قرآن کو بوسہ دیتا، زیارت کرتا، مبارک دیتا، ادب سے رکھتا جاتا تھا۔ اتنے میں ابوالحسن معروف بہ ''ملا دو پیازہ'' بھی آ گئے۔ انہوں نے بھی اس قرآن کو دیکھا اور بغیر کسی بوسہ و ادب کے ایسی طرز سے رکھ دیا کہ بادشاہ کو اچھا نہ لگا۔ بادشاہ نے ایسی حرکت کی بابت ملا سے پوچھا کہ کہو کیسا ہے؟ ملا صاحب نے کہا کہ ہاں! خیر اچھا ہے۔ اس پر بادشاہ کو اور بھی شبہ ہوا۔ آخر بادشاہ کے بار بار کے اصرار پر عرض کی کہ قبلہ عالم جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ملک کنعان میں تھے انکی زبان عبرانی تھی اس لئے توریت عبرانی زبان میں نازل ہوئی اور حضرت داؤد علیہ السلام کے ملک کی زبان سُریانی تھی اس لئے زبور سریانی زبان میں نازل ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ملک کی زبان یونانی تھی اس لئے خداوند کریم نے انجیل کو یونانی زبان میں نازل فرمایا اور حضرت رسول اکرم ﷺ ملک عرب میں ہوئے اس لئے خداوند کریم نے قرآن کو زبان عربی میں نازل فرمایا اور یہی سنت اللہ ہے کہ ہر ایک پیغمبر علیہ السلام کو ان کی ہی زبان میں کتاب یا صحیفہ نازل ہوتا رہا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رسولٍ الا بلسان قَوْمِهٖ یعنی ہم نے کسی پیغمبر کو مبعوث نہیں کیا جو اپنی قوم کی زبان نہ جانتا ہو۔ پیغمبر علیہ السلام کی زبان اور اس کی قوم کی بول چال ایک ہو۔ ایسا نہیں ہوتا کہ پیغمبر تو ہندوستان کا ہو اور قوم اسکی عرب کی ہو، میں نہایت تعجب سے سوچ رہا ہوں کہ یہ قرآن عربی زبان میں ہے ہندوستانی میں نہیں، اسے نہ تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں اور نہ آپ کسی کو سمجھا سکتے ہیں۔ ہاں! اگر یہ قرآن ہندوستانی یا اردو میں ہوتا جو قبلہ عالم کی زبان ہے تو البتہ مان لینے کے قابل ہوتا۔ بادشاہ یہ سن کر چپ ہو گیا اور وہ قرآن وضعی گاؤ

خورد ہو گیا پس مرزا صاحب کی بعینہ اکبر بادشاہ کی سی مثال ہے کہ انہوں نے بھی پیغمبری کا دعویٰ کیا اور قرآن ان کا غیر زبان میں اترا جس کے سمجھنے اور سمجھانے میں بالکل لاچار تھے اور مرزا صاحب نے بھی دعویٰ پیغمبری کیا لیکن الہامات آپ پر ایسی عربی، انگریزی زبانوں میں نازل ہوئے کہ جس کے سمجھنے اور سمجھانے اور تعمیل حکم بجالانے میں باقرار خود قاصر اور لاچار رہے۔ پس ایسے مصنوعی قرآن اور مصنوعی الہاموں کا اعتبار مرزا صاحب کے ہی چند مریدوں میں ہوگا اور کسی کو کیوں ہونے لگا ایسے ہی مرزا صاحب کے خدا بھی پتہ نہیں کہ کون ہے کیونکہ وہ خود اپنی کتاب براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں مجھے الہام ہوا ہے کہ ہمارا عاجی ہے (اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے) بلفظہ صفحہ ۵۵۶۔ براہین احمدیہ اصل الہام حاشیہ میں ہے۔

لیجئے مرزا صاحب کو ابھی تک اپنے خدا کا بھی پتہ نہیں کہ کون ہے اے غضب اور افسوس!! جس شخص کو اپنے خدا کا بھی پتہ نہ ہو کہ کون ہے اس کے الہاموں کا کیا پتہ ہو سکتا ہے کہ وہ کیا ہیں پھر وہ قطعی اور یقینی بھی ہیں۔ ناظرین ومرزائی نہایت غور وتوجہ فرمائیں کہ جس ملہم کو اپنے خدائے ملہم کا بھی پتہ نہ ہو کہ وہ کیا اور کون ہے پھر اس کے کسی الہام یا بات پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

ل ہمارا رب عاجی ہے اصل الہام زبان عربی مرزا صاحب کا یہ ہے رب اغفر وارحم من السماء ربنا عاج بلفظہ صفحہ ۵۵۵ براہین احمدیہ۔ معنی اسکے یوں ہیں اے میرے رب میرے گناہ بخش اور آسمان سے رحم کر رب ہمارا عاج ہے۔ مرزا صاحب نے عاج کا ترجمہ عاجی کیا ہے۔ ناظرین پوچھ سکتے ہیں کہ عاج کے معنی عاجی کیونکر ہوئے۔ گویا صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کا خدا عاج ہوا اور عاج کے معنی صفحہ ۵۲، ۵۳ پر درج ہیں یعنی ہاتھی دانت اور گوبر۔ حرف یاء نسبتی مرزا صاحب نے خود اپنی طرف سے لگا دیا اور اس کے معنی ہاتھی دانت کا یا گوبر کا بنا کر اور بھی تشریح کر دی ہے پس بموجب الہام عربی مرزا صاحب کے ان کا (رب عاج) خدا ہاتھی دانت یا گوبر ہے۔ مرزائیوں کو بھی مبارک ہو کہ ان کے پیغمبر کا خدا اور ان کے پیروکاروں کا خدا ہاتھی دانت اور گوبر ہے۔ منہ ۱۲

خیر اب میں ہی مرزا صاحب کے خدا کا پتہ دیتا ہوں جس کی بابت وہ کہتے ہیں کہ ہمارا خدا عاجی ہے (اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے تعجب ہے) کہ مرزا صاحب کیوں کہتے ہیں کہ عاجی کے معنی معلوم نہیں ہوئے کیا ان کے پاس کوئی چھوٹی بڑی لغت کی کتاب نہیں؟ اگر ملہم نے معنی یا مطلب نہیں بتایا تو کوئی کتاب ہی دیکھ لیتے جس سے عاجی کے معنی معلوم ہو جاتے۔ یہاں اگر مرزا صاحب بوجہ قصور حافظہ اور مرزائی یہ کہہ دیں کہ الہامی لفظوں کے معنی اور مطلب جو خدائے ملہم بتائے یا سمجھائے وہی ہو سکتے ہیں، کتاب لغت پر اعتبار نہیں ہو سکتا اور نہ ایسے لفظوں کے لئے کوئی کتاب لغت دیکھنے کا حکم ہے، لیکن ان کا یہ کہنا محض لغو اور باطل ہوگا کیوں کہ مرزا صاحب اپنی کتاب براہین احمدیہ میں اس طرح پر پہلے لکھ چکے ہیں کہ اور یہ الہام اکثر مغلقات امور میں ہوتا ہے کبھی اس میں ایسے الفاظ بھی ہوتے ہیں جن کے معنی لغت کی کتابیں دیکھ کر کرنے پڑتے ہیں۔ بلفظہ صفحہ ۳۲۸۔ براہین احمدیہ۔

مرزا صاحب ہی اس کا جواب دیں گے کہ انہوں نے کیوں عاجی اپنے خدا کے معنی لغت کی کتاب سے نکال کرنہ کئے اور کیوں کہہ دیا کہ اس کے معنی اب تک معلوم نہیں ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سچا الہام آپ کی قلم سے نکل گیا، جب بعد میں اس کے معنوں پر علم ہوا کہ اور مخالف معلوم ہوئے تو لکھ دیا کہ اس کے معنی معلوم نہیں ہوئے مگر خداوند کریم کی حکمت ہے کہ مرزا صاحب کے ہی منہ اور قلم سے سچی بات نکل گئی۔ لیجئے میں دو معتبر کتب لغت سے لفظ عاجی مرزا صاحب کے خدا کے معنی تحریر کر کے پیش کرتا ہوں جس سے معلوم ہو جائیگا کہ مرزا صاحب کا خدا کیا اور کون ہے۔ لفظ عاجی میں اصل لفظ عاج[1] ہے اور حرف ی اس کے ساتھ نسبتی ہے لفظ عاج کے معنی یہ ہیں۔

[1] اصل الہام کی عبارت پچھلے صفحے میں گزر چکی ہے یا نسبتی مرزا صاحب نے الہام میں اپنی طرف سے لگائی ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

(الف) استخوان فیل، فاقہ کہ جائے خواب او نرم باشد، سرگین، کلمہ کہ بدان شتر رانند، راہ بُر محشی، منتخب اللغات صفحہ ۳۰۲ بلفظہ۔

(ب) عَاجِ مَبْنِيَّةٌ بِالْكَسْرِ زَجْرٌ لِلنَّاقَةِ وَالْعَاجُ الزَّبْلُ وَالنَّاقَةُ اللَّيِّنَةُ الاعطافِ وَعَظْمُ الفِيْلِ. قاموس ربع اول صفحہ ۱۲۷ سطر ۱۳ کالم ۲۔ وَعَاجٌ مُمْتَلِئٌ قاموس ربع اول صفحہ ۳۲۶ سطر ۱۰ کالم ۱۔

(ج) واما العاج الذی ھو عظم الفیل فنجس عند الشافعی۔

(د) قلبین من عاج ھو ھنا الزبل او ظھر السلحفاۃ والعاج الذی یعرفہ العامۃ عظم انیاب الفیل. بلفظہ صفحہ ۳۲۶ کتاب لغت احادیث مجمع بحار الانوار سطر ۱۵، ۱۶۔

پس لفظ عاجی کے معنی ہاتھی کے دانت کا یا والا، اونٹنی نرم جگہ پر سوئی ہوئی کا یا والا، گوبر کا یا والا، راہزن والا تتر ہوا یا تتر ہوئے کا یا والا، پس بقول مرزا صاحب ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کا خدا عاجی ہاتھی دانت کا یا گوبر کا ہے۔ یا مرزا صاحب جو ان معتبر کتابوں کے معنی کئے ہوئے ہیں کسی ایک کو مان لیں۔ خواہ کوئی بھی ہو، جب ان کے ہی خاص قطعی اور یقینی الہام سے انکا خدا ملہم عاجی، ہاتھی کے دانت کا یا ہاتھی کے دانت والا، یا گوبر کا ہے، تو پھر علماء و فضلاء و مشائخ صلحاء اہل اسلام مباہلہ کیلئے کیوں کشمکش ہو رہے ہیں جتنی کارروائی مرزا صاحب کی اب تک ہوئی ہے سب خاک میں مل گئی اور ملیا میٹ ہوگئی۔ میرے خیال ناقص میں ہے کہ یہ صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ کا کسی کے زیر نظر یا مطالعہ میں نہیں آیا۔ ورنہ پہلے ہی سے یہ سب جھگڑے بکھیڑے ختم ہو جاتے۔ مگر اتفاق ہے کہ ایسا

[1] کسی ایک کو یا یعنی بطریق اجوف تو صاف بیان ہو چکا ہے اگر بطریق ناقص بھی مرزا صاحب لفظ عاجی یا عاج کا کچھ بنانا چاہیں تو بھی انکے خدا کی کوئی اچھی ترکیب یا توصیف نہیں نکلتی اور نہ کوئی خدا کے اسماء میں سے نہ صفات میں سے کچھ بن سکتا ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

نہ ہوا۔ جب مرزا صاحب کا خدا ملہم عاجی ہے جس کے معنی واضح ہو چکے ہیں تب مرزا صاحب کے الہامات مندرجہ ذیل کے معنی کیا ہوئے اور کیا سمجھے جائیں گے۔

۱۔ جس نے میری بیعت کی اس کے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ۔ صفحہ ۸۰ انجام آتھم

۲۔ مجھ کو دونوں جہانوں کی رحمت کے واسطے بھیجا۔ صفحہ ۷۸ انجام آتھم

۳۔ خدا نے میرا نام مسیح ابن مریم رکھا۔ صفحہ ۵۵ انجام آتھم

۴۔ عیسیٰ مر چکے، عیسیٰ میں ہوں۔ صفحہ ۱۸۰ انجام آتھم

۵۔ خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا۔ صفحہ ۱۲۲ انجام آتھم

ان الہاموں میں سے صاف ہے کہ مرزا صاحب کی جس نے بیعت کی اس کا ہاتھ ہاتھی کے دانت والے یا گوبر والے کے ہاتھ پر ہوا۔ گوبر والے نے دونوں جہان کی رحمت کے واسطے مرزا صاحب کو بھیجا۔ جو اظہر من الشمس ہے، جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ یہ بھی ضرور ہے کہ آپ کے خدا عاجی نے آپکا نام عیسیٰ بھی رکھ دیا ہوگا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا بلکہ نہایت ہی قرین قیاس اور یقینی امر ہے کہ خدا عاجی گوبر کا ہے تو اس کا عیسیٰ بھی نفاست میں اس سے بڑھ چڑھ کر ہونا چاہیے، سو میں اس عیسیٰ کو جس کی تعریف مرزا صاحب نے خود کر کے اپنے پر منطبق کیا ہے ناظرین کے ملاحظہ کیلئے ضبط تحریر میں لاتا ہوں اور نہایت ہی خوش ہوں کہ مرزا صاحب اعلیٰ درجہ کے منصف مزاج ہیں لکھتے ہیں کہ ”مجھے سخت تعجب ہے کہ ہمارے علماء عیسیٰ کے لفظ پر کیوں چڑتے ہیں۔ اسلام کی کتابوں میں تو ایسی چیزوں کا بھی عیسیٰ نام ہے جو سخت مکروہ ہیں چنانچہ برہان قاطع میں حرف عین میں لکھا ہے کہ عیسیٰ دھقان کنایہ شراب انگوری سے ہے۔ عیسیٰ نوماہہ اس خوشہ انگور کا نام ہے جس سے شراب بنایا جاتا ہے اور شراب انگوری کو بھی عیسیٰ نوماہہ کہتے ہیں۔ اب غضب کی بات ہے کہ مولوی لوگ شراب کا نام تو عیسیٰ رکھیں اور تالیفات میں بھی اس کا ذکر کریں اور ایک پلید چیز کی ایک

پاک کے ساتھ مشارکت کریں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ عیسیٰ کے نام سے موسوم کرے وہ ان کی نظر میں کافر ہو۔ بلفظہ صفحہ ۲۰ سطر ۱۰ کتاب نشان آسمانی تصنیف مرزا صاحب۔

اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ خدا عاجی ایک پلید اور خبیث چیز گوبر ہے تو اس کا عیسیٰ شراب جو ام الخبائث ہے درست اور بجا ہے یعنی خدائے ملہم گوبر اور عیسیٰ ملہم شراب کیا عمدہ مماثلت ہوئی ع وزیرے چنیں شہریارے چناں۔ ان تحریروں پر تو میں مرزا صاحب سے بالکل اتفاق کر کے صاد کرتا ہوں اور ان کے انصاف اور راستبازی کی داد دیتا ہوں اور یہاں علماء سے مجھے کلام ہے کیونکہ جب مرزا صاحب اپنے خدا کا نام عاجی، گوبر لکھتے ہیں اور اپنے آپ کو عیسیٰ نوماہ یا عیسیٰ دھقان تحریر کرتے ہیں جو شراب انگوری ہے تو پھر ان کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں اور اسے عیسیٰ کہلانے میں کیوں ناحق چڑتے ہیں۔ یہ بیشک ان کی زبردستی ہے۔ اس کے پیچھے پڑنے اور چڑنے کی وجہ بتلانے میں مجھے اس لئے کسی قدر تامل ہے کہ مرزا صاحب نے کوئی خاص اشتہار جلی قلم کا انعامی یا سزائی نہیں دیا کہ ہمارا خدا عاجی (ہاتھی کے دانت کا، یا گوبر کا ہے) اور میں عیسیٰ دھقان یا عیسیٰ نوماہ شراب انگوری ہوں۔ جس سے علماء مخالفین کو خبر ہو جاتی اور مخالفت سے ان کا منہ بند ہو جاتا البتہ مرزا صاحب کا یہاں جواب یہ ہوسکتا ہے کہ جب ہم نے کتابوں رسالوں میں لکھ دیا اور کتابیں ہر جگہ موجود ہیں تو پھر ضرورت کسی اشتہار کی نہیں تھی یہ صحیح ہے لیکن اگر اشتہار انعامی یا مباہلی بھی بطور تبلیغ شائع فرماتے اور مخالفین کو پہلے ہی سے یہ عقیدہ آپکا معلوم ہو جاتا تو خواہ مخواہ بے سود علمی بحثیں کر کے تضیع اوقات نہ کرتے اب میں نہایت ادب سے بخدمت شریف علماء و فضلاء، اہل اسلام و دیگر طلباء ہدایت غیر اسلام عرض کرتا ہوں کہ خدا کے لئے اب تو مرزا صاحب کا پیچھا چھوڑ دیں (جبکہ انہوں نے سچ سچ کہہ دیا ہے کہ ہمارا خدا عاجی (ہاتھی دانت کا، یا گوبر کا) ہے اور میں عیسیٰ دھقان یا عیسیٰ نوماہ (شراب انگوری ہوں) تو پھر ہرگز نہ چڑیں

اور نہ برا منائیں۔ اب صاف ہوگیا ہے کہ انکا خدا گوبر اور عیسیٰ شراب انگوری، اس کی ربا کیش کادیان (حرص والی) انکی الہامی کتاب انجیل انجام آتھم معہ ضمیمہ ہے مرزا صاحب اور مرزائیوں کو مبارک ہو۔)

۸اور ۹ میں مرزا صاحب کا وہی دعوی پیغمبری ہے یہانتک کہ جب موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں تو اب آپ بھی کلیم اللہ ہیں شاید کوہ طور کی بجائے آپ کا پڑادہ کہنہ کا کوئی ٹیلا ہو۔

۱۰۔ اس میں مرزا صاحب کو معراج جسمانی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے انکار ہے اور یہ کاسہ لیسی کسی ریفارمر صاحب بہادر کی ہے جو تمام اہل اسلام کی مخالفت میں آیات اور احادیث متواترہ و اقوال جمہور علماء محکاثرہ کا صریح انکار کردیا ہے۔ اور یہاں پر ایک اور غضب کیا ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی سخت توہین کی ہے۔ حضور ﷺ کے جسم اطہر مظہر نور الانوار کو تو بہ نعوذ باللہ منہا کثیف (جو ضد ہے لطیف کی) لکھدیا ہے، جیسے لکھتے ہیں۔ اگر اس جگہ کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات سے ہے تو پھر آنحضرت ﷺ کا معراج جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ بلفظہ حاشیہ صفحہ ۴۷۔ ازالہ اوہام، حالانکہ اپنی کتاب الہامی براہین احمدیہ میں آنحضرت ﷺ کی نسبت لکھتے ہیں یعنی جبکہ وجود مبارک حضرت خادم الانبیاء ﷺ میں کئی نور جمع تھے سوان نوروں پر ایک اور نور آسمانی جو وحی الٰہی سے وارد ہوگیا اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود باوجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔ بلفظہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۰۔

خیال فرمایئے! کہاں حضرت احمد مصطفیٰ ﷺ کا جسم مبارک مجمع الانوار تھا اور کہاں مرزا صاحب کی تقریظ کہ اس جسم مبارک کو کثیف لکھدیا خدا پناہ میں رکھے ایسے مردود اعتقاد سے۔ آمین ثم آمین۔ اہل اسلام اور اہل سنت والجماعت کے عقائد میں ہے کہ اگر کوئی شخص

توہینا کسی نبی علیہ السلام کے میلے کپڑے کو میلا کہے گا تو کافر ہوجائیگا چہ جائیکہ حضرت ﷺ کے جسم اطہر نور الانوار کو (یری من خلفه کمایری من قبله جو آگے پیچھے سے برابر دیکھتے تھے اور مگس تک جسم مبارک پر نہیں بیٹھتی تھی اور اسی لئے سایہ بھی آنحضرت ﷺ کا نہیں تھا) جسم کثیف لکھدیا۔

میں مرزا صاحب کا ہی اعتقاد پیش کرتا ہوں کہ جو شخص حضرت ﷺ کے جسم مبارک کو کثیف کہے وہ کون ہے۔ وھو ھذا۔

نور شان یک عالمے را در گرفت
تو ہنوز اے کور در شور و شرے
لعل تابان را اگر کوئی کثیف
ترین چہ کا ہد قدر روشن جوہرے
طعنہ برپا کان نہ برپا کان بود
خود کنی ثابت کہ ہستی فاجرے

(بلفظہ دیباچہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۵۔ سطر ۹۔)

لیجئے یہاں اپنی ہی مثبتہ اور مسلمہ دلیل سے مرزا صاحب جو پیغمبری اور خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں حضرت رسول اکرم ﷺ کے جسم مبارک مجمع الانوار کو کثیف کہہ کر خود فاجر ثابت ہوگئے اب وہی کسی بزرگ کا قول بھی مرزا صاحب پر ثابت ہوگیا۔

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنہ پاکان برد

کیا خوب[1] مرزا صاحب کے شعر کے مطابق ہی کسی[2] بزرگ کا قول بھی منطبق ہوگیا پس

[1] مرزا صاحب نے حضرت ﷺ کی تعریف میں پہلے یہ لکھا تھا کہ جب خود پیغمبر ہے تو جسم اطہر کو کثیف لکھدیا۔

[2] حضرت مولانا ابوالفضل کمال مولانا روم علیہ الرحمۃ ۱۲ منہ۔

مرزا صاحب کی پردہ دری عنقریب ہے اور رفتہ رفتہ ہو رہی ہے آخر موقع بھی جو علی الاعلان پردہ دری کا ہونے والا ہے اب بہت ہی قریب معلوم ہوتا ہے۔ العیاذ باللہ

اللہ تعالیٰ اپنے قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ واذکر فی الکتاب ادریس انه کان صدیقا نبیا۔ ورفعنه مکانا علیا۔ (سورہ مریم) یعنی یاد کرو (اے رسول خدا ﷺ) حضرت ادریس علیہ السلام کا حال تحقیق تھا وہ سچا نبی اٹھا لیا ہم نے اس کو مکان عالی پر۔ تمام تفاسیر اور کتب اہل اسلام میں یہی معنی اور یہی اعتقاد ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام یا الیاس علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھا لئے گئے اور اسی جسم عنصری کے ساتھ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا قتلوہ یقینا بَلْ رفعه الله الیه وہی رفع کا یہاں بھی ہے یہاں پر صرف حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ کا ایک قول کتاب فصوص الحکم سے نقل کرتا ہوں۔ جن کی سندیں مرزا صاحب بھی اپنے ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ’’الیاس حضرت ادریس علیہ السلام ہی ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام نبی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو مکان عالی پر اٹھا لیا۔ پس وہ قلب الافلاک یعنی فلک الشمس میں رہتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ شہر بعلبک کی طرف ان کو مبعوث فرمایا‘‘۔ کیا اب بھی آپ کو حضرت رسول خدا ﷺ کا جسمی معراج شریف محالات سے معلوم ہوتا ہے؟ کیا خداوند کریم کو آپ قادر نہیں سمجھتے۔ کیا مرزا صاحب کے فلسفہ توڑنے کی قدرت اللہ تبارک وتعالیٰ میں نہیں۔ ہاں البتہ ان کے خدا جی میں ضرور قدرت نہیں ہے اس لئے اپنے فلسفی ڈھکوسلے آیات واحادیث اجماع امت کے مقابلہ میں بڑے زور سے بترجیح پیش کیا کرتے ہیں جو نہایت بودے اور ناقابل لحاظ ہے۔

۱۱۔ یہ دعویٰ عربی دانی کا بھی محض غلط ہے کیونکہ مرزا صاحب سے بڑے بڑے فاضل عربی اس وقت پنجاب وہندوستان میں موجود ہیں جن کی عربی دانی مسلمہ ہے۔

۱۲۔ آسمان پھاڑ کر مسیح علیہ السلام کا آنا۔ مرزا صاحب کی طرف سے تمسخر اور استہزا ہے۔ اور یہی استہزا حضرت رسول خدا ﷺ کے معراج شریف جسمانی میں ہے کہ وہ آسمان پھاڑ کر تشریف لے گئے اور واپس تشریف لائے۔ آپ نے بھی آریوں سے لڑتے جھگڑتے یہ عقیدہ حاصل کر لیا کہ خداوند تعالیٰ قادر مطلق نہیں جو کسی کو آسمان پر زندہ بجسد عنصری لیجا سکے۔

۱۳۔ مرزا صاحب میں تو خدا کی روح باتیں کرتی ہے اور دیگر آپ کے حواریوں میں نعوذ باللہ کسی معلم الملکوت کی روح باتیں کرتی ہے۔

۱۴۔ ہاں بیشک مرزا صاحب پر جھوٹے الہامات کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔

۱۵۔ مرزا صاحب نے مولوی صاحبان کی طرف قلم اٹھایا مگر دس مولوی صاحبان کے نام درج کئے، اور بعض مولوی صاحبان اہل حدیث جو آپ کے جانی دوست تھے۔ وہ ایسے ایسے خلاف شرع دعویٰ نبوت سے جانی دشمن بن گئے۔

۱۶۔ حکیم نور الدین صاحب مرزا صاحب کے فاضل بزرگ ہیں، تو کیا سبب وہ بھی مرزا صاحب کے برابر کلام فصیح نہیں لکھ سکتے ہیں؟ جیسے کہ ان کا دعویٰ نمبر ۱۱ میں گزر چکا ہے۔ اگر حکیم صاحب مرزا صاحب کے برابر کلام فصیح لکھ سکتے ہیں۔؟ تو مرزا صاحب کے فاضل بزرگ نہیں، ایک نہ ایک بات تو ضرور غلط ہوگی کیونکہ اجتماع الضدین محال ہے اور یہ اعتقاد بھی عجیب ہے کہ حکیم صاحب تو فاضل بزرگ اور دیگر تمام علماء وفضلاء ہندوستان اور پنجاب کے ہیچ اور پوچ ہوں!!

۱۷۔ یہ بھی ہرگز صحیح نہیں۔ اگر مرزا صاحب کی ایسی دعا ہوتی جو بجلی کی طرح کوندتی ہے تو مسٹر عبداللہ آتھم کے واسطے ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کو رخصت لے کر نہ چلی جاتی اور نہ آپ کو وقت پر دھوکہ دیتی اور آپ کے معہ اہل بیت پر حواریین کی تضرع وزاری کے وقت پر آموجود ہوتی

افسوس ایسی دعا بجلی کی طرح ہو اور قادیان سے امرتسر تک بھی پہنچ نہ سکی۔ اگر یہ دعا آپ کی پاس ہوتی تو ایک بھی مولوی زندہ نہ رہتا اور ایک بھی پادری دنیا پر نہ رہتا اور آپ کی عیسویت نمایاں طور پر ہوتی اور ایک بھی آریہ صفحۂ ہستی پر نہ رہتا اور لیکھرام کو کئی سال تک فرشتے تلاش کرتے نہ پھرتے اور آپ کے قادیان کے رہنے والے سب کے سب غارت ہو جاتے حتیٰ کہ آپ کو طلاق اور عاق کرنے کی بھی نوبت نہ پہنچتی۔ یہی دعا ہے جس کا آپ فخر کرتے ہیں جو مینڈک کی طرح نہ کودی، جب کبھی آپ نے دعا کی تو یہ کہ فلاں پادری پندرہ ماہ کے اندر مریگا، فلاں مولوی ایک سال تک مرے گا، فلاں آریہ چھ سال میں مرے گا، جو کوئی میرے ساتھ مباہلہ کرے ایک سال میں مر جائیگا۔ نہایت ہی افسوس ہے کہ کبھی آپ نے یہ دعا نہ کی کہ میرے قادیاں کے رہنے والے سیدھے ہو جائیں! کبھی یہ دعا نہ کی کہ پادری اور آریہ مسلمان ہو جائیں، کبھی یہ دعا نہ کی کہ میرے مخالف مولوی و دیگر اہل اسلام میرے دوست ہو جائیں ایسی دعا اگر ریل کی طرح نہ سہی کسی لنگڑے گھوڑے ٹٹو کی طرح چلتی تو بھی منزل مقصود تک پہنچ جاتی، مگر مرزا صاحب نے کچھ نہ کیا کیا تو یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر زور دے کر خود ان کی جگہ ہونے کا دعویٰ علی الاعلان کر دیا، یہاں مجھے ایک حکایت بطور لطیفہ یاد آ گئی ہے۔

لطیفہ مرزا صاحب نے سرسید احمد خان صاحب بہادر کے پیرو سے کہا کہ انہوں نے مسلمانوں کا کیا بنا دیا، کون سی بڑی بات کر کے دکھلائی، کونسی نئی ریفارمری کی۔ اس پیرو نے کہا کہ سرسید صاحب نے بہت ہی بڑا کام کیا ہے، وہ یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا فوت ہو جانا ثابت کر دیا، جس سے آپ کو اپنے مسیح موعود ہونے کا موقعہ ہاتھ آ گیا۔

الحمد للہ کہ خلاصہ معہ مختصر جوابات رسالہ انجام آتھم ختم ہوا۔ اس کے بعد مرزا صاحب نے انجام آتھم کا ضمیمہ بھی چھپوایا۔ اس کو بھی دیکھا گیا ضرور ہوا کہ اس کا بھی خلاصہ ہدیۂ ناظرین کیا جائے جس سے مرزا صاحب کی بہادری اور بھی بڑھ چڑھ کر معلوم ہوگی۔

پنجم خلاصہ مختصر ضمیمہ انجام آتھم

۱۔ یہودی صفت مولوی ان (عیسائیوں) کے ساتھ ہو گئے۔ صفحہ ۲۔

۲۔ مگر شاید بد ذات مولوی منہ سے اقرار نہ کریں۔ صفحہ ۶۔

۳۔ یہ تو وہی بات ہوئی جیسا کہ کسی شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی۔ ملخط حاشیہ صفحہ ۵۔

۴۔ آپ (حضرت مسیح علیہ السلام) کے ہاتھ میں سوائے مکر اور فریب کے کچھ نہیں تھا، پھر افسوس کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے وجود سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا، آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر ناپاک ہاتھ لگا دے اور زنا کاری کا پلید عطر اس کے سر پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔ صفحہ ۷۔

۵۔ مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدائے تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔ صفحہ ۹، سطر ۱۲۔ ملخط

۶۔ اے مردار خوار مولویو اور گندی روحو!! اے ایمان اور انصاف سے دور بھاگنے والو تم جھوٹ مت بولو اور وہ نجاست نہ کھاؤ، جو عیسائیوں نے کھائی ہے۔ بے ایمان اور اندھے مولوی۔ ملخصا صفحہ ۲۱، ۲۲۔

۷۔ شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطوسی اپنی کتاب جواہر الاسرار جو ۸۴۰ھ میں تالیف ہوئی تھی مہدی موعود کے بارہ میں مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں در اربعین آمدہ است کہ خروج مہدی

۱؎ روبی فارسی ۱۲

از قریہ کدعہ باشد۔قال النبی ﷺ یخرج المھدی من قریۃ یقال لھا کدعہ یصدقہ اللہ تعالیٰ ویجمع أصحابہ من اقصی البلاد علی عدۃ اھل بدر بثلاث مایۃ وثلاثۃ عشر رجلا ومعہ صحیفۃ مختومۃ (ای مطبوعۃ) فیھا عدد اصحابہ باسمائھم وبلادھم وخلالھم. یعنی مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے (یہ نام دراصل قادیاں کے نام کو معرب کیا ہوا ہے) پھر فرمایا کہ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا اور دور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا جس کا شمار اہل بدر کے شمار سے برابر ہوگا یعنی تین سو تیرہ (۳۱۳) ہونگے اور ان کے نام بقید مسکن وخصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہونگے۔اب ظاہر ہے کہ کسی شخص کو پہلے اس سے یہ اتفاق نہیں ہوا کہ وہ مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرے اس کے پاس چھپی ہوئی کتاب ہو، جس میں اس کے دوستوں کے نام درج ہوں لیکن میں پہلے اس سے بھی آئینہ کمالات اسلام میں تین سو (۳۰۰) نام درج کر چکا ہوں اب دوبارہ اتمام حجت کیلئے تین سو (۳۱۳) تیرہ نام ذیل میں درج کرتا ہوں تا ہر ایک منصف سمجھ لے کہ یہ پیشین گوئی بھی میرے ہی حق میں پوری ہوئی۔صفحہ ۴۰،۴۱،۴۲ انجام۔

خلاصہ مختصر ضمیمہ ختم ہوا۔

جواب مختصر شروع زیب قلم ہوا

حضرات ناظرین! مرزا صاحب نے ضمیمہ الہامی میں پہلے تو مولوی صاحبان پر اس طرح کی گالیوں کی شلک کی ہے۔یہودی، بدذات، مردار خور، گندی روح، بے ایمان، اندھے، کتے وغیرہ بعد اس کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سخت زبان درازی کی۔نعوذ باللہ منہ جس کے نقل کرنے سے نہایت خوف آتا ہے اور رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے نقل کرنے پر بھی خداوند کریم اخذ کرے۔لیکن مرزا صاحب کے ایمان پر نہایت تعجب ہے کہ باوجود ایسی گندی گالیوں اور توہین کے (جو ایسے اولوالعزم پیغمبر علیہ السلام کی

شان میں کی گئی ہے) پھر بھی ایمان میں روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ خدائی کے درجے تک پہنچ گئے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہی ذات خاص تک نہیں بلکہ ان کی دادیوں اور نانیوں کو بھی نہیں چھوڑا۔افسوس۔

لکھتے ہیں کہ ایک زناکار کنجری نے آپ کے سر پر ناپاک اور حرام کی کمائی کا عطر ملا اور نہوں نے اس کو بغل میں لیا وغیرہ وغیرہ۔کیوں صاحبو! آپ نے ایسے ایسے الزامات والہامات سب وشتم کہیں اہل اسلام کی عقائد کی کتابوں میں دیکھے یا سنے ہیں؟ العیاذ باللہ اہل اسلام میں کوئی بھی ایسا نہیں جو ایسے عقائد والے کو کافر نہ کہے بلکہ جس کے عقائد میں توہین انبیاء جائز اور سخت گندی گالیاں نکالنا درست ہو وہ کافر نہیں بلکہ اکفر ہے۔یہی علم کلام اور کتب عقائد میں درج ہے۔

مرزا صاحب نے جو ایک کنجری کو بغل میں رکھنا اور سر پر حرام کا عطر ملوانا لکھا ہے۔اس کا قصہ انجیل میں یوں لکھا ہے۔جس کو مرزا صاحب نے کس قدر محرف کیا ہے۔ وھو ھذا۔اس شہر میں ایک عورت گنہگار تھی جب جانا کہ وہ فریسی کے گھر کھانے بیٹھا ہے سنگ مرمر کے عطردان میں عطر لائی اور وہ نیچے پاؤں کے کھڑی تھی اور رو رو کر آنسوؤں سے اس کے پاؤں دھونے لگی اور اپنے سر کے بالوں سے پونچھ کر اس کے پاؤں کو شوق سے چوما اور عطر ملا اور اس فریسی نے جس نے اس کی دعوت کی تھی یہ دیکھ کر دل میں کہا کہ اگر یہ نبی ہوتا تو جانتا کہ یہ عورت جو اس کو چھوتی ہے کون ہے؟ اور کیسی ہے کیونکہ گنہگار ہے۔یسوع نے اسے جواب میں کہا کہ اے شمعون میں تجھے کچھ کہنا چاہتا ہوں، اس نے کہا کہ اے استاد! کہہ ایک شخص کے دو قرضدار تھے، ایک پانسو دینار کا، دوسرا پچاس کا، پر جب ان کو ادا کرنے کا مقدور نہ تھا دونوں کو بخش دیا۔سو کہہ ان میں سے کونسا اس کو زیادہ پیار کرے گا۔شمعون نے جواب میں کہا، میری دانست میں وہ جسے اس نے زیادہ بخشا، تب اس نے اسے کہا کہ

تو نے ٹھیک فیصلہ کیا اور اس عورت کی طرف متوجہ ہو کہ شمعون سے کہا کہ تو اس عورت کو دیکھتا ہے؟ میں تیرے گھر آیا تو نے مجھے پاؤں دھونے کو پانی نہ دیا، پر اس نے میرے پاؤں آنسوؤں سے دھوئے اور اپنے سر کے بالوں سے پونچھے، تو نے مجھ کو نہ چوما پر اس نے جب سے میں آیا میرے پاؤں کو شوق سے چومنا نہ چھوڑا۔ تو نے میرے سر پر تیل نہ ملا پر اس نے میرے پاؤں پر عطر ملا۔ اس عورت سے کہا تیرے گناہ معاف ہوئے۔ ملاحظہ لوقا باب ۷، آیات ابتداء ۳۷ الغایت ۴۹۔

دیکھئے مرزا صاحب نے کتنا بڑا اندھیر اور کذب کا استعمال کیا ہے، ایک ذرہ بھر بھی خدا کا خوف نہ آیا کہ ایسا بہتان صریح ایک اولوالعزم پیغمبر علیہ السلام کی شان میں لگا دیا ہے ایک گنہگار عورت کو (جو بہ تقاضائے بشریت بجز پیغمبران علیہم السلام سب گنہگار ہیں) کنجری زنا کار بنا دینا، حالانکہ اس گنہگار عورت نے محض اپنے گناہوں کی معافی کے واسطے حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف رجوع کیا تھا اور نہایت ہی گریہ وزاری اور ادب سے حضرت کے پاؤں چومے اور ان پر عطر ملا اور پیچھے ہٹ کر پاؤں کے پاس کھڑی رہی۔ مرزا صاحب کے بہتانات کیا ہیں کہ یسوع نے اس کنجری کو بغل میں لیا اور حرام کی کمائی کا عطر اپنے سر پر ملوایا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، کیا اگر کوئی گنہگار مرد یا عورت مرزا صاحب کے پاس بیعت کے لئے جائے تو بیعت نہیں کریں گے اور اگر وہ مرد یا عورت بیعت کے اول یا بعد کوئی نذرانہ خوشبو عطر وغیرہ پیش کرے تو مرزا صاحب قبول کر کے اس کی مغفرت یا نجات کیلئے دعا نہ کرینگے اور اس عطر کو جمعہ یا عیدین کو بھی ریش مبارک پر لگا کر مہکتے ہوئے نہ جائیں گے؟ ضرور بالضرور ایسا ہی کرینگے۔ کیا مرزا صاحب یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ ان کی خاص جماعت بلکہ فہرست اہل بدر بالکل معصوم اور بے گناہ ہے؟ اگر مرزا صاحب کا یہ اعتقاد ہے کہ ان کی جماعت کے صحابہ گنہگار نہیں بلکہ معصوم ہیں۔ اس صورت میں سب کے

سب انبیاء ہوئے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

الغرض یہ جس قدر بہتانات مرزا صاحب نے حضرت مسیح علیہ السلام پر لگائے ہیں اور سخت توہین کر کے گندی گالیاں دیں، یہ ان کی سراسر زبردستی اور خدا تعالیٰ سے بے خوفی اور لاپروائی کا باعث ہے اور یہود و نصاریٰ کی پیروی کی ہے۔ سو میں ان سب بہتانات اور الزامات کا جواب مرزا صاحب کی ہی تحریرات سے پیش ناظرین کرتا ہوں اور انہیں کے عطیہ خطابات کو جو انہوں نے خود تجویز کر کے لکھے ہوئے ہیں ان کے ہی قبول کرنے کے لئے پیش کرتا ہوں۔ پڑھیئے!!

اوّل: مرزا صاحب لکھتے ہیں

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

ملاحظہ آئینہ کمالات ۲۲۵۔

مرزا صاحب نے کیا عمدہ رحم کو گھٹا کر دعائیں دی ہیں، گالیوں کو نزدیک تک جھٹکنے نہیں دیا، رحم کو بے رحمی میں ڈال دیا اور غیظ و غضب الٰہی میں۔

ع برعکس نہند نام زنگی کافور

دوم: مرزا صاحب لکھتے ہیں یاد رہے کہ اکثر ایسے اسرار دقیقہ بصورت اقوال و افعال انبیاء سے ظہور میں آتے رہے ہیں جو نادانوں کی نظروں میں سخت بیہودہ اور شرمناک کام تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مصریوں کے برتن اور پارچات مانگ کر لیجانا اور پھر انہیں صرف میں لانا، حضرت مسیح علیہ السلام کا کسی فاحشہ کے گھر میں چلے جانا اور اس کا عطر پیش کردہ جو حلال وجہ سے نہیں تھا استعمال کرنا اور لگانے سے روک نہ دینا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تین مرتبہ ایسی طور پر کلام کرنا جو بظاہر دروغ ہیں داخل تھا پھر اگر کوئی تکبر

اور خودستائی کے راہ سے اس بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت بھی کہے کہ نعوذ باللہ وہ مال حرام کھانے والے تھے یا حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت یہ زبان پر لائے کہ وہ طوائف کے گندے مال کو اپنے کام میں لایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت تحریر شائع کیے کہ مجھے جس قدر ان پر بدگمانی ہے اس کی وجہ ان کی دروغ گوئی ہے۔ تو ایسے خبیث کی نسبت اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس کی فطرت ان پاک لوگوں کی فطرت سے مغائر پڑی ہوئی ہے اور شیطان کی فطرت کے موافق اس پلید کا مادہ اور خمیر ہے۔ بلفظہ ص ۵۹۸ آئینہ کمالات۔

لیجئے مرزا صاحب! آپکو مبارک ہو وہی خطابات جن کو آپ اپنے الہامات سے پہلے لکھ چکے ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ بموجب اپنے الہام قطعی اور یقینی کے وہی کچھ یعنی پاک لوگوں کی فطرت کے مغائر وغیرہ وغیرہ بقول اپنے سب کچھ ثابت ہو گئے اور عیسیٰ نو ماہ کی پوری تصدیق ہو گئی۔

سوم: مرزا صاحب لکھتے ہیں مسیح علیہ السلام کا بیان کہ میں خدا ہوں، خدا کا بیٹا ہوں، میری خودکشی سے لوگ نجات پائیں گے، کوئی آدمی اس کو دانا یا راہ راست پر نہیں کہہ سکتا مگر الحمد للہ قرآنی تعلیم نے ہم پر کھول دیا ہے کہ ابن مریم پر یہ سب جھوٹے الزام ہیں۔ بلفظہ ملخصاً صفحہ ۳ نور القرآن ماہ جون، جولائی، اگست ۱۸۹۵ء

یہاں پر مرزا صاحب نے خود حضرت مسیح علیہ السلام پر جھوٹے الزام لگا دیئے ہیں جو خلاف تعلیم قرآنی ہیں اور عمداً حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جھوٹے بہتانات اور الزام لگائے گئے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ وہ خود اپنی ہی تحریر سے نادان ہیں اور راہ راست پر نہیں آئے۔ چلئے

چہارم: مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ ان دو مقدس نبیوں پر یعنی آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح علیہ السلام پر بعض بدذات اور خبیث لوگوں نے سخت افتراء کیے ہیں چنانچہ ان

پلیدوں نے لعنت اللہ علیہم پہلے نبی کو تو۔۔۔ قرار دیا جیسا کہ آپ نے اور دوسرے کو ولد الزنا[ل] کہا جیسا کہ پلید طبع یہودیوں نے بلفظہ ص ۳، سطر ۳۱، رسالہ نور القرآن ماہ ستمبر ۱۸۹۵ء سے اپریل ۱۸۹۶ء تک۔

لیجئے۔ مرزا صاحب خود بخود اپنی ہی الہامی تحریر سے جو انہوں نے مولوی صاحبان اور بزرگوں کو گالیاں دی ہیں اس کے مصداق بن گئے۔ سبحان اللہ جادو وہ جو سر چڑھکر بولے، کیا عمدہ معجزہ عیسوی ثابت ہوا کہ جیسی مرزا صاحب نے حضرت مسیح علیہ السلام کو گالیاں دی تھیں، اپنے ہی منہ سے ویسے بن گئے اور جو اہل اسلام کے علماء اور صلحاء کو لعنتیں اور گالیاں دی تھیں وہی بعینہ الٹ کر ان پر وارد ہو گئیں اور وارد بھی ایسی ہوئیں کہ اپنے ہی الہام قطعی اور یقینی کی رو سے اور وہ حدیث شریف نہایت ہی صادق اظہر من الشمس ہوئی۔ جس میں ذکر ہے کہ جو شخص کسی پر لعنت کرتا ہے اگر وہ نا قابل لعنت ہے تو وہ لعنت لعنت کرنے والے پر واپس آتی ہے۔ سو یہ لعنتیں آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے ہی الٹ کر مرزا صاحب پر عود کر گئیں جس کی مبارک باد دیجاتی ہے، یہاں علماء وصلحاء عظام کی کرامت بھی نمایاں ہوئی۔

ہاں! ایک جگہ کتاب رسالہ جنگ مقدس ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب اس طرح بھی لکھتے ہیں کہ ''میں حضرت مسیح علیہ السلام کو ایک سچا نبی اور برگزیدہ خدا تعالیٰ کا پیارا بندہ سمجھتا ہوں۔ بلفظہ مباحثہ ۲۷ مئی ۱۸۹۳ء صفحہ ۱۴۔ پھر لکھتے ہیں کہ گالی کا استعمال جو کیا گیا ہے وہ الزامی جواب ہے۔ ملخصاً۔

ل مرزا صاحب بھی خلاف تعلیم قرآن شریف ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۳ میں لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے ہیں، یہودیوں کا بھی اعتقاد یہی ہے کہ یوسف نجار سے حضرت مریم علیہا السلام کا نعوذ باللہ ناجائز تعلق ہوا۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے تھے، وہی الزام مرزا صاحب نے قائم کیا اور یوسف نجار کا بیٹا تحریر کیا۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

یہ بات ۱۸۹۳ء کی ہے کہ جب کے مرزا صاحب کے دل میں گالیاں بھری ہوتی تھیں اور پھر ۱۸۹۵ء و ۱۸۹۶ء میں زبان پر قلم پر کتابوں پر آگئیں، پھر جو چاہا سو کہہ دیا مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ شریر انسانوں کا طریق ہے کہ ہجو کرنے کے وقت ایک تعریف کا لفظ بھی لے آتے ہیں۔ گویا وہ منصف مزاج ہیں۔ کتاب ست بچن ص ۱۲، حاشیہ نمبر ا۔

یہی طریق مرزا صاحب نے بھی اختیار کیا جس سے خود ہی شریر بھی ثابت ہوگئے۔ یہاں ایک بات قابل غور بھی ہے کہ جب تک مرزا صاحب تمام جہاں کے علماء وفضلاء کرام ومشائخ عظام اور اولوالعزم پیغمبران علیہم السلام کو گالیاں نہ دیں خوب توہین نہ کریں اور ان کی اچھل اچھل کر گستاخی نہ کریں تو انکی بزرگی کی پگڑی کیسے جم سکتی ہے جیسے مرزا صاحب خود لکھتے ہیں۔ مگر ایسے جاہلوں کا ہمیشہ سے یہی اصول ہوتا ہے کہ اپنی بزرگی کی پگڑی جمنا، اسی میں دیکھتے ہیں کہ ایسے بزرگوں کی خواہ مخواہ تحقیر کریں۔ صفحہ ۱۸، سطر ۱۴، ست بچن۔ مرزا صاحب اس جگہ خود ہی جاہل بھی ثابت ہوگئے۔

جب مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دے دے کر تھک گئے اور جو کچھ کہ سینہ سب وشتم گنجینہ میں بھرا ہوا تھا خرچ کر چکے تب خیال ہوا کہ میں نے یہ کام نہایت ہی برا کیا ہے، جس سے میں اہل اسلام کے تمام فرقوں میں سے نکل گیا ہوں، مسلمان لوگ فوراً مجھے کافر اکفر کہہ اٹھیں گے، تب کیا بات بناتے ہیں کہ مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں یسوع کی خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔ بلفظہ صفحہ ۹، سطر ۱۶ ضمیمہ۔ اس کے لکھنے سے مرزا صاحب کی منشاء اور مراد یہ ہے کہ میں نے یسوع کو گالیاں دی ہیں، جس کا قرآن میں کوئی ذکر نہیں۔ اگر قرآن میں ذکر ہوتا کہ یسوع پیغمبر ہے تو گالیاں نہ دیتا۔

ناظرین ازراہ مرزا صاحب کے اس حیلہ واہیہ پر غور فرمایئے گا، کیا جس پیغمبر علیہ السلام کا قرآن میں ذکر نہ ہو اس کو مرزا صاحب کے مذہب میں گالیاں دینا اور فحش الزام لگانا جائز

ہیں۔ کیا مرزا صاحب کا ایمان ایک لاکھ پیغمبر علیہم السلام پر نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس پیغمبر علیہ السلام کا قرآن شریف[1] میں ذکر نہیں ہے اس پر مرزا صاحب کا اعتقادی ایمان بھی نہیں۔

اول: اس صورت میں جو ایک لاکھ کئی ہزار پیغمبران علیہم السلام پر ایمان لانا کتب عقائد میں لکھا ہے، کیا سب کا تذکرہ یا نام قرآن میں آگیا ہے۔ ایک لاکھ کا نہیں۔ مرزا صاحب دس، بیس ہزار کا ہی تذکرہ نکال کر دکھا دیں۔ دس، بیس ہزار کو تو جانے دو، ایک ہزار ہی کا تذکرہ قرآن شریف سے نکال دیں، اچھا ایک ہزار نہ سہی صرف ایک سو ہی نکال کر پیش کریں، سو وہ بھی نہ سہی چالیس پچاس تک کے نام اور تذکرے قرآن شریف سے ثابت کر دیں۔ مگر افسوس مرزا صاحب نہیں دکھلا سکیں گے، پھر یہ بہانہ کیسا لغو اور بیہودہ ہے کہ یسوع کا نام قرآن میں نہیں آیا، اس لئے ہم نے گالیاں دے کر بہتانات لگائے ہیں۔ افسوس!

دوم: مرزا صاحب کو معلوم نہیں ہے کہ یوشع علیہ السلام بھی نبی تھے جو حضرت نون کے بیٹے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ تمام کتب اہل اسلام میں لکھا ہے کہ بعد وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یوشع بن نون خلیفہ ہوئے۔ ان کے بعد کالب بن یوقنا خلیفہ ہوئے اور بعد ان کی وفات کے حضرت خرقیل ہوئے۔ ان تینوں پیغمبروں کا نام قرآن شریف میں مذکور نہیں اور تواریخ کی کتابوں میں جو ان کا مذکور ہے سو اس قدر ہے کہ یہ تینوں پیغمبر تھے بلفظہ ص ۷۷، کتاب روضۃ الاصفیاء۔ یہاں یشوع اور یوشع میں صرف شین معجمہ اور مہملہ

[1] قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك یعنی پیغمبران علیہم السلام میں سے بعض کا ہم نے ذکر کیا اور بعض کا ذکر نہیں کیا اگر مرزا صاحب تو اسی پیغمبر پر ایمان رکھتے ہیں جس کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے، باقی پر نہیں۔ ... اور جو شخص بعض انبیاء علیہم السلام کا منکر ہو وہ کافر ہے'' بلفظہ غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ۱۳ سطر ۱۵ ...

کا فرق ہے۔ نہایت تعجب ہے کہ مرزا صاحب یوزآسف سے یشوع آسف یا یشوع صاحب بنالیں، اور پھر قطعی اور یقینی سمجھ لیں کہ حضرت یسوع صاحب کشمیر میں فوت ہوئے اور ان کی قبر وہاں موجود ہے اور یسوع اور یوئیں فرق سمجھیں۔

سوم: اسی یوشع علیہ السلام بن نون کو یشوع بن نون توریت میں بھی لکھا ہوا ہے۔ دیکھیں یشوع کی کتاب، باب اوّل آیت اول اور اسی یوشع یا یشوع بن نون علیہ السلام کا ذکر قرآن شریف میں بھی آیا ہے جیسے قال اللہ تعالیٰ. واذقال موسیٰ لفتٰہ لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین اوامضی حقبا. باتفاق علماء سیر وتواریخ مراد از لفظ فتےٰ دریں آیہ کریمہ یوشع بن نون است واواز جملہ عظماء انبیاء است۔ روضۃ الصفا جلد اول صفحہ ۹۶ سطر ۵۔

چہارم: قرآن شریف میں الیسع یا یسع علیہ السلام کا نام اور ذکر موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت یسع علیہ السلام یسوع علیہ السلام میں کیا فرق ہے۔ اگر چہ یسوع علیہ السلام اور یسع علیہ السلام جدا جدا ہیں مگر یہ کہہ دینا کہ یسوع علیہ السلام کا نام قرآن شریف میں نہیں ہے مرزا صاحب کی الٹی منطق ہے۔ ہاں البتہ مرزا صاحب یہ جواب دیں گے کہ یسوع سے میری مراد یہ تھی کہ میں نے رسالہ انجام آتھم میں لکھا ہے اور یاد رہے کہ یہ ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے نبیوں کو چور اور بٹمار کہا۔ بلفظہ ص ۱۳ انجام۔ اسکا جواب وہی ہے جو مرزا صاحب نے خود لکھا ہوا ہے کہ یہ سب جھوٹے الزام ہیں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ مسیح کا بیان کہ میں خدا ہوں اور خدا کا بیٹا ہوں، میری خودکشی سے لوگ نجات پاجائیں گے، کوئی آدمی دانا اور راہ راست پر نہیں کہہ سکتا مگر الحمد اللہ کہ قرآنی تعلیم نے ہم پر کھول دیا ہے کہ ابن مریم پر یہ سب جھوٹے الزام ہیں۔ ملخصاً بلفظہ ص ۳۱ نور القرآن ابتداء جون لغایت اگست ۱۸۹۵ء

فرمایئے مرزا صاحب کی رائے صائب ہے یا الہام اور قرآنی تعلیم کا انکشاف

بہر حال الہام اور قرآنی تعلیم ہی مرزا صاحب کو قبول کرنے پر مجبور کرے گی مگر ممکن ہے کہ مرزا صاحب اس پر بھی استعارات وکنایات سے ہی کام لیں مگر افسوس تو یہ ہے کہ خود ہی جھوٹے الزامات کا حضرت مسیح علیہ السلام پر ہونا ثابت کرتے ہیں اور پھر خود ہی الزامات، بہتانات بڑی دلیری اور بہادری سے لگاتے ہیں۔ ایک بات پر تو مرزا صاحب کا استقلال اور قیام ہی نہیں۔ ایسے مخمصات میں غرق ہیں کہ ایک چھپچ سے نکلنا چاہتے ہیں تو دوسرے مغاک میں گرتے ہیں اس سے نکلنا چاہتے ہیں تو تیسرے ہاہل میں پڑتے ہیں اور غرق ہوجاتے ہیں اور پھر اسی لفظ غرق سنہ ۱۳۰۰ سے اپنی نبوت کی تاریخ بھی نکال لیتے ہیں۔

پنجم: اب میں یسوع کے نام اور لفظ کی تحقیق مختصر طور پر ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

(الف) یسوع علیہ السلام مقلوب ہے، عیسیٰ علیہ السلام کا حرف واو کا بدل الف سے ہوا۔

(ب) یہ نام اصل میں عبرانی زبان کا ہے، اصل اس کی یسع ٧٧٦٩٢٢ کی لفظ سے یشوع ہو۔ دیکھو لغات عبرانی صفحہ ۱۶۲، سطر ۱۰۔ یشع کے معنی نجات اور یشوع نجات دینے والا اور یشوع کا یونانی زبان میں اے ای سوس s.adug بنایا گیا اے ای سوس کا عربی زبان میں عیسیٰ علیہ السلام بن گیا۔ دیکھو کنیس ڈکشنری ص ۳۷۴۔ اور وبسٹر ڈکشنری ص ۷۹۹، مطبوعہ ۱۸۹۱ء اور انگریزی میں جی سس jeses یسوع اسکا ترجمہ اردو کیا گیا جو ہر ایک چھوٹی موٹی ڈکشنری میں لکھا ہوا موجود ہے۔

پس اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ اصل نام عبرانی زبان میں یشوع ہے اور یونانی میں ای اے سوس ہوا اور انگریزی میں جی سس ہوا، اس کا ترجمہ اردو میں یسوع ہوا اور یونانی میں ای اے سوس سے عربی میں عیسیٰ علیہ السلام ہوا۔ پس یسوع علیہ السلام وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ فہو المراد. افسوس۔

ششم: تمام اناجیل موجود ہیں، یسوع مسیح یا صرف مسیح یا صرف یسوع یا عیسیٰ علیہ السلام لکھا ہوا ہے اس کی نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ انجیل میں ہر جگہ دیکھ سکتے ہیں۔

ھفتم: یسوع اور مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہتے ہیں بلفظہٖ ص ۱۵۱ مقدمہ تفسیر حقانی۔

ھشتم: اب میں مرزا صاحب کی کتاب ہی سے یسوع کا نام نکال کر دکھاتا ہوں۔ مرزا صاحب اپنے اشتہار انگریزی و اردو مشمولہ کتاب سرمہ چشم آریہ کے اخیر ورق پر لکھتے ہیں تاریخ اشتہار ندارد، بیس ہزار چھاپے گئے۔

I am also inspired that i am the Reformer of my time and that as regards spiritual excellence, my virtues beara very close similarity and strict analogy to those of Jesus Christ.

مجھے الہام ہوا ہے کہ میں مجدد وقت ہوں اور روحانی طور پر میرے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات کے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بشدت مناسبت و مشابہت ہے۔ بلفظہٖ۔ اس جگہ مرزا صاحب کے مترجم نے بمشورہ مرزا صاحب کے جی سس کرسٹ Jeses christ، (جس کا ترجمہ یسوع مسیح علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام ہے جو تمام اناجیل میں موجود ہے۔) مسیح ابن مریم کا لکھا ہے مگر معلوم نہیں ہوتا کہ مرزا صاحب یا ان کے مترجم نے ابن مریم کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے اور کہاں سے لیا ہے کیونکہ اصل عبارت میں کوئی لفظ ایسا موجود نہیں ہے جس کا ترجمہ ابن مریم ہو سکے

نہم: مرزا صاحب نے کتاب شحنۂ حق[1] کے اخیر پر مسٹر الیگزینڈر رسل وب صاحب کی چٹھی کے ترجمہ میں Jeses جی سس کے معنی عیسیٰ لکھتے ہیں، اور Jeses Chirist جی سس

[1] حاشیہ متعلق ص ۹۰ شحنہ حق

کرائیسٹ کے معنی عیسیٰ مسیح کیے ہیں پس ثابت ہوا کہ وہی جی سس اردو میں یسوع ہے اور جی سس کرائیسٹ یسوع مسیح یا عیسیٰ مسیح علیہ السلام ہیں جس کو مرزا صاحب نے بھی اپنے تراجم میں مسیح یا عیسیٰ مسیح لکھا ہے یعنی جو نصاریٰ کا نبی یا خدا یسوع ہے وہی آپ کا مسیح یا عیسیٰ ہے جس کے تذکرہ سے قرآن شریف مملو اور مشحون ہے۔ یہ وہی بات ہوئی کہ قرآن شریف میں ذوالقرنین کا نام اور ذکر تو ہے مگر سکندر کا نام نہیں یا حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر تو قرآن شریف میں موجود ہے مگر یوحنا کا کوئی ذکر نہیں ہے یا حضرت مسیح یا عیسیٰ علیہ السلام کا نام اور تذکرہ قرآن شریف میں ہے مگر یسوع علیہ السلام کا کوئی تذکرہ یا نام درج نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کا نام بھی تو قرآن شریف میں نہیں، تو کیا اس سے ثابت ہوگا، مرزا صاحب بھی نہیں۔ یہ کیا الٹی منطق ہے۔ مرزا صاحب اور لوگوں کو تو فوراً ہر ایک چھوٹی موٹی بات پر مباہلہ کے واسطے اشتہار دیا کرتے اور قسمیں کھانا لکھا کرتے ہیں ذرا مہربانی کر کے اس بات کی تو سچے دل سے قسم کھائیں اور اپنے ہی اعتقاد اور جان کے ساتھ مباہلہ کریں کہ یسوع علیہ السلام اور ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام اور ہیں اور خود ہی ایک سال کی میعاد بھی رکھ لیں اور پھر انتظار کریں اور اپنے آپ پر اس قسم کی آزمائش کر کے دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے۔

دھم: یقین نہیں کہ آپ اس بات کو قبول کر کے اپنی زبان سے اقرار کریں کہ یسوع و مسیح و عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی ہیں۔ بلکہ اصرار کر کے ضرور تاویلات رکیکہ استعارات بعیدہ پر عمل کریں گے کہ نہیں یسوع اور ہیں اور حضرت مسیح اور ہیں جو گالیاں یا توہینات یا فحش الزامات لگائے ہیں وہ یسوع کے حق میں لگائے ہیں جس کا قرآن شریف میں کوئی ذکر نہیں اور عیسیٰ یا مسیح علیہ السلام کے حق میں ہم نے کچھ نہیں کہا، اس صورت میں یہ ضرور ہو کہ یہ عذر بھی مرزا صاحب کا ان کی ہی تحریرات سے رفع کر دیا جائے اور وہ گالیاں جو حضرت مسیح علیہ السلام کے شان میں یا بالتخصیص دی گئی ہیں ان کی ہی تالیفات سے نکال کر پیش ناظرین کیجائیں

تا کہ مرزا صاحب کا اصرار اور زبردستی ظاہر اور بیّن ہو جائے۔ لیجئے

(الف) یسوع مسیح عیسائیوں کا خدا ۳۲ سال کی عمر پا کر اس دار الفنا سے گذر گیا۔ ملخصاً بلفظہ رسالہ معیار المذاہب، صفحہ ۷، سطر ۱۳، و کتاب ست بچن، صفحہ ۱۵۹۔

(ب) تب وہ حضرت مسیح کی اس قدر بدتہذیبی سے تکذیب کرتے ہیں کہ خدائی تو بھلا کون مانے، اس غریب کو نبوت سے بھی جواب دیتے ہیں۔ ص ۲۲، بقیہ حاشیہ رسالہ نور القرآن اگست ۱۸۹۵ء

(ج) مسیح کا بیان کہ میں خدا ہوں خدا کا بیٹا ہوں۔ صفحہ ۳۱ وہی نور القرآن۔

(د) ہاں! مسیح کی دادیوں اور نانیوں کی نسبت جو اعتراض ہے اس کا جواب بھی کبھی آپ نے سوچا ہوگا ص ۱۲، سطر ۹، نور القرآن، ابتدا، ستمبر ۱۸۹۵ء لغایت اپریل ۱۸۹۶ء بلفظہ۔

(ہ) حضرت مسیح علیہ السلام کا کسی فاحشہ کے گھر میں چلے جانا اور اس کا عطر پیش کردہ جو حلال وجہ سے نہیں تھا استعمال کرنا۔ صفحہ ۵۹۸، آئینہ کمالات۔

حضرات ناظرین!! مرزا صاحب سے دریافت فرمایئے گا کہ جس مسیح علیہ السلام کی نسبت آپ نے مندرجہ بالا مقامات میں الزامات لکھے اس کا نام بھی یا تذکرہ قرآن شریف میں آیا ہے یا نہیں اور یہ مسیح علیہ السلام کون ہیں جن کو آپ نے غریب کے لفظ توہین سے لکھا ہے یا مسیح علیہ السلام کون ہیں جن کی دادیوں اور نانیوں کا ذکر کیا ہے یا یہ مسیح علیہ السلام کون ہیں جو ایک فاحشہ کے گھر میں چلے گئے تھے اور حرام کے عطر کا استعمال کیا تھا وہاں تو پہلے آپ نے جھٹ کہہ دیا تھا کہ ہم نے یسوع کی نسبت گالیاں دیں جس کا قرآن میں نام اور تذکرہ نہیں ہے۔ اب کہئے کیا اس حضرت مسیح علیہ السلام کا بھی قرآن شریف میں نام اور تذکرہ نہیں، نہایت ہی شرم کا مقام ہے کہ کہیں یسوع علیہ السلام کے نام پر سخت گالیاں نکال کر کہتے ہیں کہ ان کا نام قرآن میں نہیں اور دوسری جگہ وہی گالیاں حضرت مسیح علیہ السلام کے نام مبارک پر لکھی ہیں اور اس کا انکار ہو نہیں سکتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا نام قرآن شریف میں نہیں ہے پھر ایسے واہی سوفسطائی دعوی

پیغمبری اور خدائی کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کو چاہئے کہ خدا کا خوف کریں ایسے دعووں میں اپنی بیخ بنیاد کو نہ اکھاڑیں۔ ڈریں اللہ سے اور توبہ کریں، یہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ نیک بندوں کے سینوں میں نیکی کے گنجینے ہوتے ہیں اور بدوں کے سینے بدی اور کینے سے پر ہوتے ہیں۔ ہر ظرف سے وہی برآمد ہوتا ہے جو کچھ کہ اس میں ہوتا ہے کبھی آپ نے نہیں دیکھا ہوگا کہ سرکہ کی بوتل سے گلاب یا بید مشک نکلا ہو، جیسے مرزا صاحب خود اپنی الہامی براہین میں لکھتے ہیں۔ ”ہمارے اندر سے وہی خیالات بھلے یا برے جوش مارتے ہیں کہ جو ہمارے اندازۂ فطرت کے مطابق ہمارے اندر سمائے ہوئے ہیں“۔ بلفظہ ص ۲۱۴ حاشیہ نمبر ۱۱۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ جو کچھ مرزا صاحب کے اندر جو اندازہ فطرت کے مطابق سمایا ہوا تھا، اسی نے جوش مارا اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ آدمی کی زبان سینہ اور دل کی گواہ ہے جو کچھ ان دونوں میں بھرا ہوا ہوتا ہے اس کی شہادت ادا کر دیتے ہیں، اسی سے مرزا صاحب کی پیغمبری مسیح موعودی، مہدی مسعودی اور خدائی ظاہر ہو رہی ہے اور اسی کتاب انجام آتھم اور اس کے ذمیمہ ضمیمہ سے مرزا صاحب کے اندرونی اور فطرتی جوش پایۂ ثبوت کو پہنچ گئے ہیں، بلکہ برعکس اس کے مرزا صاحب اپنے فطرتی جوش سے یہ بھی لکھتے ہیں کہ ”واقعی یہ رسائل خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور شعائر اللہ ہیں اور درحقیقت ایک ربانی فیصلہ ہے“۔ بلفظہ صفحہ ۱۸ اشتہار اخیر ضمیمہ انجام آتھم۔ کیا جن رسائل میں لعنتیں اور فحش گالیاں تمام مسلمانوں کے علماء کرام، مشائخ عظام، اولو العزم پیغمبران علیہم السلام کے نام سے بھری پڑی ہوں وہی خدا کے نشان اور شعائر اللہ ہیں اور یہی طرز اور روش تحریر ربانی فیصلہ ہے، ہرگز نہیں۔

ہاں! بقول مرزا صاحب یہ صحیح ہے، کیونکہ یہ نشان اور شعائر اللہ اور ربانی فیصلہ اسی مرزا صاحب کے خدا کا ہے جس کا نام عاجی ہے اور یہ رسائل اسی عیسیٰ پر نازل ہوئے جس کا نام عیسیٰ دہقان یا عیسیٰ نوماہ ہے اس کی بھی مرزا صاحب اور مرزائیوں کو مبارک ہوں۔

بیان ظہور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ

نمبر ایک سے چھ تک کا جواب ختم ہوا۔ ساتویں نمبر میں مرزا صاحب نے ایک کتاب جواہر الاسرار کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں انہوں نے بزعم خود یہ ثابت کیا ہے یعنی،

(الف) مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے۔ (معرب قادیان)

(ب) خدا اس مہدی کی تصدیق کریگا۔

(ج) دور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا، جن کا شمار اہل بدر کے شمار سے برابر ہوگا۔ یعنی تین سو تیرہ ہونگے اور ان کے نام بقید مسکن وخصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہونگے۔ یہ پیشین گوئی بھی میرے حق میں پوری ہوئی۔ بلفظہ صفحہ ۷۰ ضمیمہ۔

حضرات ناظرین! **اول**: یہ حدیث شریف کسی حدیث کی کتاب سے نقل نہیں کی گئی، جس کی پڑتال ہو سکے۔ اربعین جس کا حوالہ جواہر الاسرار میں اور نیز اربعین فی احوال المہدیین مطبوعہ ۱۲۶۸ھ کلکتہ مصری گنج جس میں یہ حدیث بالضرور ہونی چاہیے دیکھی گئی، کوئی حدیث درج نہ پائی۔ **دوم**: راویان حدیث کے نام درج نہیں، جس سے صحت اور ضعف معلوم ہو سکے لیکن خیر مرزا صاحب کی ہی تحریر پر اعتبار کر کے عرض کرتا ہوں، فرماتے ہیں، مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے۔ (کدعہ معرب ہے قادیان کا) یعنی قادیان کسی عجمی زبان کا لفظ ہے، اس کا عربی میں کدعہ بنایا گیا ہے۔ اس کی تصدیق کی دلیل مرزا صاحب کے الہام یا وہم اور خیال میں ہوگی۔ کسی کتاب مستند سے تو مرزا صاحب نے نقل نہیں کیا۔ قادیان کے لفظ کا عجمی یا کسی دیگر زبان کا ہونا بھی مرزا صاحب ثابت نہیں کر سکے بلکہ انشان کے الہام قطعی اور یقینی سے لفظ قادیان خاص عربی زبان معلوم ہوتا ہے، عربی بھی ایسا کہ مرزا صاحب کے خدا کی زبان خاص سے نکلا

ہوا۔ جیسے مرزا صاحب کے خدا کا الہام ہے۔ "انا انزلناہ قریباً من القادیان"۔ جب مرزا صاحب کا خدا قادیان اپنی عربی زبان سے نکال کر الہام کرتا ہے تو پھر اپنے الہام قطعی اور یقینی سے مخالفت کر کے کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ کدعہ قادیان کا معرب ہے جبکہ قرآن شریف میں بھی قادیان کا نام درج ہے، جیسے مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ "کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی مرحوم غلام قادر قرآن شریف بلند آواز سے پڑھ رہے ہیں اور اس میں یہ آیت انا انزلناہ قریباً من القادیان لکھی ہوئی پڑھی اور مجھ کو دکھلائی تو میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید نصف کے موقعہ پر یہی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے تو میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں لکھا گیا ہے مکہ، مدینہ، قادیان"۔ ملتقطاً بلفظہ صفحہ ۷۶، ۷۷، ازالہ اوہام

لیجئے یہ خاص آیت قرآن شریف میں درج ہے اور اعزاز کے ساتھ بمثل مکہ معظمہ ومدینہ منورہ کے قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں ثبت ہے پھر فرمایئے قادیان کی معرب کدعہ بنانے کی کیا ضرورت پڑی اور کیوں؟ مگر افسوس مرزا صاحب کے حافظہ پر جو پہلے خود اس طرح پر لکھتے ہیں "قادیان کا نام پہلے نوشتوں میں استعارہ کے طور پر دمشق رکھ کر پیشین گوئی بیان کی گئی ہوگی۔ کیونکہ کسی کتاب حدیث یا قرآن شریف میں قادیان کا نام لکھا ہوا پایا نہیں جاتا۔ بلفظہ ص ۷۲، ازالہ اوہام۔

حضرات! خیال فرمایئے مرزا صاحب کے الہامی حافظہ پر پہلے کہتے ہیں کہ قادیان کا نام کسی کتاب حدیث یا قرآن شریف میں پایا نہیں جاتا پھر کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں قادیان کا نام درج ہے پھر ایک حدیث میں بھی باوجود قادیان لفظ اور زبان عربی ہونے اور قرآن شریف میں بھی موجود ہونے کے کدعہ کے لفظ کو قادیان کا معرب بنا دیا۔ مرزا صاحب کی کس بات یا الہام پر اعتبار کیا جائے۔

ہاں! مجھے یہاں پر ایک ضروری امر کا اظہار بھی ضرور ہے کہ مرزا صاحب کا اعتقاد ہے کہ یہ عبارت انا انزلناہ قریباً من القادیان آیت قرآنی ہے اور قرآن شریف میں موجود ہے اور قرآن شریف میں قادیان کا نام بھی لکھا ہوا ہے۔ مرزا صاحب سے دریافت فرمایئے گا کہ وہ ٹھیک بتادیں کہ کس پارہ یا سورہ یا رکوع میں یہ عبارت درج ہے۔ جہاں آپ نے پتہ دیا کہ نصف کے موقع پر دائیں صفحہ پر قرآن شریف کے ہے تلاش کیا گیا ہے مگر افسوس ملا نہیں۔ مرزا صاحب اور تین سو تیرہ مرزائی قرآن شریف سے نکال کر دکھائیں، لیکن ہرگز دکھا نہیں سکیں گے۔ اگر نہ دکھا سکیں تو اس کی وجہ بتائیں کہ کہاں گئی۔ اس سے نعوذ باللہ قرآن شریف کا کم وبیش اور ترمیم وتنسیخ ہونا ثابت ہوتا ہے اور تحریف جس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ قرآن شریف کا ایک شعشعہ بھی کم وبیش نہیں ہوسکتا۔ خلاف حکم خداوندی انا لہ لحافظون کے مرزا صاحب کی یہ کاروائی ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب خود پہلے لکھ چکے ہیں کہ ان کا الہامی حافظ اس طرح پر ہے۔ ”ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے۔ ایک شعشعہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور نہ کم ہوسکتا ہے اور اب ایسی وحی یا ایسا الہام من جانب اللہ نہیں ہوسکتا جو احکام قرآنی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیلی یا تغیر کرسکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔“ بلفظہ صفحہ ۱۳۸، ازالہ اوہام

لیجئے حضرات! یہاں مرزا صاحب اپنے ہی اعتقاد اور تحریر الہامی سے جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہوگئے، کسی مولوی صاحب کے فتوے کی بھی ضرورت نہ رہی۔ کیونکہ تمام اہل اسلام واہل سنت والجماعت کا یہ اعتقاد ہے کہ اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ قرآن شریف کے ایک شعشعہ یا ایک نقطہ میں بھی کمی وبیشی ہوسکتی ہے یا ہوئی ہے

یا ہوئی تھی وہ ضرور کافر ہوگیا۔ اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں۔ لیکن برخلاف اس کے مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ انا انزلناہ قریبا من القادیان۔ قرآن شریف کی آیت ہے اور قرآن شریف میں موجود ہے۔ نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔ جملہ معترضہ ختم ہوا۔

اب میں پھر اسی لفظ کدعہ کی طرف رجوع کرتا ہوں، افسوس کہ کتاب جواہر الاسرار باوجود تلاش کے دستیاب نہیں ہوئی، تلاش درپیش ہے۔ لیکن میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ وہ لفظ کدعہ کا۔ ک، د، ع، ہ، سے اصل حدیث میں ہرگز نہیں۔ یہ محض مرزا صاحب کا دھوکہ ہے۔ بفرض محال اگر ہو بھی تو بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ کاتب کی غلطی ہے۔ بہرحال لفظ کدعہ حدیث کا لفظ بھی نہیں ہے، ہاں البتہ تحقیق سے صحیح لفظ حدیث کا کرعہ۔ ک، ر، ع، ہ، سے ثابت ہوا یعنی بجائے حرف دال مہملہ کے را مہملہ ہے، بوجوہات ذیل۔ **اوّل**: مولوی حافظ محمد لکھوی اپنی کتاب پنجابی زبان احوال الآخرت نام میں (جو ۱۲۷۷ھ میں تالیف ہوئی اور ۱۲۹۱ھ میں بار ششم محمدی پریس لاہور میں طبع ہوئی) لکھتے ہیں۔

حضرت علی امام حسین نوں اک دینہ دیکھ الایا
ایہہ بیٹا میرا سید ہے جویں پیغمبر فرمایا
پشت اسدی تھیں مرد ہوسی اک نام محمد والا
خو اسدی جویں خو نبی دی صورت فرق نرالا
عدلوں بھری خوب زمیں نوں مہدی ایہو جانو
آمنہ ناں مائی دا بھی عبداللہ باپ پچھانو
کرعہ نام یمن وچہ وستی اسدا جمال پیارے
بولن لگا اوڑکر بولے پتاں تے ہتھ مارے

بلفظہ صفحہ ۲۳، کتاب احوال الآخرت پنجابی مطبوعہ مطبع محمدی لاہور ۱۹۱۱ء

ترجمہ نظم زبان پنجابی: یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دن حضرت امام حسن ﷺ کو دیکھ کر فرمایا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس میرے بیٹے کی پشت سے ایک مرد پیدا ہوگا جس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے ماں باپ کا نام میرے ماں باپ کے مطابق آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، عبداللہ ﷺ ہوگا، زمین کو عدل سے بھر دے گا جیسا کہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی۔ یمن میں ایک بستی جس کا نام کرعہ ہے پیدا ہوگا، ان کی زبان میں لکنت ہوگی۔ پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ یمن میں ایک قریہ ہے جس کا نام کرعہ ہے جو حضرت محمد ﷺ کے وقت میں موجود اور آباد تھا اور اب بھی موجود ہے، جس کی تصدیق اس طرح پر ہے۔

دوم: کراع الغمیم وادی است میان مکہ و مدینہ بدو مرحلہ۔ بلفظہٖ صفحہ ۳۲۹ منتخب اللغات مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۸۹۷ء مطابق ۱۲۹۴ھ

سوم: کراع الغمیم علی ثلاثۃ امیال من عسفان، یعنی کراع الغمیم عسفان سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ قاموس ربع ثالث صفحہ ۲۳، کالم اول۔

چہارم: (الف) کراع الغمیم ھو اسم موضع یعنی کراع الغمیم ایک جگہ کا نام ہے، صفحہ ۲۰۷، مجمع بحار الانوار جلد سوم۔

(ب) موضع علی مرحلتین من مکۃ عندبئر عسفان یعنی کراع موضع ہے مکہ معظمہ سے دو میل چاہ عسفان کے پاس۔ حاشیہ صفحہ ۲۰۷، مجمع بحار الانوار جلد سوم۔

پنجم: کراع ھو شیٔ موضع بین مکۃ والمدینۃ یعنی کراع ایک چھوٹا موضع ہے درمیان مکہ اور مدینہ کے۔ مجمع بحار الانوار صفحہ ۲۰۷، جلد سوم۔

ششم: عسفان قریۃ بین مکۃ والمدینۃ، یعنی عسفان ایک گاؤں یا شہر ہے درمیان مکہ اور مدینہ کے۔ مجمع بحار الانوار جلد دوم صفحہ ۳۸۹۔

ہفتم: رسالہ الفصل الخطاب لرد مسیح الکذاب مصنفہ مولوی خدا بخش واعظ ساکن محمد مندرانوالہ ضلع امرتسر میں لکھا ہے جہاں حضرت مہدی ﷺ کی پیشین گوئی درج کی ہے۔ ص ۱۱، سطر ۱۶۔

عمر انہاندی چالی برسان سیرت حضر توالی
کرعہ جمن بہوں انہاندی کہیا محمد عالی ﷺ

پس ان سب کتب معتبرات سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ کرعہ یا کراع ایک جگہ یا شہر یا گاؤں کا نام ہے جو درمیان مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے ہے اور وہ گاؤں یا بستی حضرت رسول خدا ﷺ کے زمانہ میں موجود اور آباد تھی اور اب بھی موجود ہے مرزا صاحب کے دو اعتراض اس میں نکلتے ہیں، ایک تو یہ کہ بعض جگہ کرعہ لکھا ہے اور کسی جگہ کراع اگرچہ ہر دو ناموں میں چار چار ہی حروف ہیں، حروف ہاء ہوز اور الف کا آپس میں فرق ہے۔ دوسرا یہ کہ کرعہ یا کراع ملک یمن میں ایک بستی کا نام بتلایا گیا ہے حالانکہ دیگر بعض کتب میں کراع ایک بستی بیان کی گئی ہے جو درمیان مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے ہے۔

پہلے اس اعتراض کے جواب میں گذارش ہے کہ بہت سے شہر یا قصبات اور بستیات اس قسم کی اس وقت موجود ہیں کہ جن کے نام اول اول میں کچھ تھے اور بعد میں بدل کر کچھ کا کچھ ہوگئے بلکہ بعض جگہوں یا شہروں کی صورت ہی مغائر ہوگئی ہیں، چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ بکہ۔ ب، ک، ہ، تھا۔ جس کو اب مکہ۔ م، ک، ہ، کہتے ہیں۔ اس میں ب اور م کا کتنا بڑا فرق ہے۔ دیکھیں منتخب اللغات صفحہ ۶۹، اگر کراع کو کرعہ لکھ دیا، یا ہوگیا تو کوئی عجیب بات نہیں۔

۲۔ مدینہ منورہ کے بھی کئی نام ہیں، جیسے طابہ، حیبہ، طائبہ وغیرہ ہیں اور محاورہ عرب میں

مدینہ منورہ کو المدینہ الف اور لام سے بولتے ہیں۔ لیکن عام بول چال میں المدینہ کوئی نہیں کہتا، صرف مدینہ بولا جاتا ہے۔ حوالہ جذب القلوب الی دیار المحبوب مصنفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ کشمیر کا اصل نام کاشمیر تھا لیکن اس کا مخفف کشمر یا کشمیر ہو گیا۔ دیکھیں غیاث اللغات صفحہ ۳۶۱۔

۴۔ بغداد کا اصل نام باغداد تھا اب الف اس میں سے نکل گیا صرف بغداد رہ گیا جو اس وقت مشہور ہے۔

۵۔ دہلی کا نام اول اندر پرست تھا، پھر شاہجہان آباد ہوا، اب اکثر بول چال میں دتی مشہور ہے۔

۶۔ امرتسر کو اکثر لوگ انبرسر کہتے ہیں۔

۷۔ لودہیانہ، یعنی لودھی افغانوں کا آباد کیا ہوا، مگر اس کو کوئی لودیانہ، کوئی لودھانہ، کوئی لدہیانہ، کوئی لدہانہ وغیرہ لکھتا ہے۔ اسی طرح مرزا صاحب نے خود لودھیانہ کو کوئی طرح سے لکھا ہے۔ دیکھیں مرزا صاحب کا ازالہ اوہام صفحات ۱۲۲، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ودیگر تالیفات۔

۸۔ مرزا صاحب کے قادیان کو ہی دیکھئے، بقول ان کے پہلے اس کا نام اسلام پور قاضی ماجھی تھا اب قادیان ہے صفحہ ۱۲۲، ازالہ اوہام۔ اب اسی کو کئی لوگ کادیان کاف کلمن سے لکھتے ہیں بلکہ یہاں لودھیانہ کی کتاب ڈائرکٹری (فہرست دہات) میں کادیان ایک گاؤں کا نام درج ہے جو خاص لودہیانہ سے تین کوس کے فاصلہ پر آباد ہے جس کا ذکر مرزا صاحب نے اپنی ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۰۹ میں کیا ہے۔ اس گاؤں میں بھی ایک شخص غلام احمد معروف غلام گوجر موجود ہے پس انہیں چند وجوہات سے کراع کا کرعہ ہو جانا نہایت ہی اغلب اور یقینی امر ہے مرزا صاحب کا اعتراض مرزا صاحب کی ہی طرف عود کر گیا۔

دوسرے اس اعتراض کے جواب میں واضح رہے کہ:

(الف) ملک عرب یا حجاز جس میں مکہ معظمہ و مدینہ منورہ زادھما اللہ شرفا وتعظیما آباد ہیں وہ اقلیم

اول میں ہیں اور ملک یمن بھی قلیم اول اور دوم میں ہے۔ اور ملک یمن کا نام اس لئے یمن ہے کہ وہ کعبۃ اللہ شریف یا مکہ معظمہ کے دہنے طرف ہے جیسا کہ غیاث اللغات میں ہے، یمن بفتحتین ملکیست معروف در اقلیم اول و دوم چون آن ملک بجانب یمین کعبہ است لہذا یمن گفتند۔ بلفظہ صفحہ ۵۱۷، غیاث اللغات۔

(ب) پہلے بھی عرض ہو چکا ہے کہ کعبۃ اللہ شریف و مدینہ منورہ ہی یمن ہے جیسا کہ کتاب لغت شرح (مجمع بحار الانوار) احادیث مسلمہ مرزا صاحب میں لکھا ہے **لان الایمان بدء من مکہ وھی من تھامۃ وھی من ارض الیمن ولذا یقال الکعبۃ الیمانیۃ** یعنی تحقیق ایمان شروع ہوا کہ مکہ شریف سے اور وہ تہامہ میں سے ہے اور تہامہ یمن کی زمین سے ہے اس سبب سے کعبۃ الیمانیہ بولا جاتا ہے۔ مجمع بحار الانوار جلد سوم صفحہ ۵۰۳، سطر ۲۔

(ج) حدیث شریف میں ہے **الایمان یمان والحکمۃ یمانیہ رواہ جامع ترمذی**، یعنی ایمان یمن سے ہے اور حکمت بھی یمن سے ہے۔ مجمع بحار الانوار صفحہ ۵۰۳، سطر ۲ جلد سوم۔

پس ثابت ہو گیا کہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ یمن کے ملک یعنی کعبۃ اللہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیان میں پیدا ہوں گے۔ اگرچہ کئی حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ مدینہ شریف میں پیدا ہوں گے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کرعہ یا کراع بستی میں جو مکہ اور مدینہ شریف کے درمیان میں ہے (جیسے کہ بیان ہو چکا ہے) پیدا ہوں اور پھر مدینہ شریف میں تشریف لے آئیں اور عین ظہور کے وقت کعبۃ اللہ شریف میں تشریف فرما ہوں۔ اعتراض ثانی بھی باطل ہوا۔

معیار شناخت کرعہ وکدعہ: میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب نام اس بستی کا جس میں حضرت مہدی رضی اللہ عنہ پیدا ہوں گے کدعہ بتلاتے ہیں اور اس پر اپنی طرف سے

بیو جب معرب قادیان لکھتے ہیں اور یہ نام ایک حدیث میں آیا ہے پس اس کی تصدیق کے لئے ہمیں کسی حدیث کی کتاب میں تلاش کرنا ہوگا یا کسی حدیث کی لغت میں، کتب احادیث کی لغت یا شرح نہایت مشہور اور مستند کتاب مرزا صاحب کی بھی مسلّمہ ''مجمع بحارالانوار'' ہے اس میں سے مرزا صاحب یا ان کے حواری یہ نام نکال کر دکھلائیں، اگر سچے ہیں؟ یا کسی اور ہی کتاب سے نکال کر پیش کریں۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ وہ ہرگز نکال کر پیش نہیں کر سکیں گے (جیسے کہ میں نے چند کتب معتبرات سے نکال کر پیش ناظرین ہے کہ وہ بستی کرعہ (ک، ر، ع، ہ) یا کراع (ک، ر، ا، ع) ہے جس میں حضرت مہدی ﷺ پیدا ہونگے۔)

خواہ تمام عمر تلاش کریں اور تین سو تیرہ ہی مرزائی مع مردوں کے شامل ہوکر کوشش کریں۔ اور مرزا صاحب بھی اپنی بیت الفکر میں بیٹھ کر الہاموں کا زور لگائیں اور اپنے خدا حاجی سے بھی بزاری والحاح دعائیں کرکے مدد لیں۔

الغرض یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ حضرت مہدی ﷺ مرزا صاحب کے کدعہ معرب قادیان یا کادیان جو کعبۃ اللہ شریفہ سے مشرقی جانب ہے، پیدا ہوکر ظہور فرمائیں۔ بلکہ معاملہ ہی برعکس ہے کیونکہ اکثر احادیث صحیحہ میں ہے کہ دجال مشرق سے نکلے گا احادیث نقل کرنے کی ضرورت اس لئے نہیں کہ مرزا صاحب خود اس امر کو مانتے ہیں، جیسے کہ وہ لکھتے ہیں کہ۔

(الف) دجال مشرق کی طرف سے خروج کریگا، یعنی ملک ہند سے، اس لئے کہ ملک ہند زمین حجاز سے مشرق کی طرف ہے۔ منقول ملخصاً ازالہ اوہام صفحہ ۲۹، ۷۰ بلفظہ۔

(ب) حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دجال ہندوستان سے نکلنے والا ہے۔ بلفظہ ازالہ اوہام صفحہ ۸۲۱۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مرزا صاحب کا گاؤں قادیان ملک ہندوستان میں ہے اور یمن ملک حجاز سے مشرق کو ہے، پس مرزا صاحب کا دعویٰ محض غلط ہی نہیں بلکہ بالکل

جھوٹا نکلا۔ جھوٹ بھی ایسا کہ گویا خود دجال ہی ثابت ہوگئے، اگرچہ وہ بڑے دجال نہیں، لیکن خلیفہ دجال ہونے میں تو اس کتاب رسالہ انجام آتھم کی تالیف کے وقت (۱۸۹۶ء) کوئی شک نہیں رہا، (جیسا کہ میرے جیسے ہیچمدان کو بھی القاء ہوا ہے کہ هٰذا خَلِيْفَةُ الدَّجال ۱۸۹۶ء جسکے حروف کے اعداد سے پوری تاریخ ۱۸۹۶ء نکلتی ہے) کیونکہ کسی حدیث میں نہیں ہے کہ حضرت مہدی ﷺ ملک مشرق یا ہندوستان سے ہوں گے۔ تمام احادیث میں ہے کہ وہ حضرت ملک یمن عرب میں پیدا ہونگے، فبطل ادعایہ۔

سوم: مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ''مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے۔ بلفظہ۔ اس سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ گاؤں کرعہ ہے جس کو مرزا صاحب کدعہ لکھتے ہیں، حضرت رسول خدا ﷺ کے زمانہ میں موجود تھا اور اب بھی موجود ہے اور خود مرزا صاحب کے ترجمہ حدیث شریف اور اصل الفاظ سے ثابت ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ قادیان حضرت رسول خدا ﷺ کے وقت میں ہرگز موجود نہیں تھا۔ کیونکہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ بابر بادشاہ کے وقت میں یہاں پنجاب میں ہمارے مورث اعلیٰ آئے اور میدان میں ایک قصبہ آباد کیا اس کا نام اسلام پور قاضیان ماجھی رکھا''۔ ملخصاً صفحہ ۱۲۲، ازالہ اوہام۔

تواریخ کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ بابر بادشاہ نے ۱۵۲۶ء سے ۱۵۳۰ء تک بادشاہی ہندوستان وغیرہ میں کی ہے جس کو اس وقت ۱۸۹۷ء تک تیرہ سو اکہتر سال ہوئے ہیں اور حضرت رسول اکرم ﷺ کی حدیث شریف کو تیرہ سو سال کا عرصہ گذر گیا اور اس وقت وہ کرعہ گاؤں موجود تھا اور مرزا صاحب کی قادیان یا کادیان ہرگز موجود نہیں تھی۔ لہذا حدیث شریف کا مصداق قادیان ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یہ نرا دھوکہ ہے۔

موضع یا قصبہ قادیان کی تحقیق: مرزا صاحب نے قادیان کی کوئی وجہ تسمیہ بیان نہیں کی کہ کیوں اس کا نام قادیان رکھا گیا اس لیے میں اسکی وجہ تسمیہ ظاہر کرکے

ثابت کرتا ہوں کہ دراصل اس کا نام قادیان بھی نہیں ہے۔ اسلام پور قاضیان تھا جب روز بروز شریر لوگ پیدا ہوتے گئے حتی کہ بقول مرزا صاحب اس قصبہ کے باشندے یزیدی ہوگئے تو اسلام پور دور ہوگیا۔ محض قاضیان رہ گیا۔ عربی تلفظ میں ض کو د سے مشابہت ہے اس لئے قاضیان کا قادیان بن گیا۔ کیونکہ اصل میں آباد کیا ہوا قاضی ماجھی صاحب کا ہے جو مرزا صاحب کے مورث اعلیٰ معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

(الف) ان دیہات کے وسط میں انہوں نے قلعہ کے طور پر ایک قصبہ اپنی سکونت کیلئے آباد کیا جس کا نام اسلام پور قاضی ماجھی رکھا۔ یہی اسلام پور ہے جواب قادیان کے نام سے مشہور ہے۔ بلفظہ صفحہ ۱۲۲ ازالہ اوہام۔

(ب) اور اس جگہ کا نام جو اسلام پور قاضی ماجھی تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ابتداء میں شاہان دہلی کی طرف سے اس تمام علاقہ کی حکومت ہمارے بزرگوں کو دی گئی تھی اور منصب قضا یعنی رعایا کے مقدمات کا تصفیہ کرنا ان کے سپرد تھا۔ بلفظہ صفحہ ۱۲۳، ازالہ اوہام۔

حضرات ناظرین!! مرزا صاحب کے مورث اعلیٰ قاضی ماجھی نے اس قادیان کا نام اپنے نام پر اسلام پور قاضی ماجھی رکھا تھا اسی وجہ سے اسلام پور قاضیان کہلاتا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ اسلام پور دور ہوگیا نرا قاضیان رہ گیا۔ قاضیان کا حرف ض بہ تلفظ عربی د سے مشتبہ الصوت ہے اس لئے قادیان بن گیا۔ مرزا صاحب اب لفظ کرعہ اور کراع میں بھی غور کریں، اور قادیان کی وجہ تسمیہ اگر اس کے سوا کچھ اور ہے تو بیان کریں۔ لیکن ہرگز بیان نہیں کرسکیں گے، کیونکہ اس کی تصدیق اور طور پر بھی ہوتی ہے کہ قاضی ماجھی صاحب ضرور سکندر شاہ لودھی کے زمانہ میں جو (وہی زمانہ بابر بادشاہ کا بھی ہے) موجود تھے جس کی تصدیق ایک کتبہ سے (جو میں نے خود ایک مسجد واقع قصبہ ماچھی واڑہ ضلع لودھیانہ میں دیکھا اور یہ مسجد بھی قاضیان کی کہلاتی ہے اور فتح ملک بنت قاضی ماجھی کی تعمیر ہے) ہوتی ہے۔ کتبہ یہ

ہے قد بناء المسجد بندگی بی بی فتحملک بنت مُلا ماجھی فی عهد بند گی اعلیحضرت سلطان سکندر شاہ ابن بهلول شاہ خلداللہ ملکه من شهر رجب المرجب ۹۳۳ھ یعنی تحقیق یہ مسجد تعمیر کی گئی ہے (یہاں دو تین لفظ ٹوٹے ہوئے ہیں) بی بی فتح ملک بنت ملا ماجھی کی طرف سے اعلیٰ بندگی حضرت سلطان سکندر شاہ بن بہلول شاہ خلد اللہ ملکہ کے زمانے ماہ رجب المرجب ۹۳۳ ہجری مقدس میں۔

اس سے صاف ثابت ہوگیا کہ یہ ملا ماجھی صاحب وہی قاضی ماجھی مورث اعلیٰ مرزا صاحب کے ہیں جن کا ذکر آپ نے اپنے ازالہ اوہام صفحات ۱۲۲۔۱۲۳ وغیرہ میں کیا ہے اور وہی ۹۳۳ھ سلطان سکندر شاہ لودھی قریب بابر بادشاہ کے زمانہ کے ہے، جنہیں اس وقت ۱۳۱۴ھ میں تین سو اکانوے (۳۹۱) سال ہوتے ہیں، اگرچہ اس کتبہ سے مرزا صاحب کی کسی قدر تکذیب بھی ہوتی ہے کیونکہ ملا ماجھی صاحب سلطان سکندر شاہ لودھی کے وقت میں تھے اور بابر بادشاہ ابراہیم شاہ لودھی کے زمانہ میں کابل سے آیا تھا، اس نے اس ملک کو فتح کر کے ابراہیم شاہ کو شکست دی یہ واقعہ ۱۵۲۳ء کا ہے جس کو تین سو تہتر (۳۷۳) برس ہوتے ہیں۔ اس میں اٹھارہ سال کا فرق ہے۔ سو خیر تاریخی جھگڑوں سے درگذر کر کے ثابت کرتا ہوں کہ یہ قصبہ قادیان چار سو سال کے اندر کا آباد شدہ ہے اس لئے حدیث شریف مذکور سے ذرہ بھر بھی لگاؤ اس کا نہیں ہے۔ فهو المراد۔

چهارم: مرزا صاحب اپنی پیش کردہ حدیث میں لکھتے ہیں کہ ”خدا اس مهدی کی تصدیق کریگا“۔

حضرات! مرزا صاحب سے دریافت فرمایئے گا کہ آپ کی تصدیق خداوند تعالیٰ نے کیا کی؟ اور کس طرح پر کی؟ اور اس تصدیق کی آپ کے پاس کیا تصدیق ہے؟ کیا آپ کے ظہور پر آپ سے ملّہ معظمہ کے لوگوں نے رکن مقامی پر بیعت کر لی ہے؟ (ملّہ معظمہ تو

خواب یا الہام میں بھی دیکھنا نصیب نہیں ہوا) کیا ابدال شامی آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے ہیں؟ (ابدال آپ سے کوسوں بھاگتے ہیں) کیا غیب سے یہ آواز هذا خليفة الله المهدی فاستمعوا واطيعوا، پکاری گئی ہے؟ حاشا و کلا۔ کبھی آپ نے کعبۃ اللہ شریف کی طرف رُخ نہیں کیا (خدا نصیب نہ کرے) کبھی رکن مقامی کی زیارت نصیب نہیں ہوئی (خدا نہ کرے) ابدال شامی آپ سے کوسوں دور ہیں۔ غیب سے یہی آواز هذا خليفة الدجال (۱۸۹۲) فلاتسمعوا ولاتطيعوا آرہی ہے۔ تمام جہاں کے علماء وفضلاء ومشائخ بے ریا و عوام مسلمان مخالف ہیں بلکہ سخت دشمن۔ کیا یہی آثار تصدیق خدا کے ہوا کرتے ہیں کہ ہر طرف سے فتاویٰ پر فتاویٰ خارج از اسلام آرہے ہیں۔ ہر جانب سے تکذیب ہی تکذیب ہو رہی ہے۔ ہاں، اگر مرزا صاحب کی تصدیق ان کے خدا عاجی نے کی ہو تو کی ہو ورنہ مسلمانوں کے خدا تبارک وتعالیٰ نے مرزا صاحب کی تکذیب، حرمین شریفین زادهما الله شرفاً وتعظیماً میں بھی مشتہر فرما دی ہے۔ اسی واسطے تمام جہان میں یہ آپ کی تکذیب پھیل گئی ہے جب مکہ معظمہ آپ کی تکذیب مشتہر ہوگئی تو بعدہٗ تمام اسلامی ملکوں میں نہایت ہی نفرت کے ساتھ آپ کی تکذیب مشتہر ہوگئی کیونکہ مکہ معظمہ اسلام کا مرکز ہے جو امر وہاں پسند ہو دوسری اسلامی جگہوں میں بھی قابل تسلیم ہوتا ہے ورنہ قابل انکار اور نفرت۔ اس بات کو مرزا صاحب بھی پہلے قبول کر چکے ہیں جیسے لکھتے ہیں:

''مکہ معظمہ اسلام کا مرکز ہے اور لاکھوں صلحاء اور علماء اور اولیاء اس میں جمع ہوتے ہیں اور ایک ادنیٰ امر بھی جو مکہ میں واقعہ ہو فی الفور اسلامی دنیا میں مشہور ہو جاتا ہے''۔ (ازالہ صفحہ ۳۳۳) بطرے مرزا صاحب کی ست بختی۔

پس مرزا صاحب جب بڑے گھر سے نکالے جا چکے ہیں تو پھر کیوں نہ تمام اسلامی دنیا میں آپ کی تکذیب کی تشہیر ہو۔ اسی پر مرزا صاحب کو نبی اور مرسل بننے کی آرزو

اور دعویٰ ہے، جب آپ کو مکے سے بھی دھکے مل چکے ہیں تو پھر آپ پکے پکے ہیں۔ قرآن شریف اور احادیث میں مقبولیت اور تصدیق وصداقت کی جو علامت ہے اس کو ناظرین کیلئے نقل کرتا ہوں بغور ملاحظہ فرما کر اندازہ کیجئے گا۔ وهو هذا۔

قرآن شریف میں سورۂ مریم کے اخیر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الذين امنوا و عملوا الصّٰلحٰت سيجعل لهم الرحمن ودا یعنی: تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے البتہ کرے گا ان کے لئے رحمٰن محبت۔ تفسیر معالم التنزیل وغیرہ میں اس آیت کے نیچے مجاہد مفسر اہل سنت والجماعت سے لائے ہیں يحبهم الله تعالىٰ ويحببهم الى عباده المؤمنين۔ یعنی: اللہ تعالیٰ ایمانداروں نیکوکاروں کو اپنا محبوب بنالیتا ہے اور ان کی محبت اپنے ایمانداروں کے دلوں میں سما دیتا ہے اور اسی تفسیر معالم التنزیل وغیرہ میں موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اسی آیت کے نیچے یہ صحیح حدیث نقل کی ہے، قال رسول الله ﷺ اذا احب الله العبد قال لجبريل قد احببت فلاناً فاحبه فيحبّه جبريل ثمّ ينادى فى اهل السّماء انّ الله عزوجل قد احب فلاناً فاحبوه فيحبه اهل السّماء ثمّ يوضع له القبول فى الارض۔ الحدیث۔ یعنی سرور دوعالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو اپنا دوست بناتے ہیں تو جبریل علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ فلانے کو ہم نے اپنا محبوب بنالیا ہے تم بھی اس کو اپنا دوست بنالو، پس جبریل علیہ السلام اس کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں پھر آسمانوں کے فرشتوں میں آواز دیتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا فلاں سے پیار ہے تم سب اس سے پیار کرو، پس سارے فرشتے اس کو اپنا پیارا بنالیتے ہیں۔ پھر زمین کے لوگ بھی اس سے محبت کر کے قبول کر لیتے ہیں۔ اسی طرح خدا کے دشمنوں کا بھی حال اسی حدیث میں ہے کہ ان کی دشمنی اور بغض خلق اللہ میں پھیل جاتا ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی موجود ہے اور کرمانی شرح بخاری سے مجمع بحار الانوار میں لائے ہیں کہ اس

حدیث سے سمجھا گیا ہے کہ بندوں کے دلوں میں محبت حق تعالیٰ کی محبت کی علامت ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ماراہ المسلمون حسنا فهو عندالله حسن یعنی جو مسلمانوں کے نزدیک اچھا اور نیک ہے وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا اور نیک ہے۔

پس یہ کیا عمدہ فیصلہ حضرت جل وعلیٰ اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس میں کسی کو کوئی چون وچرا کی گنجائش نہیں۔ اب سب صاحبان آیت شریف وحدیث لطیف ودیگر تفاسیر کے ارشادات کی رو سے معلوم کر سکتے ہیں کہ مرزا صاحب مقبول ہیں یا مردود؟ محبوب خدا ہیں یا عدو اللہ؟ کوئی علامت صداقت وقبولیت کی ہے؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، علاوہ تمام کافہ اہل اسلام کے تمام جہاں (جس میں ہزاروں، لاکھوں علماء وفضلاء ومشائخ، صلحاء، اولیاء اللہ عرب وعجم کے داخل ہیں) دشمن ہے، دوست کون ہیں اور کتنے؟ وہی صرف تین سو تیرہ وہ بھی مردوں کی تعداد کے ساتھ۔ الغرض اس آیت شریف وحدیث شریف سے ثابت ہو گیا ہے کہ مرزا صاحب خداوند تعالیٰ کے دشمن، جبرئیل علیہ السلام کے دشمن، تمام فرشتوں کے دشمن، تمام مخلوق خدا کے جو زمین پر موجود ہے دشمن ہیں، پھر فرمایئے یہ مہدی ہیں یا ضال اور مضل؟ نہیں لیکن اخیر کے دونوں۔ فهو المطلب۔

پنجم: مرزا صاحب حدیث کے مضمون سے لکھتے ہیں۔ ''دور دور سے اس کے دوست جمع کریگا، جن کا شمار اہل بدر کے شمار سے برابر ہوگا۔ یعنی تین سو تیرہ ہونگے۔ اور ان کے نام بقید مسکن اور خصلت کے چھپی ہوئی کتاب میں درج ہونگے''۔

حضرات ناظرین! مرزا صاحب کے وہی تین سو تیرہ دوست ہیں جن میں انہوں نے سترہ آدمی مدتوں کے فوت شدہ کو لکھ کر تعداد پوری کی ہے کیا عمدہ فخر کی بات ہے کہ چورانوے کروڑ (۹۴۰۰۰۰۰۰۰) مسلمانوں مقبولیا مرزا صاحب میں سے صرف تین سو تیرہ

ل دیکھو مرزا صاحب کی کتاب ست بچن کا حاشیہ صفحہ ۶۷۔ منہ عفی عنہ۔

ہی ان کے دوست ہیں، آپ صاحبان کو معلوم ہوگا کہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ بھی ایک لاکھ سے زیادہ معتقد تھے اور پھر مہدی سوڈانی کے پاس بھی (جو مرزا صاحب کے یوم ولادت میں برابر تھا) تین لاکھ فوج جان نثار محض للہ جان دینے والی تھی، ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ایک شخص باب نامی کے پاس جو ایران میں ہوا کسقدر جان نثار معتقد موجود تھے، پھر ذرا رام سنگھ کو ہی دیکھئے کہ ایک لاکھ کو تو اس کے ساتھ بھی مفت بلا تنخواہ ہی ہو گیا تھا۔ اب بھی ہزاروں کو کے اس کی عدم موجودگی میں موجود ہیں، پھر مرزا صاحب کو تین سو تیرہ نہیں بلکہ سترہ مردے نکال کر دو سو چھیانوے پر جو ان میں بھی بعض تنخواہیں لیتے ہیں کیا فخر ہونا چاہئے؟ سوچنے والے سوچ سکتے ہیں، سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں، اگرچہ یہ صحیح ہے کہ مرزا صاحب کی بھی ویسی ہی تمنا تھی مگر افسوس ایک لاکھ فوج جس کی درخواست آپ نے کی تھی منظور نہ ہوئی ورنہ مندرجہ بالا دعویداروں کی طرح آتا نہیں تو دلیہ تو ضرور کر دکھلاتے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی محمد احمد سوڈانی سے مطابقت

چونکہ مہدی سوڈانی محمد احمد نامی کا تذکرہ درمیان میں آ چکا ہے جس کی مطابقت مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش وظہور دعویٰ وغیرہ امورات میں ٹھیک ٹھیک ہوتی ہے اس لئے میں ایک رسالہ سے جو (مولوی محمد فضل الدین صاحب مالک مطبع اخبار وفادار ۱۸۸۴ء کا مرتبہ) ناظرین کے لئے نقل کر کے پیش کرتا ہوں۔ وھو ھذا۔ ''انکے (مہدی سوڈانی) عالم وجود میں آنے کا زمانہ سن ہجری ۱۲۵۹ھ سن عیسوی ۱۸۴۳ء اور ان کے ظہور مہدیت کی تاریخ اگست (مطابق رمضان) ۱۸۸۱ء سے محسوب ہوتی ہے جسے ابھی تین سال بھی نہیں ہوئے گو ان میں یہ پچھلی تاریخ (۱۸۸۱ء) عربی پاشا کی اعلانیہ بغاوت کی تاریخ سے تو مطابق نہیں ہوتی جس کا آغاز ۱۰ جولائی ۱۸۸۲ء کو ہوا تھا مگر اس میں شک نہیں کہ پاشائے

موصوف کے عہد سپہ سالاری مصر کی ان تاریخوں سے برابر مل جاتی ہے، بلفظہ صفحہ ۴، ۵۔ ان کے اعلان مہدویت کا خلاصہ یہ تھا کہ میں ہی وہ مہدی موعود ہوں، جس کا تمہیں دس گزشتہ صدیوں سے انتظار تھا اور میں ہی وہ آخری الزمان ہوں جو اس مشکل مسئلہ کو حل کروں گا کہ مسلمانوں کے پولیٹیکل نفاق کو دور کروں اور ان کو ایک ہی سچی راہ (شریعت) پر چلاؤں اور حشر ونشر کی سہولتوں کے لئے تیار کروں اور مخالفان اسلام کا مخالف اور محبان اسلام کا دوست اور حامی بنا رہوں۔'' بلفظہ صفحہ ۵، سطر ۹۔

اور خود بدولت اپنے اشتہارات وغیرہ میں اپنا نام محمد احمد لکھتے ہیں جو غالباً زیادہ اعتبار کے لائق ہے بہرحال تمام انسانی قرائن کے بموجب یہ مہدی صادق تو نہیں مگر ایک نہات درجہ کے محتاط پرہیزگار فاضل اسلام پرست منتظم آدمی ہیں جنکی علمی اور تمدنی لیاقتوں کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا کہ آج حضرت کے پاس کم وبیش تین لاکھ جان نثار خدا واسطے کو لڑنے والے موجود ہیں۔ بلفظہ صفحہ ۹، سطر ۲۔

ان کے تین ہمعصر اور بھی مہدی کہلاتے ہیں۔ ملخصاً صفحہ ۹، سطر ۹۔

سنا جاتا ہے کہ ان کی بیویاں بھی ۱۰ سے متجاوز ہیں۔ صفحہ ۹، سطر ۱۳، ۱۰۔

حضرات!! مرزا صاحب کی مطابقت مہدی سوڈانی سے اس طرح پر ہے کہ راقم آثم کے دل میں خداوند کریم کی طرف سے فتنہ پیدائش قادیانی کا یوں القا ہوا ہے کہ اللہ جل وعلانی سورۃ توبہ سیپارہ واعلموا میں فرماتا ہے الافی الفتنة سقطوا ۱۲۵۹ھ یعنی آگاہ ہو جاؤ وہ فتنہ میں گرے۔ گویا عوام کو آگاہی دی گئی ہے کہ جو لوگ اس فتنہ پیدائش قادیانی میں آئینگے وہ فتنہ اور ابتلاء میں گرینگے اور اس آیت شریفہ سے بحساب ابجد کل حروف کے اعداد ۱۲۵۹ھ سن پیدائش مرزا صاحب کا نکلا اور یہی ۱۲۵۹ھ مہدی سوڈانی کی پیدائش کا ہے، جیسے مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ سو یہی سن ۱۲۷۵ ہجری جو آیت وآخرین

منھم لمایلحقوا بھم کے حروف کے اعداد سے ظاہر ہوتا ہے اس عاجز کے بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے۔ بلفظہ ۲۲۰، آئینہ کمالات اسلام۔ یعنی ۱۲۷۵ھ کو مرزا صاحب بالغ ہو کر جوان ہونے شروع ہوئے یہی سال شباب ۱۲۷۵ھ ظلم کا بھی ہے اس کے اعداد بھی ۱۲۷۵ ہی ہیں، جب پندرہ سال بلوغت کے اس کے اس میں سے کم کر دیئے جائیں تو وہی ۱۲۵۹ھ (بارہ سو انسٹھ) پیدائشی سال نکلتا ہے۔ گویا مرزا صاحب کی مقبولہ تاریخ پیدائش[1] پیدائش ۱۲۵۹ھ جس کی خبر خداوند کریم نے آیت شریف الافی الفتنة سقطوا کے حروف کے اعداد ۱۲۵۹ میں دی ہے ثابت ہے اور یہی تاریخ پیدائش مہدی کاذب سوڈانی کی ہے۔

مہدی سوڈانی کی تاریخ ظہور ۱۸۸۲ء ہے جس کو پندرہ سال کا عرصہ ہوا ہے وہی تاریخ ۱۸۸۲ء مرزا صاحب کے ظہور دعوٰی مجددیت ومثیل مسیح وغیرہ کی ہے جیسے مرزا صاحب کے براہین احمدیہ کے حصہ سوم کے صفحہ اول پر ۱۸۸۲ء درج ہے، جیسے لکھتے ہیں کہ ''اگر یہ عاجز مسیح موعود نہیں تو پھر آپ لوگ مسیح موعود کو آسمان سے اتار کر دکھا دیں'' بلفظہ صفحہ ۱۸۵، ازالہ اوہام۔

''پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں درج کر رکھی تھی اور وہ نام یہ ہے۔'' غلام احمد قادیانی ۱۳۰۰ اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں (تیرہویں صدی پر ہوا۔) بلفظہ صفحہ ۱۸۶، ازالہ اوہام۔ اس حساب سے بھی وہی پندرہ سال کا عرصہ اور وہی ۱۸۸۲ء ہوتا ہے، لیکن یہاں پر

[1] مقبولہ تاریخ از کتاب نشان آسمانی مؤلفہ مرزا صاحب مورخہ مئی ۱۸۹۳ء میں درج ہے کہ یہ عاجز تجدید دین کیلئے سن چالیس میں مبعوث ہوا جس کو گیارہ برس کے قریب گذر گیا۔ بلفظہ صفحہ ۴، سطر ۷، اور وہی ۱۳۰۰ھ اور وہی ۱۲۵۹ھ اور وہی ۱۸۴۳ء سال پیدائش مرزا صاحب کا پورا ہوا۔ گویا مرزا صاحب کی عمر اس وقت ۱۸۹۷ء چھپن سال کی ہوتی ہے۔ منہ عفی عنہ۔

مرزا صاحب کی یہ بڑی قوی دلیل ہے کہ میرے نام غلام احمد قادیانی کے تیرہ سو عدد پورے ہوتے ہیں اس واسطے سے میں مجدد اور مسیح موعود ہوں۔ تو کیا اگر کسی اور کے نام کے بھی تیرہ سو عدد پورے نکل آئیں تو وہ بھی تیرہویں صدی کا مجدد اور مسیح موعود اور مہدی مسعود ہوگا؟! اگر یہی بات ہے تو لیجئے سنیئے ان کے نام کے بھی تیرہ سو عدد ہیں۔

۱۔ مہدی کاذب محمد احمد بر(عاجز) سوڈانی ۱۳۰۰

۲۔ سید احمد پیر لشکر نیچر علیگڑھی ۱۳۰۰

مرزا صاحب کے بھائی صاحب جو پیغمبر خاکروبان بھی موجود ہیں۔ یعنی

۳۔ مرزا امام الدین ابوداتاران بیگیان کادیانی ۱۳۰۰

مرزا صاحب کے فاضل بزرگ حواری نورالدین صاحب موجود ہیں۔ یعنی۔ ۱۳۰۰

۴۔ مولوی حکیم نورالدین مستہام[1] (حیران) بھیروی مرزا صاحب کے دو دوست بھی آپ کے ساتھ ہیں یعنی

۵۔ مولوی کامل سید نذیر حسین دہلوی ۱۳۰۰

۶۔ مولوی محمد حسین ہوشیار بٹالوی ۱۳۰۰

پانچوں سواروں میں یہ عاجز راقم الحروف بھی یعنی

۷۔ بندہ بیچارہ فضل احمد مجیب ۱۳۰۰

علی ھذا القیاس۔ جس قدر چاہوں اور ناموں کے عدد پورے تیرہ سو کرتا چلا جاؤں۔ لیکن کیا اس سے ثابت ہوجائیگا کہ فلاں کس مجدد یا مسیح موعود اور مہدی مسعود ہے ہرگز نہیں۔ مرزا صاحب کا اپنے نام کے حروف کے اعداد نکال کر دعویٰ پیغمبری کرنا محض بیہودہ اور ہیچ

---

[1] مستہام سرگشتہ وحیران حکیم صاحب بھی ان کے مصدق بن کر سخت حیرانی میں ہیں دنیا دے حیاء واس گیر ہے خدا ہدایت بخشے۔ آمین ۱۲ منہ عفی عنہ۔

و پوچ بازیچہ طفلان ہے جو کوئی بھی ذی عقل اس طرف خیال کو جانے کی بھی اجازت نہیں دیگا۔ اس کے علاوہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ پیغمبری مسیح موعودی کے اثبات میں حسب ذیل بھی لکھتے ہیں:

(الف) یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف ایک حدیث میں یہ اشارہ ہے، یہ وہ زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا، جو کمال طغیان اس کا اس سن ہجری میں ہوگا جو آیت وانا علی ذھاب بہ لقادرون بحساب جمل مخفی ہے ۱۲۷۴ھ ملخصاً بلفظہ صفحہ ۶۹۵ ازالہ اوہام

(ب) جو اعداد آیت انا[1] علی ذھاب بہ لقادرون سے سمجھا جاتا ہے یعنی ۱۸۵۷ء کا زمانہ تو ساتھ ہی اس عاجز کا مسیح موعود ہونا بھی ثابت ہو جائے گا اس آیت میں ۱۸۵۷ء کی طرف اشارہ ہے، جس میں ہندوستان میں ایک مفسدہ عظیم پیدا ہو کر آثار باقیہ اسلامی سلطنت کے ملک ہند سے ناپید ہو گئے تھے کیونکہ اس آیت کے اعداد بحساب جمل ۱۲۷۴ھ ہیں اور یہ سال ۱۸۵۷ء اس کے ساتھ مطابق ہوتا ہے ضعف اسلام کا زمانہ یہی ۱۸۵۷ء ہے، جس کی بابت آیت میں حکم ہے کہ قرآن، زمین پر سے اٹھالیا جائیگا سو ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں کی ایسی ہی حالت ہوگئی تھی، بجز بدچلنی اور فسق و فجور کے اسلام کے رئیسوں کو اور کچھ یاد نہیں تھا اور سرکار انگریزی کے ساتھ بغاوت کی اور مولویوں نے فتویٰ جہاد کا دیا، انہیں معنوں سے کہا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن آسمان پر اٹھالیا جائیگا[2] پھر انہی حدیثوں میں لکھا ہے کہ دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ایک مرد فارسی الاصل

---

[1] حرف واؤ کو مرزا صاحب نے چھوڑ دیا، منہ عفی عنہ۔

[2] مرزا صاحب نے قرآن شریف کا زمین پر سے آسمان پر اٹھایا جانا لکھا ہے جیسا کہ حدیثوں میں قیامت کی علامات میں درج ہے، لیکن شاید مرزا صاحب قرآن شریف کو صرف ہندوستان اور بالخصوص پنجاب کے واسطے نازل کیا ہوا سمجھتے ہیں، کیونکہ جب غدر ہندوستان میں ہوا تو باقی تمام اسلامی ممالک میں سے بھی قرآن شریف اٹھایا گیا لیکن یہ ہرگز نہیں ہوا تو خوب آیت شریف اور حدیث شریف کی آپ نے تصدیق کی کہ صرف پنجاب اور کسی قدر حصہ ہندوستان سے قرآن شریف اٹھایا گیا اور باقی تمام دنیا میں موجود رہا، پھر جس قرآن کو مرزا صاحب دوبارہ آسمان سے دنیا پر لائے اسی میں یہ آیت انا انزلناہ قریبا من القادیان۔ بھی لکھی ہوئی ہوگی سبحان اللہ آپ کی کیا کیا تاویلات واستعارات ہیں، جس پر عقل کے آندھے اوندھے گرے چلے جاتے ہیں۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

ہوگا۔ جیسا فرمایا۔ لو کان الایمان معلقاً بالثریا الحدیث منقول بلفظہ صفحہ ۲۲ سے صفحہ ۲۷ تک ازالہ اوہام۔

حضرات ناظرین! مرزا صاحب کے اختلافات کہ (مسیح موعودی کا دعویٰ اپنے نام غلام احمد قادیانی ۱۳۰۰ھ سے کیا، جسے تقریباً پندرہ سال ہوئے اور دوسری طرف ۱۲۷۴ھ یا ۱۸۵۷ء بیان کرتے ہیں جسے تقریباً چالیس سال کا عرصہ گذر چکا ہے اور قرآن شریف کا زمین پر سے اٹھائے جانے اور مرزا صاحب فارسی الاصل کا دوبارہ قرآن شریف کو زمین پر لانے) پر نظر نہ کر کے اصل مدعا مرزا صاحب کا ظاہر کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ آیت شریف کے اعداد میں ۱۲۷۴ھ جو ۱۸۵۷ء کے مطابق ہے۔ میرے مسیح موعود ہونے کا ثبوت ہے سو اب آپ کو دیکھنا یہ ہے کہ ہندوستان میں غدر ۱۸۵۷ء کے کس کس ماہ انگریزی میں ہوا تھا اور وہ ماہ انگریزی کس کس ماہ قمری کے اور سن ہجری کے مطابق ہیں تو تاریخ (واقعات ہند) کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰، ماہ مئی ۱۸۵۷ء میں اول اول چھاؤنی میرٹھ میں غدر ہوا یہ تاریخ ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء مطابق ۱۵ رمضان ۱۲۷۳ھ کے ہوتی ہے۔ اور ماہ جون و جولائی ۱۸۵۷ء کو دیگر اضلاع میں غدر اور جنگ ہوتے رہے اور سرکار انگریزی کا تسلط ہو گیا گویا ماہ شوال اور ذیقعد اور غایت الامر ذی الحج ۱۲۷۳ھ ہجری المقدس تک غدر کا خاتمہ ہو گیا۔ پس اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ ۱۸۵۷ء کے غدر کا زمانہ ۱۲۷۴ھ کے مطابق نہیں ہوا بلکہ ۱۲۷۳ ہجری کے مطابق ہوا جس کی بابت راقم الحروف کا القاء ربانی سے وہ حصہ حدیث شریف کا یاد دلایا گیا ہے جو صحیح بخاری کے کتاب الفتن اور باب الفتنہ من قبل المشرق میں ہے (یعنی فتنہ مشرق کی طرف سے ہوگا) جس کو مرزا صاحب بھی تسلیم کر چکے ہیں کہ دجال مشرق یعنی ملک ہندوستان سے نکلے گا، وہ حدیث شریف اس طرح ہے، فرمایا حضرت رسول اکرم ﷺ نے اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا۔ یعنی اے خداوند کریم ہمارے شام اور یمن میں برکت دے، اس مکان میں مشرق اور نجد کے لوگ بھی

بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا کہ "حضرت وفی نجدنا" یعنی ہمارے نجد مشرق کے واسطے بھی دعاء برکت فرمایئے، تب حضرت ﷺ تین دفعہ شام اور یمن کے واسطے ہی دعاء برکت فرمائی اور تیسری دفعہ کے بعد حضرت نے ملک مشرق اور نجد کے حق میں فرمایا، ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع الشیطان (۱۲۷۳) یعنی اس طرف یا اس جگہ (نجد یا مشرق) میں زلزلے اور فتنے ہونگے اور وہاں سے شیطان نکلے گا، سو اس میں کچھ شک نہیں کہ قادیان میں ہمیشہ فتنے نکلتے رہتے ہیں اور زلزلے بھی، اسی حصہ حدیث شریف ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع الشیطان کے اعداد بحساب جمل ۱۲۷۳ سن ہجری کے مطابق ہوتے ہیں جو غدر ۱۸۵۷ء کے عین مطابق ہوتا ہے، جس کی صداقت یوں بھی بخوبی ہوتی ہے کہ جب سے ۱۲۵۹ھ میں مرزا صاحب پیدا ہوئے جو ۱۸۴۲ء کے برابر ہے، اس وقت لارڈ الن برا گورنر جنرل کا زمانہ تھا جس نے کابل اور غزنی وغیرہ پر چڑھائی کر کے ان کو بڑی بہادری سے فتح کیا جیسے تواریخ میں لکھا ہے کہ "غزنی کو فتح کر کے بالکل مسمار کر دیا وہیں سے کابل کی طرف روانہ ہو کر جرنیل پالک کے پاس آ پہنچے، اس کے بعد افغانوں کی دغابازی کی سزا میں کابل کے بڑے بازار کو جلا کر بالکل خاک میں ملا دیا"۔ بلفظہ واقعات ہند صفحہ ۲۱۲۔ انہی دنوں میں عین جنگ کے دوران زلزلہ بھی آیا جیسے لکھا ہے کہ "جب قلعہ کی فصیل کی ذرا مرمت کر چکے تو ایک ایسا بھونچال آیا کہ وہ گر پڑی"،

بلفظہ ۲۱۱، واقعات ہند۔

یہ ہے مرزا صاحب کی تولید کی تاریخ اور حدیث شریف کی صداقت۔

اب مرزا صاحب کی تاریخ بلوغت کا حال سنئے، جو ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء زمانہ غدر گزرا ہے اس وقت کے لوگ اب بھی یقین ہے، بہت سے زندہ موجود ہیں زمانہ غدر میں جو کچھ گذرا ہے تاریخ میں درج اور لوگوں کو یاد ہے کہ کیا کیا حالتیں مخلوقات کی ہوئیں جو

ناگفتہ بہ ہیں حتی کہ سلطنت اسلامی[1] کی رہی سہی کا بھی ستیاناس ہوگیا۔ بہادر شاہ کو جلاوطن کر کے دہلی سے رنگون میں پہنچایا اور اس کے دو بیٹے اور ایک پوتا دہلی کے فتح ہوتے ہی گولی سے مارڈالے گئے اور سرکار انگلشیہ کو بھی ناحق نقصان آپ کے اثر سے پہنچا۔ دیکھو واقعات ہند کا صفحہ ۲۳۔

پھر جب ۱۳۰۰ھ سے اپنے نام غلام احمد قادیانی کی تاریخ نکالی جو ۱۸۸۲ء کے مطابق ہوئی جس پر بڑے زور سے دعویٰ مسیح موعودی کا کیا تب اپنے بھائی مہدی سوڈانی کے ساتھ اثر ہمعصری کا دکھلا کر خوب جنگ کروایا سخت کشت وخون ہوئے پھر اب ۱۸۹۶ء و ۱۸۹۷ء جب مہدی مسعود ہونے کا دعویٰ کیا تو تمام جہان کو قحط سخت وامساک باران وباء طاعون اور زلزلوں نے برباد کر دیا اور یہ اثر آپ کا اب تک جاری اور روز بروز ترقی پر ہے خداوند کریم مرزا صاحب کے ان تمام تاثیرات سے سب کو بچاوے۔ آمین۔ یہ ہیں مرزا صاحب کی پیدائش سے آج تک کے حالات جو حدیث شریف کی صداقت سے پورے ہوئے ہیں اور جو شاہان سلطنت اور رعایا دونوں کو آپ کے وجود کے اثر نے تکالیف پہنچائیں۔ الغرض خلاصہ مرزا صاحب اور مہدی سوڈانی کی مطابقت کا یہ ہے کہ:۔

۱۔ مرزا صاحب بھی ۱۲۵۹ھ میں پیدا ہوئے اور مہدی سوڈانی بھی اسی سال پیدا ہوئے۔

۲۔ مہدی سوڈانی نے ۱۸۸۲ء میں دعویٰ مہدویت کا کیا مرزا صاحب نے بھی اسی سال میں دعویٰ نبوت اور مسیح موعود کا کیا۔

۳۔ مہدی سوڈانی کا نام محمد احمد تھا اور مرزا صاحب کا نام غلام احمد ہے، احمد کا نام دونوں میں موجود ہے۔

۴۔ مہدی کاذب سوڈان میں پیدا ہوئے اور مرزا صاحب قادیان میں۔

---

[1] اسلامی رہا اس نام پر بجاز خود مٹے ہوئے اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ۔

۵۔ مہدی سوڈانی اپنے آپ کو عالم فاضل اسلام پرست کہلاتے تھے، مرزا صاحب بھی اپنے برابر کسی کو عالم وفاضل اور اسلام پرست نہیں سمجھتے۔

۶۔ مہدی سوڈانی کے پاس کثرت ازدواج سے محل سرا بھرے ہوئے تھے مرزا صاحب کو بھی کثرت ازدواج کا نہایت شوق ہے گو میسر نہیں۔

البتہ مہدی سوڈانی ایک بات میں مرزا صاحب سے بڑھ کر ہیں اور مرزا صاحب بھی ایک بات میں مہدی سوڈانی سے بڑھکر ہیں وہ یہ کہ مہدی سوڈانی کے پاس تین لاکھ فوج اللہ جان نثار موجود تھی مگر مرزا صاحب کے پاس صرف دوسو چھیانوے دیسی مرید خاص الخاص موجود ہیں اور مرزا صاحب بڑھکر یوں ہیں کہ سوڈانی نے صرف مہدویت کا دعویٰ کیا تھا، جبکہ مرزا صاحب نے مسیح موعود اور مہدی موعود دونوں کا دعویٰ کیا۔ اب فرق صرف اتنا ہے کہ مہدی سوڈانی مر چکے اور مرزا صاحب ابھی زندہ خواہ دائمی مریض ہی سہی۔

اب میں اصل مطلب پر آتا ہوں۔ مرزا صاحب نے ایک عجیب بات یہ لکھی ہے کہ مہدی مسعود کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی جس میں اس کے دوستوں کے نام مع مسکن اور خصائل کے درج ہونگے۔ سو عبارت حدیث میں لفظ صحیفہ مختومہ لکھا ہے جس کے معنی مرزا صاحب نے خطوط وحدانی میں (اے مطبوعہ) اپنی طرف سے لکھ کر چھپی ہوئی کتاب لکھے ہیں، مختوم کے معنی ہرگز ہرگز چھپی ہوئی کتاب کے نہیں ہیں۔ جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن شریف میں بسورۃ البقرہ فرمایا ہے ختم الله علی قلوبهم وعلی سمعهم یعنی مہر کردی اللہ نے ان (کافروں) کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر، پھر دوسری جگہ سورۃ التطفیف میں فرماتا ہے کہ یسقون من رحیق مختوم ختمه مسک یعنی پلائے جائیں گے، شراب خالص مہر کی ہوئی میں سے اور مہر کرنے کی چیز اس کی خوشبو (مشک) ہے اسی طرح تمام احادیث اور کتاب مجمع بحار الانوار شرح کتب حدیث

ودیگر کتب لغت میں مختوم کے معنی بموجب معنی قرآنی مہر کی ہوئی کے لکھے ہیں ان کی عبارات کو بباعث عدیم الفرصتی نقل نہیں کیا گیا۔ اور نہ ضرورت ہے ہر کوئی خود دیکھ سکتا ہے۔ البتہ مرزا صاحب پر مجھے یقین نہیں کہ وہ کسی کتاب کو دیکھیں جب کہ وہ قرآن شریف کی ہی مخالفت میں اپنے گھر کے معنی کر رہے ہیں لہٰذا وہ کسی کی بات کو قبول بھی نہیں کریں گے۔ جبکہ وہ خدا تعالیٰ کی بات اور حکم کو نہیں مانتے، لیکن یہ ضرور ہے کہ مرزا صاحب کی ہی تحریرات الہامی کو پیش کیا جائے تاکہ دوسرے حضرات ناظرین کو بھی معلوم ہو جائے پھر مرزا صاحب صاحب کا اختیار ہے خواہ وہ اپنے الہامی تحریرات اور دستاویزات کو اختیار کریں یا انکار مرزا صاحب کی عبارات ذیل میں لکھی جاتی ہیں:۔

(الف) مرزا صاحب اپنے مرید خالص حبی فی اللہ میر عباس علی صاحب لودھیانوی کی نسبت (جب وہ مرزا صاحب کی بیعت توڑ کر ان کے سخت دشمن بن گئے) لکھتے ہیں، انسان کا دل اللہ جل شانہٗ کے قبضے میں ہے، میر صاحب تو میر صاحب ہیں اگر وہ چاہتے تو دنیا کے ایک بڑے سنگدل اور مختوم القلب آدمی کو ایک دم میں حق کی طرف پھیر سکتا ہے۔ بلفظہ رسالہ آسمانی فیصلہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کا اخیر ورق۔

(ب) اجنبیت سے ترک ادب اور ترک ادب سے ختم علی القلب اور ختم علی القلب سے جبری عداوت۔ بلفظہ، وہی رسالہ آسمانی فیصلہ مرزا صاحب کا اخیر ورق۔

کیا ان مندرجہ بالا تحریروں میں مرزا صاحب نے مختوم القلب کے معنی چھاپ شدہ دل، اور ختم علی القلب کے معنی چھاپا اوپر دل کے لئے ہیں یا کیے ہیں، ذرا مرزا صاحب ہی اپنے لکھے ہوئے پر غور فرمائیں اور وہ اور ان کے مرزائی جمع ہو کر قرآن شریف یا کسی حدیث شریف یا کسی شرعی یا غیر شرعی کتاب سے نکال کر تو دکھا نہیں سکتے۔ بلکہ مرزا صاحب نے حدیث میں (اے مطبوعہ) کے لفظ کو بڑھا کر اپنی طرف سے چھاپ شدہ کے معنی کئے

ہیں، چلیں مطبوعہ کے ہی معنی قرآن شریف یا حدیث شریف سے چھاپ شدہ کے نکال کر پیش کریں۔ بلکہ تمام کتب دینیات میں طبع کے معنی بھی ختم کے پائے جائیں گے۔ پس دعویٰ مرزا صاحب کا باطل ہوا۔

تمام لوگ جن کو عربی الفاظ کے معنی سمجھنے کا کچھ بھی ملکہ ہے وہ سب حدیث مذکورہ کے معنی یہی کریں گے کہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ ایک بستی میں پیدا ہونگے، جس کا نام کرعہ ہے اس کی تصدیق خداوند کریم کرے گا۔ اس کے دوستوں کو جو بدر کی تعداد کے مطابق تین سو تیرہ ہیں جمع کرے گا، اور حضرت رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کتاب مہر بند کی ہوئی ہوگی (جیسے ڈاک خانوں میں پمفلٹ یا پارسل وغیرہ بند ہو کر اور ان پر مہریں لگ کر ایکدوسرے کے پاس بھیجی جاتی ہیں، تاکہ کوئی سوائے مکتوب الیہ کے کھول نہ سکے) اس کتاب میں ان کے دوستوں کے نام مع ان کے مسکن شہروں اور خصلتوں کے درج ہونگے۔ اھ

حضرات ناظرین!! اب فرمایئے گا:

(الف) کہ مرزا صاحب کرعہ گاؤں میں پیدا نہیں ہوئے جو اس وقت میں درمیان مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے اور چاہ عسفان کے پاس آباد موجود ہے (دیکھو ۹۳ کتاب ہذا)

(ب) خداوند کریم نے مرزا صاحب کی کوئی تصدیق نہیں کی بلکہ تکذیب در تکذیب کی۔

(ج) مرزا صاحب کے دوست تین سو تیرہ ہیں جن کے نام فہرست میں لکھے ہیں ان میں سترہ آدمی نمبر ہائے ۹۱،۹۳،۹۶،۹۹،۱۰۰،۱۰۷،۱۱۳،۱۳۲،۱۳۴،۱۴۷،۱۴۸،۱۶۹،۲۸۳، ۲۸۶،۲۹۳،۲۹۵،۳۱۰ مردہ ہیں جو مدتوں کے فوت شدہ درج کئے گئے ہیں۔ کیا حدیث کے لفظوں میں یہ بھی درج ہے کہ ان تین سو تیرہ میں سترہ آدمی مرے ہوئے بھی ہونگے۔ پھر بعض ناموں کے ساتھ معہٗ اہلیت وہر دو زوجہ وغیرہ بھی لکھا ہے، کیا حدیث میں یہ بھی ہے کہ ان کی عورتیں بھی ساتھ ہونگی۔

(د) مرزا صاحب کے دوست مندرجہ فہرست کبھی ایک وقت پر قادیان میں جمع نہیں ہوئے اگرچہ زندوں کا قادیان میں مرزا صاحب کے پاس جمع ہو جانا ممکن ہے لیکن جو ستر ہ آدمی ہیں وہ تو کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے تھے نہ ہوئے۔ جب مرزا صاحب کے پاس ان کے دوست جمع نہیں ہوئے تو حدیث کی صداقت کیسے ہو سکتی ہے البتہ اگر مرزا صاحب کے مسمریزمی زوج جمع ہو گئے ہوں تو عجب نہیں۔

(ھ) کیا کتاب مختومہ مرزا صاحب کے پاس اسی وقت سے تھی جب کہ وہ پیدا ہوئے ۱۲۵۹ھ میں یا جب آپ نے ظہور مہدویت وعیسویت فرمایا ۱۳۰۰ ہجری میں اور وہ کتاب کس کے روبرو کھولی گئی اور کہاں اور کب۔ یا یہ کہ اب ۱۳۱۴ھ میں ایک فہرست پوچھ پاچھ کر لکھ دی اور جب پورے تین سو تیرہ نہ ہوئے تب ستر ہ مردے بھی اس میں درج کر دیئے، چاہئے یہ تھا کہ مرزا صاحب کے پاس پیدا ہوتے ہی کتاب ہوتی بشرطیکہ کاذب نہ ہوتے۔

(و) ایک بہت بڑی علامت ان کی خصلتوں کی حدیث میں درج ہے مگر افسوس مرزا صاحب نے اپنے دوستوں میں سے ایک کی بھی کوئی خو اور خصلت درج نہیں کی پھر کتاب پر جو مرزا صاحب اپنی حدیث کی صداقت میں پیش کرتے ہیں اس کا حال سنئے کہ مرزا صاحب نے پہلے اپنے دوستوں کے نام جگہ جگہ سے بذریعہ خط وکتابت دریافت کئے پھر ان کو جمع کیا پھر ان کی ایک فہرست بنائی۔ پھر وہ فہرست خوشنویس سے لکھوائی، پھر چھاپہ والے کو دے دی، چھاپہ والے نے اسے پتھر پر جموایا، پھر پریس والوں نے اس کو چھاپ چھاپ کر الگ الگ رکھا پھر ورقوں اور صفحوں کو ملایا، اور مرزا صاحب کے پاس پہنچایا، تب مرزا صاحب کی طرف سے دوستوں اور دشمنوں کے پاس پہنچ گئی۔

سبحان اللہ مرزا صاحب نے کیا کمال کیا ہے کہ یہاں وہاں کے نام بیعت کا بہانہ کر کے لکھوا منگوائے اور سب کو ایک فہرست میں لکھ کر چھاپنے کے لئے دے دیئے اور

اصحاب بدر کے نام سے مشہور کر دیئے۔ جیسے خود لکھتے ہیں کہ ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض فوائد منافع بیعت کہ جو آپ لوگوں کے لیے مقدر ہیں اس انتظام پر موقوف ہیں کہ آپ سب صاحبوں کے اسماء مبارکہ ایک کتاب میں بقید ولدیت وسکونت مستقل وعارضی کسی قدر کیفیت کیساتھ اندراج پائیں، اور چھپوا کر ایک ایک کاپی تمام بیعت کرنے والوں کے پاس بھیج دی جائے“۔

یہی اسماء مبارکہ ہیں جو مرزا صاحب نے پہلے ۱۸۸۹ء میں جس کو عرصہ آٹھ سال کا گزرا ہے لکھوا منگوائے تھے، اور اب ۱۸۹۶ء میں ضمیمہ میں چھپوا کر مہدی موعود کا بھی دعوی کر دیا اور مرزا صاحب نے یہاں یہ بھی لکھا ہے کہ ”پہلے اس سے آئینہ کمالات اسلام میں تین سو نام درج کر چکا ہوں“۔ مگر جب آئینہ کمالات مرزا صاحب کا دیکھتا ہوں تو اس میں بھی انکا دروغ پہ دروغ ہی پایا جاتا ہے کیونکہ وہ لکھتے ہیں:۔

کیفیت جلسہ ۲۷، دسمبر ۱۸۹۲ء بمقام قادیان ضلع گورداسپور اس جلسہ کے موقع پر اگرچہ پانچ سو کے قریب لوگ جمع تھے لیکن وہ احباب اور مخلص جو محض للہ شریک جلسہ ہونے کیلئے دور دور سے تشریف لائے تھے ان کی تعداد قریب تین سو پچیس کے پہنچ گئی تھی بلفظہ صفحہ ا، لیکن فہرست احباب جو صفحہ ۴ سے ۷ اتک لکھی ہے اس میں تین سو ستائیس نام لکھے ہیں۔ ملخصاً۔

”جب میاں بٹالوی نے اس عاجز کے کافر ٹھہرانے میں توجہ فرمائی تھی اس وقت صرف ۱۵۵ احباب تھے اور اب اس جلسہ سالانہ میں بجائے ۷۵ کے تین سو ستائیس احباب شامل جلسہ ہوئے“۔ بلفظہ ملخصاً صفحہ ۱۸۔

اس کے آگے جب مرزا صاحب تنبول (چندہ) لینے بیٹھے تو کل ۹۲ ہی آدمی درج فہرست کئے۔ ملخصاً صفحہ ۲۰ سے ۲۳ تک۔

حضرات! اب مرزا صاحب کے دروغ پر غور فرمایئے گا کہ خود لکھتے ہیں ہم نے تین سو نام آئینہ کمالات میں درج کیا ہے جب اس کو دیکھا جاتا ہے تو ایک جگہ تین سو پچیس لکھتے ہیں پھر اسی جگہ تین سو ستائیس لکھتے ہیں، پانچ سو بھی لکھتے اور چندہ دہندگان کے نام کل بانوے ہی درج کئے ہیں۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے دوست وہی بانوے تھے، جنہوں نے چندہ دیا باقی سب تماشائی تھے۔ پس تمام وجوہات بالا سے ثابت ہوگیا کہ حدیث مذکورہ سے مرزا صاحب کا ذرا بھر بھی لگاؤ نہیں بلکہ برعکس ان کے تکذیب کی تائید ہوئی اور مہدی کاذب برادر سوڈانی ثابت ہوئے مرزائی اپنی آنکھیں کھولکر دیکھیں اور ایسے مہدی مضل سے سرخروئی حاصل کریں۔

ناظرین! جب حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اس حدیث شریف کے مطابق ظہور پر نور فرمائینگے تو ہر کہ ومہ کے دل میں اللہ تعالیٰ ڈال دے گا اور ہر مسلمان ان کو شناخت کریگا کہ حضرت مہدی امام آخر الزمان رضی اللہ عنہ یہی ہیں۔ فلینتظرہ

نہایت ہی تعجب!!! مجھے نہایت ہی تعجب اور حیرانی ہے اور سب سے زیادہ افسوس مرزا صاحب کے الہامی حافظہ پر ہے کہ ناحق انہوں نے مہدی موعود بننے کی کوشش کی اور خانہ زاد استعارات بے مغز کو کام میں لائے کیونکہ جس مہدی موعود ہونے کا خود بڑے زور سے دعوی کرتے ہیں، پہلے اسی کے وجود کا سرے سے بڑے وثوق کے ساتھ انکار کر چکے ہیں مرزا صاحب کی الہامی دستاویزات ملاحظہ کے لئے نذر کرتا ہوں۔

(الف) سنت جماعت کا مذہب ہے کہ امام مہدی فوت ہوگئے، آخری زمانہ میں انہیں کے نام پر ایک اور امام پیدا ہوگا لیکن محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں ہے۔ بلفظہ صفحہ ۷۲۵، ازالہ اوہام۔

(ب) امام مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں ہے جب مسیح ابن مریم آئیگا تو امام مہدی کی کیا ضرورت

ہے۔ بلفظہ صفحہ ۵۱۸، ازالہ اوہام۔

حاصل کلام مرزا صاحب کا دعوٰی کہ میں مہدی موعود ہوں علاوہ اس بحث اور دلائل کے جو پیچھے گزر چکے ہیں ان کی اپنی ہی تحریرات الہامی سے باطل ہوگیا باطل بھی ایسا کہ تاویل واستعارہ کی بھی گنجائش نہیں رہی نہایت ہی شرم اور ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ خود ہی لکھتے ہیں کہ مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں ہے پھر اسی مہدی کے ادعائی بنتے ہیں کہ حدیث کے مطابق میں ہوں اور یہ بھی مرزا صاحب نے جمہور کی مخالفت میں نرا دھوکہ دیا ہے کہ اہل سنت جماعت کا مذہب ہے کہ "امام مہدی فوت ہوگئے ہیں"۔ یہ مذہب اہل سنت وجماعت کا ہرگز نہیں، دیکھو کتب احادیث وعقائد وسیر، یہ سچ ہے کہ جب کسی کے دماغ میں فتور آجاتا ہے تو اس کو اگلی پچھلی باتیں یاد نہیں رہا کرتیں مرزا صاحب اس میں مجبور اور معذور ہیں۔ العیاذ باللہ۔

الحمد للہ علی احسانہ خلاصہ رسالہ انجام آتھم وضمیمہ اور اس کے مختصر جوابات جو مرزا صاحب کے ہی تحریرات والہامات سے دئے گئے ہیں، ختم ہوا۔ اب قبل اس کے کہ مرزا صاحب کے عقائد اور اعمال کی فہرست لکھوں، دو باتوں کا اظہار ضروری اور لابدی ہے، اول دعوٰی نبوت[1]، دوم توہینات انبیاء علیہم السلام، جو مرزا صاحب نے اپنی تالیفات میں کی ہیں جس میں اہل اسلام کا متفقہ ومسلمہ مسئلہ وفتوٰی ہے کہ یہ کفر ہے۔ اگرچہ اس مختصر رسالے میں متعدد جگہوں میں ان ہر دو امور کا ذکر اجمالاً وتفصیلاً آچکا ہے لیکن ان ہر دو امور اہم کو الگ الگ لکھ دینا ناظرین کے لئے خالی از فائدہ نہ ہوگا اس لئے اول دعوٰی نبوت، دوم توہینات انبیاء علیہم السلام، سوم عقائد، چہارم اعمال لکھے جائیں گے، تو نید ان شاء اللہ تعالیٰ، اور اکثر عقائد اسلام حاشیہ پر لکھے جائیں گے۔

[1] دعوٰی نبوت رائج مسئلہ اگر کوئی کہے کہ میں پیغمبر ہوں یا رسول اللہ ہوں اور ارادہ اس کا خدا کے رسول ہونیکا ہو تو کافر ہوا۔ بلفظہ عقائد عظیمہ ص ۱۶۶، سطر ۱۲، و دیگر کتب عقائد ۱۲ منہ عفی عنہ۔

اول مرزا صاحب کی طرف سے دعویٰ نبوت

۱۔ الہام: قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعُونی یحببکُمُ اللہ یعنی کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ بلفظہ صفحہ ۲۳۹، براہین احمدیہ۔

۲۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے کیونکہ خداتعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسول اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور اس سے انکار کرنے والا مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔ بلفظہ توضیح مرام صفحہ ۱۸۔

۳۔ مرسل یزدانی و مامور رحمانی حضرت جناب مرزا غلام احمد قادیانی۔ بلفظہ ابتداء صفحہ (ٹائٹل پیج) اوہام۔

۴۔ مجھ کو قادیان والوں نے نہایت تنگ کیا ہے جسے کہ میں یہاں سے ہجرت کروں گا، میرے روحانی بھائی مسیح کا قول ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔

بلفظہ صفحہ ابتدائی، ج، مرزا صاحب کا شحنۂ حق۔

۵۔ خدا نے مجھے آدم صفی اللہ کہا، مثیل نوح کہا، مثیل یوسف کہا، مثیل داؤد کہا پھر مثیل موسیٰ کہا، پھر مثیل ابراہیم کہا، پھر بار بار احمد کے خطاب سے مجھے پکارا۔ بلفظہ صفحہ ۲۵۳، ازالہ اوہام۔

۶۔ پس واضح ہو کہ وہ مسیح موعود جس کا آنا انجیل اور احادیث صحیحہ کے رو سے ضروری طور پر قرار پا چکا تھا۔ وہ تو اپنے وقت پر اپنے نشانوں کے ساتھ آ گیا اور آج وہ وعدہ پورا ہو گیا جو خداتعالیٰ کی مقدس پیشگوئیوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔ بلفظہ صفحہ ۴۱۳، ۴۱۲، ازالہ اوہام۔

۷۔ چونکہ آدم اور مسیح میں مماثلت ہے اس لئے اس عاجز کا نام آدم بھی رکھا اور مسیح بھی۔

بلفظہ صفحہ ۲۵۶، ازالہ اوہام۔

۸۔ خداتعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

بلفظہ صفحہ ۵۳۳، ازالہ اوہام

۹۔ ہمارا گروہ سعید ہے جس نے اپنے وقت پر اس بندہ (مرزا صاحب) مامور کو قبول کر لیا ہے جو آسمان اور زمین کے خدا نے بھیجا ہے۔ بلفظہ صفحہ ۱۸۷، ازالہ اوہام

۱۰۔ ہاں! محدث جو مرسلین میں سے ہے، امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔ [2]

بلفظہ صفحہ ۵۶۹، ازالہ اوہام

۱۱۔ محدث کا وجود انبیاء اور امم میں بطور برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اگرچہ وہ کامل طور پر امتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے۔ بلفظہ ۵۶۹، ازالہ اوہام۔

۱۲۔ میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا۔ تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا۔ بلفظہ صفحہ ۶۳۴، ازالہ (برعکس ہوا)

۱۳۔ احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں، اسی کی طرف یہ اشارہ ہے و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد [3]۔ بلفظہ صفحہ ۶۷۳، ازالہ اوہام (یعنی یہ آیت شریف مرزا صاحب کے حق میں پیشین گوئی ہے۔)

۱۴۔ اور یہ آیت کہ ھوا لّذی ارسل رسولہ با لھدی و دین الحق لیظھر ہ علی الدین کلہ درحقیقت اسی مسیح [4] ابن مریم کے زمانہ سے متعلق ہے۔ بلفظہ صفحہ ۶۷۵، ازالہ اوہام

۱۵۔ وہ آدم اور ابن مریم یہی عاجز [5] ہے کیونکہ اول تو ایسا دعویٰ اس عاجز سے پہلے کبھی کسی

---

[1] اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی مؤلفہ براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے۔ نعوذ باللہ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

[2] مرزا صاحب ایک ہی وقت میں امتی بھی ہیں اور نبی بھی۔ اجتماع الضدین ہے، گویا ایک ہی وقت میں رات بھی ہیں اور دن بھی، سیاہ بھی ہیں اور سفید بھی، کافر بھی ہیں اور مسلمان بھی، یہ محالات میں سے ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

[3]، [4]، [5] یعنی مرزا صاحب ۱۲ منہ۔

نے نہیں کیا اور اس عاجز کا یہ دعویٰ دس برس سے شائع ہو رہا ہے۔ بلفظہ صفحہ ۲۹۵، ازالہ اوہام مطبوعہ ۱۳۰۸ھ۔

۱۶۔ اور ہر ایک شخص روشنی روحانی کا محتاج ہو رہا ہے سو خدا تعالیٰ نے اس روشنی کو دیکر ایک شخص دنیا میں بھیجا وہ کون ہے یہی ہے جو بول رہا ہے۔ بلفظہ صفحہ ۶۹۸، ازالہ اوہام۔

۱۷۔ حضرت اقدس امام انام مہدی و مسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ السلام ۲ (نعوذ باللہ من ذالک) بلفظہ صفحہ ۲۵، رسالہ آریہ دھرم کا خیر نوٹس مؤلفہ مرزا صاحب

۱۸۔ میں جوان تھا جب خدا کی وحی اور الہام کا دعویٰ کیا اور اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں، اور ابتداء دعویٰ پر تیس برس سے بھی زیادہ گزر گیا۔ بلفظہ صفحہ ۵۰، انجام آتھم

۱۹۔ ان کو کہہ کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میرے پیچھے ہو لو، تا کہ خدا بھی تم سے محبت کرے۔ بلفظہ صفحہ ۵۶، ۵۲، انجام آتھم۔

۲۰۔ اے احمد تیرا نام پورا ہو جائیگا قبل اس کے جو میرا نام پورا ہو۔ بلفظہ صفحہ ۵۲، انجام۔

۲۱۔ تیرے شان عجیب ہے۔ بلفظہ صفحہ ۵۲، انجام آتھم۔

---

۱ یعنی مرزا صاحب ۔۱۲ منہ۔

۲ اس بارے میں ایک چار ورق رسالہ احسن الکلام فی بیان الصلوٰۃ والسلام مرزا صاحب کے حواری محمد احسن امروہوی نے لکھا ہے اور مرزا صاحب پر درود بھیجنا بالاولیٰ ثابت کیا ہے۔ لکھا ہے کہ انکی (مرزا صاحب کی) محبت لوجہ اللہ مجبور کرتی ہے کہ اس کے نام کے ذکر کے بعد سلام بھیجا جائے بلفظہ صفحہ ۲، سطر ۱۰، مگر افسوس ہے مولوی محمد احسن امروہوی کی محبت لوجہ اللہ پر کہ مرزا صاحب کے ساتھ تو یہ محبت ہو لیکن پیغمبران اولوالعزم علیہم السلام کے ساتھ ایک ذرہ بھر بھی محبت نہ ہو اور ان کے نام پر درود وسلام نہ بھیجا جائے، جیسے اسی رسالہ میں وہ لکھتے ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ حضرت آدم خود حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ جیسے پیغمبران اولوالعزم مقام شفاعت میں کھڑے نہ ہو سکیں گے۔ بلفظہ صفحہ ۷، سطر ۴، ۵، دیکھئے۔ ان پیغمبران علیہم السلام کے نام اقدس پر مطلق درود وسلام کی پرواتک نہیں کی واہ آپکا ایمان ۔۱۲ منہ ٹل در۔

۲۲۔ میں نے تجھے اپنے لئے چن لیا ہے۔ صفحہ ۵۵، انجام آتھم۔

۲۳۔ پاک ہے وہ جس نے اپنے بندہ کو رات میں سیر کرائی۔ بلفظہ صفحہ ۵۲، انجام آتھم۔

۲۴۔ تجھے خوشخبری ہو اے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ صفحہ ۵۵، انجام آتھم۔

۲۵۔ میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا۔ بلفظہ صفحہ ۵۵، انجام آتھم

۲۶۔ تو ہمارے پانی میں سے ہے۔ بلفظہ صفحہ ۵۵، انجام آتھم۔

۲۷۔ خدا عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے بلفظہ صفحہ ۵۵، انجام آتھم۔

۲۸۔ ان شانئک ھو الابتر۔ تیرا بدگو بے خیر ہے (میاں سعد اللہ مدرس لودھانہ) صفحہ ۵۸، انجام آتھم۔

۲۹۔ نبیوں کا چاند (مرزا صاحب) آئیگا۔ صفحہ ۵۸۔۔۔ ۶۰، انجام آتھم۔

۳۰۔ تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں تیرا بھید میرا بھید ہے۔ صفحہ ۵۹، انجام آتھم۔

۳۱۔ ابراہیم یعنی اس عاجز (مرزا صاحب) پر سلام۔ صفحہ ۶۰، انجام آتھم۔

۳۲۔ اے نوح اپنی خواب کو پوشیدہ رکھ۔ صفحہ ۶۱، انجام آتھم۔

۳۳۔ یہ کسی قدر نمونہ ان الہامات کا ہے جو وقتاً فوقتاً مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوئے ہیں اور ان کے سوا اور بھی بہت سے الہامات ہیں مگر میں خیال کرتا ہوں کہ جس قدر میں نے لکھا ہے وہ کافی ہے اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین خدا کی طرف سے آیا ہے، جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اس کا دشمن جہنمی ہے۔ بلفظہ صفحہ ۶۲، انجام آتھم۔

۳۴۔ جس نے تیری بیعت کی اس کے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ۔ صفحہ ۷۸، انجام آتھم۔

---

۱ مرزا صاحب کو معراج ہوا جس کا وہ خود انکار کرتے ہیں اور یہاں آیت شریف معراج کا آپ پر نزول دوبارہ ہوا۔ ۱۲ منہ ٹل در۔

۳۵۔ وما ارسلنک الا رحمة للعالمین تجھ کو تمام جہان کی رحمت کے واسطے بھیجا۔ صفحہ ۷۸، انجام آتھم۔

۳۶۔ انی مرسلک الی قوم المفسدین میں نے تجھ کو قوم مفسدین کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ صفحہ ۷۹، انجام آتھم۔

۳۷۔ مجھ کو خدا نے قائم کیا، مبعوث کیا اور خدا میرے ساتھ ہم کلام ہوا۔ صفحہ ۱۱۲، انجام آتھم۔

۳۸۔ خدا کا روح میرے میں باتیں کرتا ہے۔ صفحہ ۱۶۷، انجام آتھم۔

۳۹۔ جو شخص مجھے بے عزتی سے دیکھتا ہے وہ اس خدا کو بے عزتی سے دیکھتا ہے جس نے مجھے مامور کیا اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہ اس خدا کو قبول کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔

صفحہ ۳۶ ضمیمہ انجام۔

۴۰۔ خدا ان سب کے مقابل پر میری فتح کریگا کیونکہ میں خدا کی طرف سے ہوں، پس ضرور ہے کہ بموجب آیہ کریمہ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی میری فتح ہو۔

بلفظہ صفحہ ۵۸ ضمیمہ انجام آتھم۔

۴۱۔ میرے پاس خدا کے نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ بلفظہ صفحہ ۱۲۵۷ ضمیمہ انجام آتھم۔

یاد داشت: دعویٰ نبوت کفر ہے، دیکھو عقائد عظیم صفحہ ۱۶۶ اور دیگر کتب عقائد

دوم توہینات انبیاء علیہم السلام

۱۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مرگئے جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے وہ ہرگز نہ مرے گا۔ بلفظہ صفحہ ۲، ازالہ اوہام۔

۲۔ جس قدر حضرت مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہیں نکلیں۔ بلفظہ صفحہ ۷، ازالہ اوہام۔

---

۱ توہینات: مسئلہ جو کوئی پیغمبر خدا کی اہانت کرے وہ کافر ہے۔ عقائد عظیم صفحہ ۱۲۶۔ ۱۷۰ مسئلہ ہر پیغمبر کی جناب میں بے ادبی کرنا کفر ہے۔ بلفظہ خمان الفردوس صفحہ ۳۲ سطر ۱ اور دیگر کتب عقائد و مالا بد منہ صفحہ ۱۵۸۔ منہ الی عنہ۔

۳۔ حضرت موسیٰ کی پیشگوئیاں بھی اس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امید باندھی تھی، غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔ صفحہ ۸، ازالہ اوہام۔

۴۔ سیر معراج (حضرت محمد ﷺ) اس جسم کثیف[۱] کے ساتھ نہیں تھا۔ بلفظہ صفحہ ۴۷، ازالہ اوہام۔

۵۔ بلکہ اکثر پیشگوئیوں میں ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ خود انبیاء کو ہی جن پر وہ وحی نازل ہو سمجھ میں نہیں آسکتی۔ صفحہ ۱۴۰، ازالہ اوہام۔

۶۔

ابنک منم کہ حسب اشارات آمدم
عیسیٰ کجاست تابہ نہد پابمنبرم

(بلفظہ صفحہ ۱۵۸، ازالہ اوہام)

۷۔ یہ حضرت مسیح کا معجزہ (پرندے بنا کر ان میں پھونک مار کر اڑانا) حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنیوالے تھے۔ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور پر ایسے طریق پر اطلاع دیدی ہو، جو مٹی کا ایک کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو، جیسے پرند پرواز کرتا ہے۔ اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو۔ کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے کہ جس میں کلوں کے ایجاد

---

۱ کثیف: مسئلہ جو کوئی پیغمبر ﷺ کے بال کو بالوں یا بالنا کہے وہ کافر ہے۔ بلفظہ عقائد عظیم صفحہ ۱۷۱ سطر ۱۲ مسئلہ جس کلمے میں کسی طرح کی بے ادبی یا اہانت جناب رسول اللہ ﷺ کی پائی جائے وہ یقیناً کفر ہے بلکہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔ بلفظہ صفحہ ۳۱ سطر ۲۰ خمان الفردوس ۱۲

کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہوجاتی ہے۔ بلفظہ ملتقطاً صفحہ ۳۰۲، ازالہ اوہام

۸۔ اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح اس وقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلتی بھی ہیں اور دُم بھی ہلاتی ہیں۔ بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور یورپ اور امریکہ کے ملکوں سے بکثرت آتے ہیں۔ بلفظہ ملتقطاً صفحہ ۳۰۲، ازالہ اوہام۔

۹۔ حضرت مسیح ابن مریم باذن و حکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب (مسمریزم) میں کمال رکھتے تھے اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ بلفظہ صفحہ ۳۰۸، ازالہ اوہام۔

۱۰۔ گو حضرت مسیح جسمانی بیماروں کو اس عمل (مسمریزم) کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے، مگر ہدایت، توحید اور دینی استقامتوں کی کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کارروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام کے رہے۔ بلفظہ صفحہ ۳۱۰، ازالہ اوہام۔

۱۱۔ یہ جو میں نے مسمریزمی طریق کا نام عمل الترب رکھا ہے، جس میں حضرت مسیح بھی کسی درجہ تک رکھتے تھے۔ یہ الہامی نام ہے۔ بلفظہ صفحہ ۳۱۲، ازالہ اوہام۔

۱۲۔ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارہ میں پیشین گوئی کی اور وہ

ل حضرت مسیح اگر خدا کے حکم سے عمل مسمریزم کرتے تھے، بقول مرزا صاحب وہ باذن اللہ کرتے تھے تو پھر مرزا صاحب اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت کس دلیل سے کہتے ہیں۔ مگر یہ سچ ہے کہ خداوند کریم کا حکم مرزا صاحب کیلئے مکروہ اور قابل نفرت ہے۔ العیاذ باللہ منہ لمؤلفہ

جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔ صفحہ ۶۲۹، ازالہ اوہام۔

۱۳۔ جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا، وہ ہم نے معلوم کر لیا۔ صفحہ ۶۸۳، ازالہ اوہام۔

۱۴۔ حضرت رسول خدا ﷺ کے الہام و وحی غلط نکلیں تھیں۔ صفحہ ۶۸۸، ازالہ اوہام۔

۱۵۔ اسی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی اور نہ دجال کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماہی ظاہر فرمائی گئی ہو۔ صفحہ ۶۹۱، ازالہ اوہام۔

۱۶۔ سورہ بقرہ میں جو ایک قتل کا ذکر ہے کہ گائے کی بوٹیاں نعش پر مارنے سے وہ مقتول زندہ ہوگیا تھا اور اپنے قاتل کا پتہ دے دیا تھا، یہ محض موسیٰ کی دھمکی تھی اور علم مسمریزم تھا۔ ملخصاً صفحہ ۷۴۸، ازالہ اوہام۔

۱۷۔ حضرت ابراہیم کا چار پرندوں کے معجزہ کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے وہ بھی انکا مسمریزم کا عمل تھا۔ ملخصاً صفحہ ۷۵۳، ازالہ اوہام۔

۱۸۔ مسیح کی دادیوں اور نانیوں کی نسبت جو اعتراض ہے اس کا جواب بھی آپ نے سوچا ہوگا۔ بلفظہ صفحہ ۱۲ در رسالہ انوار القرآن ۹۴۔ ۱۸۹۵ء۔

۱۹۔ یسوع نے ایک کنجری کو اپنی بغل میں لیا اور عطر ملوایا۔ ملخصاً صفحہ ۲۔ ۷، وہی رسالہ انوار القرآن ۹۵۔ ۱۸۹۶ء۔

۲۰۔ مسیح کا بے باپ پیدا ہونا میری نگاہ میں کچھ عجوبہ بات نہیں۔ حضرت آدم ماں، باپ دونوں نہیں رکھتے تھے۔ اب قریب برسات آئی ہے، باہر جا کر دیکھیے کتنے کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہوجاتے ہیں۔ بلفظہ صفحہ ۷، جنگ مقدس مرزا صاحب ۲۲ مئی سے ۵ جون ۱۸۹۳ء تک۔

ل مرزا صاحب کی دلیری اور بے باکی اور توہین نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر خیال فرمایئے۔ اللہ پاک ان کے حق میں سورہ مریم میں فرماتا ہے ولنجعلہ ایۃ للناس و رحمۃ منا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ پیدا کرنا لوگوں کیلئے نشان ہے اور رحمت۔ مرزا صاحب کی نگاہ ایسی ہے کہ قرآن کریم بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ معاذ اللہ

۲۱۔ مریم کا بیٹا کشلیا[1] کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔ ملخّصاً صفحہ ۴۱ ضمیمہ انجام آتھم۔

۲۲۔ (حضرت یسوع مسیح کی نسبت) شریر، مکار، موٹی عقل والا، بدزبان، غصہ ور، گالیاں دینے والا، جھوٹا علمی اور عملی قوتوں میں کچا، چور، شیطان کے پیچھے چلنے والا، شیطان کا ملہم، اس کے دماغ میں خلل تھا، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا تھا۔ آپ کا کنجریوں سے میلان جدّی مناسبت سے تھا۔ زنا کاری کا عطر ایک کنجری سے سر پر ملوایا۔ ملخصاً ابتداء صفحہ ۳ تا نہایت صفحہ ۷، ضمیمہ انجام آتھم۔

العیاذ باللہ، نقل کفر کفر نباشد۔

یادداشت: توہین انبیاء علیہم السلام کفر ہے۔

سوم مرزا صاحب کے عقائد (جمہور اہل اسلام کے خلاف):

۱۔ مرزا صاحب کا خدا (عاجی) [2] ہاتھی دانت یا گوبر کا ہے۔

قوله[3]: ہمارا خدا عاجی ہے (اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے۔) ملخصاً صفحہ ۵۵۶، براہین احمدیہ۔ عاجی کے معنی ہاتھی دانت یا گوبر کا، کے ہیں، دیکھو کتب لغت منتخب اللغات اور قاموس، اور اس کی تحقیقات میں (صفحہ ۶۵، ۶۶ کتاب ہٰذا)

۲۔ فرشتے[4] کوئی نہیں جو کچھ عالم میں ہو رہا ہے وہ سیارات کی تاثیر سے

[1] کشلیا راجہ رام چندر جی کی والدہ کا نام ہے، جس کو ہندو لوگ اوتار پرمیشر (خدا) کہتے ہیں۔ آریہ لوگ صرف راجہ کہتے ہیں اور مسلمان لوگ ان کو کافر جانتے ہیں۔

[2] عاجی، ج اس کے معنی صفحہ (صفحہ ۶۵، ۶۶ کتاب ہٰذا) لکھے گئے ہیں۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

[3] قوله سے مراد خاص مرزا صاحب کی کلام ہے اور قال سے کسی دوسرے شخص کی۔ منہ عفی عنہ۔

[4] ایمان تفصیل میں فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان کا منکر کافر ہے، جیسا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ والیوم الآخر فقد ضل ضلالاً بعیدا۔ یعنی جو انکار کرے اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور قیامت کے دن کا وہ گمراہ ہوا گمراہی دور کی (جاری)

ہو رہا ہے۔

قوله: ملائکہ وہ روحانیات ہیں کہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ یا دساتیر اور وید کے موافق ارواح کواکب ان کو نام زد کریں یا نہایت طریق سے ملائکۃ اللہ کا ان کو لقب دیں در حقیقت یہ ملائکہ ارواح کواکب اور سیارات کے لئے جان کا حکم رکھتے ہیں اور عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے انہیں سیاروں کے قوالب اور ارواح کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔ ملخصاً ملتقطاً، صفحات ۳۲، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۶۷۔ توضیح مرام

۳۔ جبریل علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کے پاس زمین پر کبھی نہیں آئے اور نہ آتے ہیں۔

قوله: جبریل امین جو انبیاء کو دکھائی دیتا ہے وہ بذات خود زمین پر نہیں اترتا اور اپنے ہیڈ کوارٹر (صدر مقام) سے نہایت روشن میز سے جدا نہیں ہوتا، بلکہ صرف اس کی تاثیر نازل ہوتی ہے اور اس کے عکس سے تصویر ان (یعنی انبیاء) کے دل میں منقوش ہو جاتی ہے۔ ملخصاً صفحات ۶۸، ۷۰، ۸۵، توضیح مرام۔

۴۔ انبیاء[1] علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔

قوله: ایک بادشاہ کے وقت چار سو نبی نے اس کے فتح کے بارے میں پیشین گوئی کی اس میں وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مارا گیا۔ ملخصاً صفحہ ۶۲۸، ۶۲۹، ازالہ اوہام۔

(بقیہ) اور حدیث صحیحین میں ہے ان تومن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر الحدیث۔ مرزا صاحب قرآن شریف اور احادیث شریف سے انکاری ہیں۔ العیاذ باللہ۔ منہ عفی عنہ، اور دیکھو عقائد الاسلام

[1] انبیاء ورنہ جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے اور انبیاء علیہم السلام گناہ کبیرہ اور صغیرہ سے پاک ہیں اور وہ معصوم ہیں اور راستباز ہیں، اس کا انکار کفر ہے، جو انبیاء علیہم السلام کو جھوٹا کہے وہ کافر ہے۔ عقائد الاسلام صفحہ ۳۸، ۲۵۳، مؤلفہ مولانا ابو محمد عبدالحق دہلوی۔ منہ عفی عنہ۔

۵۔ **معجزات[1] حضرت سلیمان و حضرت مسیح علیہما السلام کے محض عقلی اور بے سود از قسم شعبدہ بازی اور لوگوں کو فریفتہ کرنے والے تھے۔**

قولہ: (الف) بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ (پرندے بنا کر ان میں پھونک مار کر اڑا دینا) حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دونوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ ملخص صفحہ ۳۰۲، ازالہ اوہام۔

(ب) دیکھو صفحہ ۱۲۳، کتاب ہذا توہینات انبیاء میں درج ہو چکا ہے۔

۶۔ **حضرت محمد ﷺ کی بھی[2] وحی غلط نکلی۔**

قولہ: حضرت رسول خدا ﷺ کے الہام اور وحی غلط نکلی تھیں۔ ملخصاً صفحات ۶۸۸، ۶۸۹، ازالہ اوہام۔

۷۔ **حضرت رسول اکرم ﷺ کو ابن مریم اور دجال اور اس کے گدھے اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی حقیقت سے وحی الٰہی نے خبر نہیں دی۔**

قولہ: اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کے عمیق تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ

---

[1] معجزات ر۔ یہ سید احمد خاںصاحب بہادر کی کاسہ لیسی ہے وہ بھی اپنے رسالہ تہذیب الاخلاق جمادی الاول تا رمضان ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۹ء میں معجزات کو بھان متی کا سانگ کہتے ہیں۔ انکار معجزہ انکار کلام اللہ ہے جو کفر ہے۔ عقائد الاسلام وغیرہ کتب عقائد ۱۲۔

[2] وحی غلط ر۔ حضرت محمد ﷺ کی نسبت ایسا کہنا ان کو نعوذ باللہ جھوٹا سمجھنا ہے۔ یہ سخت اہانت حضرت ﷺ کی ہے جو کفر ہے۔ عقائد الاسلام مولانا مولوی ابو محمد عبدالحق دہلوی۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

الارض کی ماہیت کما ہی بھی ظاہر فرمائی گئی ہو۔ ملخص صفحہ ۶۹۱، ازالہ اوہام

۸۔ **حضرت مسیح علیہ السلام یوسف نجار[1] کے بیٹے تھے۔**

قولہ: حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے تھے۔ ملخص ۳۰۳، ازالہ اوہام۔

۹۔ **حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسمریزم میں مشق کرتے اور کمال رکھتے تھے۔**

قولہ: (الف) حضرت مسیح ابن مریم الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب (مسمریزم) میں کمال رکھتے تھے۔ ملخص صفحہ ۳۰۸، ازالہ اوہام۔

(ب) یہ جو میں نے مسمریزی عمل کا نام عمل الترب رکھا ہے یہ الہامی نام ہے، جس میں حضرت مسیح بھی کسی درجہ تک مشق رکھتے تھے۔ ملخصاً ملخص صفحہ ۳۱۳، ازالہ اوہام۔

۱۰۔ **آنحضرت ﷺ کے معراج[2] جسمانی کا انکار۔**

(مرزا صاحب کے ایمان کا فلسفہ پر دار و مدار)

قولہ: (الف) نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچ سکے پس اس جسم کا کرہ ماہتاب و آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔ ملخص صفحہ ۴۷، ازالہ اوہام۔

---

[1] قولہ یوسف نجار ر۔ سر سید احمد خاںصاحب کی کاسہ لیسی بصریح نص وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ حضرت مریم علیہا السلام کا قول مندرجہ قرآن مجید کا انکار کفر ہے۔ ۱۲، دیکھو کتب عقائد منہ عفی عنہ۔

[2] معراج ر۔ خبر المعراج حق ومن ردہ فهو مبتدع ضال۔ یعنی جو معراج جسمانی کا انکار کرے، بدعتی گمراہ ہے۔ فقہ اکبر صفحہ ۱۲۔ معراج جسمانی ر۔ عقائد اسلام معراجہ فی الیقظۃ الی السماء ثم الی ماشاء اللہ حق یعنی حضرت ﷺ کا معراج بیداری میں آسمان کی طرف پھر جہاں اللہ نے چاہا حق ہے۔ ملخص تکمیل الجنان ترجمہ تکمیل الایمان صفحہ ۳۹ سطر ۱۷، شرح عقائد حنفی و دیگر کتب عقائد سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔

(ب) سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ بلفظہ صفحہ ۴۷، ازالہ اوہام۔

۱۱۔ قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں۔

قولہ: (الف) قرآن شریف جس بلند آواز سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے، ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے۔ بلفظہ صفحہ ۲۵، ۲۶۔ ازالہ اوہام۔

(ب) اس (قرآن شریف) نے ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں[۱] معلوم ہوتی ہیں استعمال کیے ہیں۔ بلفظہ ملخصاً صفحہ ۲۷، ازالہ اوہام۔

۱۲۔ براہین احمدیہ (مؤلفہ مرزا صاحب) خدا کی کلام ہے۔

قولہ: خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ بلفظہ صفحہ ۵۳۳، ازالہ اوہام۔

۱۳۔ قرآن شریف (کلام اللہ) مرزا صاحب[۲] کی کلام ہے۔

قولہ: اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔

بلفظہ صفحہ ۳، کالم دوم سطر ۳۲، ۳۳، ۳۴، اشتہار لیکھرام کی موت کی نسبت مورخہ ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء۔

۱۴۔ قرآن شریف میں جو معجزات[۳] ہیں وہ سب مسمریزم ہیں۔

۱؎ گندی گالیاں الخ مسئلہ جس کلمے میں بے ادبی یا اہانت قرآن مجید یا کسی آیت کی ہو بے شک کفر ہے۔ بلفظہ صفحہ ۳۲، خیابان الفردوس و غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار صفحہ ۵۱۳، سطر ۲۱ منہ عفی عنہ۔

۲؎ مرزا صاحب الخ جو شخص قرآن شریف کو مخلوق کہے وہ کافر ہے۔ بلفظہ غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار صفحہ ۵۱۳، سطر ۲۱۔

۳؎ معجزات الخ معجزات قرآنی کا منکر قرآن شریف کا منکر ہے قرآن شریف کا منکر کافر ہے۔ عقائد الاسلام منہ عفی عنہ۔

قولہ: (الف) قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض مردے زندہ ہوگئے تھے جیسے وہ مردہ جس کا خون بنی اسرائیل نے چھپالیا تھا، جس کا ذکر اس آیت واذ قتلتم الایہ میں ہے کہ اس گائے کے گوشت کی بوٹیوں سے جس کے ہاتھ سے مقتول کے جسم پر لگنے سے زندہ ہوگیا تھا یا ہوجائیگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس قصہ سے واقعی طور پر زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ صرف دھمکی تھی کہ تا چور بے دل ہوکر اپنے تئیں ظاہر کردے کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق عمل الترب یعنی مسمریزم کا ایک شعبدہ تھا۔

بلفظہ ملتقطاً از صفحہ ۴۹ تا ۵۰ تا ۵۷، ازالہ اوہام۔

(ب) یادرکھنا چاہئے کہ جو قرآن کریم میں چار پرندوں کا ذکر لکھا ہے ان کو اجزاء متفرقہ یعنی جدا جدا کر کے چاروں پہاڑوں پر چھوڑا گیا تھا اور پھر وہ بلانے سے آگئے تھے یہ بھی عمل الترب کی طرف اشارہ ہے بلفظہ ملتقطاً صفحہ ۵۲، ۵۳، ۵۷، ازالہ اوہام۔

۱۵۔ قرآن شریف میں یہ عبارت انا انزلناہ قریباً من القادیان موجود ہے[۱] (کلام الٰہی میں کمی بیشی)

قولہ: جس روز وہ الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے ہوا تھا۔ اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی مرحوم میرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھا باواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا انا انزلناہ قریباً من القادیان۔ تو میں نے سن کر تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے، تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے، تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے تب میں نے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر

۱؎ انا انزلناہ الخ آیت شریف وانا لہ لحٰفظون کا انکار گویا قرآن شریف کا انکار ہے ۱۲ منہ عفی عنہ۔

قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ مکہ، مدینہ، قادیان۔ بلفظہ ملتقطاً صفحہ ۷۶، ۷۷، ازالہ اوہام۔

۱۶۔ قادیان بمثل حرم[1] کعبۃ اللہ ہے۔

قولہ: ومن دخلہ کان امنا[2] ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا؟ ہم نے ہر ایک بات میں

---

[1] حرم کعبہ/ آیت قرآن شریف کو خلاف ظاہر نص سے ثابت کرنا منطبق کرنا یا کسی اور مطلب کے مطابق کرنا جن کا قرآن شریف میں بعبارت ظاہرہ ذکر نہیں تحریف قرآن شریف ہے جو کفر ہے ملحوظ بلفظہ من رسائل عقائد اسلام وغیرہ کتب عقائد ۱۲ منہ عفی عنہ۔

[2] یہاں پر حضرت مولانا حاجی حرمین شریفین ابقاہ اللہ تعالیٰ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری منصوری کی کتاب رجم الشیاطین برد اغلوطات البراہین سے نقل کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ وھو ھذا فقیر کہتا ہے کہ آیت ومن دخلہ کان امنا قرآن شریف میں بیت اللہ شریف کے ہی حق میں وارد ہے۔ مسجد نبوی ﷺ کے اور نہ مسجد اقصیٰ، جس کی تعریف سورہ بنی اسرائیل کے ابتداء میں ہے اور وہ قبلہ انبیاء ہے، کے حق میں وارد ہے پس یہ ادعا صاحب براہین کا کہ اس کی خانگی مسجد کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے ومن دخلہ کان امنا نازل کیا ہے، یہاں اپنی مسجد کو ان دونوں مسجدوں پر فضیلت دی ہے، ان مناقب سے ایک اور امر ظاہر ہو گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ابتداء براہین احمدیہ کے اشتہار میں درج کیا ہے کہ ان کی جائیداد دس ہزار روپے کی ہے، پھر ادعا کیا ہے کہ مجھ کو الہام ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مخاطب یعنی ہم کلامی کا منصب حاصل ہے پس باوجود اس کے وہ اب تک حج کو نہیں گئے اس لئے کہ حج گناہ کو بخشوانے اور اور قیامت کے امن کے واسطے ہے اور یہ دونوں مرزا صاحب کو حاصل ہیں کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے جو وحی چاہے سو کہہ بیشک ہم نے تمہیں بخش چھوڑا ہے، جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۲۰ میں درج ہے اور امن تو ان کی مسجد کے نمازیوں کو حاصل ہے۔ مرزا صاحب تو خود اس کے امام اور بانی ہیں اور نیز ان پر براہین کے صفحہ ۵۲۲ سے منقول ہو چکا ہے کہ دین اسلام سب پر مشتبہ ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سب کو حکم دیا ہے کہ طریقہ حقہ مرزا صاحب مرزا قادیانی سے حاصل کریں انتہیٰ ملخصاً پس اب حسب اقرار لگے قادیان خود مکہ معظمہ ہو گئی اور ان کو حج کرنے کی کیا حاجت رہی۔ بلفظہ صفحہ ۵۱، ۵۲ خوب یاد آ گیا ہے کہ مرزا صاحب کے بھائی مرزا امام الدین اوتار لال بیگیاں نے بھی قادیان ہی میں چوہڑوں کا حج مقرر کیا تھا دیکھو کتاب ویدحق مؤلفہ مرزا امام الدین۔ منہ عفی عنہ)

تیرے لئے آسانی نہیں کی کہ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا، بیت الفکر سے اس جگہ مراد وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیفات کے لئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور ومن دخلہ کان امنا، اس مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے۔ بلفظہ ملتقطاً صفحہ ۵۵۸، براہین احمدیہ۔

۱۷۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت[1] ہو چکے ہیں دوبارہ دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے، آنے والے مسیح مرزا صاحب ہی ہیں۔

قولہ: (الف) یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا۔

بلفظہ صفحہ ۴۷۳، ۴۷۴، ازالہ اوہام۔

(ب) خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ عیسیٰ مر چکے خدا نے حکم موت ان پر جاری کر دیا اور آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ بلفظہ صفحہ ۸۰، ۱۱۱ انجام آتھم۔

۱۸۔ حضرت رسول اکرم ﷺ خاتم النبیین[2] والمرسلین نہیں ہیں۔

قولہ: (الف) اگر عذر ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی ہے، میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزوی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کیلئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ بلفظہ صفحہ ۱۸، توضیح مرام۔

(ب) وحی الٰہی پر صرف نبوت کاملہ کی حد تک کہاں مہر لگ گئی ہے، اے غافلو اس امت مرحومہ میں وحی کی نالیاں قیامت تک جاری ہیں۔ بلفظہ صفحہ ۴۲۱، ۴۲۲، ازالہ اوہام۔

---

[1] فوت ہو چکے/ اجماع امت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسم عنصری آسمان پر ہیں، قیامت کے قریب نزول فرمائیں گے وغیرہ وغیرہ منکر اجماع امت کا کافر ہے۔ عقائد الاسلام صفحہ ۹، منہ عفی عنہ۔

[2] خاتم النبیین/ ختم نبوت حضرت محمد ﷺ کا منکر کافر ہے۔ ۱۲ اور دیکھو عقائد الاسلام، منہ عفی عنہ۔

۱۹۔ حضرت ﷺ کے چار یاروں کے شمار میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔

قول (الف) صدیق اور فاروق اور حیدر کی طرح اسلامی برکتوں اور استقامتوں دکھلا کر امن میں آجانے کا موجب ہوگا۔ بلفظ صفحہ ۱۰۰ سطر ۱۰ از ازالہ اوہام۔

(ب) اور وہ چشمہ اسی چشمہ کا ہم رنگ ہوگا جو قریش کے مقدس بزرگوں صدیق اور فاروق اور علی المرتضیٰ کو ملا تھا جن کے ایمان کو آسمان کے فرشتے بھی تعجب کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ بلفظ صفحہ ۱۰۹، ۱۱۰ سطر ۷، از ازالہ اوہام۔

۲۰۔ قیامت نہیں ہوگی، تقدیر کوئی چیز نہیں۔

قوله: میں ایک مسلمان ہوں امنت[1] بالله وملئكة وكتبه ورسله والبعث بعدالموت (پورا ایمان مفصل نہیں) بلفظ صفحہ دوم ٹائٹل از ازالہ اوہام۔

۲۱۔ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ نہیں آئینگے۔

قوله: (الف) محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں۔ بلفظ صفحہ ۲۵۷ از ازالہ اوہام۔

(ب) امام مہدی کا آنا بالکل صحیح[2] نہیں۔ بلفظ صفحہ ۵۱۸ از ازالہ اوہام۔

۲۲۔ دجال[3] پادری ہیں اور کوئی دجال نہیں آئے گا۔

---

[1] امنت بالله الخ عقائد اسلام میں صفت ایمان یہ ہے امنت بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم الآخر والقدر خيره وشره من الله تعالىٰ والبعث بعدالموت ہر ایک عقائد وغیرہ میں درج ہے مسئلہ جو قیامت اور جنت اور نار اور میزان یا کسی بات کا جو حضرت ﷺ نے بالیقین فرمائی ہے انکار کرے کافر ہے۔ ترجمہ در مختار صفحہ ۵۳ وضمان فردوس صفحہ ۳۲ وغیرہ ۱۲ منہ۔

[2] صحیح نہیں الخ یہ اب ہم اب خود مرزا صاحب مہدی بن گئے۔ ۱۲ منہ۔

[3] دجال الخ عقیدہ اہل اسلام یہ ہے وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من مغربها ونزول عيسى عليه السلام من السماء سائر علامات يوم القيامة على ماوردت به الاخبار (جاری)

قوله: پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ مسیح دجال جس کے آنے کی انتظار تھی یہی پادریوں کا گروہ ہے، جو ٹڈی کی طرح دنیا میں پھیل گیا ہے۔ بلفظ ۴۹۵، ۴۹۶ از ازالہ اوہام وانجام آتھم ضمیمہ۔

۲۳۔ دجّال کا یہی ریل گدھا ہے اور کوئی گدھا نہیں۔

قوله: وہ گدھا دجال کا اپنا ہی بنایا ہوا ہوگا پھر اگر وہ ریل نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ صفحہ ۶۸۵ از ازالہ اوہام۔

۲۴۔ یاجوج وماجوج کوئی نہیں ہونگے۔

قوله: یاجوج وماجوج سے دو قومیں انگریز اور روس مراد ہیں اور کچھ نہیں۔ بلفظ صفحہ ۵۰۲، ۵۰۸ از ازالہ اوہام۔

۲۵۔ دابۃ الارض علماء ہونگے اور کچھ نہیں۔

قوله: دابۃ الارض وہ علماء اور واعظین ہیں جو آسمانی قوت اپنے میں نہیں رکھتے، آخری زمانہ میں ان کی کثرت ہوگی۔ بلفظ ملخصاً صفحہ ۵۱۰ از ازالہ اوہام۔

۲۶۔ دخان کچھ نہیں ہوگا۔

قوله: دخان سے مراد قحط عظیم وشدید ہے۔ صفحہ ۵۱۳ از ازالہ اوہام۔

۲۷۔ آفتاب مغرب سے نہیں نکلے گا۔

قوله: مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی آفتاب سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔ بلفظ ۵۱۵ از ازالہ اوہام

(بقیہ) الصحيحة حق كائن بلفظ فقہ اکبر صفحہ ۱۲ یعنی اور نکلنا دجال اور یاجوج ماجوج کا اور نکلنا سورج کا مغرب سے اور اترنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر سے اور باقی تمام نشانیوں قیامت کا جیسا کہ صحیح حدیثوں میں وارد ہوا ہے حق ہے اور ضرور ہونے والا ہے۔ ۱۲ منہ غفی عنہ۔

۲۸۔ عذاب قبر نہیں ہے۔

قوله: کسی قبر میں سانپ اور بچھو دکھاؤ۔ ملخصاً صفحہ ۳۱۵، ازالہ اوہام

۲۹۔ تناسخ صحیح ہے۔

قوله: (الف)

ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام
بارہا چون سبزہ ہاروئیدہ ام

(بلفظہ صفحہ ۸۲، کتاب ست بچن مرزا صاحب کی ۱۸۹۵ء کی مطبوعہ)

(ب) ہمیشہ انسان کے بدن میں سلسلہ تحلیل جاری ہے یہاں تک کہ تحقیقات قدیمہ وجدیدہ سے ثابت ہے کہ چند سال میں پہلا جسم تحلیل پاکر معدوم ہوجاتا ہے اور بدن بدل کر مابہ تحلل ہوجاتا ہے۔ بلفظہ صفحہ ۱۰، جنگ مقدس ۲۲ مئی سے ۵ جون ۱۸۹۳ء

۳۰۔ مرزا صاحب کا الہام قطعی اور یقینی[1] مثل وحی انبیاء علیہم السلام کے ہے۔

قوله: (الف) وہ الہامات جن پر خدا نے مجھ کو اطلاع دی ہے۔ بلفظہ صفحہ ۲۲۲، براہین احمدیہ۔

(ب) جب کسی دل پر نبوی برکتوں کا پرتو پڑیگا تو ضرور ہے کہ اس کو اپنے متبوع کی طرح علم یقینی قطعی حاصل ہو۔ بلفظہ صفحہ ۲۳۲، براہین احمدیہ۔

(ج) ایسے وقتوں میں وہی لوگ محبِ اسلام ٹھہرتے ہیں، جن کا الہام قطعی اور یقینی ہوتا ہے

بلفظہ صفحہ ۲۳۳، براہین احمدیہ۔

(د) رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کو (الہام مرزا صاحب) بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے۔ بلفظہ صفحہ ۱۸، توضیح مرام۔

[1] قطعی یقینی رہا یہ دعویٰ نبوت ہے جو کفر ہے کیونکہ قطعی اور یقینی الہام سوائے پیغمبران علیہم السلام کے اور کسی کا نہیں ہے نہایت تعجب ہے کہ حضرت ﷺ کی وحی تو ظنی ہو اور مرزا صاحب کی الہام وحی کی طرح قطعی اور یقینی ہو یہاں مرزا صاحب نے تو سب انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص حضرت محمد ﷺ پر اپنی فضیلت کو ثابت کیا ہے۔

(ہ) اس جگہ (مرزا صاحب پر) الہام بارش کی طرح برس رہا ہے۔۔۔ میں خدا سے یقینی علم پاکر کہتا ہوں۔ بلفظہ ملخصاً صفحہ ۷۵، ضمیمہ انجام آتھم۔

۳۱۔ خدا نے مرزا صاحب کے اگلے پچھلے گناہ سب بخشدیئے ہیں۔

قوله: (الف)۔ (الہام) ہم نے تجھ کو بخش چھوڑا ہے جو جی چاہے[1] سو کر۔ بلفظہ ملخصاً صفحہ ۵۶۰، براہین احمدیہ۔ اصل عبارت عربی اعمل ماشئت فانی قد غفرت لک۔

(ب) پھر فرمایا کہ ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح دی ہے یعنی کھلی کھلی فتح دیں گے تاکہ تیرا خدا (عاجی) تیرے اگلے پچھلے گناہ بخشدے۔ بلفظہ صفحہ ۷۵، ضمیمہ انجام آتھم۔

چہارم مرزا صاحب کے اعمال

۱۔ مالک نصاب ہیں لیکن فرض[2] حج ادا نہیں کرتے۔

قوله: (الف) ایسے مجیب کو بلا عذرے وحیلتے اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دیدوں گا۔ بلفظہ براہین احمدیہ۔ ۲۶،۲۵، اشتہار قلم بجی۔

(ب) مجھ کو پندرہ ہزار روپیہ کے قریب فتوح کا آیا جس کو شک ہو وہ ڈاک خانہ کی کتابوں کو دیکھ لے۔ بلفظہ صفحہ ۲۸، ضمیمہ انجام آتھم۔

(ج) حاجی سیٹھ عبدالرحمن صاحب تاجر مدراس نے کئے ہزار روپیہ لگا دیا ہے۔

ملخصاً صفحہ ۲۸، ضمیمہ انجام آتھم۔

[1] جو جی چاہے یہی وجہ ہے کہ مرزا صاحب کے عقائد و اعمال اہل اسلام کے مخالف ہیں اور ان کی پرواہ نہیں اور نہ کسی گناہ کا کوئی اثر پہنچتا ہے منہ عفی عنہ۔

[2] حج کے ادا نہ کرنے کی وجہ مرزا صاحب کے عقیدہ نمبر ۱۹ میں گذر چکی ہے زکوٰۃ بھی مرزا صاحب ادا نہیں کرتے جیسے قرآن سے ثابت ہے۔ زکوٰۃ پر مرزا صاحب کا عذر ہو سکتا ہے کہ ہم خفیہ طور پر ادا کرتے ہیں اس لئے زکوٰۃ کا نمبر شمار علیحدہ نہیں لکھا گیا۔ منہ عفی عنہ۔ ترک کرنا حج کا گناہ کبیرہ ہے اور انکار کرنا کفر ہے کتب عقائد۔ منہ عفی عنہ۔

(د) شیخ رحمت اللہ صاحب دو ہزار روپیہ دے چکے ہیں۔ ملخصاً صفحہ ۲۸، ۲۹، ضمیمہ انجام آتھم

(اور بہت سی تنخواہیں مرزا صاحب کی مقرر ہیں)

۲۔ مرزا صاحب نماز پنجگانہ بھی دل[1] سے باجماعت ادا نہیں کرتے۔

قال: (الف) [2]روپیہ کی طلب اور ہل من مزید کا نقشہ اور ترک جمعہ اور جماعت اور خوش معاملگی یا وعدہ خلافی اشاعت براہین احمدیہ اور سراج منیر میں اور بہت سے آپ کی دوسری عملی کارروائیاں آپ کو سیرت محمدی سے کوسوں دور پھینک رہی ہیں۔

ملاحظہ صفحہ ۱۳، سطر ۵، رسالہ تائید آسمانی، مؤلفہ منشی محمد جعفر وکیل۔

(ب) ۔

تے مرزا جمعہ جماعت کولوں تارک سنیا جائے
جھریدا بوچھ رہے ہمیشہ مسجد وچہ نہ آوے

(ملاحظہ صفحہ ۱۶، سطر ۱۳، رسالہ الفصل الخطاب مؤلفہ مولوی خدا بخش واعظ امرتسر)

۳۔ نماز پنجگانہ قبل[3] از وقت پڑھتے ہیں۔

قال: اور جواب ڈیڑھ بجے لکھا، جس میں پہلے رقعہ کا اعادہ کیا گیا تھا ادھر سے بھی حجت تمام کرنے کی غرض سے اسی وقت جوابی رقعہ لکھا گیا اور ساتھ ہی یہ لکھ دیا گیا کہ ہم اب جلسہ میں

---

[1] باجماعت یعنی عمداً دانستہ نماز باجماعت کو ترک کرے، گناہ کبیرہ ہے، دیکھو کتب عقائد مسئلہ جماعت سنت مؤکدہ قریب واجب کے ہے تارک اس کا منافق ہے۔ نور الہدایہ صفحہ ۱۱۳، سطر ۵۔ منہ۔

[2] قال سے مراد کسی اور کی کلام ہے سوائے مرزا صاحب کے۔ منہ عفی عنہ۔

[3] قبل از وقت یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا۔ یعنی تحقیق نماز ہے مسلمانوں پر فرض وقت مقرر کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب نے آیت شریف کی پرواہ کی قبل از وقت نماز پڑھنا کبیرہ گناہ ہے۔ عقائد عظیمہ صفحہ ۱۲۶ وغیرہ کتب۔ منہ عفی عنہ۔

جاتے ہیں چنانچہ حضرت اقدس (مرزا صاحب) معہ چند خادموں کے دو بجے ہی جامع مسجد میں جا پہنچے۔۔۔ چنانچہ جب انہیں خبر ملی کہ مرزا صاحب تیار و مستعد مسجد میں تشریف رکھتے ہیں تو وہ بھی وقت مقررہ سے آدھا گھنٹہ بعد بصد جبر و اکراہ آئے ٹھیک ساڑھے تین بجے تھے جب انہوں نے مسجد میں قدم رکھا اور نماز عصر کے ادا کرنے میں مصروف ہوئے، حضرت اقدس اور ان کے خدام ظہر اور عصر جمع کرکے باجماعت ہی پڑھ آئے تھے۔

ملاحظہ صفحہ ۷، کالم دوم ضمیمہ اخبار پنجاب گزٹ۔ مورخہ ۱۳ نومبر ۱۸۹۱ء کیفیت مناظرہ مرزا صاحب و مولوی نذیر حسین صاحب جو جامع مسجد دہلی میں ستمبر و اکتوبر ۱۸۹۱ء کے دنوں میں ہوا تھا۔ (گویا ایک بجے دن کے جو ظہر کا وقت ہے، ظہر اور عصر دونوں کو جمع کرکے پڑھ لیا)

۴۔ مرزا صاحب روزے[1] بھی رمضان شریف کے نہیں رکھتے تھے۔

قال:

روزہ رکھن ویلے بیماری دا عذر بناوے
تے حج زکوتوں تارک چنگا بھلا غنی دسیاوے

(یعنی مرزا صاحب روزہ رمضان المبارک کے رکھنے کے وقت بیمار بن جاتے ہیں اور روزہ نہیں رکھتے) صفحہ ۱۶، سطر ۱۲، رسالہ الفصل الخطاب مؤلفہ مولوی خدا بخش واعظ۔

۵۔ اپنی مؤلفہ کتب میں اشتہارات انعامی شائع کرتے ہیں اور مقابلہ مناظرہ کے واسطے انعام کی شرطیں لگاتے ہیں مگر ادا نہیں کرتے۔

اقول: کوئی بھی کتاب یا اشتہار ایسا نہیں ہوگا جس میں کوئی نہ کوئی شرط بدی ہوئی موجود نہ ہو۔ ابتداء براہین[2] احمدیہ سے آج تک انجام آتھم و اخیر ضمیمہ انجام آتھم تک کہ اس کی خبر صفحہ

---

[1] روزے یعنی روزہ (بلا عذر) نہ رکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ عقائد الاسلام صفحہ ۱۲۶۔ ۱۲ منہ۔

[2] مرزا صاحب نے کتاب "براہین احمدیہ" کے اول میں جلی قلم کا اشتہار دس ہزار روپیہ کا دیا کہ جو کوئی اس کو رد کرے اس کو دیا جائیگا، سو حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب نے اس کی ایسی رد لکھی کہ جس پر علماء پنجاب و ہندوستان کے علماء حرمین شریفین نے بھی تصدیق فرما کر مرزا صاحب کو اسلام سے خارج کر دیا مگر افسوس مرزا صاحب نے وہ دس ہزار روپیہ ادا نہیں کئے اس کتاب مؤلفہ مولانا موصوف کا نام رجم الشياطين برد اغلوطات البراهين ہے۔ ۱۲ منہ۔

دوسرے اشتہار میں ایک ہزار روپیہ کی شرط لگائی ہوئی موجود ہے، جو شرعاً جائز نہیں۔

۶۔ قبل از تصنیف کتب و تیاری کے حق التصنیف فروخت کرتے ہیں اور قیمت وصول کرتے ہیں یعنی بیع[1] فاسد آپ کا عمل مادامی ہے۔

قوله: نام ان معاون صاحبان کے جنہوں نے خریداری کتاب سے اعانت فرمائی، حضرت خلیفہ سید محمد حسن خان صاحب بہادر وزیر اعظم ریاست پٹیالہ بابت خریداری کتاب براہین احمدیہ، بلفظہ براہین احمدیہ جلد اول صفحہ ج، یہ اس وقت کا ذکر ہے کہ ابھی تک کتاب کا وجود بھی نہیں تھا سترہ، اٹھارہ سال ہوگئے ہیں اب تک لوگوں کو کتاب نہیں ملی، اول اس کتاب براہین کی قیمت پانچ روپیہ مقرر کی، پھر پچیس روپیہ، پھر دس روپیہ، دیکھو اعلان براہین احمدیہ۔ حصہ اول و دوم۔ پھر حصہ سوم کے آخر میں مرزا صاحب نے ایک گذارش اس طرح پر لکھی ہے، اب اصلی قیمت اس کتاب کی سو روپیہ ہے اور اس کے عوض میں دس یا پچیس روپیہ قیمت قرار پائی ہے، پس اگر یہ ناچیز قیمت بھی مسلمان لوگ بطور پیشگی ادا نہ کریں تو گویا وہ کام کے انجام میں خود مانع ہیں (ب) رسالہ سراج منیر کے واسطے بہت سا روپیہ وصول کیا مگر اب تک اس کا وجود نہیں۔ دیکھو اعلان مندرجہ رسالہ شحنۂ حق ابتدائی صفحہ کا دوسرا صفحہ۔

۷۔ اپنا وعدہ[2] ایفا نہیں کرتے اور جھوٹ بولتے ہیں۔

قوله: (الف) کتاب ہذا (براہین احمدیہ) بڑی مبسوط کتاب ہے یہاں تک کہ جس کی

---

[1] بیع فاسد: حدیث شریف میں ہے کہ حرام ہے یہ کہ بیچے آدمی وہ چیز کہ اس کے پاس نہیں۔ ۱۲ ترمذی ابواب البیوع۔ درمختار باب البیوع وغیرہ۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

[2] اپنا وعدہ نہ کرنا جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے۔ عقائد اسلام و عقائد نقیم وغیرہ و تمام کتب عقائد۔ مسئلہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی تین علامات ہیں ایک تو یہ کہ جب بات کہتا ہے جھوٹ کہتا ہے، دوسرے یہ کہ جب کسی سے وعدہ کرتا ہے خلاف کرتا ہے، تیسری یہ کہ جب کوئی اس کے پاس امانت رکھتا ہے اس میں خیانت کرتا ہے۔ تنبیہ الغافلین صفحہ ۱۸۰، و دیگر کتب احادیث یہ تینوں علامتیں مرزا صاحب میں موجود ہیں۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

ضخامت سو جز سے کچھ زیادہ ہوگی۔ بلفظہ اعلان براہین احمدیہ صفحہ ابتدائی جلد اول حصہ اول و دوم۔

(ب) چونکہ کتاب (براہین احمدیہ) اب تین سو جز تک بڑھ گئی ہے، بلفظہ سطر اول گذارش ضروری ہے۔ اخیر صفحہ براہین احمدیہ حصہ سوم۔

(ج) یہ امر بھی واجب الاطلاع ہے کہ پہلے یہ کتاب (براہین احمدیہ) صرف تیس پینتیس جز تک تالیف ہوئی تھی۔ پھر سو جز تک بڑھا دی گئی مگر اب یہ کتاب تین سو جز تک پہنچ گئی ہے۔ بلفظہ ملخصاً صفحہ ۳، ٹائٹل پیج حصہ سوم براہین احمدیہ۔

(د) حصہ سوم کے چھپنے میں دو سال کا توقف ہوگیا ہے لوگ حیران ہوگئے۔

بلفظہ ملخصاً صفحہ ۳۔ عذر ٹائٹل پیج حصہ سوم براہین۔

(ہ) اب کی دفعہ ان صاحبوں کے نام جنہوں نے قیمت پیشگی بھیجی اور کتاب کی خریداری سے اعانت فرمائی ہے بوجہ عدم گنجائش لکھے نہیں گئے۔ حصہ چہارم میں جو مصلحت ہوگی کیا جائیگا۔ بلفظہ اعلام صفحہ دوم حصہ سوم براہین۔

(و) ہم اور ہماری کتاب۔ ابتداء میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی اس وقت اس کی اور صورت تھی پھر بعد اس کے قدرت الٰہیہ ناگہانی تجلی نے اس احقر عباد کو موسیٰ علیہ السلام کی طرح ایک ایسے عالم کی خبر دی جس سے پہلے خبر نہ تھی اور ایک دفعہ پردہ غیب سے انی انا ربک کی آواز آئی۔۔۔ اس کتاب کی خریداری کی مدد میں غریب لوگ ہیں، اگر حضرت احدیت کا ارادہ ہے تو کسی ذی قدرت کے دل کو بھی اس کام کے انجام دینے کے لئے کہے گا۔ بلفظہ ملخصاً جلد چہارم براہین احمدیہ کا اخیر صفحہ (مراد یہ کہ رؤسا بہت بہت روپیہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں)

(ح) اب یہ سلسلہ تالیف کتاب بوجہ الہامات البتہ دوسرا رنگ پکڑ گیا ہے اور اب ہماری طرف سے کوئی ایسی شرط نہیں کہ کتاب (براہین احمدیہ) تین سو جز تک ضرور پہنچے۔ بلفظہ ملخصاً اشتہار صفحہ ابتدائی کتاب سرمہ چشم آریہ۔ (گویا صاف جواب دے دیا)

(ط) رسالہ سراج منیر جو چودہ سو روپیہ (۱۴۰۰) کی لاگت سے چھپے گا اور درخواستیں آنے پر چھپنا شروع ہو جائیگا، قیمت ایک روپے ہوگی۔ بلفظہ ملتقطاً اعلان ذکل صفحہ دوم مندرجہ شحنۂ حق۔ (دس گیارہ سال ہوگئے، ابھی تک سراج منیر شکم میں ہی ہے)

(ی) اور قصد کرلیا گیا ہے کہ ان توضیحات کے بعد علماء کو مخاطب نہ کروں گا۔ بلفظہ ۲۸۲ انجام آتھم (بعد اس کے خلاف اس کے لکھتے ہیں)

(ک) میں نے اشتہار دے دیا ہے کہ اس کے بعد جو میرے ساتھ مباہلہ نہ کرے وہ خدا کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام صلحاء کی لعنت کے نیچے ہے۔

بلفظہ ملتقطاً صفحہ ۱۹ ضمیمہ انجام آتھم۔

(ل) اے میرے دوستو، میری اخیر وصیت سنو کہ عیسائیوں کے ساتھ بحث کرنا چھوڑ دو۔ بلفظہ صفحہ ۵۹۱ ازالہ اوہام (اسکے بعد مرزا صاحب نے خود امرتسر میں پہنچ کر ۱۸۹۳ء میں چار سال بعد عیسائیوں کے ساتھ ۲۲ مئی سے ۵ جون ۱۸۹۳ء پندرہ یوم تک بحث کر کے جنگ مقدس کے نام پر شائع کیا اور عبداللہ آتھم کی نسبت موت کی پیشین گوئی کر کے سخت جھوٹے اور نادم ہوئے، شائد یہ وہ نصیحت تھی جو دوسروں کے واسطے تھی، خود اس کے پابند نہ تھے۔ دیگراں رانصیحت، خود رافضیحت۔)

قال: اپنے اشتہار میں مرزا صاحب نے کہا کہ ”ہمارے پاس ازالہ اوہام کی جلدیں موجود ہیں جو صاحب تین روپیہ قیمت داخل کریں خرید سکتے ہیں“، میں خود ازالہ اوہام لینے گیا (دہلی میں مرزا صاحب کے پاس اکتوبر ۱۸۹۱ء کو) بعد اشتہار کے تین روز تک بہت آدمی روپیہ لیکر گئے آپ نے فرمایا میرے پاس ابھی طبع ہو کر نہیں آئی۔

بلفظہ ملتقطاً جواب اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی ۲، اکتوبر ۱۸۹۱ء من جانب عبداللطیف خلف الصدق مولوی عبدالمجید مالک مطبع انصاری دہلی مورخہ ۵۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

۸۔ مرزا صاحب تمام مولویوں اور سجادہ نشین صاحبوں کو سخت۱ گالیاں دیتے اور لعنتیں بھیجتے ہیں۔

قوله: اخر هم شيطان الاعمى والغول الاغوى يقال له رشيد احمد الجنجوهى وهو شقى كالامروهى ومن الملعونين. بلفظہ ۲۵۲، انجام آتھم (یعنی سب سے پچھلا تمام علماء ومشائخ کا ان کا اندھا شیطان اور دیو گمراہ جس کو رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں اور وہ بدبخت امروہی (محمد حسن) کی طرح ہے اور تمام ملعونوں میں سے ہے)

۹۔ مسلمانوں کو برے۲ لقبوں سے بلاتے ہیں۔

قوله: دجال، بطال، شیخ نجدی، شیطان، دیو گمراہ، فرعون، ہامان وغیرہ۔ دیکھو کتاب انجام آتھم وضمیمہ۔

۱۰۔ مرزا صاحب غضب۳ وغیظ کا خوب استعمال کرتے ہیں۔

دیکھو کتاب انجام آتھم وضمیمہ۔

۱۱۔ غیر مذاہب کے معبودوں۴ کو بھی گالیاں دیتے ہیں۔

دیکھو ضمیمہ انجام آتھم۔ دیکھو توہینات انبیاء علیہم السلام کتاب ہذا۔

۱۲۔ مرزا صاحب مسلمانوں کے جانی دشمن ہیں۔

قوله: جو شریر بد باطن نالائق نام کے مسلمان جمعہ کی نماز نہ پڑھیں گے وہ گورنمنٹ برٹش

۱؎ سخت گالیاں: گالی دینا گناہ کبیرہ ہے۔ عقائد الاسلام صفحہ ۲۰ و دیگر کتب عقائد۔ منہ عفی عنہ۔

۲؎ برے لقب: آیت شریف ولا تنابزوا بالالقاب یعنی برے لقبوں سے نہ پکارا کرو۔ کا انکار۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

۳؎ غضب: حضرت نے تین دفعہ فرما کر نصیحت کی کہ لاتغضب، یعنی غصہ مت کر۔ انکار حدیث شریف، معیار الطالبین۔ صفحہ ۱۹۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

۴؎ معبودوں: آیت شریف ولاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ کا انکار۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

انڈیا کے باغی ہیں ان کو سزا ملنی چاہئے۔ دیکھو اشتہار معہ کی تفصیل کا مورخہ یکم جنوری ۱۸۹۶ء
(دیہاتی مسلمان جہاں نماز نہیں پڑھی جاتی سب باغی ہوئے۔ نعوذ باللہ)

۱۳۔ مرزا صاحب اپنی کتابوں میں تصویریں[۱] بھی بناتے ہیں۔ (خلاف احادیث صحیحہ آپکا عمل ہے)

قوله: ہم یسوع کے شاگردوں کو بھی ان کے تین مجسم خداؤں کے درشن کرا دیتے ہیں اور ان کے سہ گوشہ تثلیث خدا کو دکھا دیتے ہیں۔ چاہئے کہ اس کے آگے جھکیں اور سیس نوادیں۔ اور وہ یہ ہے جس کو ہم نے عیسائیوں کی شائع کردہ تصویروں سے لیا ہے۔ تصویر یسوع کی شکل پر مجسم بیٹا۔ تصویر کبوتر کی شکل پر مجسم روح القدس، تصویر آدم کی شکل پر مجسم باپ ملاحظہ صفحہ ۴۰، انجام آتھم (تین تصویریں کبوتر، آدم، یسوع کی بنائی ہیں)

۱۴۔ خدا کی حفاظت سے ناامید ہو کر اپنی جان کی حفاظت کے لئے پولیس کی مدد کی درخواست کرتے ہیں۔

(جب لیکھرام آریہ واقعہ ۶، مارچ ۱۸۹۷ء کو لاہور میں قتل ہوا تو بعض آریہ لوگوں نے سخت طیش میں آ کر بطور گمنام مرزا صاحب کے قتل کی دھمکیاں دیں تب انہوں نے خدا سے روگرداں ہو کر گورنمنٹ میں درخواست کی کہ میری جان کی حفاظت کے واسطے پولیس

---

۱ تصویریں: ۱؎ حدیث شریف میں روایت ہے ابن عباس سے کہا فرمایا رسول ﷺ نے جس نے کوئی تصویر بنائی، اللہ عذاب کرے گا اس کو قیامت کے دن یہاں تک کہ پھونکے وہ اس میں روح اور کبھی پھونکنے والا نہیں۔ اس طرح وہ کبھی عذاب سے چھوٹنے والا نہیں۔ الترمذی ابواب اللباس اور سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں کہ ظاہر کلام امام نووی کی صحیح مسلم شریف میں یہ ہے کہ اجماع امت سے تصویر جاندار کی بنانی حرام اور کبیرہ گناہ ہے خواہ تصویر کو ذلیل کرنے کے واسطے ہو۔ ملاحظہ صفحہ ۳۲۲، ۳۲۳، تقدیس الوکیل مؤلفہ مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

کنسٹبلان مقرر کئے جائیں ورنہ میں ضرور قتل ہو جاؤں گا۔ گورنمنٹ عالیہ نے ایسی لغویات پر کچھ بھی پرواہ نہیں کی اور وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ، حکم خداوند تعالیٰ اور تیری ہی مدد چاہتے ہیں پر عمل نہ کیا۔

قال: اے مرزا قادیانی تمہیں اگر کچھ خوف خدا ہوتا تو چند پولیس کے سپاہیوں کے بھروسہ نہ کرتا سوائے اس خدائے قادر مطلق کے جس نے زمین و آسمان پیدا کئے۔

۱۵۔ مرزا صاحب کا کوئی پیرومرشد نہیں ہے[۱]

قوله: میرا کوئی والد روحانی نہیں ہے، کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسل اربعہ (نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی) میں سے کسی سلسلہ میں داخل ہے؟ ملاحظہ صفحات ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ازالہ اوہام۔

۱۶۔ تعلی اور غرور، تکبر[۲] اور فخر بہت کرتے ہیں۔

قوله: (الف) جو کچھ اس عاجز کو رویا صالحہ اور مکاشفہ اور استجابت دعا اور الہامات صحیحہ صادقہ سے حصہ وافرہ نبیوں کے قریب دیا گیا ہے، وہ دوسروں کو تمام حال کے مسلمانوں میں سے کسی کو ہرگز نہیں دیا گیا۔ ملاحظہ صفحہ ۷۰۲، ازالہ اوہام۔

(ب) میں بڑے اطمینان و یقین کامل سے کہتا ہوں کہ میری ساری قوم کیا پنجاب کے

---

۱ پیرومرشد: ۱؎ حکم خداوند تعالیٰ ان الذین یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیہم الآیۃ یعنی خداوند کریم فرماتا ہے کہ جو لوگ بیعت کرتے تجھ سے اے محمد ﷺ وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے، کی تعمیل کی۔ فاعلم ان البیعۃ سنۃ، یعنی بیعت تحقیق سنت ہے۔ مگر مرزا صاحب نے رسول خدا ﷺ کی حدیث کی پرواہ نہ کی۔ دیکھو قول الجمیل مؤلفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ۱۲ منہ عفی عنہ۔

۲ تکبر: ۲؎ حدیث شریف بئس العبد عبد تخیل واختال الحدیث یہ بندہ وہ بندہ ہے جو اپنے تئیں اچھا جانتا ہے۔ تنبیہ الغافلین ۱۹۸۔ منہ عفی عنہ۔

رہنے والے اور کیا ہندوستان کے باشندے اور کیا عرب کے مسلمان اور کیا روم اور فارس کے کلمہ گو۔ اور کیا افریقہ اور دیگر بلاد کے اہل اسلام اور ان کے علماء اور ان کے فقرا اور ان کے مشائخ اور ان کے صلحا اور ان کے مرد اور ان کی عورتیں مجھے کاذب خیال کر کے پھر میرے مقابل دیکھنا چاہیں کہ قبولیت کے نشان مجھ میں ہیں یا نہیں۔ بلفظہ صفحہ ۷۰۲، ازالہ اوہام۔

(ج) يَا أَحْمَدُ فُضَّتِ الرَّحمة عَلَى شفتيک۔ اے احمد فصاحت اور بلاغت کے چشمے تیرے لبوں پر جاری کیے گئے۔ بلفظہ صفحہ ۲۳۱ براہین احمدیہ و صفحہ ۹ ضمیمہ انجام آتھم۔

(د) میرے برابر کوئی کلام فصیح نہیں لکھ سکتا۔ صفحہ ۱۵۵ انجام آتھم۔

(ہ) میں علم عربی میں دریا ہوں۔ صفحہ ۱۵۶، انجام آتھم۔

۱۷۔ اپنے مریدوں سے چندہ یکمشت اور ماہوار وصول کر کے اپنی آسائش اور آرام کے سامان تیار کرتے ہیں۔ (دیکھو کتب مرزا صاحب کی)

قولہ: ہم کو مکان فراخ کرنے کا دوبارہ الہام ہوا ہے جماعت مخلصین دو ہزار روپیہ جلد بہم پہنچائیں اور پہلے سے ثابت قدم ہو جائیں (دیکھو اشتہار مورخہ ۱۷ فروری ۱۸۹۷ء مرزا صاحب)

۱۸۔ مرزا صاحب مسیح ہیں اور دجال کا گدھا ریل ہے، اسی دجال کے گدھے پر ہمیشہ سوار ہوتے ہیں۔

۱۹۔ اپنی بے گناہ نیک بیوی سے ناراض ہوتے ہیں اور اپنے فرزند سے اس کی بیوی کو طلاق دلوانے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔

قال: ایک عجیب قصہ ہے کہ حضرت قادیانی نے ایک الہام مشتہر کیا کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی بڑی صاحبزادی میرے ساتھ مقدر ہے لڑکی کے اولیاء کو نامنظور ہوا تو اپنے چند لطائف الحیل طمع وغیرہ پر ان کو راضی کرنا چاہا، وہ راضی نہ ہوئے، چونکہ مرزا احمد بیگ صاحب مدعی مثلیت کی زوجہ کے رشتہ دار تھے۔ اس لئے مدعی مثلیت نے اس کو اور اپنے

دیگر رشتہ داروں کو وضعداری سے بلکہ صاف لفظوں میں دھمکا کر مجبور کیا وہ اس لڑکی کا نکاح کسی دوسری جگہ نہ ہونے دیں اور جس طرح ممکن ہو روک کر میری طرف مائل کریں، جب ان سے یہ کارروائی نہ ہو سکی تو اپنی پہلی نیک بخت بیوی اور اس کے لائق فرزندوں سے ناراضگی ظاہر کر کے ایک بیٹے کو عاق کرنے کی دھمکی میں یہ لکھا کہ اگر وہ شرطیہ اپنی بیوی کو طلاق نہ دے گا تو وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہ پائیگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسی دھمکی سے مرزا صاحب کی غرض یہ تھی کہ فضل احمد کی منکوحہ (جو مرزا احمد بیگ صاحب کی ہمشیر زادی تھی۔ اس کو طلاق ملنے سے احمد بیگ اور اس کے دیگر قرابت داروں کو رنج پہنچے گا جسے وہ مرزا کی الہامی تائید کے موید ہو جائیں گے اور مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں کا عقد مرزا غلام احمد صاحب کے ساتھ ہو جانے سے ان کے الہام کی تصدیق ہو جائیگی، جس کی تصدیق ذیل کے[ل] خطوط (جو مرزا قادیانی کی قلم کے لکھے ہوئے ہیں) سے بوجہ احسن ہو جائیگی۔

[ل] اس جگہ پر مرزا صاحب کے خاص دستخطی خطوں کو جو مجھے ایک دوست شیخ نظام الدین صاحب پنشنر راہوں کی معرفت مرزا علی شیر صاحب سمدھی مرزا صاحب سے ملے ہیں درج کرتا ہوں۔ جس سے مرزا صاحب کی مسیح موعودی اور نبوت بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ ان خطوں کے ملاحظہ سے ناظرین معلوم کر لیں گے کہ مرزا صاحب کیا ہیں، کوئی ادنیٰ اور جاہل مسلمان بھی ایسا نہیں کرے گا اور نہ کر سکتا ہے۔

یاد داشت: مرزا احمد بیگ کی زوجہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تایا چچا زاد ہمشیرہ ہے۔ مرزا علی شیر صاحب کی لڑکی عزت بی بی فضل احمد پسر مرزا غلام احمد کی زوجہ تھی اب مرزا محمد حسین صاحب ساکن راہوں کے خط سے معلوم ہوا کہ باوجود بہت دھمکانے کے بھی فضل احمد نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی اس لئے فضل احمد کو بھی مرزا صاحب نے الگ کر دیا۔

نقل اصل خطوط جو مرزا صاحب قادیانی نے مرزا احمد بیگ اور دیگر رشتہ داروں کو بھیجے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ' و نصلی مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ صاحب سلمہ' تعالیٰ

اَلسَّلام عَلَیک وَرحمۃ اللہ و برکاتہ قادیان میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزند آن مکرم کی خبر سنی تھی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا لیکن بوجہ اس کے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا۔ اس لئے عزا پرسی سے مجبور رہا۔ صدمہ وفات فرزندان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے کہ شاید اس کے برابر دنیا میں اور کوئی صدمہ نہ ہوگا۔ خصوصاً بچوں کی ماؤں کیلئے تو سخت مصیبت ہوتی ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو صبر بخشے اور اس کا بدل صاحب عمر عطا فرمائے اور عزیزی مرزا محمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی بات اس کے آگے ان ہونی نہیں۔ آپ کے دل میں گو اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہو۔ لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے اور خدائے قادر مطلق سے آپ کے لئے خیر و برکت چاہتا ہوں، میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تا میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے۔ مسلمانوں کے ہر ایک نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے، جب ایک مسلمان خدا تعالیٰ کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے۔ سو مجھے خدائے تعالیٰ قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپکی دختر کلاں کا رشتہ اسی عاجز سے ہوگا، اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالیٰ کی تنبیہیں وارد ہونگی اور آخر اسی جگہ ہوگا کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اس لئے میں نے عین خیر خواہی سے آپ کو جتلا دیا ہے کہ دوسری جگہ اس رشتہ کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا۔ میں نہایت ظالم طبع

ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا۔ اور میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرمائیں کہ یہ آپ کی لڑکی کے لئے نہایت درجہ موجب برکت ہوگا اور خدا تعالیٰ ان برکتوں کا دروازہ کھول دیگا جو آپ کے خیال میں نہیں۔ کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی جیسا کہ یہ اس کا حکم جس کے ہاتھ میں زمین اور آسمان کی کنجی ہے تو پھر کیوں اس میں خرابی ہوگی اور آپ کو شاید معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیشین گوئی اس عاجز کی ہزارہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشین گوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ایک جہان کی اس کی طرف نظر لگی ہوئی ہے اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو۔ لیکن یقیناً خدا تعالیٰ ان کو رسوا کریگا اور اپنے دین کی مدد کریگا۔ میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیشین گوئی کے ظہور کیلئے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔ سو یہ ان کی ہمدردی اور محبت ایمانی کا تقاضا ہے اور یہ عاجز جیسے (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پر ایمان لایا ہے، ویسے ہی خدا تعالیٰ کے ان الہامات پر جو تواتر سے اس عاجز پر ہوئے ایمان لاتا ہے اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کے معاون بنیں تاکہ خدا تعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ خدا تعالیٰ سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کر سکتا اور جو امر آسمان پر ہو چکا ہے زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا، خدا تعالیٰ آپ کو دین اور دنیا کی برکتیں عطا کرے اور اب آپکے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔ آپ کے سب غم دور ہوں اور دین اور دنیا دونوں آپکو خدا تعالیٰ عطا فرما دے۔ اگر میرے اس خط میں کوئی ناملائم لفظ ہو تو معاف فرما دیں۔ والسلام

خاکسار احقر عباد اللہ۔ غلام احمد عفی عنہ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی

مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ...... اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا اور میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں لیکن اب جو آپکو ایک خبر سناتا ہوں، آپ کو اس سے بہت رنج گزرے گا مگر میں محض للہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔ بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں۔ ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ رسول کے دین کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتے اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے، ذلیل کیا جائے، روسیا کیا جائے۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں اب مجھ کو بچا لینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اگر میں اس کا ہوں گا تو ضرور مجھے بچائے گا اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا، کیا میں چوڑھا یا چمار تھا، جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی، بلکہ وہ تو اب تک ہاں سے ہاں ملاتے رہے اور اپنے بھائی کے لئے مجھے چھوڑ دیا اور اب اس لڑکی کے نکاح کے لئے سب ایک ہو گئے۔ یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض کہیں جائے مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور جن کی لڑکی کے لئے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو، وہ میری وارث ہو، وہی میرے خون کے

پیاسے، وہی میری عزت کے پیاسے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا روسیاہ ہو، خدا بے نیاز ہے، جس کو چاہے روسیاہ کرے مگر اب تو وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھے کہ پرانا رشتہ مت توڑو، خدا تعالیٰ سے خوف کرو، کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آ کر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے، صرف عزت بی بی نام کے لئے فضل احمد کے گھر میں ہے، بیشک وہ طلاق دے دے۔ ہم راضی ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے، ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کریں گے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپکی بیوی صاحب کے نام خط بھیجا، مگر کوئی جواب نہ آیا اور بار بار کہا کہ اس سے کیا ہمارا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ جو چاہے کرے، ہم اس کے لئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہو سکتے، مرتا مرتا رہ گیا، کہیں مرا بھی ہوتا یہ باتیں آپ کی بیوی صاحب کی مجھ تک پہنچی ہیں۔ بیشک میں ناچیز ہوں، ذلیل ہوں اور خوار ہوں، مگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ میری عزت ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے، اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے لہٰذا میں نے ان کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادہ سے باز نہ آئیں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں، پھر جیسا کہ آپکی خود منشا ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپکی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا بلکہ ایک طرف جب (محمدی) کا کسی شخص سے نکاح ہو گا تو دوسری طرف فضل احمد آپکی لڑکی کو طلاق دیدیگا اگر نہیں دیگا تو میں اس کو عاق اور لاوارث کروں گا اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے اور یہ ارادہ اس کا بند کرا دو گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں اور فضل احمد کو جو اب میرے قبضہ میں ہے، ہر طرح سے درست کر کے آپکی لڑکی کی آبادی کے لئے کوشش کروں گا اور میرا مال ان کا مال ہو گا، لہٰذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں۔ اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آ جائیں اور اپنی گھر کے لوگوں کو تاکید

کریں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے، ورنہ مجھے خداتعالیٰ کی قسم ہے اور اب ہمیشہ کے لئے یہ تمام رشتے ناطے توڑ دوں گا اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپکی لڑکی کو گھر میں رکھے گا اور جب آپکی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔

ورنہ جہاں میں رخصت ہوا ایسا ہی سب رشتہ ناطے بھی ٹوٹ گئے، یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں، میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں۔ واللہ اعلم

راقم خاکسار غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج ۴ مئی ۱۸۹۱ء

نقل اصل خط مرزا صاحب جو بنام والدہ عزت بی بی تحریر کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی

والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک (محمدی) مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خداتعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتہ ناطے توڑ دوں گا اور کوئی تعلق نہیں رہیگا، اس لئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ اور جس طرح تم سمجھا سکتے ہو اس کو سمجھا دو، اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نوردین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اس کو عاق کیا جائے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے، سو امید رکھتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آجائیگا، جس کا یہ مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ محمدی کے غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آئے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جائے، عزت بی بی

کو تین طلاق ہیں، سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی، سو یہ شرطی طلاق ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں۔ اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دوں گا اور پھر وہ میرے وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔ مجھے افسوس ہے میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہا تھا اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی، مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ میں نے کوئی کچی بات نہیں لکھی، مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کروں گا اور خداتعالیٰ میرے ساتھ ہے، جس دن نکاح ہوگا، اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہیں رہیگا۔

راقم مرزا غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج ۴ مئی ۱۸۹۱ء

از طرف عزت بی بی بطرف والدہ

اس وقت میری بربادی اور تباہی کی طرف خیال کرو، مرزا صاحب کسی طرح مجھ سے فرق نہیں کرتے، اگر تم اپنے بھائی میرے ماموں کو سمجھاؤ تو سمجھا سکتے ہو، اگر نہیں تو پھر طلاق ہوگی اور ہزار طرح رسوائی ہوگی، اگر منظور نہیں تو خیر۔ جلدی مجھے اس جگہ سے لے جاؤ۔ پھر میرا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔

(جیسا کہ عزت بی بی نے تاکید سے کہا ہے، اگر نکاح رک نہیں سکتا پھر بلاتوقف عزت بی بی کے لئے کوئی قادیان سے آدمی بھیج دو، تاکہ اس کو لے جائے۔

۲۰۔ مرزا صاحب پکے طالب دنیا اور عبدالدینار والدراہم ہیں۔

قوله: (الف) مالی فتوحات آج تک پندرہ ہزار کے قریب فتوح غیب کا روپیہ آیا جس کو شک ہو، ڈاکخانہ کی کتابیں دیکھ لے۔ بلفظہ ملخصاً صفحہ ۲۸ ضمیمہ انجام آتھم۔

(ب) حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن اللہ رکھا، تاجر مدراس نے کئی ہزار روپیہ دیا۔ بلفظہ ملخصاً صفحہ ۲۸ ضمیمہ انجام آتھم۔

(ج) شیخ رحمت اللہ صاحب دو ہزار سے زیادہ روپیہ دے چکے ہیں۔ بلفظہ ملخصاً صفحہ ۲۸ ضمیمہ انجام آتھم۔

(د) منشی رستم علی کورٹ انسپکٹر گورداسپور بیس روپیہ ماہوار دیتے ہیں۔ بلفظہ صفحہ ۲۹ انجام آتھم۔

(ہ) حیدرآباد کی جماعت مولوی سید مردان علی، مولوی سید ظہور علی اور مولوی عبدالمجید صاحب دس دس روپیہ اپنی تنخواہ سے دیتے ہیں۔ بلفظہ صفحہ ۲۸ ضمیمہ انجام آتھم۔

(و) خلیفہ نورالدین صاحب پانچ سو روپیہ دے چکے ہیں۔ بلفظہ صفحہ ۲۸ ضمیمہ انجام آتھم۔

علیٰ ہذا القیاس ہر طرف سے روپیہ کی درخواست رات دن روپیہ کی آمدنی ادھیڑنے میں گزرتا ہے منی آرڈر پر منی آرڈر آ رہے ہیں یا قوتیاں اور زیور تیار ہو رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

۲۱۔ برائی اور حرام[۲] کی کمائی کے مال کے لئے درخواست کرتے ہیں۔

قال: انہیں دنوں میں مرزا صاحب کو معلوم ہوا کہ الہ دیا نام طوائف، ایک شخص اپنے برے

[۱] دو ہزار اور روپیہ کا جمع کرنا اور اس کا حساب رکھنا اور جائیداد پیدا کرنا، مرزا صاحب کے اصل الاصول ہیں۔ جس کی بابت قرآن شریف کی سخت وعیدیں اور عذاب ہیں جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔ سورۃ الھمزۃ، وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۝ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝ كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ الآیۃ. یعنی خرابی ہے طعنہ دینے اور عیب چننے کی، جس نے لے سمیٹا مال اور گن گن رکھا خیال رکھتا ہے کہ اس کا مال اس کے ساتھ ہمیشہ رہے گا یہ ہرگز نہیں، وہ دوزخ میں ڈالا جائیگا۔ ۱۲ منہ۔

[۲] حرام کی کمائی: حدیث صحیح میں ہے، الاعمال بالنیات یعنی عملوں کا حساب نیتوں پر ہے۔ مسئلہ اگر (جاری)

کاموں اور پیشہ سے تائب ہو کر موحد مسلمان ہو گیا ہے اور اسکے پاس چند ہزار روپیہ حرام کی کمائی کا موجود ہے، جس کو وہ بوجہ اتقاء اور پرہیزگاری کے اپنے کام میں خرچ نہیں کرتا مرزا صاحب نے یہ خبر فرحت اثر سن کر فوراً کہلا بھیجا کہ وہ کل روپیہ ہمارے پاس بھیج دو، ہم اشتہارات وغیرہ میں خرچ کر دیں گے، جب الہ دیا نے دیگر علماء دیندار سے اس کے جواز کا فتویٰ پوچھا تو انہوں نے منع کر دیا کہ راہ خدا میں ایسے روپیہ کا دینا ہرگز جائز نہیں اس سبب سے مرزا صاحب کا یہ شکار خالی گیا۔ بلفظہ صفحہ ۲۳، رسالہ تائید آسمانی بر دو نشان آسمانی تصنیف منشی محمد جعفر تھانیسری مطبوعہ اختر ہند پریس امرتسر، ۲۳، جولائی ۱۸۹۲ء۔

خاتمہ کتاب اور التماس بخدمت شریف علماء و فضلاء و مفتیان شرع العلیا ابقاہم اللہ تعالیٰ بطور استفتاء

الحمدللہ والمنۃ کتاب ہذا مختصراً باوضو بجواب رسائل اربعہ انجام آتھم وضمیمہ تصنیف مرزا غلام احمد قادیانی بباعث عدیم الفرصتی پانچ ماہ کے عرصہ میں ختم ہوئی۔ میں نے اس میں مرزا صاحب کے خیالات ابتدائی و انتہائی کو حتی الوسع انہیں کی تالیفات سے نہایت تہذیب کے ساتھ نقل کیا ہے بعد اس کے ان کے دعاوی نبوت اور توہینات انبیاء علیہم السلام اور عقائد اور اعمال کو بھی انہیں کی تصانیف الہامی سے ہدیہ ناظرین کیا ہے اور علمی بحث میں اور آیات واحادیث کی تاویلات اور منطقی جھگڑوں اور صرف ونحو کے بکھیڑوں سے بالکل تعلق نہیں رکھا اور نہ اس طرف رجوع کیا کیونکہ عوام کو ان سے دلچسپی نہیں ہوتی اسی واسطے میں نے زیادہ تر

(بقیہ) کوئی مسلم شخص یہ نیت کرے کہ میں اگلے سال عیسائی یا یہودی ہو جاؤں گا وہ اسی وقت مرتد ہو گیا، اسی طرح سے اگرچہ مرزا صاحب کو بدقسمتی سے حرام کی کمائی کا مال نہیں ملا لیکن اس کی نیت وارادہ اور جہد واقدام کے عمل کا عمل جاری ہو گیا اور جاری رہے گا۔ العیاذ باللہ منہ ۱۲ منہ۔ دیکھو کتب عقائد۔

عوام کے ہی سمجھانے کے لئے کوشش کی ہے اور یہی مدعا ہے۔ امید ہے کہ جہاں کہیں کوئی سہو یا غلطی بتقاضائے بشریت ہوئی ہو تو اس سے معاف فرما کر اصلاح فرمائی جائے اور بالخصوص حضرات علماء وفضلاء ومفتیان شرع دین متین کی خدمت بابرکت میں نہایت ہی ادب سے التماس ہے کہ مجھے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے کوئی ذاتی عداوت یا دشمنی نہیں ہے بلکہ وہ میرے ہم وطن ہیں اور مرزا سلطان احمد صاحب تحصیلدار ضلع ملتان مرزا صاحب کے فرزند کلاں میرے نہایت دوست ہیں درانحالیکہ ابھی مرزا صاحب ان سے ناراض نہیں ہوئے تھے۔ میں اور وہ ایک ہی وقت میں ۱۸۷۷ء پولیس ضلع گورداسپور میں نوکر ہوئے تھے اور چند روز کے بعد وہ صیغہ سول میں نوکر ہو گئے تھے مگر افسوس ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے فوراً کایا پلٹ لی اور کایا بھی ایسی پلٹی کہ شناخت کرنا ہی نہایت مشکل ہو گیا اور اسلام کے دائرہ سے ایسا تجاوز کیا کہ گویا استعفاء قطعی داخل کر دیا۔

حضرات علماء!! مرزا صاحب کے خیالات، توہمات، الہامات، وسوسات، دعاوی نبوت اور توہینات انبیاء علیہم السلام و عقائد و اعمال پر توجہ مبذول فرما کر عوام کو صاف صاف طور پر اس ابتلاء سے بچائیں۔ اور اپنے فرائض کے پورا کرنے میں سعی بلیغ فرمائیں۔ اور اس خاکسار زار بے مقدار کو دعائے خیر سے مشکور فرمائیں۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب. آمین ثم آمین. نام اس کتاب کا خدا کی طرف سے تاریخی طور پر حسب ذیل رکھا گیا۔

"کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی"

راقم عاجز فقیر فضل احمد عفی عنہ کورٹ انسپکٹر لودیانہ　　　　اخیر ذی الحجہ ۱۳۱۴ ہجری المقدس۔

رؤیاء صادقہ

آج واقع ۵ جمادی الثانی ۱۳۱۵ ہجری المقدس کی صبح ساڑھے چار بجے جبکہ میں مسودہ اصلی پر سے پورے طور پر کتاب ہذا لکھ چکا اور ختم کر چکا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ مجلس میں جہاں قریبا سات آٹھ آدمی بیٹھے ہوئے ہیں اور مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب چشتی صابری مدرس گورنمنٹ سکول لودھیانہ بھی میرے پاس داہنی طرف بیٹھے ہوئے ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی وہاں پاؤں پسارے پڑے ہیں۔ مرزا صاحب کا سر ننگا ہے اور سر ان کا عین وسط سے لیکر پیشانی تک استرہ سے منڈا ہوا ہے (خلاف شرع) اور داڑھی آپ کی قینچی سے کتری ہوئی ہے (خلاف شرع) اس مجلس میں سے کسی شخص نے کہا کہ آپ سب لوگ مرزا صاحب کے مخالف کیوں ہیں؟ میں نے کہا کہ ہم کو بلکہ کل اہل اسلام کو مرزا صاحب سے کوئی ذاتی یا دنیاوی غرض سے مخالفت نہیں مرزا صاحب نے ہی اپنے عقائد اور اعمال اہل اسلام کے مخالف کر لئے ہیں، یہی وجہ مخالفت ہے۔ مرزا صاحب نے کہا، ایویں کوئی کچھ کہدے (پنجابی) یعنی یونہی ناحق کوئی کچھ کہدے۔ میں نے کہا مرزا صاحب! کیا آپ کے کل الہاموں اور مؤلفہ کتابوں میں عقائد اور اعمال درج نہیں ہیں؟ کیا ان تحریری دستاویزات سے جو بڑی تعلّی سے شائع کئے ہیں انکار ہے؟ ناحق کہنے کی کسی کو کیا ضرورت ہے، تب مرزا صاحب نے کھسیائی صورت بنائی اور نیچے آنکھیں کر لیں اور خاموش ہو گئے اور جواب نہ دیا۔ اتنے میں آنکھ کھل گئی، گھڑی (کلاک) کو دیکھا ساڑھے چار بجے تھے، مجھے اس خواب سے نہایت ہی اطمینان ہوئی۔ حضرات ناظرین بھی اس کی تعبیر سمجھ لیں۔ اور یہ بھی عرض کر دینا ناظرین کے لئے خالی از منفعت تعارف نہ ہوگا کہ خاکسار راقم الحروف ملازم پولیس ہے اور سخت درجہ کا گنہگار لیکن الحمد للہ عقائد و اعمال بمطابق جمہور اہل اسلام کے عین مطابق رکھتا ہے، یہی امید فضل رحمانی سے ہے۔ مغفرت

کرے گا۔ ہر وقت اس کے فضل کی امید اور عذاب کا ڈر دل میں ہے یا الٰہی اس کو قائم رکھ۔ آمین ثم آمین۔

مرزا صاحب قادیانی کی مالی حالت اور اپنے جائز وارثوں کے حقوق کا غصب خدایا تیری پناہ

انتقال جائیداد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

(نقل رجسٹری باضابطہ)

منکہ مرزا غلام احمد خلف مرزا غلام مرتضٰی مرحوم قوم مغل ساکن و رئیس قادیان و تحصیل بٹالہ کا ہوں موازی ۱۲ کنال اراضی نمبری خسرہ ۲۲۴۷/۱۷۰۲ ۱۷۲۱ قطعہ کا کھاتہ نمبر ۱۷۰ معاملہ ۱۲ عمل جمعبندی ۹۶، ۱۸۹۷ء واقعہ قصبہ قادیان مذکور موجود ہے ۱۲ کنال منظورہ میں سے موازی ۱ کنال اراضی نمبری خسرہ نمبری ۱۷۰۳/۲۲۴۷ مذکورہ میں باغ لگا ہوا ہے اور درختاں آم و کھٹہ و شہتوت وغیرہ اس میں لگے ہوئے، پھلے ہوئے ہیں اور موازی ۱۲ کنال اراضی منظورہ چاہی ہے اور بلاشرکۃ الغیر مالک و قابض ہوں سو اب مظہر نے برضا و رغبت خود و بدرستی ہوش و حواس خمسہ اپنی کل موازی ۱۲ کنال اراضی مذکورہ کو معہ درختاں مثمرہ وغیرہ موجودہ باغ و اراضی زرعی و نصف حصہ آب و عمارت و چرخ چوب چاہ موجودہ اندرون باغ و نصف حصہ کھورل و دیگر حقوق داخلی و خارجی متعلقہ اس کے محض مبلغ پانچ ہزار روپیہ سکہ رائجہ نصف جن کے ۲۵۰۰ ہوتے ہیں۔ بدست مسماۃ نصرت جہاں بیگم زوجہ خود رہن و گروی کردی ہے اور روپیہ میں بہ تفصیل ذیل زیورات و نوٹ کرنسی نقد مرتہنہ سے لیا ہے، کڑی کلاں طلا قیمتی معہ ۲۵۰ کڑی خورد طلا قیمت ۲۵۰ ڈنڈیاں ۔ عدد بالیاں دو عدد نسبی ۔ عدد ورل طلائی دو عدد بالی گھنگرو والی طلائی دو عدد کل قیمتی ۲۰۰ کنگن طلائی قیمتی ۔ بند طلائی قیمتی حار کنٹھ طلائی قیمتی ۔ جھمیاں جوڑ طلائی قیمتی سار پونچیاں طلائی بڑی قیمتی چار عدد ۔ جو جس اور مونگی چار عدد قیمتی ۔ چنان کلان ۳ عدد طلائی قیمتی ۔ چاند طلائی قیمتی ۔ بالیان جڑاؤ ۔ سات ہیں قیمتی ۔ نتھ طلائی قیمتی ۔ ٹیکہ خورد طلائے قیمتی ۔ حمائل قیمتی ۔ پہونچیاں خورد طلائی ۲۲ دانہ ۔ بڑی طلائی قیمتی ۔ ٹیپ جڑاؤ طلائی قیمتی ۔ کرنسی نوٹ نمبری ۱۵۹۰۰۰ ای ۱۲۹ لاہور کلکتہ قیمتی ۔ اقرار یہ کہ عرصہ تیس سال تک فک الرہن مرہونہ نہیں کراؤں گا۔ بعد تیس سال مذکور کے ایک سال میں جب چاہوں زر رہن دوں تب فک الرہن کرالوں ورنہ بعد انقضائے میعاد بالا یعنی اکتیس سال کے تیسویں سال میں مرہونہ بالا انہی روپیوں بیع بالوفا ہو جائیگا اور مجھے دعویٰ ملکیت کا نہیں رہیگا۔ قبضہ اس کا آج سے کرادیا ہے۔ داخل خارج کرادوں گا اور منافع مرہونہ بالا کی قائمی رہن تک مرتہنہ مستحق ہے اور معاملہ سرکاری فصل خریف ۱۹۵۵ سے مرتہنہ دے گی۔ اور پیداوار لے گی۔ جو ثمرہ اس وقت باغ میں ہے اس کی بھی مرتہنہ مستحق ہے اور بصورت ظہور تنازعہ کے میں ذمہ دار ہوں اور سطر تین میں نصف مبلغ و رقم ۔ کے آگے رقم ۔ کو قلمزن کرکے ۔ لکھا ہے۔ جو صحیح ہے اور جو درختاں خشک ہوں وہ بھی مرتہنہ کا حق ہوگا اور درختاں غیر ثمرہ یا خشک شدہ کو مرتہنہ واسطے ہر ضرورت و آلات کشاورزی کے استعمال کرسکتی ہے۔ بنابراں رہن نامہ لکھ دیا ہے کہ سند ہو۔

المرقوم ۲۵ جون ۱۸۹۸ء بقلم قاضی فیض احمد ۹۳۶ العبد مرزا غلام احمد بقلم خود

گواہ شد مقبلان ولد حکیم کرم دین صاحب بقلم خود

گواہ شد نبی بخش نمبردار بقلم خود بٹالہ حال قادیان

اسٹام بک مکرّر دوقطعہ

حسب درخواست جناب مرزا غلام احمد صاحب خلف مرزا غلام مرتضےٰ صاحب مرحوم آج واقعہ ۲۵ جون ۱۸۹۸ء یوم شنبہ وقت ۷ بجے بمقام قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور آیا اور یہ دستاویز صاحب موصوف نے بغرض رجسٹری پیش کی۔ العبد مرزا غلام احمد راہن۔ مرزا غلام احمد بقلم خود ۲۵ جون ۹۸ء دستخط احمد بخش رجسٹرار، جناب مرزا غلام احمد صاحب خلف مرزا غلام مرتضےٰ صاحب ساکن رئیس قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور جس کو میں بذات خود جانتا ہوں۔ تکمیل دستاویز کا اقبال کیا وصول پائے مبلغ ۵۰۰۰۰ ﷲ روپے کے منجملہ اللہ روپیہ کا نوٹ اور زیورات مندرجہ ہذا میرے روبرو معرفت میر ناصر نواب والد مرتہنہ لیا سطر ۹ میں مبلغ للعہ کی قلمزن کر کے بجائے اس کے عمار لکھا ہے از جانب مرتہنہ ناصر نواب حاضر ہے العبد مرزا غلام احمد راہن۔ مرزا غلام احمد بقلم خود ۲۵ جون ۱۸۹۸ء دستخط احمد بخش سب رجسٹرار دستاویز ۷۸ میں نمبر ایک بعد ۳۶ صبعہ ۲۶۷, ۲۶۸ پر آج تاریخ ۲۷ جون ۱۸۹۸ء یوم دوشنبہ رجسٹری ہوئی۔ دستخط احمد بخش سب رجسٹرار۔

اس رجسٹری پر ملا محمد بخش صاحب قادری نے اپنے ایک اشتہار میں مندرجہ ذیل ریمارک کیا ہے۔

رجسٹری مذکورہ بالا پر ہمارا منصفانہ ریمارک

اگر مرزا صاحب کو مصرع۔ ''اسپ وزن شمشیر وفادار کہ دید''۔ کی خبر ہوتی تو ہرگز اپنی بیوی کے نام رجسٹری نہ کراتے، مرزا صاحب نے خواہ کتنا ہی لطائف الحیل طمع دنیوی سے نصرت جہاں بیگم کو راضی کرنیکی کوشش کی۔ جب مرزا صاحب کو کچھ روپیہ وغیرہ کی ضرورت آپڑی تو اس عفیفہ نے ایک چھلہ تک نہیں دیا کہ مرزا صاحب کے وقت بے وقت

کام آتا بلکہ اس نے زیورات کے عوض جناب سے تمام باغات زمین وغیرہ رہن وگروی کرالی۔ اور رجسٹر کرالی، کیا یہ سب باتیں اس کی فرمانبرداری اور اطاعت کی ہیں؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں، اس نے ایسے شخص کا فر بلکہ اکفر کا ذرا بھی اعتبار نہیں کیا، پس جب گھر کا یہ حال ہو رہا ہے تو دوسروں پر کیا شکایت۔ **(اوّل)** ہم پوچھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے جو زیورات مالیتی پانچ ہزار روپے کے عوض باغات واراضی وغیرہ اپنی بیوی نصرت جہاں بیگم کے پاس گرو ورہن رکھکر رجسٹری کرادی ہے تو یہ زیورات آپ کی اہلیہ کے پاس آپ کے دیئے ہوئے تھے یا نہیں اگر آپ کے ہی تھے تو کیا آپ کو بوقت ضرورت اس سے عاریتاً لینے کا حق نہ تھا اگر تھا تو اس کے عوض اس قدر اراضی باغات کا یہ گرونامہ، رجسٹری کرادینا، دوسرے لڑکوں فضل احمد صاحب وسلطان احمد صاحب کے حقوق کو زائل کر دینے کا منشا ظاہر نہیں کرتا، آپ کے بعد اس جہاں سے گم ہوتے ہی ڈھائی منٹ میں یہ رجسٹری منسوخ ہو جائیگی۔ مرزا صاحب کیا خداوند تعالیٰ کا بھی حکم ہے کہ حقداروں کے حقوق چھین کر دوسروں کو دیئے جائیں؟ **(دوم)** آپ کو اس قدر روپیہ کی ضرورت تھی کہ آپ نے یہ کام بھی خلاف شرع کیا۔ **(سوم)** آپ جبکہ اس قدر مالدار ہیں تو آپ کا دعویٰ کہ میں مثیل مسیح ہوں کس طرح سچا سمجھا جائے، جبکہ خود مسیح جس کی آپ مثیل بنتے ہیں فرماتے ہیں کہ چرند پرند کے لئے تو بسیرا کرنے کے لئے جگہ ہے مگر ابن آدم (یعنی مسیح) کے لئے کوئی جگہ نہیں کہ وہ اپنا سر چھپا رکھے۔ **(چہارم)** اگر آپ نصرت جہاں بیگم سے زیورات مالیتی پانچ ہزار لے لیتے اور اس کے عوض باغات زمین وغیرہ نہ عائد ہوتو ہم کہتے ہیں کہ اپنے اس جھگڑے کو اپنی عین حیات میں مطابق شرع محمدی کیوں فیصل نہیں کیا۔ **(پنجم)** جو اراضی وباغات آپ نے نصرت جہاں بیگم کے پاس گرو ورھن کردی ہیں اس کی آمدن وخرچ کا حساب

کوئی دوسرا انجام دے تو آپ کی اجازت درکار ہے یا نہیں اگر ہے تو کیوں۔ ہشتم:۔ باغ کے پھل وغیرہ کو آپ اپنی بیوی کی بلا اجازت حاصل کرینگے یا نہیں اگر حاصل کرینگے تو کیوں! غرضیکہ مرزا صاحب کو رتی رتی پھل پھول پر شرعاً اجازت لینی پڑیگی ورنہ حرام کھائیں گے۔

خادم قوم ملا محمد بخش قادری منیجر اخبار جعفر زٹلی لاہور۔

مرزا صاحب قادیانی کے دستخطی خطوط اوران کے مضامین کی تصدیق کے متعلق تازہ خطوط اور مصنف کتاب کا مذہبی خیال

از بندہ مسکین محمد حسین عفی عنہ۔ راہوں ۴ اگست ۱۸۹۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی

حضور من۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ورود اعزاز نامہ سے مشرف وممتاز فرمایا۔ (۱) اب اصل ماجرا عرض کرتا ہوں، جس روز بندہ نے حضور کی خدمت بابرکت میں نیاز نامہ لکھا۔ اس سے دوسرے روز قادیان سے میرے حضرت کا فرمان فیض بنیان معہ ایک نقل رہن نامہ رجسٹری شدہ کے شرف صدور لایا جو بجنسہٖ ارسال حضور ہے۔

(۲) قادیانی نے اپنی جائیداد جدی میں سے ایک باغ اپنی منکوحہ کے نام رہن کر دیا ہے اور اس کی عوض اس سے زیور اور نوٹ کرنسی لئے ہیں۔ چار ہزار کا زیور اور ایک ہزار کے نوٹ ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ یہ کام اس مرزا نے فقط اس غرض سے کیا ہے تاکہ دوسرے لڑکے جو پہلی بیوی سے ہیں، محروم رہ جائیں۔ بھلا خیال تو فرمائیں کہ زیور اور نوٹ بیوی کہاں سے لائی۔ آیا وہ اس کے والدین کی کمائی کے ہیں، دوسری بعد لکھنے رہن نامہ کے مرزا

موصوف نے وہ زیور کیا کیا۔ بیوی ہی کو دے دیا ہوگا۔ یہ فقط ایک دھوکہ تھا۔ حضور پر پہلے بھی روشن ہے کہ مرزا صاحب کے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم کے گھر میں ہمارے حضرت مرزا علی شیر صاحب کی حقیقی پھوپھی تھی۔ اور علی ہذا القیاس۔ مرزا غلام احمد کی بڑی بیوی بھی ہمارے حضرت کی حقیقی ہمشیرہ ہے جو عرصہ دو ماہ سے فوت ہوگئی ہے اور اس کے بطن سے دو بیٹے ہیں، بڑے کا نام سلطان احمد جو آجکل ملتان کے ضلع میں تحصیل شجاع آباد میں تحصیلدار ہے اور چھوٹے کا نام فضل احمد جو ہمارے حضرت صاحب کا داماد ہے، مرزا غلام احمد کے ایک بھائی ان سے بڑے اور تھے جن کا نام غلام قادر تھا، وہ بے اولاد تھے انہوں نے سلطان احمد فرزند کلاں مرزا صاحب کو اپنا متبنیٰ کر لیا۔ لہٰذا کل جائیداد بین نصف مرزا غلام احمد اور نصف سلطان احمد حصہ دار ہے، اب فضل احمد چھوٹا بیٹا مرزا کی جائیداد کا حسب حصہ حقدار ہے کیونکہ مرزا کی دوسری بیوی سے جس کے نام باغ رہن کیا گیا ہے، شاید دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے اب فضل احمد کو اس جدی جائیداد سے محروم کرنے کے لئے مرزا صاحب قادیانی نے یہ حیلہ کیا ہے کہ باغ بیوی کے نام رہن کر دیا اور باقی جائیداد کا کوئی اور بندوبست کریگا۔ خیر حضور کو یاد ہوگا، کہ مرزا کے دونوں خط خود مرزا علی شیر اور ان کی بیوی کے نام ہیں، ان میں حضور نے پڑھا ہوگا کہ ''اگر فضل احمد نے میرے کہنے سے اپنی منکوحہ دختر مرزا علی شیر کو طلاق نہ دیا تو وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا''۔ مرزا صاحب اسی امر میں ساعی رہے کہ میرے ہر دو بیٹے اور مرزا علی شیر صاحب اور ان کی زوجہ جو مرزا احمد بیگ کی ہمشیرہ نہیں اپنے بھائی سے لڑ جھگڑ کر ناطہ پر راضی کریں تاکہ میرا الہام سچا ہو۔ مرزا صاحب علی شیر کی ہمشیرہ یعنی اپنی بڑی بیوی کو انہوں نے جبھی سے ناراض ہو کر الگ کر دیا ہوا تھا کہ اس نے کچھ نمایاں کام نہ کیا وہ اپنے بیٹے سلطان احمد کے ساتھ تھی۔ چونکہ ان متعلقین نے مرزا صاحب کی کچھ بھی مدد نہ کی، لہٰذا ان سب کو الگ کر دیا اور ان سے کھانا پینا

گفتگو کرنا بالکل ترک کر دیا۔ بلکہ یہ لوگ مرزا کی الہامی جورو کے نکاح میں شریک ہوئے اور اس کو مخبوط الحواس سمجھ کر جلدی اس امر میں کوشش کر کے اس کا نکاح موضع پٹی میں ایک لڑکے مسمی مرزا سلطان محمد سے کرا دیا اور مرزا صاحب اپنے ایک خط میں فرما چکے ہیں کہ "اس نکاح کے شریک میرے دشمن ہو گئے"۔ افسوس مرزا صاحب کی عقل پر الہامی بات اور بندوں پر مخالفت کے سبب غصہ۔

ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

خیر فضل احمد نے مرزا صاحب اپنے والد کی عدول حکمی کی، کیونکہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق نہ دیا۔ اسی لئے فضل احمد اور، اور متعلقین سے قطع تعلق کر بیٹھے ہیں۔

لہذا بعد مفصل حال کی عرض ہے کہ نقل رہن نامہ رجسٹری شدہ ارسال حضور ہے اس کو بھی درج کتاب فرما دیں۔ حضرت صاحب نے یہ وثیقہ کی نقل حکمنامہ کے ساتھ بندہ کو بھیجی ہے اور بایں الفاظ لکھا ہے۔ "وثیقہ کا کاغذ بھیجا جاتا ہے، اس کی نقل کر کے اپنے پاس رکھ لو۔ اور اصل کاغذ کورٹ انسپکٹر صاحب کی خدمت میں بغرض اندراج کتاب بھیج دو۔"

باسمہ سبحانہٗ

مخدوم مکرم بندہ حضرت مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا نوازش نامہ معہ دو کاپی کتاب کلمۂ فضل رحمانی شرف صدور لایا اور مشکور فرمایا، جناب من مرزائی گروہ کے معلومات سے صاف پایا جاتا ہے کہ ان کو پیغمبر کے حالات اندرونی معلوم نہیں ہیں۔ اسی لئے دھوکہ میں ہیں، کتنی بڑی موٹی بات سے انکار کر دیا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ، بندہ خدا اگر فضل احمد ان کا کوئی بیٹا نہ ہو تو مجھے اس کے بیٹے بنانے کی خواہ مخواہ کچھ ضرورت ہے۔ جو کچھ کہ خطوط مرزا صاحب قادیانی میں درج ہے، اس میں ایک

سر مو فرق نہیں، میں بھی باشندہ اسی ضلع کا ہوں، مجھے خود اس کا علم ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب فرزند کلاں مرزا صاحب اور بندہ ایک ہی ماہ ستمبر ۱۸۷۷ء میں محکمہ پولیس گورداسپور میں ملازم ہوئے تھے اور اکٹھے قواعد پریڈ کرتے رہے اور وہ میرے نہایت دوست ہیں، پھر محکمہ پولیس کو چھوڑ کر سول میں ملازم ہو گئے تھے۔ مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد دونوں حقیقی بھائی پہلی بیوی سے ہیں، جس کو مرزا صاحب نے ناراض ہو کر الگ رکھا تھا اب عرصہ دو ماہ سے انکا انتقال ہو گیا ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مرزا فضل احمد مرزا صاحب قادیانی کا فرزند دلبند ہے، جس نے باوجود سخت دھمکانے مرزا صاحب کے اور خوف دلانے محروم الارث کرنے کے اپنی بیوی کو جو مرزا علی شیر صاحب کی دختر ہے طلاق نہ دی جس کا نتیجہ مرزا صاحب نے حسب وعدہ خود یہ دکھلایا کہ ان کو محروم الارث کرنے کے لئے اپنی جائیداد کو پانچ ہزار میں اپنی بیوی کے پاس گروی رکھ دیا ہے، جس کی رجسٹری آپ کی خدمت میں بھیجی جا چکی ہے، زیادہ طویل تحریر سے کچھ فائدہ نہیں۔ اب میں دو خط مرزا محمد حسین صاحب ساکن راہوں ضلع جالندھر تلمیذ و مرید حضرت مرزا علی شیر صاحب سمدھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آپ کی خدمت میں اس عریضہ کے ساتھ بھیجتا ہوں، جس سے ایسی تسلی ہو جائیگی کہ چوں وچرا کرنے کی بھی نوبت نہ ہوگی۔ مجھے نہایت افسوس اور ساتھ ہی اس کے نہایت تعجب ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائی لوگوں کے دماغ میں ایسی ضد بھر گئی ہے کہ جب کسی کو مخالف دیکھتے ہیں تو اس کو بھی دھمکی ایک سال کی پیشین گوئی اس کی موت کی بابت دیتے ہیں۔

اس بات کو میں اپنی کتاب میں بھی درج کر چکا ہوں کہ مرزا صاحب نے کبھی یہ دعا نہ کی میرے مخالف بقول ان کے راستہ پر آ جائیں، جب غصہ میں آئے یہی پیشین گوئی کی کہ وہ پندرہ ماہ میں مریگا، وہ ایک سال میں مریگا۔ مزہ تب تھا کہ مرزا صاحب کی دعا سے

لیکھرام مسلمان ہوتا، پادری ہنری کلارک صاحب بہادر ایمان لاکر اسلام قبول کرتے ماسٹر مرلی دھر مسلمان ہوتے۔ عبداللہ آتھم ایمان قبول کرتے، مرزا امام الدین بیگ برادر کلاں مرزا صاحب برے نہ بنتے۔ مرزا صاحب کی اولاد بھی مرزا صاحب کو قبول کر لیتی۔ قادیان کے لوگ بھی ایمان لے آتے۔ اتنی شوراشاری اور صرف ۳۱۳ مرید وہ بھی ڈہلمل یقین۔ مرزا صاحب کی الہامی جورو جس کا نکاح مرزا صاحب کے خدا نے آسمان پر کردیا تھا۔ مرزا صاحب کے دیکھتے دیکھتے اور ان کے خدا کی موجودگی میں دوسرے شخص مرزا سلطان محمد ساکن پٹی علاقہ لاہور کے گھر میں آباد اور شاد۔ بلکہ صاحب اولاد نہ ہوتی افسوس۔ میں نے اپنی کتاب میں مرزا صاحب کو کافر کذاب مخالف بزرگان اسلام مسلمانوں کا دشمن عبداللہ نا نیر اور دراہم وغیرہ وغیرہ خارج از اسلام لکھ دیا ہے۔ میری کتاب کا پچھلا حصہ جس میں توہینات انبیاء علیہم السلام دعویٰ نبوت، عقائد اعمال مرزا صاحب کے درج ہیں۔ صاف ثابت کردیا ہے کہ مرزا صاحب بموجب اقوال خود کافر اور نائب دجال وغیرہ ہیں۔ اور یہی میرا عقیدہ ہے اور ویسا ہی مرزا صاحب کو جانتا ہوں۔ ان کا دعویٰ مسیح موعود اور مہدی مسعود اور مجدد وغیرہ کا بالکل لغو اور جھوٹ ہے، بس جو مرزائی اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ فضل احمد مرزا صاحب کا کوئی بیٹا نہیں وہ معہ مرزا صاحب اس بات کا انکار لکھوا دیں یا مرزا صاحب خود ان خطوط کا انکار کرکے اشتہار دیں کہ یہ خطوط جھوٹے اور جعلی ہیں۔ اور پھر اپنی موت کے بارہ میں ایک سال یا جتنا مناسب سمجھیں، اقرار شائع کردیں۔ اگر وہ سچے ہیں مگر وہ ہرگز ایسا نہیں کرسکتے۔ آپ کی ان خطوط سے جو بھیجتا ہوں اور بھی تسلی ہوگی۔ اور مرزا صاحب اور مرزائی بخوبی نادم ہوگئے۔ مرزائی لوگوں کو شرم کرنی چاہئے، میں نے اپنا عقیدہ لکھ دیا ہے اور جو کتاب میں مدلل لکھتا ہے، مرزا صاحب یا ان کے حواریین ایک دفعہ نہیں تین دفعہ پیشین گوئی کرتے پھریں اور میعاد بھی مقرر کرلیں، بندہ ان گیدڑ بھبکیوں سے

نہیں ڈرتا۔ مرزا صاحب اپنی پیشینگوئیوں سے عبداللہ آتھم کو تو مار چکے ہیں۔ اپنی الہامی جورو کے خاوند کو مار چکے، مرزا امام الدین کو مار چکے، پادریوں، آریوں کو مار چکے۔ اگر مرزا صاحب ایسا کر چکے ہیں تو سچے ہیں ورنہ وہی کذاب جب یہ حالت ہے تو مسلمانوں کو موت کی پیشین گوئی کی دھمکی دینا ہیچ ہے۔ پہلے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو ہی مارا ہوتا، یا مولوی عبدالحق امرتسری کو فنا کیا ہوتا۔ کیا شرم کی بات ہے، خدا کا خوف کرنا چاہئے۔ مخلص من! مرزائیوں کی ایسی ویسی باتوں پر امید ہے کہ آپ بالکل خیال نہ فرمائینگے، فرمایا ہے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ کبھی کوئی بات بلاتحقیق درج نہیں کرتا نہ کروں گا اور نہ کبھی کی ہے، مجھے مرزا صاحب سے کوئی عداوت نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے تمام جہاں کے بزرگوں، مولویوں اور انبیاؤں کو گالیاں دیکر عام مسلمانوں کا دل دکھایا ہے۔ آپ جانتے ہیں، میں ملازم سرکار ہوں، مجھے کسی سے لڑائی کرنا یا جھگڑنا کیا ضرور۔ بھائی مسلمانوں کی خیر خواہی اور اسلام کی حفاظت کی غرض سے کتاب لکھدی ہے، خدا جس کو ہدایت دے، ویسے تمام دنیا ایک طرف مرزا صاحب اکیلے ایک طرف۔ ڈلاکثر حکم الکل منقول ہے۔

نیاز مند فضل احمد عفی عنہ از لودیانہ ۱۱ ستمبر ۱۸۹۸ء

از بندہ مسکین محمد حسین علی عنہ، راہون ۳۱ مئی ۱۸۹۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی

جناب من السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ افتخار نامہ فیض شامہ بدر کی طرح شرف ورود لایا، بندہ کے دل وجان کو سرفرازی سے سراپا روشن فرمایا، شافی مطلق جل شانہٗ بحرمت رسول مقبول ﷺ کے

آنحضور کو صحت کلی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(۱) حضرت مرشد ارشدی مرزا صاحب علی شیر صاحب دام فیوضہم قادیان ہی کے باشندے ہیں۔ اور مرزا قادیانی کے ماموں زاد بھائی ہیں۔ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم والد مرزا غلام احمد کے گھر میں انکی حقیقی پھوپھی تھیں۔ غلام احمد کی پہلی بیوی میرے حضرت کی حقیقی ہمشیرہ ہیں۔ جن کے بطن سے دو فرزند بڑا سلطان احمد اور چھوٹا فضل احمد ہے اول الذکر تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان میں تحصیل دار ہیں۔ اور فضل احمد کو مرزا صاحب علی شیر کی بیٹی بیاہی ہوئی ہے۔ گو مرزا قادیانی نے اپنے بیٹے فضل احمد کو ہر طرح چاپلوسی اور خاطر داری اور جائیداد سے بے تعلق کر دینے کی دھمکی بھی دی۔ مگر اس نے ہرگز طلاق دینا منظور نہیں کیا، اور وہ اپنے باپ غلام احمد کا سخت مخالف ہے، اور اپنی بیوی سے ہر طرح سے راضی وخوش ہے۔ بڑا بیٹا بھی مرزا سے مخالف ہے، ہاں مرزا نے اپنی بڑی بیوی ان دونوں کی والدہ کو اپنے سے علیحدہ کر دیا ہے اور مرزا صاحب علی شیر اپنے بھائی کے ہاں قادیان ہی میں رہتی ہے۔ مرزا غلام احمد اور ہمارے حضرت کے مکان میں صرف ایک دیوار ہی ہے۔ بندہ خود قادیان جا کر دیکھ آیا ہے۔ ایک طرف وہ رہتے ہیں، ایک طرف وہ اور حضرت صاحب مرزا علی شیر کی ہمشیرہ کا نان نفقہ اس کا بڑا بیٹا سلطان احمد تحصیلدار دیتا ہے۔

(۲) مرزا احمد بیگ ہشیار پوری کی ہمشیرہ ہمارے حضرت کے نکاح میں تھی جو کئی سال سے انتقال کر گئیں، جن کی بیٹی کے بارے میں مرزا کا الہام ہے۔

(۳) شاید حضور نے ایک شخص خاکی شاہ باشندہ راہون کا ملاحظہ فرمایا ہے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے معتقد اور مرزا صاحب قادیانی کے خلیفہ حکیم نور الدین صاحب کے قدم بقدم چلنے والا ہے، وہ چند مہینے ہوئے راہون میں آیا اور اس نے مرزا کے مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کے بابت بڑی واعظ کی اور اکثر شہر والوں کے اعتقاد میں فرق ڈالا۔ اس شخص

کو مرزا کا بندہ نے سارا حال سنایا کہ مرزا کے دستخطی خطوط میرے حضرت کے پاس ہیں اور ہم تو اس مرزا کو بڑا مکار اور کذاب جانتے ہیں۔ بندہ نے حضرت کی خدمت میں نیاز نامہ بطلب خطوط لکھا، چونکہ حضرت عرصہ ڈیڑھ سال سے راہون میں تشریف نہیں لائے تھے، بندہ کی عرض پر معہ ہر خطوط تشریف لائے خاکی شاہ پہلے ہی چلتا ہوا۔ راہون میں یہ ہر سہ خطوط سب روساء کو دکھلائے گئے، جس سے مرزا کا مکر اور فریب اظہر من الشمس ظاہر ہو گیا۔ جب حضور کا فرمان طلبی ہر سہ خطوط کا صادر ہوا تھا اور معرفت چچا صاحب نظام الدین بندہ کو ملا تھا اس وقت میرے حضرت رڑکی مغلاں میں جو راہون سے چھ کوس کے تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے فرمان کو پڑھکر بندہ خود جا کر ہر سہ خطوط بڑے اصرار سے لایا تھا وہ فرماتے تھے کہ کہیں گم نہ ہو جائیں۔ آجکل وہی خاکی شاہ قادیان میں ہے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ خط جلدی راہون سے میرے پاس روانہ کر دو۔ اس لئے بندہ نے حضور کی خدمت بابرکت میں عریضہ طلبی خطوط لکھا تھا۔ شاید آنحضرت نے اسی خاکی شاہ کو دکھلانے ہو نگے۔ آپ بلا اشتباہ ان خطوط کو مشتہر فرما دیں، بندہ حضور کو پورا یقین دلاتا ہے کہ حضرت مرزا علی شیر صاحب ہرگز ہرگز اس پایہ کے آدمی نہیں کہ حق کی مخالفت کریں۔ حضرت حاجی محمود صاحب جالندھری نقشبندی کے خلیفہ ہیں اور اس وقت ان کی نظیر کا درویش باخدا کم ہوگا۔ شاید حضور نے بھی جالندھر پولیس میں آنحضرت کی زیارت کی ہوگی جس وقت خط میں رڑکی سے لینے گیا تھا تو انہوں نے اس وقت بھی مجھے تاکیداً فرمایا تھا کہ دیکھنا کہیں گم نہ ہو جائیں اور لدھیانہ سے واپس آنے کے بعد رجسٹری کرا کر ہمارے پاس بھیج دینا بندہ نے عرض کی کہ بہت خوب۔

(۴) لہٰذا اب اخیری عرض یہ ہے کہ ہر سہ خطوط تو بسبیل ڈاک یا کسی خاص معتبر کے ہاتھ لفافے میں بند کر کے روانہ فرما دیں۔ اور کسی طرح کا شک وشبہ اپنے خیال مبارک میں نہ

لائیں۔ بندہ نے مفصل سب حال عرض کردی ہے، اب بندہ کو بھی انشاءاللہ امید ہے کہ حضور کے کل شبہات دور ہو جائیں گے۔

از بندہ مسکین مرزا محمد حسین عفی عنہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

و نصلی علی رسولہ النبی الکریم۔

جامع فضائل وکمالات روحانی وایمانی حضرت مولانا مولوی صاحب دام برکاتکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، اشتہارات مرسلہ آنحضور معہ اعزاز نامہ پہنچے، حضور نے اپنے اخلاق بزرگانہ وطبع کریمانہ سے اس قدر اس عاجز کو ممنون احسان فرمایا ہے جس کا بیان مالا کلام ہے، البتہ اللہ جل شانہ عم نوالہٗ اس کے عوض میں اپنی رحمت کاملہ سے آنحضور ﷺ پر رحمت فرمائے۔ اور اپنی درگاہ عالیہ سے حضور کو اپنے خاصوں کے زمرہ میں منسلک فرمادے۔ آمین ثم آمین۔ بحرمت سید عالم وسرور بنی آدم ﷺ حضور کے اشفاق نامہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزائیاں بھائی صاحب مرزا فضل احمد کو مرزا غلام احمد صاحب کا بیٹا ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ اور دختر مرشدنا حضرت مرزا علی شیر صاحب منکوحہ اخویم مرزا فضل احمد کو مرزا صاحب کی بہو ہونے سے بھی منکر ہیں، یہ انکار ان حضرات کی لاعلمی پر دال ہے، یہ احقر بھی حضور ہی کا فقرہ لکھتا ہے کہ افسوس کہ مرزائیوں کو اپنے پیغمبر کے گھر کا حال بھی معلوم نہیں ہے، بندہ نے جو کچھ پہلے عریضوں میں حالات عرض کئے ہیں۔ بوجہ ہم قوم ہونے کے اچھی طرح معلوم ہیں۔ اس میں ہرگز کچھ بھی غلطی نہیں ہے۔ جو صاحب اس کو غلط سمجھیں، انہیں ان معاملات سے بے خبری ہے، کسی اور مرزا صاحب کے رشتہ دار سے اگر یہ امر دریافت کیا جائے تو وہ بھی اسی طرح بیان کرینگے۔ مرزا صاحب خود بھی فضل احمد کے بیٹا ہونے سے انکار نہیں کر سکتے، اگرچہ نکاح میں کوشش نہ کرنے کی وجہ سے اس سے ناراض ہیں۔

مرزا صاحب سے ان کے معتقدین دریافت کرلیں۔ مرزا سلطان احمد وفضل احمد کی والدہ یا دوسرے الفاظ میں ہمارے حضرت صاحب کی حقیقی ہمشیرہ کو مرزا صاحب نے طلاق تو نہیں دی۔ مگر ان کو جب سے ان کی الہامی زوجہ کا نکاح سلطان محمد سکنہ پٹی سے ہوا، الگ کر چھوڑا تھا۔ کسی قسم کا تعلق خرچ وغیرہ کا نہیں رکھا تھا۔ مرزا سلطان احمد اپنے بیٹے کے مکان میں ان کی والدہ شریفہ آ گئی تھیں۔ بالکل آمدورفت گفت کلام باہمی بند رہی۔ حتی کے عرصہ چند ماہ کا ہوا کہ اس مرحومہ نے اس جہان سے رحلت کی۔ بندہ قادیان جاکر اخیر جنوری ۱۸۹۳ء میں یہ امر بچشم خود دیکھ آیا تھا۔ اور وفات تک وہ اسی طرح گزر گئیں۔ کسی طرح سے مرزا صاحب نے ان سے صفائی نہیں کی۔ بلکہ مجھے کامل امید ہے کہ ان کی تجہیز وتکفین میں بھی مرزا صاحب شریک نہیں ہوئے ہوں گے کیونکہ اسی نکاح سے سب رشتے داروں سے مرزا صاحب موصوف نے قطع تعلق کردیا ہے ادھر مرزا صاحب حضرت خواجہ محمد علی شیر سے اور ادھر مرزا نظام الدین وکمال الدین سے (امام الدین پیر خاکروبان کے بھائی ہیں) رشتہ ناطہ مرگ شادی پر آمدورفت بند ہے۔ جو کچھ میں نے لکھا ہے، پوری واقفیت سے لکھا ہے اور یہ عین ٹھیک ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا عرض کروں، ایک بات بندہ پھر عرض کرے گا، وہ کیا کہ مرزا صاحب اپنی بڑی بیوی صاحبہ کے جنازہ پر تشریف لے گئے یا نہیں، اوپر کی سطروں میں بندہ نے اپنا قیاس ظاہر کیا ہے۔

دختر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے نکاح سے مرزا سلطان احمد صاحب تا مرگ اپنی والدہ مرحومہ کے خرچ کے متکفل رہے ہیں اور مرزا صاحب نے انہیں کچھ مدد نہیں دی۔

نظم نصیحت نامہ و تاریخ من موٴلف
باسمہٖ سُبحانہٗ

اے مخلصان باصفا دنیا پرانی زال ہے
چالوں سے اس کے تم بچو، ہر چال اک بھونچال ہے
سب اہل دل کہتے ہیں یوں لیکر سلف سے تاخلف
جو اس کا طالب ہوگیا وہ سگ صفت بدحال ہے
ایمان کو ثابت رکھو اسلام پر قائم رہو
اجماع امت پر مٹو اس کا عدو پامال ہے
قرب قیامت ہے نئے دجال مہدی بن گئے
جھوٹوں نے گو سچا کہا پر جھوٹ کا دلال ہے
ان مہدیوں سے تم بچو ان کاذبوں کی مت سنو
اے مومنو مومن رہو پر کید ان کا قال ہے
یہ قادیانی مرزا ہے پر فریب و پردغا
عیسیٰ نہیں مہدی نہیں ہاں کاذب و بطال ہے
اسلام کی تخریب سے گو کافر و مرتد ہوا
پس اس کا قلبی مدعا بس عورتیں یا مال ہے
تاریخ کا کچھ فکر تھا تسخیر ہاتف نے کہا
یہ قادیانی مفتری بقال[1] اور دجال ہے
کل مصرعہ ۱۳۱۴ ہجری

[1] بقال: بمعنی حارث یا سبزی فروش جو مرزا صاحب کا پہلا لقب ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

ذیل میں ملک کے ان علمائے و فضلائے کی تقریظوں کو درج کیا جاتا ہے جو خدا کے فضل سے حامی دین ہونے کے علاوہ اپنے علم و فضل کے لحاظ سے ملک کے لئے باعث فخر اور قوم کے لئے موجب ہدایات ہیں اور جو ملک و قوم میں ہر ایک طرح واجب التعظیم سمجھے جاتے ہیں، جنہوں نے اس کتاب کو بغور ملاحظہ فرما کر یہ ظاہر اور ثابت کیا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تمام تصانیف کی تردید کتاب کلمہ فضل رحمانی سے بڑھ کر اس وقت تک کوئی کتاب اسلام اور اہل اسلام کی حفاظت کے لئے نہیں شائع ہوئی۔

اور وہ تقریظیں یہ ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی انزل الشریعۃ المطھرۃ الحنیفیۃ البیضاء والملۃ المقدسۃ الاسلامیۃ السمحاء علی نبینا ورسولنا وسیدنا محمد افضل الرسل وخاتم الانبیاء صلوات اللّٰہ وسلامہ علیہ وعلی الہ الاصفیاء واصحابہ الاتقیاء وبعد فقد حملنی علی ھذا لتحریر وحدانی الیٰ ذاک التسطیر وصول رسالۃ مطبوعۃ من طرف المرزا القادیانی بعضھا فی اللسان الھندی وبعضھا فی العربی تحدی فیھا با لعلماء الکبار ودعاھم للمبا ھلۃ والمقابلۃ واخذ النارطالعتھا وَامعنت النظر فیھا فوجد تھا مملوۃ بالخرافات ومحشوّۃ بالخزعبیلات اظھر فیھا دعا ویہ الفاسدۃ واختراعاتہ الکاسدۃ من انہ ھوالمسیح الموعود والمھدی المنتظر المذکور فی الاحادیث النبویہ واطال فیھا اللسان بالسب والشتم والطغیان فی حق الاخیار من علماء الرحمن الموجودین فی ھذاالزمان وفی سابق الدوران کا طالۃ العاجز عن ایرادالدلیل والبرھان کما ھو دیدنہ فی جمیع مولفاتہ

المستقبحة وتصانيفه المتشنعة فتباعد عن مقام التهذيب وزاد في التدريب والتشريب اتى فيها بكلمات تنفر عنها الطبائع السليمة وتنفرها القرائح المستقيمة بالغ في كناية الفحش واللغويات والتشنيع والهوليات حتى انصلت في الجهلات واضرم نارالخصومات حيث قال مرة للاعلام الكبار والصالحين الاخيار (هم تسعة رهط من الشرار) ولقب بعضهم (الشيطان الاعمى والغول الاغوى)وشنع بعضهم باقبح التشنيعات واسود الهنات وَمَاخاف من خالق الارض والسموات فقد قال جل وعلا (الشيطان يعدكم الفقر ويامركم بالفحشاء)ومن كلام رسولهﷺ (المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده)فاقواله زائغة خاطئه وخيالاته لايته ضائعه ارتكب جازه فخيمة وكبيرة مهلكته كلامه ذليل ومرامه كليل لم يتاذب مع العلماء والصلحاء في الخطاب ولم يسلك مسلك الصدق والصواب فلايخفى على اهل النهٰي ان هذا الداب الذى اختاره المرزاخلاف اهل الحجى.ثم ان كان القادياني يناظر العلماء ولايبارى السفهاء فكان عليه ان يخاصمهم بعد التزام التهذيب بايراد الاحاديث والأيات مع حملها على معانيها الظاهرة المسلمةعند ائمه اللغات حتٰى لايستنكره اهل الصناعات. ولكنّه حرّف النصوص عن مقصودها الاصلى المنقول برواية الثقات من الصحابة والصحابيات.وفسر برأيه ولم يبال بحديث سيد الابرار حيث قال عليه وعلٰى اٰله الصلوات من الواحد الغفار.ان من فسر القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار فعليه ما يستحقه من الويل والتبار.ثم انى كنت اردت الترديد لدعاوى هذا الشريد بالتفصيل المزيد مع الاسلوب الجريد لكن منعني من هذا الخيال فاضل كريم البال وامرني

الذى اعتمد عليه في جل الاقوال بطى الكشح عن هذا البطال ولله در لوذعى المسند والا لمعى الشريف المحتد حبّى قاضى فضل احمد حماه الله من شرّ حاسدٍ اذا حسد فانه كفانا الترديد لكتاب القادياني الطريد واجابه بجوابات مفحمة والزمه بالزامات مسكتة جزاه اللّٰه عنا خير الجزء وجعل اخرته' خيرا من الاولى

(وانا العبد العاصى ابو الظهور حنفى انبيٹهوى مشتاق احمد)

تقریظ حضرت مولانا الحافظ مولوی مشتاق احمد صاحب چشتی صابری انبیٹھوی

مدرس اول عربی گورنمنٹ سکول لودھیانہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا ومصليا امابعد راقم الحروف نے کتاب مستطاب کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی کو اول سے آخر تک دیکھا،عقائد قادیانی کی تردید میں لاثانی پایا ہے۔حق تو یہ ہے کہ اس سے پہلے جس قدر کتب اور رسائل مرزا کی تردید میں لکھے گئے،اپنی طرز میں یہ کتاب ان سب میں بہتر اور مفید ہے،کیونکہ نہایت سلیس اور عام فہم ہے اول سے اخر تک تہذیب کی رعایت رکھی ہے اور کیا اچھا التزام کیا ہے کہ اکثر جگہ خود مرزا ہی کے اقوال اور اس کی تصنیف کی عبارت نقل کر کے دندان شکن جوابات دیے ہیں۔ علی الخصوص تحقیق لفظ یسوع اور لفظ کدعا ایسے بسط اور تفصیل سے لکھی ہے جو مصنف حضرت ہی کا حصہ ہے اور کیوں نہ ہو جناب مولانا قاضی فضل احمد صاحب اس کے مصنف فاضل محقق اور عالم مدقق ہیں جزا هم الله خير الجزاء واحسن اليهم في الدنيا والعقبٰى،وانا العبد المذنب الخاطى مشتاق احمد حنفى چشتى عفى الله عن ذنبه الخفى والجلى

تقریظ حضرت مولانا مفتی مولوی شاہدین صاحب لودھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلیہ: اقول وبا للہ التوفیق. بلاشبہ عقائد باطلہ واقوال کاذبہ واوہام فاسدہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اس کے مفتری وکذاب ہونے پر صاف دال ہیں کیوں نہ ہو برخلاف نص قرآنی حضرت مسیح بن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو یوسف نجار کا بیٹا اعتقاد کرنا اور ان کے معجزات کو بے سود از قسم شعبدہ بازی کہنا اور تاویلات بعیدہ کرکے اپنے لئے ایک قسم کی نبوت ثابت کرنے اور اپنے آپ کو وساوس شیطانی سے خدا کا مرسل گمان کرنا جیسا کہ اسود ومسیلمہ وطلیحہ وغیرہ دجالوں نے کیا جن کی خبر اول ہی ہمارے مخبر صادق ﷺ دے گئے ہیں کہ سَیَکُوْنُ فِی امتی کَذَّابُون ثلٰثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النّبیین لانبیَّ بَعْدِی الحدیث۔ ایسا ہی اپنے الہام مزعومہ کو قطعی ویقینی مثل وحی انبیاء سمجھنا ودیگر لغویات وخرافات مسیح سنی سے جن کو ہمارے شفیق قاضی فضل احمد صاحب کورٹ انسپکٹر لودہانہ نے اپنی اس کتاب کلمہ فضل رحمانی میں حتی الوسع عمدہ تردید کے ساتھ لکھا ہے۔ قادیانی کا مفتری ونائب الدجال ہونا اظہر من الشمس ہے کما لایخفی علی من لہ ادنی تامل فی اقوال المسیح الکذاب الذی یزعم انہ محدث ولہ نوع نبوّۃ ویحقرّ الانبیاء وینکر معجزاتھم الباھرہ ویبسط یدیہ الی عرض الصّحا بۃ رضوان اللہ عَلَیھم ویسب العلماء والصّلحاء ویقول بابوتہ المسیح علی خلاف النص الصریح ولایفھم معنی لَم یَمْسَسْنِیْ بشر ولم اک بغیا الایۃ ویصرّف النصوص بلادلیل قطعی عن ظواھر ھا ویلبس الحق بالباطل بتاویلات رکیکۃ واستعارات بعیدۃ التی یابی عنھا العقل السلیم والفھم المستقیم کل اباء ویدعی ان عیسٰی بن مریم علیہ السلام لاینزل وانہ عیسٰی

بذاتہ وغیر ذالک من خرافاۃ وکفریاتہ واللہ اعلم وعلمہ اتم. ھذا ماتیسّر لی فِی ھذا المقام فتفکر فیہ ولاتکن من الغافلین و اخر دعونا ان الحمد للہ ربّ العا لمین والصّلوۃ والسلام علی خیر البریۃ محمد وعلٰی الہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

کتبہ المسکین مفتی شاہدین عفی عنہ مفتی لودھانہ

تقریظ حضرت مولانا مولوی محمد صاحب لودہیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ مسکین محمد بن مولانا مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لودیانوی اہل اسلام کی خدمت میں عموماً گروہ قادیانی کو خصوصاً بیان کرتا ہے کہ جس شخص کے اقوال وافعال آیات قطعیہ کے مخالف ہوں اور وہ شخص اپنے آپ کو مقتدی اور ملہم بالہامات یقینیہ قرار دے تو ایسے موقع پر اہل اسلام کو لازم ہے کہ فوراً اس کی گمراہی کو عوام پر ظاہر کردیں، ورنہ وہ بھی گمراہوں میں شمار ہوجاتا ہے جیسا کہ صاحب طریقہ محمدیہ نے لکھا ہے۔ وَمَا یَدعیہ بَعْضُ الْمُتَصَوِّفِیْہ اِذَا اُنْکِرَ عَلَیْہِ بَعْضُ اُمُوْرِھِمُ الْمُخَالِفُ لِلشَّرِیْعَۃِ اَنَّ حُرْمَۃَ ذٰلِکَ فِی العلمِ الظَّا ھر وَ انا اَصْحابُ الْعِلمِ الْبَاطِنِ وَ اِذَا اُشْکِلَ عَلَیْنَا استفتینا مِنْ صَاحِب الشَّرِیْعَۃِ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ فَاِنْ حَصَلَ قِنَا عَۃٌ فِیْھَا وَ اِلَّا رَجَعْنَا اِلَی اللہِ تَعَا لٰی فَنَا خُذُ مِنْہُ وَنَحْوَ ذٰلِکَ مِنَ التُرھاتِ کُلُّہٗ اَلْحَادٗ قَالُوا جِب عَلٰی کُلِّ مَنْ سَمِعَ الاِنْکَارُ عَلٰی قَا ئِلِہٖ بِلَا شَکٍ ولاتردد وَلَا تَوَقُّفٍ وا لاقْھُوَ مِنْ جُمْلَتِھِمْ وَیَحْکُمُ عَلَیہِ بالزَّنْدِ قَۃِ انتھی مُلَخَّصا۔ یعنی جب کسی صوفی بناوٹی کو امور غیر شرعی سے روکا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ تم کو علم ظاہری ہے اور ہم کو علم

باطنی ہے جب ہم کو کسی مسئلہ میں شک پڑتی ہے تو ہم خود حضرت سے دریافت کر لیتے ہیں اگر وہاں بھی اطمینان حاصل نہ ہو تو ہم خداوند کریم سے خود دریافت کر لیتے ہیں۔ ایسے بے دین کی تردید کرنی اہل علم پر واجب اور لازم ہے، ورنہ وہ بھی زندیقوں میں شمار ہوگا۔ اسی طرح جب اس زمانہ میں قادیانی نے اپنے آپ کو ملہم من اللہ قرار دے کر یہ دعویٰ کیا کہ عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاذ اللہ یوسف نجار ولد تھا اور جو معجزات ان کے خدا جل جلالہ نے قرآن میں صریح طور پر بیان کئے ہیں ان کو یہاں بھان متیوں کا کھیل قرار دے کر حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام وغیرہ انبیاء پر سب وشتم کا شیوہ اختیار کر کے اپنے آپ کو بے دین قرار دیا اور قرآن شریف کو اس کذاب نے غبی ٹھہرایا وغیرہ وغیرہ جو رسالہ ہذا میں تفصیل وار مرقوم ہیں، سب علماء اسلام نے اس کی تردید میں قلم اٹھا کر دائرہ اسلام سے اس کا خارج ہونا ظاہر کیا اگرچہ ابتداء میں مولانا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم برادرم حقیقی وراقم الحروف ومولانا مولوی اسمٰعیل صاحب نے اس کی تکفیر کا فتویٰ ۱۳۰۱ میں شائع کیا اور باقی اہل علم اس موقع پر اکثر خاموش اور بعض ہمارے مخالف ہوئے لیکن بعد میں رفتہ رفتہ کلہم نے اس کی تضلیل وتکفیر پر اتفاق ظاہر کیا قاضی فضل احمد صاحب مصنف رسالہ ہذا نے اس کے کل اقوال کا بطلان اور اس کی تکفیر کا اثبات خود اس کی تصانیف سے ظاہر کر دیا تاکہ عوام کالانعام کو یہ شبہ نہ رہے کہ قادیانی کو اہل علم صرف ضد سے کفر کا فتویٰ دیتے ہیں اور جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں قادیانی اہل قبلہ ہے اور اہل قبلہ کو کافر کہنا درست نہیں اور نیز جس شخص میں ایک کم سو وجہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اس میں اسلام کی ہو اس کو کافر قرار دینا درست نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے اہل قبلہ کو کافر کہنا اس وقت تک درست نہیں جب تک ان میں کوئی وجہ کفر قطعی کی پائی نہ جائے جیسا کہ جو رافضی نماز روزہ کا پابند ہو کر یہ کہے کہ پیغمبری اصل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے اتری تھی، ناحق جبریل نے حضرت کو

دے دی تو ایسے اہل قبلہ کو ضرور بالضرور کافر قرار دینا لازم ہے بلکہ جو عالم ایسے رافضی کو کافر قرار نہ دے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سو وجہ کفر کا مسئلہ بھی غلط ہے ورنہ جو شخص نماز روزہ کا پابند ہو کر بتوں سے مراد اپنی مانگتا ہو اور بتوں کو سجدہ بھی کرتا ہو تو اس شخص کو تم لوگ معاذ اللہ مسلمان سمجھو گے، حالانکہ ایسے شخص کے کفر میں کسی کو بھی کلام نہیں اصل میں سو وجہ کے مسئلہ کے یہ معنی ہیں کہ اگر کسی شخص نے ایک کلمہ کہا اور اس کلمہ کے سو معنی ہیں باعتبار ایک معنی کے وہ کلمہ کفر نہیں ہو سکتا، باقی ایک کم سو معنی اس کی سب کفر کی طرف عائد ہیں تو ایسی صورت میں مفتی کو لازم ہے کہ بلا تحقیق اس پر فتویٰ کفر جاری نہ کرے جیسا کہ ایک شخص کو کسی دوسرے نے نماز کے واسطے بلایا اس نے نماز کا انکار کیا کہ میں نماز نہیں پڑھتا تو یہ انکار اس کا اگر نماز کو برا جان کر ہو یا نماز کے فرضیت کا منکر ہے یا نماز کا پڑھنا اس کے نزدیک حقیر لوگوں کا کام ہے وغیرہ وغیرہ، جن کا مرجع کفر کی طرف ہے تو بیشک وہ شخص شرعاً کافر ہے اگر غرض اس کی اس انکار سے صرف یہی ہے کہ میں نماز تیرے کہنے سے نہیں ادا کروں گا خود اپنی خوشی سے ادا کروں گا تو اس صورت میں یہ انکار کفر نہیں۔ ایسی صورتوں میں مفتی کو لازم ہے کہ بلا تحقیق نیت کے کفر کا فتویٰ دینے میں جلدی نہ کرے۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں ان دونوں مسئلوں کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، رسالہ فیوضات مکی کے اخیر میں جو مولانا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی تردید لکھی گئی ہے اس میں اس راقم نے خوب بسط سے اس کا کفر ثابت کیا ہے۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ آمین ثم آمین۔ الراقم خادم الطلباء محمد علی عنہ لودیانوی۔ احباب من اجاب بقلم دین محمد ساکن موضع بلیہ وال۔ ابتداء میں جب مولوی عبداللہ صاحب مرحوم نے قادیانی کو کافر کہا تھا اور لوگوں کو اس کے کفر کا یقین نہیں آتا تھا اور قادیانی کا لودیانہ میں آنے کا چرچہ تھا مولوی صاحب مرحوم نے شب کو یہ خواب دیکھا کہ تین شخص ایک آگے اور دو اس کے پیچھے

چلے آتے دور سے نظر پڑے اور تینوں نے دھوتیاں ہندوؤں کی طرح باندھی ہوئی ہیں، جب قریب آئے تو جو شخص امام کی طرح آگے تھا اس نے دھوتی کی بندش کو کھول کر تہ بند کی بندش مسلمانوں کی طرح کر لی اور غیب سے آواز آئی کہ قادیانی یہی ہے چنانچہ فجر کو یہ خواب لوگوں کو سنایا گیا اور تعبیر اس کی یہ بیان کی گئی کہ یہ شخص بظاہر لباس اسلام پہن کر لوگوں کو مثل اپنے کذاب بنانا چاہتا ہے اسی روز بوقت نصف النہار قادیانی معہ دو ہندوؤں کے لودیانہ میں آیا، جس سے صداقت خواب مولوی عبداللہ صاحب معہ تعبیر بخوبی پایہ ثبوت کو پہنچی۔ اسی طرح اور بہت خواب بزرگان دین کو اس کی تضلیل وتکفیر کی تائید میں معلوم ہوئے۔ آخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين۔

خادم الطلباء محمد عفی عنہ لودیانوی۔

تقریظ حضرت مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب واعظ نقشبندی لودیانوی

بسم الله الرحمن الرحيم

بعد الحمد لمن هدانا وعلمنا والصلوة على نبيه مولينا وآله وصحبه وكل من كان على الهداية مقتديا او اماماً اجمعين۔

معلوم ہوا کہ اس خاکسار عبدالعزیز مولینا مولوی عبدالقادر مرحوم نے کتاب ہذا مسمی بہ کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی کے بعض مقامات کو سماع کیا، جس سے دریافت ہوا کہ یہ کتاب خواص وعوام کو واسطے دفع کید مرزا قادیانی وحفظ عقائد ایمانی درباب عیسیٰ ومہدی یمانی کافی وشافی ہے، امید کہ جس کو ہدایت یزدانی دستگیر ہو خواہ مرزائی نہ ہو راہ ہدایت پر آئے اور مصنف کے حق میں دعا خیر وشکریہ ادا کرے کہ مجھے قعر جہنم سے نکال کر

ریاض جنت دلایا اور دعا کرے کہ اے اللہ جل وعلا اس عمل کے عوض اس کو مقرب اپنا بنا۔ آمین۔ فقط والله اعلم وعلمه اتم۔

الراقم عبدالعزیز عفی عنہ نقشبندی لودیانوی۔

تقریظ حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب لودھیانوی

بسم الله الرحمن الرحيم

حامداً ومصلیا مسکین اسمٰعیل خدمت اہل اسلام میں عرض کرتا ہے کہ میں نے چند مقامات اس رسالہ کے سنے حقیقت میں رسالہ واسطے تضلیل اور تکفیر کے اظہار کرنے میں کافی اور وافی ہے اہل اسلام پر لازم ہے کہ اس مرتد سے دور رہیں۔ والله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم۔

راقم۔ خادم العلماء، محمد اسمٰعیل خواہرزادہ مولوی عبدالقادر لودیانوی۔

تقریظ حضرت مولانا مولوی ابوالاحسان محمد عبدالحق صاحب سہارنپوری

بسم الله الرحمن الرحيم حامداً ومصليا

اما بعد اس احقر الخلائق نے یہ کتاب لاثانی مسمی بہ کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی مؤلفہ قاضی فضل احمد صاحب گورداسپوری لازال علیہ الفضل الربانی مختلف مقامات سے دیکھی شرع شریف کے مطابق اور عین صواب پائی اس کے مصنف کی سعی جمیل فی سبیل اللہ کو دیکھ کر بے اختیار زبان قلم سے دعائے شکر اللہ سعیہ نکلتی ہے۔

خاص وعام اہل اسلام کی خدمت میں عرض ہے کہ اس زمانہ میں کہ شرعی درّہ اور طرّہ سے خالی ہے اور بعض بے دینوں نے اس کو زمانہ آزادی خیال کیا ہے کہ شرع کے احکام اور

تکالیف اسلام سے آزاد ہیں اور جو چاہتے ہیں کہتے اور لکھتے ہیں۔ اکثر لوگوں نے باغوائے نفس دین اسلام کے احکام میں رخنہ اندازی چاہی ہے مگر بحکم آیت وانا له لحافظون، خداتعالی اپنے دین اور اپنی کتاب کا خود نگہبان ہے کہ جہاں کوئی ایسا بے دین سر اٹھاتا ہے اس کے سرکوب بھی فوراً موجود ہو جاتے ہیں، چنانچہ اسی زمانہ آزادی نام میں یہ قادیانی صاحب مطلق العنان ہوئے اور اپنے شیطانی خیالات کو الہامات سمجھ کر اتنے بڑھے کہ بڑھتے بڑھتے ہی گھٹ گئے۔ اور اوج سے حضیض پر جا پہنچے اول ہم ان کے اچھے خیالات سنا کرتے تھے مگر اب بالکل برعکس ہو گئے حتی کہ دعوئ مسیحیت کر کے گویا مسخ ہی ہو گئے۔ اللہ تعالی سب کو گمراہی کے خیال اور ضلالت کے اقوال سے بچائے۔ آمین۔ یہ کتاب مستطاب فی الواقع اہل ایمان کے لئے حیات قلبی اور بصیرت باطنی کی موجب ہے، جس سے عام وخاص مردان اہل اسلام ایسے مدعیان بے دین کے اقوال ضلالت استعمال کو بخوبی تمیز کر سکتے ہیں

کتاب لو قاته ضرر
لاصبح وهو ذو بصر صحيح
فانی لاینحل وفیه معنی
یذکرنا بمعجزة المسیح

اور درحقیقت یہ قادیانی اپنی کیدانی باتوں سے شرع شریف میں رخنہ انداز ہے، اس کی صحبت موجب گمراہی اور اس کے اقوال سے بے راہ کرنا چاہیں گے۔ اللہ اپنے حبیب پاک محمد ﷺ اور ان کی آل اطہار کی برکت سے ہم سب مسلمانوں کو ان کے شر سے بچائے۔ آمین اللهم آمین۔

معروضہ ابوالاحسان محمد عبدالحق سہارنپوری عفا اللہ تعالی عنہ ۱۹ دسمبر ۱۸۹۸ء

تقریظ مولوی نظام الدین صاحب مدرس مدرسہ حقانی لودھیانہ

هو الهادی

بسم الله الرحمن الرحيم

اللّٰهم ربنا اهدنا الصراط المستقیم. اللّٰهم ربنا انصر من نصر دین محمد ﷺ واجعلنا منهم. اللّٰهم اخذل من خذل دین محمد ﷺ ولاتجعلنا منهم. اللّٰهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه. وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه. امابعد. کمترین نے اکثر مقامات سے کلمہ فضل رحمانی کا مطالعہ کیا۔ گویا کہ اس سے پہلے بھی اپنی اپنی طرز پر مناظرین علماء دین نے عقائد باطلہ مخترعہ مرزا کا خوب ہی قلع قمع کیا ہے لیکن یہ جدید تصنیف اپنی طرز تالیف میں نہایت ہی دلپذیر اور اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ وجہ یہ کہ اس کتاب کا مصنف عموماً مرزا ہی کی تصانیف سے اپنے براہین ودلائل لایا ہے اور دروغ گو اچھی طرح اس کے گھر تک پہنچایا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب کوئی شخص مناظرہ اور بحث مباحثہ کی کوئی کتاب بناتا ہے، اس کے ہر پہلو پر دور اندیشی سے نظر دوڑاتا ہے تاکہ کسی کو حرف گیری کا موقع نہ ملے۔ خصوصاً مرزا نے تو بقول خود اپنی کتابوں کو وحی اور الہام سے لکھا ہے اور مرزا اپنی وحی اور الہام کو قطعی اور واجب العمل بھی سمجھتا ہے۔ پس یہ نہایت ہی عمدہ بات ہوئی کہ اس کا جواب اسی کی کتاب سے ہوا ہے اور یہ بعینہ ایسی مثال ہے جیسا کوئی مغرور ومتکبر وگردنکش بہمہ وجوہ مسلح ہو کر اور ہتھیار باندھ کر میدان کارزار میں آئے اور نبرد آزماؤں کو اپنے مقابلے میں بلائے، دوسری جانب سے ایک بندۂ خدا تن تنہا بلا ہتھیار مردانہ وار اس سے برسرپیکار ہو کے اسی کے ہتھیاروں سے اسی پر وار کرے اور اسی کی شمشیر سے اسی کا سر قلم کرے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ مرزا اپنے اوہام باطلہ اور عقائد فاسدہ کا خود ہی مخترع نہیں ہے۔ بلکہ اہل فلسفہ اور ملاحدہ اور معتزلہ اور نیچریہ کی کاسہ لیسی کی ہے اور انہیں کی تے چاٹی

ہے۔ چنانچہ ماہرین کتب پر پوشیدہ نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ کتاب لاجواب ہے اور مصداق مثل مشہور اسی کی جوتی اور اسی کا سر ہے والسلام۔ المفتقر الی اللہ الصمد فقیر نور محمد عفی عنہ مالک مطبع حقانی لودیانہ ورسالہ نور علی نور

حامداً ومصلیاً: میں نے کتاب مسمی بکلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی مؤلفہ جناب قاضی فضل احمد صاحب کورٹ انسپکٹر لودیانہ کو اول سے آخر تک پڑھا نہایت مدلل ولاجواب پایا۔ اس کتاب میں مرزا صاحب کے ہر ایک عقیدہ باطلہ کی تردید بڑی پرزور تقریروں سے کی گئی ہے، خداوند جل وعلا مؤلف صاحب کی سعی قبول فرمائے اور قادیانی اور اس کے حواریین کو توفیق ہدایت عنایت کرے اور عامہ اہل اسلام کو اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

مسکین نظام الدین عفی عنہ مدرس مدرسہ حقانی لودیانہ

تقریظ حضرت مولانا وبالفضل اولینا مولوی محمد عبداللہ صاحب

فاضل ٹونکی اول مدرس عربی یونیورسٹی لاہور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الامین والہ وصحبہ اجمعین امابعد اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے خیالات اور دعاوی اس قدر ضعیف وخیف ہیں کہ ان کی صحت وصداقت کی طرف کسی ادنیٰ ذی ہوش کا مائل ہونا بھی مستبعد تھا چہ جائیکہ علمائے اسلام کو ان کے نقض وکسر کیلئے تالیفات کی ضرورت پڑتی لیکن افسوس ہمارے ہی بعض ابنائے علمات (جو تفقہ سے محروم ہونیکے ساتھ بھی بزعم خود فقہائے اعلام کی اغلاط اور تخطیات کو پبلک کے سامنے لاکر اپنی فضیلت کا ثبوت دینے میں کوشش کرتے آرہے ہیں)

مرزا صاحب موصوف کی براہین احمدیہ پر نہ صرف ایمان ہی لے آئے بلکہ ان کے زعم رسالت ونبوت، وحی والہام اور خیال مماثلت مسیح علیہ السلام کو ایک کافی عرصہ تک بزعم خوش پر زور تحریروں سے رونق دیتے رہے، ایسی حالت میں عوام الناس اور خصوصاً ان بیچارے نادان مسلمانوں کا جو پہلے ہی علماء اسلام سے بدظن اور ان کی مخالفت سے بے پرواہ تھے، الغرض میں آجانا اور مرزا صاحب کے خیالات کو سادگی سے تسلیم کر لینا بالکل قرین قیاس تھا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مجبوراً علماء اسلام کو بھی باقتضائے فرمان نبوی ﷺ "من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان" اپنا فرض کفایہ ادا کرنے میں کوشش کرنی پڑی، جنہوں نے اپنی قیمتی تالیفات سے اہل اسلام کو فائدہ پہنچایا کلمہ فضل رحمانی بھی جس معتدبہ حصہ میری نظر سے گزرا ہے، اس قسم کا رسالہ ہے اور اپنے عام فہم اور سلیس البیان ہونے کے لحاظ سے ممکن ہے کہ پبلک کو زیادہ مستفید ہونے کا موقعہ دے۔ اس کے مؤلف مولوی قاضی فضل احمد صاحب نے الزامی جوابات کی استعمال کی خصوصیت کو بہت زیادہ مدنظر رکھا ہے جو بیشک موثر اور دل پسند طریقہ ہے، مجھے امید ہے کہ عام مسلمان جن کو پیچیدہ تقریروں اور تحقیقی جوابات سمجھنے میں بہت دشواری ہوتی ہے، اس رسالہ سے کافی فائدہ اٹھائینگے۔ جزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء۔

کتبہ العبد المذنب المفتی محمد عبداللہ عفا عنہ باحناہ ۲۹ شوال ۱۳۱۵ھ۔

ملک کے بہت سے نامور علماء وفضلاء کی جانب سے بوجہ ان کے سفر میں ہونے کے تقاریظ نہیں پہنچ سکیں۔ جس وقت پہنچیں گی وہ بھی بطور ضمیمہ اخبار وفادار میں شائع کیجائیں گی جو اسی کتاب کے ناظرین کی خدمت میں ابلاغ ہونگی۔ یہ تقاریظ حسب ذیل

علمائے فضلائے ہندستان کی ہوں گی۔

ا۔حضرت مولوی لطف اللہ صاحب علیگڑھی مفتی دارالاسلام حیدرآباد دکن

۲۔جناب خان بہادر مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی

۳۔جناب مولوی ابومحمد عبدالحق صاحب مفسر تفسیر حقانی دہلوی

۴۔جناب شاہ محمد سلیمان صاحب سجادہ نشین پھلواری شریف پٹنہ بہار

۵۔جناب مولوی ابومحمد ابراہیم صاحب آروی

۶۔جناب مولوی عبدالماجد صاحب بھاگلپوری

جناب باری میں مالک اخبار وفادار کی سچی التجاء
مرزا صاحب قادیانی کے الہامات وغیرہ کی نسبت
اور
اس التجاء پر بشارت ایزدی

آج رات دو بجے بعد نماز تہجد میرے دل میں اتفاقیہ خیال گزرا کہ جناب قاضی فضل احمد صاحب کورٹ انسپکٹر پولیس لودیانہ نے اسلامی حفاظت کے خیال سے بلاکسی ذاتی مخالفت کے جناب مرزا غلام احمد صاحب ساکن قادیان ضلع گورداسپور کی تصانیف کی تردید میں جو کتاب موسوم بہ کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی لکھی ہے اور جس پر ملک کے نامور مولوی صاحبان نے اپنی اسلامی حمیت سے آرائیں لکھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی لاریب دجال، کذاب، مخالف اسلام اور مفتری وغیرہ وغیرہ ہیں، ایسا ہی اس کتاب سے پہلے بہت سے علماء دین ان کے خلاف تکفیر کا فتویٰ بھی دے چکے ہیں۔

کلمہ فضل رحمانی کے مؤلف صاحب نے بھی مرزا صاحب کو کذاب، باطل، مکار، خارج از اسلام، عبدالدراہم والدنانیر، خود غرض وغیرہ لکھ کر مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں کو باطل محض اور ان کے دعویٰ مسیحائی مہدویت کا مکاری، فریب پر بدلائل معقول ثابت کر کے مرزا صاحب کی اپنی ہی تصانیف سے، بحوالہ ان کی کتاب کے صفحہ سطر کے مرزا صاحب کے تمام دعاوی کی اصلیت ظاہر کر دی ہے، جسے ہر ایک مسلمان کو پورا یقین ہوتا ہے کہ واقعی مرزا صاحب قادیانی کے تمام دعاوی غلط ہیں اور وہ ہیچ دنیا پرست اور اسلامی اصول سے بہت دور ہیں۔

ادھر مرزا صاحب کی اپنی تصانیف سے جو صاحب مؤلف کتاب نے بحوالہ ان کے صفحہ سطر اس کتاب میں حرف بحرف عبارت یا فقرے نقل کئے ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے بھی پیغمبر اسلام اور دیگر پیغمبروں، انبیاؤں، اولیاؤں اور تمام دنیا کے گذشتہ وموجودہ بزرگوں کو بدرجہ غایت گالیاں دے کر اپنے کو مسیح موعود، مہدی مسعود، ملہم، خدا سے ہمکلام اور پھر روزمرہ باتیں کرنے والا اپنے ایسے یقین سے ظاہر کیا ہے کہ کسی کو سوائے لاحول پڑھنے کے کوئی محل کلام نہیں۔ حتیٰ کہ مرزا صاحب نے اپنی تصانیف اور اشتہارات میں آجکل کے تمام دنیا کے صاحب فتویٰ علماء وفضلاء کو بدذات، بے ایمان، شیطان وغیرہ وایسے دل آزار فقرات لکھے ہیں کہ خدایا تیری پناہ اور ایسے ہی اپنے الہامات میں کسی کی جوان لڑکی کا اپنے ساتھ آسمان پر نکاح ہونا اور زمین پر نہ ملنا بیان کر کے بصورت خلاف اس کے والد اور خاوند کی موت اور تمام آسمانی مصیبتوں کا ان پر نازل ہونا بذریعہ اپنے الہام کے بیان کیا ہے اور پھر کسی کے لئے ایک سال، کسی کے لئے ۱۸ماہ، کسی کے لئے دو سال، کسی کے لئے چھ سال تک مرنے کی پیشین گوئی کر کے اس پر ہزاروں روپیہ کی شرطیں بد کر آخر ان کے غلط محض ہونے پر مرزا صاحب کا یہ کہہ دینا کہ چونکہ اس نے

دل سے ہمارے الہام اور خیال کو مان لیا ہے اس لئے ایسا نہیں ہوا۔ وغیرہ وغیرہ

مرزا صاحب کے بعد ان کے مرید (جو اپنے کو مرزائی کے خطاب سے مخاطب اور مشہور ہونا مرزا صاحب کی مسیحائی اور مہدویت کی تقویت کا باعث سمجھتے ہیں، عموماً ہر موقع پر پہنچ کر مرزا صاحب کے مرسل یزدانی، نبی، محدث ربانی، مسیح موعود، مہدی مسعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہونے کی منادی کر کے ان کو ''سچا نبی'' اور ''مرسل برحق'' اور ان کے الہام کو خدا کی باتیں ہونے کا وعظ کر کے عام اہل اسلام کو ان کی طرف رجوع ہونے کی تحریک کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔) غرض یہ کہ مرزا صاحب کے دعاوی، تصانیف ان کے مریدوں کے بحث مؤلف کتاب کلمہ فضل رحمانی کی بدلائل معقول تردید اور دیگر علمائے فضلائے کی تقاریظ اسلامی اصول کے مطابق اسلامی حفاظت کے خیالات پر غور کرتے میں نے مکرر باوضو ہو کر خاص اس معاملے کی تحقیق کے لئے بصدق دل محض بے تعصب ہو کر بغرض اطمینان جناب باری عز سبحانہ وتعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر التجاء کی کہ:۔

اے پروردگار عالم الغیب! میں کیا اور میری ہستی وحقیقت کیا جو ایسے بھاری معاملہ میں تیرے سامنے حاضر ہو کر اپنا کوئی خیال ظاہر کرسکوں، سوائے اس کے کہ میں بصدق دل یہ اقرار کروں کہ تو عالم الغیب اور کل شیء محیط ہے کوئی بات اور کوئی فعل میرا ہو یا دوسرے کا اچھا ہو یا برا، جھوٹا ہو یا سچا، تجھ سے نہ تو پوشیدہ ہے اور نہ پوشیدہ رہ سکتا ہے اور پھر اس کے ساتھ ہی تو ہر ایک فرد بشر کی نیکی بدی اور نیت واعمال سے پورا پورا واقف ہے غرضکہ انسان کا کوئی فعل کوئی حرکت، کوئی ارادہ، کوئی معاملہ، خواہ وہ کسی غرض اور مدعا سے ہو تیرے علم سے باہر نہیں رہ سکتا۔ اے خداوند قادر مطلق! میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ تو نے اپنے فیضان خاص سے مجھے انسان بنا کر اپنے محبوب پاک پیغمبر آخر الزمان کی امت میں پیدا کیا اور پھر اپنی رحمانی صفات سے مجھے بتایا کہ تیرا مذہب اسلام، تیرا پیغمبر برحق، تیرا ہادی قرآن مجید

ہے اور اس کے عالم اس کے عامل اس پر ایمان لانے والے میرے مقبول اور پیارے ہیں۔

اے میرے غفور الرحیم:۔ تو نے اپنے فضل سے یہ بھی بتادیا کہ میں جسے رسول کہوں، نبی کہوں، پیغمبر کہوں، غوث کہوں، قطب کہوں، اولیاء کہوں، انبیاء کہوں، ولی کہوں، وہ میرے فرستادہ ہونے کے علاوہ میرے مجوزہ قانون (فرقان حمید) کو تمہیں بغرض ہدایات سنانے والے اور تمہیں سیدھا راستہ بتانے والے ان کی نصائح پر عمل کرکے بصدق دل ان کے مطابعت اور فرمان برداری اپنا ایمان اور ایمان کا اعلیٰ اصول سمجھو۔

اے زمین وآسمان کے مالک خداوندا! تیرے مقبول نے تیرے ارشاد کے مطابق اپنی امت کو بھی ہدایت کی کہ بزرگوں کی ہدایتوں کی پابندی خداوند کریم کی رضا مندی اور خوشنودی ہے تیرے رسول پاک کی یہ بھی تاکید ہے کہ علماء وفضلاء دین کی عظمت وتوقیر تمام امت پر فرض ہے جو اس کے خلاف ہو تحقیق وہ مجھے اور میری امت کو بدنام کرنے والا ہے۔ پس اگر کوئی شخص تیرے کلام پاک (جو امت محمد ﷺ کے دینی اور دنیاوی امور کے لئے بوجہ احسن قانون قدرت سمجھا کر ہدایت کرنے والا بے مثل اور بغیر کسی قسم کے شک کے ایمان مضبوط کرنے والا ہے) کی بغرض شہرت مخالفت کر کے اس کے صاف اور سیدھے معنوں اور آیتوں کی الٹی تعبیریں کر کے تیرے پیغمبر ﷺ کو برحق ماننے میں اپنے لفاظی دکھائے اور تیرے دیگر پیغمبروں، تیرے انبیاؤں، تیرے غوث اور تیرے قطبوں کی ہدایتوں کے مطابق ان کے قدم بقدم چلنے والوں اسلامی فضلاء وعلماء وغیرہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی جھٹلائے اور ان کو یوسف نجار کا بیٹا پکارے اور پھر ایسا شخص مسلمان بھی ہو، تہجد گزار بھی ہو، مولوی بھی ہو، عالم وفاضل بھی ہو، قرآن پڑھنے والا اور سننے والا بھی ہو، اور اس کے مرید، شاگرد پیشہ بھی اسی کی پیروی کرنے والے ہوں، ان کا پیر زبان سے خدا اور رسول کی تعریف بھی کرے مگر

تحریر میں آ کر سب کچھ لکھا دے، جس سے دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اسلام پر مذاق اور طعن سے ہنسنے کا موقع ملے، وغیرہ وغیرہ، توبہ توبہ استغفر اللہ.

ایسے شخص مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں، جنہوں نے اپنے ایسے خیالات سے اہل اسلام اور بزرگان اسلام کو مختلف قسم کے وہم اور خرخشہ میں ڈال رکھا ہے اور جنہوں نے بیچ بیچ تیرے قرآنی احکام اور حدیثوں کے منااد اور مفسرین کی بدزبانی سے توہین کر کے عام پر ہمیشہ یہ ظاہر کیا کہ میں خدا سے ہمکلام ہوتا ہوں اور مجھے ایسے الہام ہوتے ہیں کہ جو شخص میری فرمانبرداری نہ کرے اور میرے الہاموں کو سچا نہ مانے اور مجھے خدا کا فرستادہ نبی نہ تسلیم کرے وہ ایک سال، ڈیڑھ سال حد درجہ چھ سال میں مرجائے گا اور پھر جو تیرے پیغمبر برحق کے دین میں ایسے وسوسہ اور فتور ڈالنے کے لئے اپنی ایسی تصانیف کی اشاعت کر کے تیرے رسول کے اصحاب کبار کی بھی مخالفت کر کے تیرے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کو (جس کا تذکرہ تو نے اپنے قرآن مجید میں بہت جگہ تعریف کے ساتھ فرمایا ہے) شعبدہ بازی ہے۔

اے دین دنیا کے مالک عالم الغیب خدا! تو اپنے خدائی کے صدقہ میں بطفیل اپنے محبوب پاک حضرت محمد ﷺ کے میری اس التجاء کو قبول فرما کر مجھ پر صاف طور پر بلا کسی شک وشبہ کے ظاہر کر دے کہ ظاہر میں ایسا شخص جو تمام احکام شرعی کا اس درجہ مخالف اور مدعی ہو، باطن کا حال تو جانتا ہے، جس کے جاننے کا مجھے کوئی علم نہیں کیا وہ دراصل سچا ہے؟ یا کاذب؟ میں ایسے شخص کو ایسی حالت (جو مسلمان ہو اور مولوی بھی ہو) میں کیا سمجھوں؟

اے میرے منتقم حقیقی خداوند زمین وآسمان! تو علیم ہے، سمیع ہے، بصیر ہے، تجھ سے کسی کا ظاہر اور باطن کسی طرح بھی مخفی نہیں رہ سکتا، ہر مذہب وملت کی آسمانی کتابیں

تیرے عالم الغیبی اور کل شئی قدیر اور کل شئی محیط، عالم الغیب، ہر شخص کے ظاہر وباطن، نیک نیتی، بدنیتی، صداقت وکذب، دل آزاری دلداری، خودستائی وخودداری، برائی بھلائی، حتیٰ کہ تیری بے نیازی کے اصول کے مطابق آخرالزمان سے پہلے پیغمبروں، ذکریا، ایوب، یعقوب، یوسف علیہم السلام، تک کیساتھ تو نے جو اپنی قدرت کا اظہار کیا وہ تیری قدرت کی ایک مصدقہ دلیل ہے، تیری غیوری اور تیری قہاری سے سب نے پناہ مانگ کر تیری غفورالرحیمی اور تیری رحمت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھا تو اپنے فضل سے بندوں کو گمراہی سے بچانے اپنے رسول مقبول کے دین کی حفاظت اور اپنے قرآن مجید کی نگہبانی کے لئے مجھ ایسے گنہگار اور خطا کار شخص کو (جس پر صرف تیرے سچے قرآن کے احکام کی تعمیل اور تیرے پیغمبر برحق کے دین کی اشاعت بوجہ احسن بغیر کسی کذب کے حق وباطل کا آئینہ دکھانا مدنظر ہے) کوئی خاص بشارت اور ایسی بشارت دے جس سے نہ تو میرے دل میں کسی وسوسہ کا گمان گزرے اور نہ مرزا صاحب اور ان کے حواریین کو اسے شیطانی وہم وغیرہ سے تعبیر کرنے کا موقع ہو۔ اور اس امر کا پورا فیصلہ اپنی بشارت خاص کے ذریعہ سے کر دے کہ مرزا غلام احمد قادیانی سچے مسیح موعود اور مہدی مسعود ہیں اور انہیں جو الہام ہوتے ہیں وہ دراصل سچے الہام ہیں ان کے پیرو بھی غلطی پر نہیں ان کی تصانیف ہر ایک طرح قابل یقین اور لائق اعتبار ہیں، یا یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے خیالات مذہبی کے مخالفت کرنے والے سچے اور احکام خداوندی کے بجالانے والے مرزا صاحب کی تصانیف سے نفرت کریں۔ مجھے اسی التجاء اور خیال میں کسی قدر غنودگی معلوم ہوئی تھی کہ میں سو گیا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید ریش بزرگ میرے پاس بیٹھے ہوئے فرما رہے ہیں کہ

دوشم نوید داد عنائیت کہ حافظا
باز آ کہ من بعفو گناہت ضمان شدم

یہ شعر سن کر میں نے خواب میں ہی التجاء کی کہ حضرت کیا میں مرزا غلام احمد صاحب کے مسیح موعود اور مہدی مسعود نہ سمجھنے کی وجہ سے گناہ گار سمجھا گیا تھا، جس کے لئے آپ میرے ضامن ہوئے ہیں یا یہ کہ میں ان کے خیالات سے خود محفوظ رہنے اور عام اہل اسلام کو بچانے کا دل سے مؤید ہوں تو پھر انہوں نے مجھے ایک کتاب ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ اے شخص اس پر عمل کر اور یاد رکھ کہ خدا کا کلام سچا ہے اس کا رسول برحق ہے دین اسلام کے بزرگوں کی نسبت غیبت کرنے والا لاریب فیہ سخت ترین عذاب کا مستحق اور گمراہ ہے۔ میں ان کے ہاتھ سے وہ کتاب لے کر کھولتا ہوں تو وہ قرآن مجید ہے جس کے پہلے صفحہ پر لکھا ہوا ہے کلمہ فضل رحمانی اور دوسرے صفحہ پر بجواب اوھام غلام قادیانی۔

اتنے میں میری آنکھ کھل گئی تو صبح کی نماز کے لئے قریب کی مسجد میں مؤذن اللہ اکبر پکار رہا تھا میں الحمدللہ پڑھ کر کھڑا ہوا اور وضو کرنے کے بعد صبح کی نماز ادا کی کہ اپنے کتب خانہ سے دیوان حافظ منگوا کر اس اوپر کے شعر کو تلاش کرنے لگا تو میم کی ردیف میں خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقطع لکھا ہوا ملا جب میں ساری غزل پڑھنے لگا تو میری خواہش کے مطابق اس غزل کا دوسرا شعر بھی دیکھا گیا۔

شکر خدا کہ ہرچہ طلب کردم از خدا
بر منتہائے ہمت خود کامران شدم

گویا خواجہ علیہ الرحمۃ یہ دوسرا شعر بھی میری التجا کی کامیابی کے شکرانہ اور تائید میں تھا۔ میں خداوند کریم کے اس فضل عظیم اور فیضان خاص کا شکریہ ادا کر کے اس کی ذات اور بے نیازی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے میری کسی وقت کی راہ ورسم نہ خط و کتابت، نہ جسمانی ملاقات نہ روحانی تعلقات غرضیکہ میری صورت شناسائی تک بھی نہیں نہ میں کبھی ان کے بیت الفکر اور بیت الذکر قادیان میں گیا اور نہ وہ میرے مکان پر لاہور

تشریف لائے اور نہ ان کی تصانیف کو میں نے بوجہ خلاف قرآن پیشن گوئیاں کرنے کے پڑھایا پڑھنا چاہا، ہاں عبداللہ آتھم کی نسبت ان کی پیشن گوئی کے غلط ثابت ہونے کے موقع پر میں نے بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح ان کی ایسی غلط بیانی پر (جو در اصل اسلام کے سراسر خلاف تھی) اخبار وفادار میں افسوس اور رنج کا اظہار کیا تھا، ایسے ہی اکثر میں ان کی ایسی ایسی نامعقول پیشن گوئیوں کو افسوس کیساتھ سنتا رہا مگر میں کبھی ان سے نہیں ملا۔ اتفاقیہ طور پر میرے مخدوم مہربان جناب قاضی فضل احمد صاحب کورٹ انسپکٹر لودھیانہ نے مرزا صاحب کی ایسی ناجائز خلاف اسلام زیادتیوں کو مرزا صاحب کی اپنی ہی تصانیف سے بدلائل معقول بذریعہ کتاب کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی کے مسلمانوں کو واقف کرنا چاہا کہ مرزا صاحب کے عقائد محض خلاف اصول اسلام ہیں اور جو کچھ دعاوی الہام، مسیح، مہدی وغیرہ کے کرتے ہیں محض حصول دنیا (روپیہ) کی غرض سے کرتے ہیں نہ کہ خالصاً للہ دین کی غرض سے۔ جناب قاضی صاحب نے تمام کتاب میں اپنی طرف سے صرف چند فقرات ہی لکھے ہیں باقی جو کچھ درج کیا ہے وہ مرزا صاحب کی اپنی تصانیف کی اصل عبارت اور فقرے بحوالہ صفحہ سطر اور چند خطوط دستخطی مرزا صاحب اور اگی تائید اور ثبوت میں دیگر خطوط ان کے الہاموں کے بطلان میں درج کئے ہیں جن سے یہ ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب کے الہامات کسی کی لڑکی سے نکاح ہونے کی غرض سے ہوتے ہیں یا قادیان میں اپنے مکانات کو وسعت دینے کے لئے وغیرہ وغیرہ وپس۔

میں نے جو کچھ لکھا ہے اپنے ایمان اور علم و یقین سے محض بے تعصبی اور کسی قسم کی ذاتی مخالفت کے بغیر بالکل سچ لکھا ہے، خدا میرے اس بیان اور نیت کا واقف ہے اور میں اسی کی قسم کھا کر سچ کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کی تصانیف (جن کا حوالہ اس کتاب میں ہے) پیغمبر اسلام، اہل اسلام اور دیگر بزرگان اسلام کی مخالفت سے روپیہ پیدا کرنے اور دنیاوی

ناموری حاصل کرنے کی غرض سے ہیں نہ خدا اور اس کے رسول کی اسلامی اشاعت اور حق وباطل میں فرق بتا کر اصلیت ظاہر کرنے کی غرض سے۔اب ہر ایک مسلمان جو قرآن اور حدیث کو ماننے والا ہے اپنی اسلامی حفاظت اپنا کام سمجھیں خصوص ایسے وقت میں جبکہ انگریزی گورنمنٹ کے امن پسندی، بے تعصبی ہمارے لئے آسمانی برکتوں کی طرح ہماری حامی اور مددگار ہے۔اور بس۔

اخیر میں میں یہ بھی ظاہر کئے دیتا ہوں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی عادت کے مطابق میری ذات خاص کی نسبت اور مؤلف کتاب کی نسبت بقول ان کے ایک پرلے درجہ کے معتقد مرزائی کے موت کی پیشین گوئی کریں گے۔میں اپنے حافظ حقیقی پر پورا بھروسہ کر کے عام اعلان کرتا ہوں کہ خداوند قادر مطلق اور منتقم حقیقی مرزا صاحب کی ہر ایک قسم کی پیشین گوئی خواہ وہ میری موت کی نسبت ہو یا دیگر کسی قسم کی اس میں انہیں ناکام ثابت کرے گا اور میرے خلوص اور خوش نیتی کی وجہ سے اسلامی فتح اور نمایاں فتح ہو کر حضور قیصرہ ہند دام ملکہا کی عمر اور حکومت میں ترقی و برکت ہوگی۔

صاحب مؤلف کتاب نے بھی اپنا خیال مرزا صاحب کی پیشین گوئی پر اپنی نسبت بخوبی ظاہر کیا ہے جو ناظرین نے پچھلے صفحوں میں ملاحظہ فرمایا ہے اور بس۔

مرزا صاحب کی پیشن گوئی میری نسبت اور مؤلف کتاب کی نسبت جو کچھ ہوگی وہ بھی اس کتاب کے ناظرین کی نذر ہوگی۔

سُبۡحَانَکَ لَا عِلۡمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ

خادم علمائے وفضلائے دین متین

بندہ ناچیز کمترین محمد فضل الدین عفی عنہ مالک اخبار وفادار لاہور

۱۴ جمادی الاول ۱۳۱۶ ہجری مقدس